مجموعہ

قوانین اسلامی

(مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ)

زیر نگرانی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

© (جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ)

نام کتاب	:	مجموعہ قوانین اسلامی
		(مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ)
صفحات	:	۴۴۰
ترتیب کردہ	:	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
پہلا ایڈیشن	:	مئی ۲۰۰۱ء
دوسرا ایڈیشن	:	مئی ۲۰۰۲ء
تیسرا ایڈیشن	:	ستمبر ۲۰۰۲ء
چوتھا ایڈیشن	:	جولائی ۲۰۰۷ء
پانچواں ایڈیشن	:	اکتوبر ۲۰۱۱ء
چھٹا ایڈیشن	:	مارچ ۲۰۱۴ء
ساتواں ایڈیشن	:	اگست ۲۰۱۷ء
قیمت	:	۳۰۰/روپے
مطبع	:	بھارت آفسیٹ پریس، ۲۰۳۵، گلی قاسم جان بلی ماران، دہلی-۱۱۰۰۰۶

شائع کردہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، اوکھلا مین مارکیٹ، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵، انڈیا

فون: 26322991, 26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ
فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے
اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے)

(سورہ جاثیہ، آیت/ ۱۸)

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	مولانا محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	۱۳-۲۲
مقدمہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	۲۳-۳۴

قانون نکاح ۳۵-۱۵۸

باب اول

مسلمان کی تعریف ۳۷

باب دوم

نکاح - بنیادی امور ۳۸

نکاح کی تعریف ۳۸

نکاح کے اغراض ومقاصد ۳۸

نکاح کی حیثیت ۳۹

نکاح کا حکم ۳۹

پیغام نکاح ۴۱

باب سوم

ارکان نکاح	۴۴
ایجاب وقبول کی تعریف	۴۵
نکاح کی قسمیں	۴۵
نکاح صحیح ہونے کی شرطیں	۴۶
ایجاب وقبول سے متعلق چند ضروری مسائل	۴۹
نکاح میں شرط لگانا	۵۳
محرمات کا بیان	۵۴
حرمت بسبب نسب	۵۵
حرمت بسبب مصاہرت	۵۶
حرمت بسبب رضاعت	۵۹
نکاح غیر صحیح	۶۴
نکاح صحیح کی قسمیں	۶۷
نکاح لازم اور غیر لازم	۶۹
غیر مسلموں کا نکاح	۷۳

باب چہارم

ولایت نکاح	۷۷
ولایت کی ترتیب	۷۹
باپ دادا کا کیا ہوا نکاح	۸۲
ولی کا غائب یا مفقود یا قید ہونا	۸۵
ولی کا نکاح سے گریز	۸۷

باب پنجم

وکالت نکاح	۸۹
بالغ لڑکی کی اجازت	۹۴

باب ششم

نکاح فضولی ۹۹

باب ہفتم

کفاءت کا بیان ۱۰۱

باب ہشتم

نکاح پر مرتب ہونے والے احکام ۱۰۶

مہر ۱۰۶

مہر کے اقسام ۱۰۹

مہر کا معجّل یا مؤجل ہونا ۱۱۷

مہر کا وجوب اور اس کا مؤکد ہونا ۱۱۹

خلوت صحیحہ ۱۲۱

مہر کی مقدار میں اختلاف ۱۲۴

متاع ۱۲۵

نفقہ ۱۲۶

وجوب نفقہ کے اسباب ۱۲۷

اقارب کا نفقہ ۱۳۹

باب نہم

جہیز ۱۵۳

باب دہم

اثبات نکاح ۱۵۸

قانون حضانت ۱۵۹-۱۷۲

حق حضانت کے شرائط ۱۶۴

اجرت حضانت ۱۶۸

قانون طلاق ۱۷۳-۲۰۷

تمہید ۱۷۵

باب اول

فسخ اور طلاق ۱۷۶

باب دوم

طلاق کی تعریف ۱۷۷

رکن طلاق ۱۷۹

تحریری طلاق ۱۷۹

وقوع طلاق کے شرائط ۱۸۰

باب سوم

طلاق سنت اور طلاق بدعت ۱۸۶

باب چہارم

طلاق صریح ۱۸۸

طلاق صریح کا حکم ۱۸۸

طلاق رجعی کا حکم ۱۹۰

رجعت کا طریقہ ۱۹۱

طلاق بائن کا حکم ۱۹۱

متفرق مسائل طلاق ۱۹۲

باب پنجم

الفاظ کنایہ ۱۹۵

ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق کا حکم ۱۹۷

باب ششم

تفویض طلاق ۲۰۰

باب ہفتم

تعلیق طلاق ۲۰۵

تعلیق کی صحت وانعقاد کی شرطیں ۲۰۵

قانون ظہار ۲۰۹-۲۱۴

ظہار کے ارکان ۲۱۱

ظہار کا حکم ۲۱۳

قانون لعان ۲۱۵-۲۲۰

لعان ۲۱۷

شرائط وجوب لعان ۲۱۸

لعان کا حکم ۲۱۹

قانون ایلاء ۲۲۱-۲۲۸

ایلاء ۲۲۳

انعقاد ایلاء کی شرطیں ۲۲۴

قانون خلع ۲۲۹-۲۳۳

خلع ۲۳۱

قانون فسخ وتفریق ۲۳۵-۲۵۸

غیر کفو میں نکاح ۲۳۷

مہر میں غیر معمولی کمی ۲۴۱

خیار بلوغ ۲۴۲

شوہر کا حقوق زوجیت ادا نہ کرنا ۲۴۲

شوہر کا وطی پر قادر نہ ہونا ۲۴۳

شوہر کا جذام، برص یا اس جیسے کسی موذی مرض میں مبتلا ہونا ۲۴۴

شوہر کا مجنون ہونا ۲۴۵
شوہر کا مفقود الخبر ہونا ۲۴۵
شوہر کا غائب غیر مفقود ہونا ۲۴۷
شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا ۲۴۸
شوہر کا ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونا ۲۴۹
بیوی کو سخت مار پیٹ کرنا ۲۴۹
زوجین میں شقاق کا پایا جانا ۲۵۰
مرد کا اپنی حالت کے بارے میں عورت کو دھوکہ میں ڈال کر نکاح کرنا ۲۵۲
تفریق بسبب حرمت مصاہرت ۲۵۳
تفریق بسبب فساد نکاح ۲۵۶
فرقت کی وہ صورتیں جن میں قضاء قاضی شرط نہیں ہے ۲۵۷

قانون عدت ۲۵۹-۲۶۷

شرائط وجوب عدت ۲۶۱
مدت عدت ۲۶۲
عدت کے احکام ۲۶۴

قانون ثبوت نسب ۲۶۹-۲۷۴

ثبوت نسب ۲۷۱

قانون ہبہ ۲۷۵-۲۹۴

ہبہ ۲۷۷

قانون وصیت ۲۹۵-۳۳۰

وصیت کی تعریف ۲۹۷
وصیت کے شرائط ۲۹۹

وصیت کے احکام ۳۰۲
وصی کے احکام ۳۱۶
شرائط وصی ۳۱۸

قانون وراثت ۳۳۱-۳۹۰

وراثت کی تعریف ۳۳۳
شرائط میراث ۳۳۵
موانع ارث ۳۳۹
ترکہ سے متعلق حقوق کی ادئیگی میں ترتیب ۳۴۳
وارثوں کی قسمیں اوران کے حقوق کی ترتیب ۳۴۵
اصحاب فروض کا بیان ۳۴۹
اصحاب فروض کے حصوں کا بیان ۳۵۱
باپ کے حصے ۳۵۱
دادا کے حصے ۳۵۱
شوہر کے حصے ۳۵۲
اخیافی بھائی بہن کے حصے ۳۵۲
بیوی کے حصے ۳۵۲
بیٹی کے حصے ۳۵۳
پوتی کے حصے ۳۵۳
حقیقی بہن کے حصے ۳۵۴
علاتی بہن کے حصے ۳۵۵
ماں کے حصے ۳۵۶
دادی، نانی کے حصے ۳۵۷
عصبات کا بیان ۳۵۸
ذوی الارحام کا بیان ۳۶۰

ذوی الارحام کے درجات ۳۶۱
متفرق مسائل ۳۸۳

قانون وقف ۳۹۱-۴۳۹

وقف کی تعریف ۳۹۳
وقف کی اصطلاحات ۳۹۴
شرائط وقف ۳۹۴
تولیت کا بیان ۴۰۷

کتابیات ۴۳۷-۴۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مجموعہ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ برسوں کی محنت اور اس سے زیادہ مدت کے انتظار کے بعد اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۱ء میں منظر عام پر آسکا۔

بلاشبہ یہ کتاب قانون دانوں، ہندوستانی سماج اور مسلمانوں کی ضرورت کی تکمیل ہے۔ مسلم پرسنل لا سے متعلق اسلامی قوانین کی ضرورت قانون دانوں کو پڑتی رہتی ہے۔ ان کے سامنے جو کتابیں ہیں، وہ یا تو تشنہ ہیں۔ یا پھر قانون شریعت کے نام پر ایسی چیزیں پیش کرتی ہیں، جن میں علم، آگہی اور صحیح واقفیت کی کمی نظر آتی ہے، قانون اسلام کی بعض بہت اہم کتابوں کے تراجم ہو چکے ہیں مگر ترجمے ترجمے ہیں، اصل نہیں، اور پھر ان کتابوں سے کام کی باتوں کا نکالنا بھی ذرا مشکل اور وقت طلب کام ہے۔ اسلئے مجموعہ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ) کی دفعہ وار ترتیب، تہذیب اور تقدیم ایک ضرورت ہے!

ہندوستانی سماج کو بھی واقف ہونا چاہئے کہ اسلام کا عائلی قانون کیا ہے، اسمیں کتنی زندگی، توانائی، اور منطقی ترتیب ہے، اسکی بنیاد کسی سطحی جذبات اور رسم ورواج پر نہیں، بلکہ قرآن وسنت پر ہے، اور لانبے عرصہ کے تعامل (Practice) نے اسکے خدوخال کو واضح کردیا ہے، اس نعمت قانونی سے فائدہ اٹھانا، اس سے روشنی حاصل کرنا اور ملکی سماج کی کمی کوتاہی کو دور کرنا ملک کی ضرورت ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس ملک میں خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے، اور چیزوں کو برداشت کرنے اور جذب کرنے کی بے نظیر صلاحیت سے یہ ملک مالا مال ہے، اسکی مثال ہندو میرج ایکٹ، ہندوانہرٹینس ایکٹ، اور اسطرح کے دوسرے قوانین ہیں

جو بتاتے ہیں، کہ اس ملک نے اسلام کے قانون نکاح وطلاق، قانون نفقہ اور قانون وراثت سے روشنی حاصل کی ہے!

یہ کتاب مسلمانوں کی بھی بنیادی ضرورت ہے، انہیں جاننا چاہئے کہ اسلام جس زندگی کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے، اور جس سماج کی تشکیل کرنا چاہتا ہے، اسکے قوانین کیا ہیں؟ کوئی واضح، مدّون اور مرتب کتاب ان کے ہاتھوں میں نہ ہو، تو واقفیت حاصل کرنے میں بڑی دشواری اور عمل میں خاصی مشکلات پیش آئینگی، اور تبلیغ وتفہیم دین کے ارادہ کو وہ بہتر طور پر پورا نہیں کرسکیں گے۔

مجموعہ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ) کی دفعہ وار ترتیب وتہذیب انہیں مقاصد کے تحت کی گئی ہے، کتاب کی ترتیب کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے مرتب کتاب امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (بانی وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) نے تحریر فرمایا:

> ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب انگریزوں کا دور حکومت آیا، تو ابتداءً مسلمانوں کے معاملات ومسائل کے حل اور فیصلے کیلئے علماء کرام میں سے قضاۃ مقرر کئے جاتے تھے جنہیں شریعت اسلامیہ سے پوری واقفیت ہوتی تھی اور وہ اسلام کی روح سے بھی آشنا ہوتے تھے، لیکن کچھ دنوں کے بعد انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے سول اور دیوانی معاملات کو بھی انگریزی عدالتوں کے حوالے کردیا، نتیجہ کے طور پر فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھ آگیا، جو شریعت اسلامیہ سے بالکل ہی بے خبر اور مسلمانوں کے معاشرتی حالات سے لاعلم ہوا کرتے تھے، لیکن انگریزی عدالتوں نے اسکی کوشش کی، کہ مسلمانوں کے معاشرتی معاملات کا فیصلہ ان کی شریعت کے مطابق کیا جائے، اس کام کے لئے اس وقت ہدایہ، عالمگیری وغیرہ کے ترجمے جو انگریزی زبان میں کئے گئے تھے، کافی سمجھے گئے، جو ترجمے بڑی حد تک ناقص اور جنکی تعبیریں غلط ہیں۔
>
> ”اس کے بعد قانون دانوں نے شرع اسلام پر کتابیں لکھیں، جن میں

مسائل کے ساتھ ساتھ ان کی تشریح بھی کی گئی، لیکن یہ لکھنے والے اصل ماخذ کی زبان
یعنی عربی سے یا تو پوری طرح واقف نہیں تھے، یا بالکل ہی ناواقف تھے، ان کتابوں
میں بھی صحت کا التزام نہیں ہوسکا، اور مختلف مقامات پر تو تشریح وتعبیر گمراہ کن ثابت
ہوئی جس کے نتیجہ میں عدالت کے فیصلے شریعت کے خلاف ہوئے۔''

(مراسلہ بنام علماء کرام ومفتیان عظام وماہرین قانون مؤرخہ ۱۵/۲/۷/۱۴۰۷ھ)

انگریزوں کے دور حکومت میں بھی علماء کرام قانون شریعت کی حفاظت اور اسکے نفاذ کیلئے فکرمند رہے، انہوں نے اپنی سی کوششیں جاری رکھیں، کہ مسلم معاشرہ کیلئے اسلامی قانون پر عمل کی راہ کھلی رہے، مسلم خاندانوں کے معاملات ومقدمات عدالتوں میں جارہے تھے، علماء کرام اسے روک نہیں سکتے تھے، مگر ہندوستان میں اسلامی قانون کی بقاء ونفاذ کیلئے انہوں نے دوجہتوں میں جدوجہد کا سلسلہ جاری رکھا:۔

(۱) ایک تو خود مسلمانوں کو اسلامی قانون کی دینی اہمیت اور عظمت سے واقف کرایا۔ اور انہیں رضا کارانہ طور پر اس قانون کو مسلم معاشرہ میں نافذ کرنے کے لئے آمادگی پیدا کی، اور دارالقضاء قائم کرکے مسلم معاشرہ کیلئے متبادل نظم یا مناسب راستہ (Wayout) نکالا۔

(۲) دوسرے انہوں نے عائلی قوانین اسلامی کو ہندوستانی آئین کے فریم میں (Validity) دلوائی، آزادی ہند سے قبل انجام دیئے گئے۔ یہ دوعظیم کارنامے نمایاں مثالیں ہیں جو علماء کرام -- جن میں سرفہرست مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، -- اور رہنماؤں کی دور بینی، دوراندیشی اور دیدہ وری کا نمونہ ہیں اور تحفظ دین کی طلب اور تڑپ اور اسکے نفاذ کیلئے راہ کو ہموار کرنیکی مخلصانہ اور حکیمانہ کوششوں کو واضح کرتی ہیں۔

''مجموعہ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ)'' کی تدوین واشاعت کے پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے اسکے مرتب امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۳۷ء میں شریعت اپلی کیشن ایکٹ نافذ ہوا، جسکے ذریعہ مسلم پرسنل لا یا اسلام کے
معاشرتی مسائل نے قانونی حیثیت اختیار کی، لیکن اس ایکٹ میں مسائل کے صرف

عنوانات ہیں، اسکی تعریف، تشریح وغیرہ بالکل نہیں ہے، صرف اتنا کیا گیا ہے کہ نکاح، طلاق، مہر، رضاعت، حضانت، نفقہ، ولایت، وصیت، وقف، وراثت وغیرہ سے متعلق مسائل، مسلمانوں کیلئے، شریعت کی روشنی میں طے کئے جائیں گے، لیکن اس سے تعرض نہیں کیا گیا، نکاح، طلاق، خلع وغیرہ کی تعریف کیا ہے؟ اسکے مسائل اور احکام کیا ہیں؟ اسکی تشریح کیا ہے؟ اوران تمام امور سے متعلق قرآن وسنت کی ہدایت کیا ہے؟'' (حوالہ بالا)

تاریخی، آئینی اور قانونی پس منظر بیان کرنے کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے لکھا ہے:

''ان حقائق نے اسکی ضرورت محسوس کرائی، کہ شریعت اسلامیہ کے عائلی حصہ کو نئے طرز پر مدوّن کیا جائے، جو نئے تقاضوں کو پورا کرنیوالا ایک مستند مجموعہ ہو، جس پر مستند علماء کرام کو اتفاق ہو، اور جسے عدالتوں میں بطور سند پیش کیا جا سکے۔'' اور --''موجودہ دور کی ضروریات کے پیش نظر، سہولت پسند ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی تعبیر کی جائے جس سے فہم آسان اور عمل، سہل ہو--'' (حوالہ بالا)

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کے دل میں عرصہ سے ایسی کتاب کی تدوین و ترتیب کی ضرورت کا احساس تھا، ان کے قلم سے امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے کتاب الاحکام میں اس سلسلہ کی ہدایت موجود ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانیؒ (سابق نائب امیر شریعت بہار واڑیسہ) سے مشورہ بھی کیا تھا، جنکی فقہ اسلامی پر بڑی گہری نظر تھی، مگر کام کرنیوالے افراد کی کمی اور وسائل کے فقدان کی وجہ سے یہ آرزو دل ہی میں رہی، --- پھر بھی ان کی ''کتاب الفسخ والتفریق'' اس سلسلہ کی اہم کڑی اور یادگار مطبوعہ کوشش ہے، جب ۱۹۸۵ء میں سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کے نتیجہ میں نفقہ مطلقہ کا معاملہ ابھر کر سامنے آیا، قانون دانوں کی عملی دشواری اور صحیح اسلامی قانون سے واقفیت چاہنے والوں کی ضرورت کا احساس پھر تیز ہوگیا، تو تدوین قانون کا پرانا ارادہ پھر تازہ ہوگیا، اور حضرت امیر شریعتؒ کی تجویز پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''تدوین قانون اسلامی'' کی قرارداد منظور کی، اور انہیں اس خدمت کا ذمہ دار بنایا گیا۔

یہ عظیم کام افراد بھی چاہتا تھا، وقت بھی اور وسائل بھی، جس کام کو ماضی میں شاہوں اور حکومتوں کی سر پرستی میں انجام دیا گیا تھا، اب اسکی ترتیب سے لیکر اشاعت تک بوریہ نشینوں کے حصہ میں آرہی تھی۔ کام مشکل تھا، نازک اور اہم بھی۔ اور اب اسے ٹالا بھی نہیں جاسکتا تھا، حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے تحریر فرمایا ہے:

''ضرورت تو اس کی تھی کہ ہندوستان کے جید اور مستند علماء دین برس چھ مہینے کیلئے یکجا ہو کر کہیں بیٹھتے اور اس اہم ترین کام کو انجام دیتے، لیکن اس طرح ان کا جمع ہونا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے، اور ضرورت کا تقاضا بہت زیادہ ہے، اسلئے اللہ کا نام لیکر اپنی بے بضاعتی کے پورے احساس کے ساتھ چند جید علماء اور بعض دیوانی کے اچھے اور ممتاز قانون دانوں کو ساتھ لیکر یہ نازک کام شروع کردیا گیا۔'' (حوالہ بالا)

اس علمی اور دینی خدمت کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے فرمایا:

یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ ابھی تک عدالتوں میں مسلم لا کی ان کتابوں کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے، جن میں صریح غلطیاں یا غلط فہمیاں موجود ہیں، اور یہ بات کئی مرتبہ اہل علم کی زبانوں پر آئی، کہ زمانہ حاضر کی ضرورت اور تقاضوں کے مطابق کوئی ایسا مستند مجموعہ موجود نہیں ہے، جو شریعت اسلامی کی صحیح ترجمانی کرتا ہو، اور اس پر مستند علماء کا اتفاق ہو، اسلئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اسکی ضرورت محسوس کی کہ وہ اپنی نگرانی اور رہنمائی میں مستند علماء کے قلم سے مسلم وکلاء اور قانون دانوں کے مشورہ سے ایسا مجموعہ تیار کرائے، جسکو عدالتوں میں سند کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ چنانچہ بنام خدا یہ کام مرکزی دفتر مسلم پرسنل لا بورڈ، خانقاہ رحمانی مونگیر میں حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی نگرانی اور رہنمائی میں شروع کردیا گیا ہے اور اس کیلئے چند فاضل مستند علماء کی خدمت حاصل کرلی گئی ہیں اور کام کی پیش رفت بفضلہٖ تعالیٰ اطمینان بخش ہے۔'' (حوالہ بالا)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی خودنوشت سوانح ''کاروان زندگی'' میں لکھا ہے:

امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے واجب الاحترام امیر کی نگرانی میں اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام مستند علماء اور ماہرین فقہ کے ذریعہ جدید زبان واسلوب اور ترتیب کے ساتھ آئینی قانون اور مسائل نکاح وطلاق، حقوق وفرائض کی تدوین کا کام شروع کر دیا گیا۔ (کاروان زندگی حصہ چہارم: ۷۷)

حضرت امیر شریعتؒ نے اس تصنیفی کام کا خاکہ تیار کیا، فہرست عنوانات کی ترتیب فرمائی، پیش آنیوالے مسائل کی تعیین کی گئی، اور کتاب کے مسودہ کی ترتیب شروع کر دی گئی، حضرت امیر شریعتؒ نے لکھا ہے:

> اس عاجز نے جب عملی نقشہ تیار کیا، تو سب سے پہلے، نگاہ جناب مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند پر پڑی، جو نہ صرف مسائل کا جواب دینے میں کافی مشاق ہیں، بلکہ بارہ جلدوں میں ''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' کو مرتب کر کے قابل قدر علمی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ چنانچہ میری درخواست پر جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے چھ ماہ کیلئے مفتی صاحب کو مونگیر بھیجدیا۔ یہاں جامعہ رحمانی مونگیر کے استاد فقہ و حدیث جناب مولانا زبیر احمد صاحب قاسمی اور جناب مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی امارت شرعیہ کے مفتی مولانا محمد نعمت اللہ صاحب قاسمی اور جناب سید اظہار الحق صاحب ایڈوکیٹ اور جامعہ رحمانی کے دوتین اساتذہ کو ساتھ لیکر یہ کام شروع کر دیا گیا۔ الحمدللہ کام کی رفتار اچھی رہی اور اس وقت ''کتاب النکاح'' آپ کے سامنے ہے۔

(مراسلہ بنام علماء ومفتیان عظام وماہرین قانون بسلسلہ مراجعت ''کتاب النکاح'')

اس طرح حضرت امیر شریعتؒ کے مرتب کئے ہوئے مسودہ میں حذف واضافہ اور نظر ثانی کا کام مستند علماء کرام کی جماعت نے ۵/مارچ ۱۹۸۶ء کو شروع کیا، (حضرت امیر شریعت کی قلمی ڈائری) اور تقریباً چھ ماہ میں مکمل کیا، اور ان مرحلوں میں جناب محمد ہاشم صاحب ایڈوکیٹ (سابق وزیر حکومت بہار) نے بھی تعاون کیا۔ کتاب کی ترتیب کے لحاظ سے مختلف ابواب کو تدریجاً، ملک کے مشہور علماء کرام اور مفتیان عظام اور قانون دانوں کی خدمت میں بھیجا جاتا رہا، جیسے جیسے جوابات جمع ہوتے گئے، انہیں اختلافی نوٹ اور ان

کے دلائل کے ساتھ یکجا کیا گیا، اور خانقاہ رحمانی مونگیر میں بحث وتحقیق کی کئی مجلسیں منعقد کی گئیں، یہ مجلس ایک ایک ہفتہ جاری رہیں ہر مجلس میں یومیہ دو یا تین نشستیں ہوتی رہیں، اور حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کی نگرانی میں مذکورہ بالا علماء کرام نے مسائل کی تحقیق و بحث میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ حصہ لیا، ہفتہ، ہفتہ جاری رہنے والی ان تمام مجلسوں میں دارالعلوم دیوبند (وقف) کے مفتی حضرت مولانا مفتی احمد علی سعید صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ، مفتی دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاد فقہ وحدیث اور مجلس تحقیقات شرعیہ کے ناظم حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب، حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی استاد حدیث وفقہ جامعہ رحمانی مونگیر، جناب مفتی محمد نعمت اللہ صاحب قاسمی، مولانا نیاز احمد رحمانی آفس سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور جامعہ رحمانی مونگیر کے کئی اساتذہ نے پابندی اور پوری دلچسپی کے ساتھ شرکت فرمائی، اور دفعات ومسائل کے اخذ وقبول اور دلائل پر بحث و جرح میں قیمتی تعاون دیا، درمیان کی دو نشستوں میں حضرت مولانا مجاہدالاسلام صاحب قاسمیؒ قاضی شریعت امارت شرعیہ بہار واڑیسہ (جو بعد میں قاضی شریعت کے ساتھ نائب امیر شریعت بہار واڑیسہ ہوئے) نے شریک ہوکر گرانقدر مشوروں سے نوازا۔

ان مجلسوں میں جیسے جیسے ابواب کا کام پورا ہوتا گیا، انہیں تصویب اور توثیق کیلئے مختلف علماء کرام (خاص طور پر وہ حضرات جنہوں نے کسی مسئلہ پر اختلاف رائے ظاہر فرمایا تھا) کی خدمت میں بھیجا گیا، اس طرح تلاش وجستجو، احتیاط وانتخاب، بحث وتحقیق کے مرحلوں سے گزر کر یہ کتاب (مجموعہ قوانین اسلامی، مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ) کے مسودہ کو ۱۹۹۰ء میں آخری شکل دی گئی۔ صدر بورڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے تحریر فرمایا:

> ''الحمد للہ کہ یہ کام مکمل ہوگیا، اور شوال ۱۴۱۰ھ مئی ۱۹۹۰ء میں ممتاز علماء نے اس پر آخری نظر ڈالی'' (کاروان زندگی:۴/۷۷)

علمی اور فقہی لحاظ سے کتاب تیار ہو چکی تھی، مگر شریک کار علماء کرام کی رائے یہ تھی کہ بحث وتحقیق کے مرحلہ میں مختلف حضرات کی تحریریں کتاب کا حصہ بن چکی ہیں، جسکے نتیجہ میں کتاب کی زبان میں یکسانیت نہیں ہے، ان حضرات نے یہ رائے دی کہ پوری کتاب کا لسانی جائزہ لے لیا جائے، اور یکسانیت پیدا

کردیجائے، اس مشورہ کے پیش نظر حضرت امیر شریعتؒ نے حضرت صدر محترمؒ (بورڈ) کو لکھا کہ:

اللہ کے فضل سے تدوین کا کام پورا ہو گیا، دو کام باقی ہیں، ایک یہ کہ آپ اس پر مبسوط مقدمہ تحریر فرمادیں، دوسرے یہ کہ اسکی زبان کو ہموار بنایا جائے، سبھوں کی رائے یہ ہے کہ یہ کام عزیزی مولوی محمد ولی سلمہ کے حوالہ کیا جائے، کہ وہ اس کام میں شریک رہے ہیں، انہیں فقہ سے اچھی مناسبت ہے، ساتھ ہی قانون سازی کا تجربہ بھی رکھتے ہیں اور زبان و بیان پر ان کی گرفت مضبوط ہے۔''

(مکتوب حضرت امیر شریعت بنام صدر بورڈ محترم)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے دونوں تجویزوں سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت امیر شریعتؒ کے نام اپنے مکتوب میں یہ تحریر فرمایا:

''بحمد للہ تدوین کا کام مکمل ہو گیا، آپ نے صحیح فرمایا کہ ماضی میں جو کام شاہوں کی سرپرستی میں انجام پایا تھا، وہ اب بوریہ نشینوں نے انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے رفقاء کی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

حق تو یہ ہے کہ آنجناب اس کتاب کا مقدمہ تحریر فرمائیں، یہ آپ کا مقام و منصب ہے اور صاحب البیت ادریٰ بمافی بیتہٖ کا تقاضہ بھی ہے، مگر مجھے بورڈ کے واجب الاحترام جنرل سکریٹری کے حکم کی تعمیل میں خوشی ہوگی۔

کتاب پر نظر ثانی کے لئے عزیز گرامی مولوی محمد ولی رحمانی سلمہ اللہ کے نام سے مجھے مکمل اتفاق ہے۔''

(مکتوب حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ بنام حضرت امیر شریعت)

الحمدللہ کہ پوری کتاب کے نوک و پلک کو درست کیا گیا، اسی دوران حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ پر تراویح میں قلب کا دورہ پڑا اور وہ اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ (۳/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ ۱۹/مارچ ۱۹۹۱ء روز منگل) انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کتاب ''مجموعہ قوانین اسلامی'' کو قطعی شکل دیدی گئی، افسوس جس شخصیت نے کتاب کی ترتیب و

تسوید میں بڑا وقت لگایا تھا، غیر معمولی محنت کی تھی، اور جنہیں بے چین طلب تھی کہ کتاب جلد شائع ہو جائے وہ طباعت سے قبل آخرت کا سفر کر چکے تھے--- میں نے اپنے کام کی رپورٹ پیش کردی، اور حسب طلب فہرست عنوانات کے ساتھ ''مقدمہ'' لکھنے کی گذارش کی یاد دہانی بھی کردی تھی، لیکن کتاب کی طباعت کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ بورڈ کے ذمہ داروں نے مزید نظر ثانی کا حکم دیا۔

مشغول علماء کرام اور مفتیان عظام کو لانے وقفہ کیلئے کسی ایک جگہ جمع رکھنا کتنا مشکل کام ہے اس کے لذّت آشنا وہی لوگ ہیں جو اس تجربہ سے گذر چکے ہیں،--لیکن یہ مرحلہ بھی گذرا، اور ایک ایک ہفتہ بلکہ اس سے بھی زیادہ دنوں تک کئی مجلسیں خانقاہ رحمانی مونگیر میں منعقد ہوئیں، اور ایک ایک دفعہ کا گہرا جائزہ لیا گیا، باریک فقہی اور لسانی بحثیں ہوئیں، بعض مسائل پھر حذف کئے گئے، تعبیرات میں بھی ترمیم کی گئی، الفاظ بدلے گئے پوری کتاب ان مراحل سے پھر گزری، جن سے گذر چکی تھی، بہرحال کام پورا ہوگیا، مگر مرحلۂ شوق ابھی باقی تھا، اسلئے'' کچھ مسائل'' کے جائزہ اور بحث وترمیم کیلئے مزید مجلسوں کے انعقاد کا فیصلہ ہوُا۔

شرکاء مجلس کی دشواری یہ تھی کہ مونگیر پہونچنے میں زحمت کے مرحلے تھے، بعض حضرات کی سہولت کے پیش نظر یہ رائے بنی کہ اس کام کیلئے اب پٹنہ میں نشستیں ہوں، الحمدللہ پٹنہ میں میری قیام گاہ (۴ ٹیلر روڈ) میں پھر ہفتہ ہفتہ بھر کی چار مجلسیں ہوئیں، پٹنہ کی تمام مجلسوں میں وہ تمام حضرات شرکت فرماتے رہے، جو خانقاہ رحمانی، مونگیر کی مجلسوں میں شریک رہے تھے، جامعہ رحمانی کے بعض اساتذہ شریک رہے، یہ ناکارہ بھی حاضر خدمت رہا۔

تازہ ترمیم وتبدیلی (جو بڑی حد تک لسانی تھی) کے بعد تمام شرکاء کرام نے کتاب کی تکمیل پر اتفاق کرلیا، مگر زبان کے لحاظ سے یہ کتاب تقریباً وہیں پہونچ گئی، جہاں ۱۹۹۰ء کی آخری مجلس میں تھی، زبان کی ناہمواری دور کرنے کی خدمت میرے سپرد تھی، جسے انجام دیا گیا، اور بورڈ کی مجلس عاملہ تک بات پہونچ گئی، اب طباعت کے مرحلے تھے، مگر مرضی مولیٰ، آسان مرحلے دشوار ہورہے تھے، بورڈ کی مالی حالت اجازت نہیں دے رہی تھی، کہ کتاب کی اشاعت ہو۔

تاخیر کے مرحلوں کو مختصر کرنے کے لئے میں نے کمپیوٹر سے کتابت کرالی، اور تحریر کی اصلاح بھی بڑے اہتمام کے ساتھ ہوگئی، جامعہ رحمانی مونگیر کے کئی اساتذہ نے پورا تعاون دیا، مجلس عاملہ منعقدہ دہلی

مؤرخہ ۷؍جولائی ۱۹۹۶ء سے پہلے حواشی کی، مراجعت، مطابقت اور اصلاح کا مشکل کام بھی مکمل ہو چکا تھا، میں نے اس مجلس میں عرض کیا تھا: ''مجموعہ قوانین اسلامی کا مسودہ طباعت کے مرحلہ میں ہے، اسکے حواشی کی کمپوزنگ ہو چکی ہے، اور اسکی تصحیح بھی کر لی گئی ہے، اسمیں صدر محترم کا ایک مقدمہ بھی شامل کیا جائیگا، اور اس کے دفعات کی کمپوزنگ انشاء اللہ جلد ہو جائیگی - اور پھر طباعت کے بعد آپ تک پہونچے گی''

(رجسٹر کارروائی اجلاس مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

اور بحمد للہ یہ مقدمہ، کتاب کا قیمتی حصہ ہے - اب یہ کتاب ''مجموعہ قوانین اسلامی (مسلم پرسنل لا سے متعلق احکام شریعت کا دفعہ وار مرتب مجموعہ)'' ادائے فرض کے احساس کے ساتھ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے شائع کیا، اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت دی، اور اب اس کتاب کا ساتواں ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ کرے یہ کتاب اہل علم کیلئے مفید اور قانون دانوں کیلئے راہنما ثابت ہو اور جس مقصد کے پیش نظر یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اسمیں کامیابی مقدر فرمائے، کتاب کی تدوین و ترتیب، تحقیق و اصلاح، اور اشاعت کے مرحلوں میں جن لوگوں نے تعاون دیا ہے، خدائے تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول فرمائے، اور دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے، آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین۔

محمد ولی رحمانی

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

(خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار)

۲۷؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ

۲۲؍جولائی ۲۰۱۷ء سنیچر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الأمين سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

اللہ رب العالمین نے انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات کو پیدا فرمانے کے بعد ان کے صرف جسم کی پرورش کا انتظام کیا، لیکن انسان - اشرف المخلوقات - کے لئے اس کی جسمانی بقا کا سامان مہیا کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے لئے روحانی وملکوتی غذا کا بھی نظم کیا، کیونکہ بقول شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ انسان ''بہیمیت اور ملکوتیت'' دونوں کا مجموعہ ہے، چونکہ غذاء روحانی کا مسئلہ بڑی حد تک انسانی عقل کی دسترس سے باہر تھا، اس لئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ برابر رہنمائی کی جاتی رہی۔ آخر میں نبی آخر الزماں ﷺ کو مبعوث فرما کر انسانیت کے لئے ایک جامع ومکمل نظام حیات عطا کیا، جس سے جسمانی وروحانی ضرورتیں پوری ہوسکیں، اسی مکمل نظام حیات کا نام اسلام (یا شریعت اسلامی) ہے۔ بعد میں اس کا جاننا ''فقہ'' (اور جاننے والے کو ''فقیہ'') کہا جانے لگا، جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''المستصفی'' میں بتایا ہے:

''الفقه عبارة عن العلم والفقه ...... لكن صار بعرف الفقهاء عبارة عن العلم بالأحكام الشرعية لأفعال المكلفين'' (المستصفی ص ۴ ج ۱ مطبع امیریہ بولاق)۔

(فقہ کے لغوی معنی ''علم'' اور ''سمجھ'' کے ہیں ...... لیکن بعد میں ''مکلّف (عاقل بالغ) انسانوں سے متعلق اللہ کی طرف سے دئے گئے احکام شریعت جاننے کا نام ''فقہ'' ہوگیا)۔

''احکام شریعت'' کا مطلب یہ بتایا گیا ہے: **ما لا يدرك لولا خطاب الشارع سواء كان الخطاب بنفس الحكم أو بنظيره المقيس هو عليه** (تلویح مع التوضیح ص ۱۱)۔ حاصل یہ ہے کہ

خداوند تعالی کی طرف سے کتاب وسنت کے ذریعہ جو احکام انسان کے لئے دئے گئے اور پھران کی روشنی میں جو اجماع وقیاس سے اخذ کئے گئے وہ سب ہی ''احکام شریعت'' ہیں، جن کا دائرہ پوری انسانی زندگی کو محیط ہے۔ اوران کا حاصل یا خلاصہ امام شاطبیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

اتفقت الأمة ...... علی أن الشریعة وضعت للمحافظة علی الضروریات الخمسة وهي الدین والنفس والنسل والمال والعقل (الموافقات للشاطبی ج ۱ص۳۸)۔

(پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کا اصل موضوع ان پانچ چیزوں کی حفاظت ہے: (۱) دین (۲) جان (۳) نسل (۴) مال (۵) عقل)۔

شریعت کا مقصد ایک عالی مرتبہ فقیہ کے الفاظ میں ''**سعادة الدارین**'' ہے (ردالمحتار ص ۲۷ ج ۱)۔ یعنی صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ دونوں جہان میں انسان کو کامرانیوں سے ہمکنار کرنا ہے، یہی وہ فرق ہے جو آج کے قانون ساز اداروں، پارلیمنٹوں اور اسمبلیوں سے شریعت کو ممتاز کرتا ہے، اوپر کی تفصیل سے چونکہ یہ بات سامنے آگئی کہ شریعت کا دائرہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، اس لئے شریعت کے قوانین میں وہ تقسیم نہیں ہے جو آج کی بیشتر حکومتوں کے دستوروں میں پائی جاتی ہے کہ ایک قسم کو ''پرسنل لا'' (Personal Law) یا ''احوال شخصیہ'' کا نام دیا جاتا ہے، جس کا تعلق کسی انسان کی شخصی اور عائلی زندگی سے ہوتا ہے، پھر غلط طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ گویا اس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار شخص کو حاصل ہے، اور ایک قسم ''مشترک قانون'' (Common Law) کے نام سے معروف ہے، اور کہیں کسی اور نام سے۔ حالانکہ انسانی مسائل خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، تمدنی ہوں یا مالی، ثقافتی ہوں یا تعزیراتی سب کا حل اسلامی شریعت نے یکساں طور پر پیش کیا ہے، اور ہر ماننے والے پر تمام احکام کی پیروی کو ضروری قرار دیا ہے، یہاں اس میں کوئی شخصی اختیار والا قانون ہے ہی نہیں۔

مزید یہ کہ شریعت کے اصولوں میں ایسی گہرائی وگیرائی اور لچک ہے کہ ان کی روشنی میں ہر زمانہ حتی کہ آج کے ترقی پذیر دور میں بھی پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا جاسکتا ہے، اور یہ صرف خوش کن دعوے نہیں بلکہ ہر زمانہ میں ماہرین شریعت (فقہاء) نے اس کا عملی مظاہرہ کیا ہے، جس پر تاریخ شاہد ہے۔ دور اول (خلافت راشدہ، خلافت امویہ، خلافت عباسیہ کی ابتداء) میں جب اسلامی حکومتوں کا سایہ جزیرۃ العرب سے

نکل کر افریقہ، ایشیا، بلکہ یورپ تک پھیل گیا تھا، اور طرح طرح کے تمدنی، معاشرتی، معاملاتی اور نئے نئے مسائل کا سامنا ہوا تو اس محترم گروہ (فقہاء) نے ان کا حل ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر پیش کیا جس سے حکومتوں اور عوام کو کسی اور کا دست نگر ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئی، اس دور میں ائمہ اربعہ اور ان کے ممتاز ترین تلامذہ کے کارہائے نمایاں پر اجمالی نظر ڈالنے سے ہی مذکورہ دعوے کی تصدیق ہوسکتی ہے، (تفصیل کے لئے تو دفتر درکار ہے) اس کے طالب کو احمد امین مصری کی علمی تاریخ کے سلسلہ (جو ''فجر الاسلام''، ''ضحیٰ الاسلام''، ''ظہر الاسلام'' کے نام سے معروف اور ہر جگہ دستیاب ہے) کا مطالعہ کرنا چاہئے، نیز راقم الحروف کی ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے پہلے دو حصے اور ''کشف الظنون''، ''مفتاح السعادة'' وغیرہ دیکھنی چاہئے۔

بعد کے ادوار میں بھی بے شمار فقہاء نے یہ خدمت انجام دی، یہاں نمونہ کے طور پر چند کتابوں اور ان کے مصنفین کے صرف نام ذکر کئے جا رہے ہیں:

خزانۃ الفقہ: امام ابواللیث سمرقندی (۳۸۳ھ)، عیون المسائل ۹ جلدیں: ابوالقاسم عبداللہ ابن احمد البلخی (م۳۱۹ھ)، الواقعات للناطفی: احمد بن محمد بن عمر الناطفی تلمیذ امام جصاص رازی (م۴۴۶ھ)، المبسوط: شمس الائمۃ سرخسی (م۴۸۳ھ)، فتاوی خانیہ ۳ جلدیں: امام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی (م۵۵۲ھ)، بدائع الصنائع ۷ جلدیں: ملک العلماء علاء الدین الکاسانی (م۵۸۷ھ)، کفایہ ۸۰ جلدیں: اور اس کی تلخیص ہدایہ: علی بن ابی بکر برہان الدین المرغینانی (م۵۹۳ھ)، المحیط البرہانی ۴۰ جلدیں: علامہ برہان الدین محمد (م۶۱۶ھ)، الفتاوی الحنفیہ: سعد الدین مسعود (م۷۹۳ھ)، الفتاوی التاتارخانیہ: عالم بن علاء الانصاری (م۷۸۶ھ) یہ کتاب اب تک غیر مطبوعہ تھی، چند سال قبل قاضی سجاد حسین کرتپوری کی تعلیق وتحقیق کے بعد دائرۃ المعارف حیدرآباد سے اس کی ۵ جلدیں شائع ہوئیں، بقیہ ابھی نہیں طبع ہوسکیں، اندازہ ہے کہ تقریباً دس جلدوں میں مکمل ہوگی اور ہر جلد کی ضخامت کم وبیش سات سو آٹھ سو صفحات ہے، اور پانچویں جلد ۹ سو صفحات سے بھی زیادہ کی ہے۔ فتح القدیر ۵ جلدیں: کمال الدین ابن الہمام (م ۸۶۱ھ)، البحر الرائق ۷ جلدیں: زین الدین ابن النجیم مصری (م۹۷۰ھ)، الدر المختار: علاء الدین حصکفی (م۱۰۸۸ھ)، الفتاوی الہندیہ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری: یہ مجموعۂ فتاوی جو مصری باریک ٹائپ کی پانچ ضخیم جلدوں میں سمایا ہے، عالمگیر اورنگ زیب (م۱۱۱۸ھ) کے حکم سے اس دور کے ممتاز ترین علماء نے مرتب کیا، جسے گویا ''دستور ہند''

کی حیثیت حاصل رہی، اس کے تقریباً ایک صدی بعد ترکی کی عثمانی سلطنت جو صدیوں تک دنیا کا سب سے بڑا امپائر (Empire) رہی جس کے تحت ایشاء، یورپ اور افریقہ کے متعدد ممالک تھے، اس نے رسمی قوانین کا مجموعہ "مجلۃ الاحکام العدلیۃ" تیار کرایا ہے، اسی (تیرہویں) صدی میں علامہ ابن عابدین شامی (م۱۲۵۲ھ) کی ردالمحتار شرح درمختار سامنے آئی، اور دیکھتے دیکھتے فقہ کی بنیادی کتاب اور فتاوی کا مرجع بن گئی۔

مذکورہ بالا سطروں میں صرف حنفی فقہاء کی خدمات کی ایک جھلک ہی پیش کی جاسکی ہے، فقہ حنفی کے علاوہ مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری وغیرہ مسالک کے فقہاء نے جو کارنامے انجام دیئے وہ بھی کم وبیش- کیفیت وکمیت کے لحاظ سے- ایسے اور اتنے ہی ہیں، جن کا تذکرہ طوالت کا موجب ہوگا، پھر بھی "إذا لم یدرک کله لم یترک کله" کے بمصداق چند کتابوں اور ان کے مصنفین کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

المحلی: ابن حزم الظاہری (م۴۵۶ھ)

المقدمات: ابن رشد مالکی اول الجد (م۵۲۰ھ)

بدایۃ المجتہد: ابن رشد ثانی الحفید (م۵۹۵ھ)

المغنی: فقہ حنبلی کی نہایت بیش قیمت کتاب: ابن قدامہ مقدسی (م۶۲۰ھ)

مہذب: ابواسحاق شیرازی شافعی (م۴۴۴ھ) اور اس کی شرح: امام نووی (م۶۷۶ھ)

شرح منہاج: جلال الدین المحلی شافعی (م۸۶۴ھ)

اوپر جن کتابوں اور فقہاء کے نام مذکور ہوئے وہ پچھلی صدیوں اور زیادہ تر بیرون ہند کے تھے، اب ذرا ایک نظر قریبی زمانہ کے علمائے برصغیر کے کارناموں اور ناموں پر ڈال لینا بھی مناسب ہوگا، غالباً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ برصغیر کے علماء کا کام عرب وعجم کے کسی خطہ کے علماء سے کم نہیں بلکہ بعض اعتبارات سے شاید کچھ نمایاں ہی ہوگا۔ ایسے علماء اور ان کی تصنیفات کی فہرست بہت طویل ہے، جس کے لئے ایک مقالہ تو کیا پوری کتاب بھی ناکافی ہوگی، (تفصیل جاننے کے خواہش مندوں کے لئے والد محترم مؤرخ کبیر علامہ حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کی تصنیف "الثقافۃ الإسلامیۃ فی الہند" کا مطالعہ مفید ہوگا، جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے، بالخصوص اس کا دوسرا ایڈیشن جو راقم الحروف کے اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے)۔

اس لئے یہاں بس چند کا ہی تذکرہ کیا جارہا ہے:

(۱) مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۰۴ھ) جو نہایت کم عمر (صرف ۳۹ سال) پانے کے باوجود- مختلف علمی، دینی، تاریخی موضوعات پر بالخصوص حدیث وفقہ پر- اتنی کثیر اور قیمتی کتابیں یادگار چھوڑ گئے ہیں جن کی نظیر عالم اسلام میں بھی ملنا مشکل ہے، ان میں سعایہ اور حاشیہ ہدایہ کو ممتاز مقام حاصل ہے، علاوہ ازیں مولانا مرحوم کا ''مجموعۂ فتاویٰ'' جو تین جلدوں میں سینکڑوں- بلکہ ہزار سے زیادہ- فقہی سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے، اور عصر حاضر کے بہت سے تازہ اور زندہ مسائل ومشکلات کے عالمانہ ومحققانہ حل کا بیش قیمت ذخیرہ ہے، خاصہ کی چیز ہے، جس کی قدر وقیمت کم ہونے کے بجائے برابر بڑھ رہی ہے۔

(۲) مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی (م ۱۳۴۷ھ)، مولانا مرحوم تقریباً نصف صدی تک دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی رہے اور ان کے قلم سے ہزارہا فتاوی صادر ہوئے، جن میں معتد بہ تعداد عصر حاضر کے پیدا کردہ مسائل کے جوابات پر مشتمل ہے، ان کے فتاوی کی دارالعلوم دیوبند کے اہتمام سے اب تک بارہ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں تقریباً نصف تعداد ہی آسکی ہے (خدا کرے باقی ماندہ ذخیرہ بھی شائع ہو کر افادۂ عام کا ذریعہ بنے)۔

(۳) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ)، مولانا موصوف کے علمی وفقہی کارناموں کے تفصیلی بیان کے لئے تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، مشہور ہے کہ مولاناؒ کی چھوٹی بڑی تصانیف تقریباً ایک ہزار ہیں جن میں تفسیر، تصوف، فقہ، شرح حدیث اور حکمت اسلام جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحثیں ملتی ہیں، لیکن یہاں ان کی صرف فقہی خدمات کا مختصر تذکرہ کرنا ہی اس وقت پیش نظر ہے، مولانا کی مقبول عام کتاب ''بہشتی زیور'' کے علاوہ ان کے فتاوی (مسمی بہ امداد الفتاوی) کا سات جلدوں پر مشتمل عباداتی، تمدنی، معاشرتی، معاملاتی وغیرہ سوالات کے جوابات کا بیش قیمت اور عظیم ذخیرہ ہے، ایک خاص بات یہ ہے کہ عصر حاضر کے بہت سے پیچیدہ مسائل کا ان میں نہ صرف حل پیش کیا گیا ہے، بلکہ ایسی اصولی ہدایات ملتی ہیں جن سے آئندہ- اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے- راہنمائی کا پورا سامان ہے، چنانچہ کسی بھی نئے پیش آمدہ مسئلہ کا حل دریافت کرنے کے لئے آج کے علماء وفقہاء ان کی تحقیقات وہدایات سے استفادہ کئے بغیر ایک قدم آگے بڑھانا مشکل سمجھتے ہیں، مولانا کی زمانہ شناسی اور حساس وفکر مند طبیعت کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' ہے، جس میں دنیا بھر کے معتمد علماء کی آراء جمع

کر کے آج کی مظلوم منکوحہ عورت کی متعدد دشواریوں کا آسان حل پیش کیا گیا ہے۔

(۴) مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (م۱۳۷۲ھ)، مفتی صاحب کی نظر کی گیرائی و گہرائی، فتوی نویسی میں نپی تلی عبارت اور فقیہانہ انداز، زمانہ سے باخبری اور مسلمانوں کی مشکلات اور دشواریوں کے حل میں ان کی فکرمندی اور سہولت پیدا کرنے کی کوشش، یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں مفتی صاحب کا امتیاز اکابر واصاغر نیز معاصرین سبھی نے تسلیم کیا ہے۔

(۵) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی (م۱۳۹۶ھ)، مفتی صاحب موصوف حکیم الامت کے ہی ساختہ پرداختہ اور ان کے گویا ثنی یا مثیل تھے، ان کے مجموعۂ فتاوی (امداد المفتین) کے علاوہ ''جواہر الفقہ'' کی پانچ جلدیں ان کی ژرف نگاہی، تفقہ، عالم سے باخبری اور مسلمانوں کے مسائل سے نہ صرف واقفیت بلکہ ان کے حل کی فکرمندی کا ثبوت ہیں، عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل اور گتھیوں کے سلجھانے اور ان کے تحقیقی وفقہی وعلمی جوابات آسان زبان اور سہل اسلوب میں پیش کرنے میں مفتی صاحب کو امتیاز حاصل تھا، یہی خصوصیات ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد تقی عثمانی میں بھی منتقل ہوئی معلوم ہوتی ہیں (حفظہ اللہ ورعاہ)۔

یہاں نمونہ کے طور پر چند نام ان علماء وفقہاء کے ذکر کردیئے ہیں، جن کے ناموں اور کاموں سے -کم وبیش- تمام ہی اہل علم واقف ہیں، زندہ علماء وفقہاء میں -برصغیر کے اندر- متعدد ایسے حضرات ہیں جن کے فیض سے امت مستفیض ہورہی ہے، اور وہ مشکلات کا حل پیش کرنے میں لگے ہیں، علاوہ ازیں متعدد مجالس فقہ -مختلف ناموں سے- بھی اس میدان میں سرگرم عمل ہیں جن کی افادیت سے انکار کرنا مشکل ہے (شکر اللہ مساعیہم)۔

اسی قسم کی ایک مختصر ''مجلس علماء'' جسے حضرت مولانا منت اللہ رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، امیر شریعت رابع امارت شرعیہ بہار واڑیسہ نے ایک خاص مقصد (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) کے لئے ترتیب دیا تھا، کا بڑا عظیم اور دوررس اثرات کا حامل زیرنظر کارنامہ ہے، جس کا ایک حصہ دیکھ کر ملک کے ایک نامور ماہر قانون اور گراں قدر فاضل نے اپنی غیر معمولی پسندیدگی اور بے پناہ اطمینان کا اظہار کیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے اندر رہ جانے والے مسلمانوں کو جن مصائب اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا ان میں جان ومال وآبرو کے زیاں کے علاوہ سب سے زیادہ

روح فرسا اور پریشان کن ان کے دین و مذہب پر عمل کی آزادی سے محرومی کا خطرہ رہا ہے، کیونکہ ہندو احیاء پرستی (ہندتو) کی جارحانہ تحریکوں نے پورے ملک کو ''بھگوا رنگ'' میں رنگ دینے بلکہ غرق کردینے اور مسلمانوں کا تشخص ختم کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، جس کی 'لے' کبھی تیز ہوجاتی ہے اور کبھی دھیمی، (غالبًا یہ زیر و بم بھی ان کی اپنی مصلحت کے تقاضوں پر مبنی ہوتا ہے)، رواں صدی کے آٹھویں دہے میں نہایت زور وشور کے ساتھ جب یہ تحریک چلائی گئی تو اس وقت ملت اسلامیہ کے بیدار مغز صاحب بصیرت افراد- جن میں علماء سرفہرست تھے- نے ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی تشکیل کی، جس کے قیام ومساعی سے کسی نہ کسی درجہ میں اس زور میں کمی آ گئی تھی، مگر پھر بھی بعض ہندو احیاء پرست جماعتوں کے سیاسی طور پر طاقتور بن جانے کی وجہ سے بے شمار خطرات، امکانات اور اندیشوں کے دائرہ سے باہر نکل کر واقعات کی شکل میں رونما ہونے شروع ہوگئے، مثلاً شریعت اسلامی پر مشتمل عائلی قوانین (مسلم پرسنل لاء) پر کھلم کھلا نہ صرف زبانی وتحریری حملے شروع کردیئے گئے بلکہ ''مسلم پرسنل لا'' میں ترمیم کرکے اسے ختم کردینے کے عملی اقدامات ہونے لگے، چنانچہ مہاراشٹر اسمبلی کے اندر ۱۹۹۵ء میں پاس کئے گئے چند بل اس کا نمونہ ہیں، علاوہ ازیں ''مسلم پرسنل لا'' (جو شریعت کے قوانین کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے، تفصیل آگے آرہی ہے) کو ختم کرنے کے -دانستہ یا نادانستہ- اقدامات ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ کے ججوں کے بعض فیصلوں میں بھی صاف نظر آتے ہیں۔

یہ صورت حال اور بھی زیادہ پریشان کن ہے، مزید برآں یہ کہ مختلف پلیٹ فارموں سے آئے دن ''یکساں سول کوڈ'' (Uniform Civil Code) نافذ کرنے کی آوازیں اٹھتی رہتی یا اٹھائی جاتی رہتی ہیں، اس کا حاصل بھی ''مسلم پرسنل لا'' ختم کرنے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

''مسلم پرسنل لا'' اور ''یکساں سول کوڈ'' کا تعارف

اوپر متعدد بار ''مسلم پرسنل لا'' اور ''یکساں سول کوڈ'' کے الفاظ آئے، ہوسکتا ہے بہت سے لوگ ان کے پورے مفہوم سے واقف نہ ہوں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کا ضروری تعارف کرادیا جائے۔

ملکی دستور سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے بھی یہ جانتے ہیں کہ ملک میں رائج قوانین کی دو

اہم قسمیں ''سول کوڈ''(Civil Code)اور''کریمنل کوڈ''(Criminal Code) کہلاتی ہیں، دوسری قسم کے اندر جرائم کی سزائیں اور بعض انتظامی امور آتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس قسم کے قوانین تمام اہل ملک کے لئے یکساں ہیں، اس میں کسی نوعیت کی تفریق-نسل و مذہب کی بنیاد پر-ازروئے دستور نہیں کی گئی ہے۔

پہلی قسم (Civil Code) کے دائرہ میں وہ تمام قوانین آتے ہیں جن کا تعلق معاشرتی، تمدنی، معاملاتی سے ہے، اس قسم کے بیشتر قوانین بھی تمام اہل ملک کے لئے یکساں ہیں۔

''مسلم پرسنل لا''

البتہ اس قسم-سول کوڈ- کے ایک حصہ (جسے پرسنل لا Personal Law کہتے ہیں) میں ملک کی بعض اقلیتوں کو جن میں مسلمان بھی ہیں، ان کے مذاہب کے لحاظ سے کچھ خصوصی شعبوں میں الگ -مذہبی- قوانین پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے، اسی کو''پرسنل لا کی آزادی'' کا نام دیا جاتا ہے، اسی کے تحت مسلمانوں کو بھی شریعت اپلی کیشن ایکٹ میں یہ حق دیا گیا ہے کہ نکاح، طلاق، ایلاء، ظہار، لعان، خلع، مباراۃ (خلع ہی کی ایک قسم ہے)، فسخ نکاح، عدت، نفقہ، وراثت، وصیت، ہبہ، ولایت، رضاعت، حضانت، وقف (خیراتی وغیر خیراتی) سے متعلق مقدمات اگر سرکاری عدالتوں میں دائر کئے جائیں اور دونوں فریق مسلمان ہوں تو سرکاری عدالتیں اسلامی شریعت کے مطابق ہی -مذکورہ معاملات میں- فیصلے کریں گی۔ان ہی قوانین کا مجموعہ''مسلم پرسنل لا'' کہلاتا ہے۔

اوپر کی تفصیلات سامنے رکھنے کے بعد یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں رہ جاتی کہ''مسلم پرسنل لا''جن احکام (یا''موضوعات'') سے عبارت ہے وہ بھی -دیگر شرعی قوانین کی طرح- کتاب وسنت سے ماخوذ ہے، بلکہ اسے ایک امتیاز یہ حاصل ہے کہ اس سلسلہ میں بیشتر احکام براہ راست قرآن مجید میں مذکور ہیں (حالانکہ قرآن مجید میں عموماً اصولی ہدایات دی گئی ہیں مگر اس بارے میں تفصیلات ملتی ہیں جن سے اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے)۔

مثلاً نکاح وطلاق سے متعلق احکام قرآن مجید کی پانچ سورتوں -بقرہ، نساء، نور، احزاب، طلاق- کی تقریباً تیس آیتوں میں، وراثت کے احکام سورۂ نساء کے تقریباً پورے ایک رکوع میں یکجا بیان ہوگئے ہیں، اور بعض اسی سورہ کے آخر میں۔

زوجین کے حقوق وفرائض کی تفصیلات بھی متعدد سورتوں (بقرہ، نساء، احزاب، طلاق وغیرہ) میں بیان ہوئے ہیں، اور ایسی احادیث صحیحہ کا تو شمار ہی مشکل ہے جن میں مذکورہ احکام بتائے گئے ہیں۔

مقام غور ہے کہ اگر خدانخواستہ ''مسلم پرسنل لا'' ختم کرکے ''یکساں سول کوڈ'' نافذ کیا جاتا ہے تو قرآن مجید کی تقریباً چالیس آیتوں اور سینکڑوں احادیث پر عمل سے مسلمانوں کو جبراً محروم ہونا پڑے گا، کیا کوئی حساس مسلمان یہ خسارہ برداشت کرسکتا ہے؟

''یکساں سول کوڈ''

مذکورہ تفصیلات سے یہ اندازہ لگالینا مشکل نہ رہا ہوگا کہ ملک کے اندر جاری ہزاروں ہزار قوانین میں سے صرف چند میں ہی (جن کا ذکر اوپر آیا) مسلمانوں کو اپنی شریعت پر عمل کرنے کا دستوری حق دیا گیا ہے، اسے بھی چھین لینے کی مسلسل سازشیں کی جارہی ہیں، اغیار کی پوری کوشش ہے کہ مسلمانوں کو-ان چند امور میں بھی- ان قوانین کی پابندی پر قانوناً مجبور کیا جائے جو تمام اہل ملک کے لئے بنائے جائیں، اسی کو ''یکساں سول کوڈ'' (Uniform Civil Code) کا نام دیا جاتا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ: یونیفارم سول کوڈ اور مسلم پرسنل لا، مولفہ: مولانا برہان الدین سنبھلی)

مسلمان سربراہوں کی بیدار مغزی

جیسا کہ اشارۃً پہلے گذرا کہ مسلمانوں کو جب اس کا خطرہ محسوس ہونے لگا کہ ''مسلم پرسنل لا'' ختم کرنے کے لئے حکومت اور ہندو قوم پر تول رہی ہے تو مسلمانوں کے بیدار مغز لوگوں نے - جمہوری ملک میں جمہوری طرز پر- اس کے سد باب کی کوششیں تیز کیں، اس سلسلہ میں دسمبر ۱۹۷۲ء میں ہندوستان کے مشہور شہر بمبئی میں ایک عظیم الشان کنونشن حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں کیا، کیونکہ موصوف ہی نے اس سے کوئی ایک سال قبل - پہلے قدم کے طور پر- دارالعلوم دیوبند میں ایک مشاورتی اجتماع بلایا تھا، جس میں ملک کے نامور علماء وفضلاء اور دانشوروں کو مدعو کیا تھا، اسی اجتماع میں بمبئی کے اندر کنونشن منعقد کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ اس کنونشن کا فائدہ صاف طور پر ظاہر ہوا کہ حکومت کے اس جانب بڑھتے قدم رک گئے، یا کم از کم یہ ہوا کہ وہ محتاط ہوگئی، اور اس کے لہجہ میں تبدیلی آئی، اسی

کنونشن کی قرارداد کے مطابق اگلے سال ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے پہلے صدر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بنائے گئے، اور جنرل سکریٹری کا عہدہ حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ امیر شریعت رابع بہار واڑیسہ کو سونپا گیا، جنہوں نے اپنی بیدار مغزی، اولوالعزمی، دوراندیشی اور جرأت سے ہر نازک موقع پر بورڈ کی (اوراس کے توسط سے مسلمانان ہند کی) ایسی راہنمائی کی کہ ''بورڈ'' پر تمام مسلمانوں کا اعتماد قائم ہوگیا، اور بورڈ کی آواز - ہر حلقہ میں حتی کہ حکومت میں بھی - باوزن سمجھی جانے لگی، اسی دوران بدقسمتی سے ۱۹۸۵ء میں شاہ بانو مقدمہ کا سپریم کورٹ نے ایسا فیصلہ کیا جس سے ''مسلم پرسنل لا'' پر کھلی زد پڑی اوراس کے ختم ہونے کی راہ ہموار ہوتی نظر آنے لگی، اس پر تمام مسلمانان ہند بجا طور سے بے چین ہوگئے، اور بورڈ نے اپنے جنرل سکریٹری اور صدر (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال ۸۳ء کے بعد بورڈ کی صدارت کا قرعۂ فال راقم کے نام نکل چکا تھا) کی قیادت میں فیصلہ کے اثرات زائل کرنے کی بھرپور سعی کی، اس سلسلہ میں اس زمانہ کی حکومت کے ذمہ داروں - جس میں وزیراعظم راجیو گاندھی بھی تھے - سے بار بار ملاقاتیں کیں، بالآخر خدا کی مدد اوراس کے فضل سے بورڈ کو اس میں فی الجملہ کامیابی ہوئی کہ پارلیمنٹ نے ۱۹۸۶ء میں مسلم خواتین کے لئے ایک نیا قانون پاس کردیا، جس کے ذریعہ سپریم کورٹ کے فیصلہ سے ''مسلم پرسنل لا'' پر جو زد پڑی تھی اس کی پوری تو نہیں البتہ ایک حد تک تلافی ہوگئی، اسی دوران یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ''مسلم پرسنل لا'' آج کل ہندوستان میں شریعت کے جن قوانین سے عبارت ہے ان سب کو دفعہ وار مرتب (Codify) کردیا جائے، تاکہ ملکی عدالتیں فیصلوں کے وقت اسی مرتب شدہ مجموعہ کو بنیاد بنائیں، کہ پھر فیصلوں میں نادانستہ غلطیاں نہ ہوں، یہ کام (دفعہ وار Codify ہونا) نہایت مفید بلکہ ضروری ہونے کے ساتھ بے حد نازک بھی تھا جس کے لئے ایسے بیدار مغز، وسیع النظر باریک بیں اور فقہ اسلامی سے گہری واقفیت اور فقیہانہ مزاج رکھنے والے علماء کی ضرورت تھی جنہیں اس کی نزاکتوں کا پورا احساس ہو، اوراس کام کے اہل بھی ہوں، اوراس کے لئے وقت بھی فارغ کرسکیں، قحط الرجال کے اس دور میں ایسے لوگوں کا - تلاش کرنے پر بھی - ملنا دشوار لگتا تھا، مگر خوش قسمتی سے بورڈ جس میں ہندوستانی مسلمانوں کا گویا عطر آ گیا ہے، اس کے اندر ہی چند ایسے علماء پر حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ کی نظر پڑی اورانہوں نے ہی (مجلس عاملہ کی تجویز پر) اس عظیم کام کے لئے ایسے چند علماء کو جمع کیا جو اس کام کے لئے موزوں ترین افراد تھے۔

ان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے مولانا برہان الدین سنبھلی، دارالعلوم دیوبند سے مولانا محمد ظفیر الدین، دارالعلوم دیوبند وقف سے مولانا مفتی احمد علی سعید، امارت شرعیہ سے قاضی مجاہدالاسلام قاسمی اور مولانا مفتی محمد نعمت اللہ صاحبان کو مونگیر میں متعدد بار -ایک ایک ہفتہ بلکہ کبھی اس سے بھی زیادہ مدت تک- اکٹھا کر کے خانقاہ رحمانیہ کے اندر جامعہ رحمانیہ کے وسیع کتب خانہ کے ہال میں یہ کام اپنی نگرانی میں پوری دلچسپی کے ساتھ کرایا (اس کام میں جامعہ رحمانیہ کے بعض اساتذہ سے بھی تعاون لیا)، بدقسمتی سے مولانا رحمانی موصوف کام پورا ہونے سے قبل ہی ۱۹۹۲ء میں رحلت فرما گئے (إنا للہ وإنا إلیہ راجعون)، اس کے بعد مرحوم کے فرزندار جمند نے اس کی تکمیل پوری دلچسپی سے -مونگیر اور پٹنہ میں- مذکورہ علماء کو متعدد بار جمع کر کے کروائی، اور بحث میں خود بھی حصہ لیا، دوسرے دور میں مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب شرکت نہیں کر سکے، زیادہ تر اس ذمہ داری کا بار مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب اور مولانا نعمت اللہ صاحب نے اٹھایا، اور ایک ایک حرف پر بحثیں کرنے کے بعد شامل کتاب کیا[1]، خدا کے اس فضل وکرم پر شکر ادا نہ کرنا بڑی ناشکری ہوگی کہ اس کارساز نے ایسا مشکل کام اپنے فضل سے پورا کردیا، جس کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ اہل فن ہی کر سکتے ہیں، اگرچہ یہ کام بنیادی طور پر تو کافی عرصہ پہلے مکمل ہو چکا تھا مگر بورڈ کی مجلس عاملہ نے مشورہ دیا کہ اس پر ماہر قانون دانوں کی نظر بھی پڑ جانی چاہیے تاکہ ملکی قانون داں اس کے الفاظ وتعبیرات کی نوک پلک درست کر دیں، کہ کسی قسم کا جھول یا نقص نہ رہ جائے، یہ کام بھی بڑا اہم ہونے کے باوجود عملاً بہت دشوار اس لئے معلوم ہوا کہ آج کل ملکی قانون کے ماہرین عموماً اردو زبان -بالخصوص فقہاء کی اصطلاحی تعبیرات اور مخصوص زبان سے جس میں عربی فارسی کے الفاظ بکثرت ہوتے ہیں (جن کا استعمال علمی وفقہی مسائل کے بیان میں ناگزیر سا ہے) بہت کم واقف ہوتے ہیں، اور جو لوگ یہ زبان اچھی طرح سمجھتے ہیں ان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں کہ انگلیوں پر گنے جا سکیں، جنہوں نے انگریزی زبان میں قانون پڑھا ہو اور اس میں مہارت بھی ہو، سب سے بڑھ کر یہ کہ وقت نکال سکیں، مگر خوش قسمتی سے ایک ایسے ہی شخص پر نظر پڑی اور پھر -راقم سے گہرے مخلصانہ تعلق کی بنا پر- راقم کی خواہش پر اس کام کے لئے باوجود اپنی غیر معمولی مشغولیت اور عدیم الفرصتی کے آمادہ ہو گئے۔ (فجزاہ اللہ أحسن الجزاء)، اس کام کے لئے ایک سے زیادہ بار مولانا محمد برہان الدین سنبھلی سفر کر کے موصوف کی خواہش پر

---

(۱) اس مقدمہ کے اندر مذکور تفصیلات اور اکثر معلومات مولانا محمد برہان الدین صاحب سے حاصل ہوئیں۔

ان کے پاس مسودہ کے بعض امور کی وضاحتوں کے لئے گئے جس سے وہ نہ صرف پوری طرح مطمئن ہو گئے بلکہ مسودہ کا معتد بہ حصہ دیکھنے کے بعد فرمایا کہ ''اب مزید کسی کے دیکھنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی''۔ نیز کہا: ''اس...... میں انگلی رکھنے کی بھی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، ہم لوگوں (عصری قانون دانوں) کی وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی جہاں تک اس...... کے مرتب کرنے والوں کی نگاہیں پہنچیں اور جس دقیقہ رسی کا اس...... میں ثبوت دیا گیا ہے وہ عام قانون دانوں اور قانونی کتابوں کی معلومات سے آگے کی چیز ہے'' (مفہوم خاصی حد تک انہی کے الفاظ میں)، لیکن -موصوف کے- ایک اہم اور اعلیٰ ذمہ دارانہ سرکاری منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے نام کا اظہار ان کی خواہش پر نہیں کیا جارہا ہے، البتہ موصوف نے یہ مخلصانہ اور مفید مشورہ دیا کہ اس...... مسودہ میں جو فقہی اصطلاحیں استعمال ہوئی ہیں ان کی اردو و انگریزی میں تشریح ہونی چاہئے جس سے عام لوگوں اور قانون دانوں کو بھی سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں مدد ملے، مگر یہ کام بجائے خود خاصا محنت طلب اور معتد بہ وقت کا متقاضی ہے، اور اس کے لئے ایسے جامع افراد -جو نہ صرف اردو، عربی، انگریزی اچھی طرح جانتے ہوں بلکہ قانونی زبان و مزاج کے رمز شناس ہوں اور وقت بھی نکال سکیں- کا ملنا آسان نہیں ہے، اس عمل کے مکمل ہونے میں مزید خاصا وقت لگتا، مسودہ کی طباعت میں پہلے ہی خاصی دیر ہوچکی ہے، نیز مسلمانان ہند اور بورڈ کے ممبران طباعت کے برابر تقاضے کر رہے ہیں، اس لئے فی الحال اسے یوں ہی شائع کرنے کی رائے ذمہ داروں -جن میں بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب بھی ہیں- کی ہوئی، لہذا بنام خدا شائع کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا اور طباعت کی ذمہ داری برادر محترم مولانا محمد ولی رحمانی صاحب زید لطفہ کو سونپی جارہی ہے کہ آں محترم اس کی ترتیب و تدوین میں شریک رہے نیز اس کی کتابت اور تصحیح کے اہم کام سے بڑی حد تک فارغ ہوچکے ہیں[1] (جیسا کہ ان کے طویل مکتوب بنام جنرل سکریٹری بورڈ سے معلوم ہوا جس کی فوٹو کاپی مجھے بھی بھیجی ہے)، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے قبول و مقبول بنائے، اور جن حضرات نے اس اہم علمی کام میں حصہ لیا انہیں شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

ابوالحسن علی ندوی

۲۲/اگست ۱۹۹۹ء

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ——— قانون نکاح

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاء يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

(اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو، اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اس کو بھی، اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے، تو خدا تعالی ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ تعالی وسعت والا ہے، خوب جاننے والا ہے)

(سورۂ نور، آیت/۳۲)

قانون نکاح

باب اول
مسلمان کی تعریف

دفعہ(۱):

مسلمان وہ ہے جو اللہ کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی تمام صفات، اس کے نبیوں اور اس کی سبھی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے، نیز حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر اس کا یقین ہو، اس طرح کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا، اور ضروریات دین یعنی ان تمام چیزوں پر ایمان لائے جن کا حضور ﷺ کے ذریعہ آنا بالضرورۃ (بلا شک وشبہ) معلوم ہے، اور ان باتوں کا زبان سے اقرار کرے۔

حوالہ دفعہ(۱):

هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالى تصديق بالقلب في ما علم بالضرورة مجيئه به من عند الله تعالى ...... والا قرار به أي باللسان۔

(شرح عقائد النسفی ص ۹۰، مطبع رشیدیہ دہلی)

باب دوم
نکاح - بنیادی امور

نکاح کی تعریف

دفعہ (۲):

نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوجاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں۔

نکاح کے اغراض ومقاصد

دفعہ (۳):

عقد نکاح کا مقصد نسل انسانی کی بقاء، عفت وعصمت، باہمی الفت وموانست اور سکون

حوالہ دفعہ (۲):

هو عقد يفيد ملك المتعة أي حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي ...... قصداً (قوله أي حل استمتاع الرجل) أي المراد أنه عقد يفيد حكمه بحسب وضع الشرع وفي البدائع ا ن من أحكامه ملك المتعة وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعاً۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح ص ۳۵۵ ج ۲، مطبعۃ عثمانیہ ترک ۱۳۲۴ھ)

أما النكاح الصحيح منه أحكام بعضها أصلي وبعضها من التوابع أما الأصلية فمنها حل الوطء ...... ومنها حل النظر والمس ...... ومنها ملك المتعة .... ومنها ملك الحبس والقيد ومنها وجوب المهر على الزوج .... ومنها ثبوت النسب .... ومنها وجوب النفقة والسكنى .... ومنها حرمة المصاهرة .... ومنها الا رث .... ومنها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن .... ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة ...... ومنها ولاية التأديب للزوج ا ذا لم تطعه فيما يلزم طاعة .... ومنها المعاشرة بالمعروف۔
(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل وأما بیان حکم النکاح، ص ۳۳۱ ـ ۳۳۴، مطبعۃ الجمالیہ مصر)

حوالہ دفعہ (۳) و (۴):

ليس لنا عبادة شرعت في عهد آدم ا لى الآن ثم تستمر في الجنة ا لا النكاح والا يمان

کا حصول ہے۔

نکاح کی حیثیت

دفعہ (۴):

نکاح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں دئے گئے حکم کی تعمیل ہے، نیز بقاء نسل انسانی اور حصول عفت وعصمت کا ذریعہ ہے، جس کی وجہ سے انسان حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے، اس لئے شرعاً نکاح محض ''دیوانی معاہدہ'' نہیں بلکہ عبادت بھی ہے۔

نکاح کا حکم

دفعہ (۵):

نکاح کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اہلیت اور زنا میں مبتلا ہونے نہ ہونے کے اندیشوں کے اعتبار سے جو مختلف حالات پیدا ہوتے ہیں ان میں نکاح کے احکام بھی مختلف ہوجاتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) اگر عورت کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق کے ادا کرنے پر مرد قادر ہے اور اسے یقین ہے

(قوله ليس لنا عبادة) .... فا ن كونه عبادة في الدنيا ا نما هو لكونه سبباً لكثرة المسلمين ومما فيه الاعفاف ونحوه مما ذكرناه۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح ص ۳۵۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۵):

وصفته فرض وواجب وسنة وحرام ومكروه ...... أما الأول فبأن يخاف الوقوع في الزنا، لو لم يتزوج بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه ا لا به، لأن ما لا يتوصل ا لى ترك الحرام ا لا به يكون فرضا، وأما الثاني فبأن يخافه لا بالحيثية المذكورة ليس الخوف مطلقاً مستلزماً بلوغه ا لى عدم التمكن ...... وكل من هذين القسمين مشروط بشرطين: الأول ملك المهر والنفقة وأما الثاني عدم خوف الجور ...... وأما الثالث فعند الاعتدال وسيأتي بيانه وأما الرابع فبأن يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه ...... وأما الخامس فبأن يخاف لا بالحيثية المذكورة وهي كراهة تحريمية (قوله وهو سنة وعند التوقان واجب) بيان لصفته أما الأول فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح وصرح في المحيط أيضا مؤكدة ...... والمراد منها حالة القدرة على الوطي والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض

کہ اگر وہ نکاح نہ کرے تو بدکاری میں مبتلا ہوجائے گا تو ایسی حالت میں نکاح کرنا ''فرض'' ہے۔

(ب) اگر عورت کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق کے ادا کرنے پر مرد قادر ہے اور اسے یقین تو نہیں ظن غالب ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرے تو بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں نکاح کرنا واجب ہوگا۔

(ج) نکاح معتدل حالات میں سنت مؤکدہ ہے۔

تشریح:

معتدل حالات سے مراد یہ ہے کہ مرد صحبت کرنے کی قدرت، نیز مہر ونفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اگر وہ نکاح نہ کرے تو اس کے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، نیز نکاح کی صورت میں اس کا خطرہ نہ ہو کہ وہ بیوی پر ظلم وزیادتی کرے گا، اور نہ اس کا اندیشہ ہو کہ وہ فرائض وسنن مؤکدہ کے ترک کا مرتکب ہوگا۔

(د) اس شخص کے لئے جو مہر، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، یا اپنی مزاجی ساخت کی وجہ سے اس کو یقین ہو کہ وہ ہونے والی بیوی پر ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوگا، تو نکاح کرنا حرام ہے۔

(ہ) اگر کسی شخص کو ہونے والی بیوی پر ظلم کے ارتکاب کا یقین تو نہیں مگر ظن غالب ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

نوٹ:

نکاح کے جو شرعی احکام مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں، صرف یہ کہ عورتوں کے لئے مہر اور نفقہ پر قدرت کی شرط نہیں ہے۔

والسنن فلو لم يقدر على واحد من الثلاثة أو خاف واحدا من الثلاثة فليس معتدلا فلا يكون سنة في حقه كما أفاده في البدائع۔

(البحر الرائق ص ۷۹۔۸۰ ج ۳، دار الکتب العربیہ مصر، وہکذا فی الدر المختار ص ۳۵۷۔ ۳۵۹ ج ۲)

پیغام نکاح

دفعہ (۶):

نکاح کا پیغام ایسی خاتون کو دینا جائز ہے جس کے ساتھ اس شخص کا نکاح فی الحال ہونا صحیح ہو، اس لئے جس مرد وعورت میں دائمی یا عارضی حرمت ہو اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں۔

تشریح:

بہن، پھوپھی، بھانجی وغیرہ جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، انہیں نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں، اسی طرح وہ عورت جو دوسرے مرد کی زوجیت میں ہے، یا طلاق رجعی یا طلاق بائن یا وفات کی عدت گذار رہی ہے، اسے پیغام نکاح دینا جائز نہیں، البتہ وفات کی عدت گذارنے والی خاتون سے ایسے الفاظ کہے جاسکتے ہیں جو صراحةً پیغام تو نہ ہوں لیکن ان سے پیغام کا اشارہ ہوتا ہو۔

دفعہ (۷):

کسی ایسی خاتون کو نکاح کا پیغام نہ دے جس کو پہلے سے کسی دوسرے شخص نے نکاح کا پیغام

حوالہ دفعہ (۶):

لا يجوز للأجنبي خطبة المعتدة صريحا سواء كانت مطلقة أو متوفى عنها زوجها، كذا في البدائع، أجمعوا على منع التعريض في الرجعي وكذا في البائن عندنا، وا نما التعريض في المتوفى عنها زوجها۔ (عالمگیری، باب العدة ص ۵۳۴ ج ۱، مطبعة الكبرى الأميرة بمصر ۱۳۱۰ھ)

(تحرم خطبتها) ...... (وصح التعريض) ...... (لو معتدة الوفاة) لا المطلقة ا جماعا (قوله لا المطلقة ا جماعا) نقله في البحر والنهر عن المعراج وشمل مطلقة البائن وبه صرح الزيلعي وفي الفتح ا ذ التعريض لا يجوز في المطلقة بالا جماع فا نه لا يجوز لها الخروج من منزلها أصلاً فلا يتمكن من التعريض على وجه لا يخفى على الناس ولا فضائه ا لى عداوة المطلق۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الحداد ص ۸۵۲ ج ۲، وہکذا فی الہدایۃ ص ۴۰۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۷):

(قوله ا ذا لم يخطبها غيره وترضى به الخ) نقله في البحر عن الشافعية، قال لم أره لأصحابنا، وأصله الحديث الصحيح: لا يخطب أحدكم على خطبة أخيه، وقيدوه بأن لا يأذن

دے رکھا ہو اور اس کی طرف اس خاتون یا اس کے اولیاء کا رجحان معلوم ہو گیا ہو، لیکن اگر دوسرے کے پیغام پر پیغام دیا اور نکاح کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

دفعہ (۸):

مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ اس خاتون کو خود دیکھ لے جس سے وہ رشتہ چاہ رہا ہے۔

دفعہ (۹):

عورت کا ایسے مرد کو پیغام دینا جائز ہے جس سے اس کا فی الحال نکاح کرنا درست ہو۔

دفعہ (۱۰):

عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ پیغام دینے والے مرد کو دیکھ لے۔

له أي لا يأذن الخاطب الأول، وهو منقول عندنا، فقد قال الرملي وفي الذخيرة كما نهى عن الاستيام على سوم الغير نهى عن الخطبة على خطبة الغير، والمراد من ذلك أن يركن قلب المرأة ا لى خاطبها الأول، كذا في التاتارخانية في باب الكراهية فافهم۔
(الدر المختار مع رد المحتار، باب الحداد ص ۸۵۱۔ ۸۵۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۸):

ونظره ا لى مخطوبة قبل النكاح سنة فا نه داعية للألفة۔ (بحر الرائق، کتاب النکاح ص ۸۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۹):

وأما ولاية الندب والاستحباب فهي الولاية على الحرة البالغة العاقلة بكراً كانت أو ثيبا ...... وأما الآية فالخطاب للأولياء بالا نكاح ليس يدل على أن الولي شرط جواز الا نكاح بل على وفاق العرف والعادة بين الناس، فا ن النساء لا يتولين النكاح بأنفسهن عادة لما فيه من الحاجة ا لى الخروج ا لى محافل الرجال وفيه نسبتهن ا لى الوقاحة، بل الأولياء هم الذين يتولون ذلك عليهن برضاهن، فخرج الخطاب بالأمر بالا نكاح مخرج العرف والعادة على الندب والاستحباب دون الحتم والا يجاب۔
(بدائع الصنائع، کتاب النکاح ص ۲۴۷۔ ۲۴۸ ج ۲، وقریب منہ فی الدر مع الرد فی باب الولی فی مسئلۃ الإیذان ص ۴۱۰ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۰):

وهل يحل لها أن تنظر للخاطب مع خوف الشهوة، لم أره والظاهر نعم للاشتراك في

تشریح:

لیکن بہتر ہے کہ عورت کے اولیاء پیغام بھیجیں، عورت خود نہ بھیجے تاکہ وہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو۔

دفعہ (۱۱):

ان دونوں کا نکاح سے پہلے تنہائی میں یکجا ہونا حرام ہے۔

دفعہ (۱۲):

رشتہ کا طے ہوجانا شرعاً ''نکاح کا وعدہ'' ہے، جس میں قانونی لزوم نہیں ہے، اگر رشتہ طے ہوجانے کے بعد طرفین میں سے کوئی انکار کرے تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دفعہ (۱۳):

منگنی کے طور پر انگوٹھی پہنا دینا، کچھ نقد دینا، یا کپڑے پہنانا، یا کوئی اور تحفہ دینا نکاح کے لئے رضامندی کی علامت ہے، لیکن اس طرح کے عمل کی وجہ سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ (۱۴):

رشتہ طے ہوجانے کے بعد اگر لڑکے یا لڑکی کا نکاح کسی دوسرے سے ہوگیا تو وہ نکاح صحیح ہوگا، اور اس نکاح کے فسخ کا مطالبہ درست نہیں ہوگا۔

العلة المذكورة في الحديث السابق، بل هي أولى منه في ذلك لأنه يمكنه مفارقة من لا يرضها بخلافها۔ (ردالمختار ص ۳۲۶ ج۵)

حوالہ دفعہ (۱۱):

وفي الاشباه الخلوة بالأجنبية حرام۔ (الدر المختار علی ردالمختار ص ۳۲۳ ج۳)

حوالہ دفعہ (۱۲) و (۱۳):

ا ن الخطبة مجرد وعد بالزواج وليس عقدا ملزما، والعدول عن ا نجازه حق من الحقوق التي يملكها كل من المتواعدين، ولم يجعل الشارع لا خلاف الوعد عقوبة مادية يجازى بمقتضاها المخلف، وا ن عد ذلك خلقا ذميماً ووصفه بأنه من صفات المنافقين ا لا ا ذا كانت هناك ضرورة ملزمة تقتضي عدم الوفاء۔ (فقہ السنۃ ص ۳۶ ج۲)

دفعہ(۱۵):

اگر نکاح سے پہلے مہر یا اس کا کچھ حصہ نقد یا سامان کی صورت میں ادا کر دیا گیا اور پھر کسی وجہ سے نکاح نہ ہوسکا تو اس نقد یا سامان کے واپس لینے کا حق لڑکے کو ہوگا، اور اگر وہ نقد یا سامان باقی نہ ہو تو اس کا بدل لینا جائز ہے۔

دفعہ(۱۶):

منگنی میں دئے گئے تحائف اگر موجود ہوں اور رشتہ ٹوٹ جائے تو ان تحائف کو واپس لینا جائز ہے۔

باب سوم
ارکان نکاح

دفعہ(۱۷):

ایجاب وقبول عقد نکاح کے ارکان ہیں، ان دونوں کے بغیر نکاح وجود میں نہیں آسکتا۔

حوالہ دفعہ(۱۵) و (۱۶):

(خطب بنت رجل وبعث ا ليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائما) فقط وا ن تغير بالاستعمال (أو قيمته مالكا) لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۵۰۱)

الظهيرية: سئل شيخ الا سلام عمن خطب ا لى ا نسان بنته فقال: "ا ن نقدت المهر كذا ا لى خمسة أشهر وأتيتني به زوجتها" فذهب الرجل وتكلف، فكان يهدي ا لى هذا الرجل هدايا ويبعث ا ليه أشياء فمضت خمسة أشهر ولم يقدر على نقد ذلك المهر فلم يزوجه بنته هل له أن يسترد ما دفع ا ليه، قال: له ذلك فيما دفع عن وجه المهر قائما كان أو هالكا وكذلك ما دفع ا ليه هدية وهي قائمة وأما المستهلكة والهالكة فليس له أن يطالبه بمثله أو قيمته۔ (الفتاوی التتارخانیۃ، کتاب النکاح، باب المہر ص ۱۰۳ ج ۲، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد)

حوالہ دفعہ(۱۷):

وأما ركنه فالا يجاب والقبول (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الأول ص ۲۶۷ ج ۱، مطبوعہ أمیریہ، وہکذا فی

ایجاب وقبول کی تعریف

دفعہ(۱۸):

نکاح کے طرفین میں سے جس کسی کی طرف سے بھی پہلے اصالتاً، ولایتاً یا وکالتاً نکاح کی پیشکش جن الفاظ میں کی جائے ان الفاظ کو ’’ایجاب‘‘ اور دوسری جانب سے جن الفاظ میں اس پیشکش کو قبول کیا جائے ان الفاظ کو ’’قبول‘‘ کہا جاتا ہے۔

نکاح کی قسمیں

دفعہ(۱۹):

نکاح کی دو قسمیں ہیں: نکاح صحیح اور نکاح غیر صحیح۔

دفعہ(۲۰):

نکاح صحیح وہ ہے جس میں نکاح کے ارکان اور شرطیں پائی جائیں۔

البحر الرائق ص۸۱ ج۳) قوله وينعقد أي النكاح أي يثبت ويحصل انعقاده بالا يجاب والقبول۔
(ردالمحتار ص ۳۶۱ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۸):

(قوله من أحدهما) أشار ا لى أن المتقدم من كلام العاقدين ا يجاب سواء كان المتقدم كلام الزوج أو كلام الزوجة والمتأخر قبول۔ (ردالمحتار ص ۳۶۱ ج ۳)

الا يجاب لغة الا ثبات، واصطلاحا هنا اللفظ الصادر أولا من أحد المتخاطبين مع صلاحية اللفظ لذلك رجلا كان أو امرأة، والقبول اللفظ الصادر ثانيا من أحدهما الصالح لذلك مطلقا۔ (البحر الرائق ص۸۱ ج۳)

حوالہ دفعہ(۱۹):

فالنكاح لا يخلو ا ما أن يكون صحيحا وا ما أن يكون فاسدا ويتعلق بكل واحد منهما أحكام۔ (بدائع الصنائع ص ۳۳۱ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۰):

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود

نکاح صحیح ہونے کی شرطیں

دفعہ(۲۱):

شرائط نکاح میں سے بعض وہ ہیں جو ایجاب وقبول کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں، اور بعض وہ شرائط ہیں جن کا تعلق ایجاب وقبول کے الفاظ ادا کرنے والوں سے ہے، اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق عورت سے ہے۔

دفعہ(۲۲):

ایجاب وقبول سے متعلق شرائط حسب ذیل ہیں:

(الف) مجلس کا متحد ہونا، یہ ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں ہو، اگر ایجاب کے بعد اور قبول سے پہلے مجلس بدل جائے یا دوسرے فریق کی طرف سے کوئی ایسا عمل صادر ہو جس

(قوله وهو الذي ا لى آخره) بخلاف ما لو شرط شرطا فاسدا كما لو تزوجته على أن لا يطأها فا نه يصح النكاح ويفسد الشرط (رحمتي) (قوله كشهود) ومثله تزوج الأختين معا ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة والخامسة في عدة الرابعة والأمة على الحرة ـ
(الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۸۲ ج ۲، مطلب فی النکاح الفاسد، باب المہر)

حوالہ دفعہ(۲۱) و (۲۲):

(الف) ومن شرائط الا يجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۳۶۶)۔

(ومنها) أن يكون الا يجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لا ينعقد۔ (عالمگیری، کتاب النکاح ص ۲۶۹ ج ۱)

فأما الكتاب فقائم في مجلس آخر وقرأته بمنزلة خطاب الحاضر فاتصل الا يجاب والقبول فصح ا هـ، ومقتضاه أن قرأة الكتاب في مجلس الآخر لابد منها ليحصل الاتصال بين الا يجاب والقبول وحينئذ فاتحاد المجلس شرط في الكتاب أيضا۔ (رد المحتار ص ۳۶۶ ج ۲)

(ب) ومن شرائط الا يجاب والقبول ...... أن لا يخالف الا يجاب والقبول كقبلت النكاح لا المهر، نعم يصح الحط كزيادة قبلتها في المجلس (در مختار) (قوله نعم يصح الحط) أي ا ذا قال تزوجتك بألف فقالت قبلت بخمسمأة يصح ويجعل كأنها قبلت الألف وحطت عنه خمس مائة، بحر، ولا يحتاج ا لى القبول منه لأن هذا ا سقاط وا براء،

سے اس کا اعراض اور بے توجہی ظاہر ہو تو وہ ایجاب بیکار ہو جائے گا اور قبولیت معتبر نہ ہوگی، اگر ایجاب کسی قاصد کے ذریعہ زبانی یا تحریری شکل میں ہو تو جس مجلس میں قاصد وہ بات پہنچائے یا وہ تحریر پڑھی جائے اسی مجلس میں قبولیت معتبر ہوگی، بشرطیکہ اس مجلس میں دو گواہ موجود ہوں۔

(ب) ایجاب وقبول کا باہم موافق ہونا ضروری ہے، یعنی ایجاب میں جس کے ساتھ اور جتنے مہر پر نکاح کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ اور اسی مہر پر نکاح کی منظوری دی جائے، ہاں اگر ایجاب مرد کی طرف سے ہو اور عورت کی طرف سے اسے قبول کرتے وقت مہر کی مقدار کم کردی جائے، یا اگر ایجاب عورت کی طرف سے ہو اور مرد کی طرف سے قبول کرتے وقت مہر کی مقدار بڑھادی جائے تو اس صورت میں بھی ایجاب وقبول کو باہم موافق مانا جائے گا، اور نکاح منعقد ہو جائے گا، اور اگر اس کا برعکس ہو یعنی عورت نے مرد کے ذکر کردہ مہر میں اضافہ کردیا یا مرد نے کمی کردی تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(ج) ایجاب کے مکمل ہونے سے پہلے اگر قبول کرلیا گیا تو وہ قبول معتبر نہیں ہوگا۔

بخلاف الزيادة كما لو قالت زوجت نفسي منك بألف فقال الزوج قبلت بألفين صح النكاح بألف، ا لا ا ن قبلت الزيادة في المجلس فيصح بألفين على المفتى به كما في البحر، فصورة الحط من المرأة والزيادة من الزوج كما علمت، وهو كذلك في الذخيرة والخلاصة وقال في النهر بخلاف ما ا ذا زوجت نفسها منه بألف فقبله بألفين أو بخمس مائة صح وتوقف قبول الزيادة على قبولها في المجلس على ما عليه الفتوى ١هـ، وظاهره أنها أوجبت بألف وقبل الزوج بخمس مائة وهو مشكل فا ن الحط ممن له الحق وهو المرأة لا ممن عليه فالظاهر أنه مما خالف فيه القبول الا يجاب فلا يصح۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح ص ٣٦٧ ج ٢)

(ج) وفي الظهيرية لو قالت لرجل زوجت نفسي منك بألف فقال الرجل قبلت قبل أن تنطق المرأة بالتسمية لا ينعقد النكاح ما لم يقل الزوج قبلت بعد التسمية۔

(البحر الرائق ص ٨٣ ج ٣)

وا ذا وصل الا يجاب بالتسمية للمهر كان من تمامه أي الا يجاب فلو قبل الآخر قبله لم يصح لتوقف أول الكلام على آخره لو فيه ما يغير أوله (در مختار) (قوله فلو قبل) قال في الفتح كامرأة قالت لرجل زوجت نفسي منك بمأة دينار فقبل أن تقول بمأة دينار قبل الزوج

تشریح:

مثلاً کسی نے کہا: ''میں نے اپنی لڑکی تمہاری زوجیت میں دی''۔ اور لفظ ''دی'' کہنے سے پہلے فریق ثانی نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو قبول معتبر نہیں ہوگا۔

(د) ضروری ہے کہ ایجاب وقبول میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے فوری طور پر نکاح کا انعقاد معلوم ہو، اگر ایجاب یا قبول کو آئندہ زمانہ کی طرف منسوب کیا جائے یا کسی ایسے واقعہ پر معلق کر دیا جائے جس کے مستقبل میں پیش آنے کا امکان ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

تشریح:

مثلاً کسی شخص نے یکم نومبر ۱۹۹۰ء کو کہا: میں نے اپنی لڑکی تمہاری زوجیت میں دی، اور دوسرے فریق نے یہ کہا کہ میں نے ۵ / نومبر ۱۹۹۰ء کو قبول کیا، یا یہ کہ میں نے قبول کیا بشرطیکہ میرے والد کو بھی پسند ہو، تو ان دونوں صورتوں میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

لا ینعقد لأن أول الكلام يتوقف على آخره ا ذا كان في آخره ما يغير أوله، وهنا كذلك فا ن مجرد زوجت ينعقد بمهر المثل وذكر المسمى معه يغير ذلك ا لى تعين المذكور فلا يعمل قول الزوج قبله۔ (ردالمحتار ص ۳۶۶ ج ۲)

(د) ومن شرائط الا يجاب والقبول ...... أن لا يكون مضافا ولا معلقا كما سيجيء (درمختار) (قوله أن لا يكون مضافا) كتزوجتك غدا ولا معلقا أي على غير كائن كتزوجتك ا ن قدم زيد۔ (ردالمحتار ص ۳۶۷ ج ۲)

والنكاح لا يصح تعليقه بالشرط كتزوجتك ا ن رضى أبي لم ينعقد النكاح لتعليقه بالخطر كما في العمادية وغيرها ...... ولا ا ضافته ا لى المستقبل كتزوجتك غدا وبعد غد لم يصح۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۴۰۵ ج ۲)

(ہ) النكاح ينعقد بالا يجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي...... وينعقد بلفظين يعبر بأحدهما عن الماضي وبالآخر عن المستقبل مثلاً أن يقول زوجني فيقول زوجتك۔ (ہدایۃ، کتاب النکاح ص ۲۸۵ ج ۲، مطبع رشیدیہ دہلی)

وينعقد متلبسا با يجاب من أحدهما وقبول من آخر وضعا للمضى .... وينعقد أيضا بما أي بلفظين وضع أحدهما له للمضى والآخر للاستقبال أو للحال فالأول الأمر .... والثاني المضارع المبدوء بهمزة أو نون أو تاء .... ا ذا لم ينو الاستقبال۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۳۶۱۔ ۳۶۴ ج ۲)

(ہ) ضروری ہے کہ ایجاب وقبول دونوں کے لئے ماضی کے الفاظ استعمال کئے جائیں یا ایک ماضی اور دوسرا حال، یا ایجاب کے لئے امر اور قبولیت کے لئے ماضی، یا دونوں کے لئے حال، اور اگر دونوں میں سے کسی میں بھی مستقبل کا صیغہ استعمال کیا جائے تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔

تشریح:

مثلاً زید نے عمر سے کہا: میں نے اپنی لڑکی ہندہ کو تمہاری زوجیت میں بعوض پانچ ہزار روپئے مہر دیا، اور عمر نے کہا کہ میں نے قبول کیا، یا زید نے عمر سے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی ہندہ کو تمہاری زوجیت میں دیا، اور عمر نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں، یا زید نے کہا کہ میں تجھے اپنی زوجیت میں لیتا ہوں، اور ہندہ نے کہا کہ میں تمہاری زوجیت میں اپنے کو دیتی ہوں، یا زید نے ہندہ سے کہا کہ تو اپنے کو میری زوجیت میں دے دے، اور ہندہ نے کہا کہ میں نے دے دیا، ان سب صورتوں میں نکاح منعقد ہوجائے گا۔

ایجاب وقبول سے متعلق چند ضروری مسائل

دفعہ (۲۳):

ایجاب وقبول کے لئے ضروری ہے کہ زبان سے ایسے الفاظ کہے جائیں جن سے فی الفور

حوالہ دفعہ (۲۳):

(وما ينعقد به النكاح فهو نوعان) صريح وكناية: فالصريح لفظ النكاح والتزوج وما عداهما وهو ما يفيد ملك العين في الحال كناية فينعقد بلفظ الهبة هكذا في الهداية .... وينعقد بلفظ التمليك والصدقة وبلفظ البيع هو الصحيح هكذا في الهداية، وكذا بلفظ الشراء في الصحيح هكذا في فتاوى قاضي خان .... رجل قال لامرأة: مرا باشيدي، فقالت المرأة: باشديم، لا ينعقد ا لا ا ذا قال لها: باشيدي بزني، فقالت: باشيدد، يكون نكاحا، وقيل ينعقد النكاح وهو الظاهر بحكم العرف كذا في الخلاصة۔

(عالمگیری، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح ص ۲۷۰۔ ۲۷۱ ج ۱)

وينعقد بلفظ البيع وهو الصحيح لوجود طريق المجاز، ولا ينعقد بلفظة الا جارة في الصحيح لأنه ليس بسبب لملك المعتة، ولا بلفظ الا باحة والا حلال والا عارة لما قلنا، ولا

طرفین کے مابین رشتہ نکاح قائم ہوجانا معلوم ہوتا ہو، چاہے وہ الفاظ اس مفہوم پر حقیقۃً دلالت کریں یا مجازاً یا عرفاً، چاہے زبان عربی ہو یا غیرعربی، جیسے نکاح، زواج، بیاہ، ہبہ، بخش دینا، مالک بنادینا وغیرہ،اس کے برخلاف عاریت، اجارہ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں تو نکاح نہیں ہوگا۔

دفعہ(۲۴):

انعقادِ نکاح کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایجاب وقبول میں کوئی ایسا لفظ ذکر نہ کیا جائے جس سے نکاح کا کسی معین مدت کے لئے ہونا معلوم ہو۔

دفعہ(۲۵):

وہ گونگا جو لکھنا جانتا ہو اس کا ایجاب یا قبول بذریعہ تحریر معتبر ہوگا۔

دفعہ(۲۶):

وہ گونگا جو لکھنا نہیں جانتا ہے ایجاب وقبول کے لئے اس کا معروف اشارہ معتبر ہوگا۔

بلفظ الوصية لأنها توجب الملك ومضافا ا لى بعد الموت۔ (ہدایہ ص ۲۸۵۔ ۲۸۶ ج ۲ کتاب النکاح)

وا نما يصح بلفظ تزويج ونكاح لأنهما صريح، (وما) عداهما كناية، وهو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة، فلا يصح بالتركة في الحال۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۳۶۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۴):

ومنها التأبيد فلا يجوز النكاح المؤقت وهونكاح المتعة، وا نه نوعان: أحدهما أن يكون بلفظ التمتع، والثاني أن يكون بلفظ النكاح والتزويج وما يقوم مقامهما، أما الأول فهو أن يقول أعطيتك كذا على أن أتمتع منك يوما أو شهرا أو سنة ونحو ذلك، وا نه باطل عند عامة العلماء۔ (بدائع الصنائع ص ۲۷۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۵):

ففي كافي الحاكم الشهيد ما نصه: فا ن كان الأخرس لا يكتب وكان له ا شارة تعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز وا ن كان لم يعرف ذلك منه أو شك فهو باطل ا ھ، فقد رتب جواز الا شارة على عجزه عن الكتابة فيفيد أنه ا ن كان يحسن الكتابة لا تجوز ا شارته۔ (ردالمحتار ص ۵۸۴ ج ۲)

دفعہ(۲۷):

انعقاد نکاح کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے الفاظ میں زوجین کا تذکرہ اس طرح کیا جائے کہ ہر دو ایک دوسرے کے لئے اور گواہوں کے لئے معلوم ومتعین ہو جائیں، اگر زوجین یا ان میں سے کوئی ایک مجلس نکاح میں موجود ہو تو اشارہ بھی تعیین کے لئے کافی ہوگا۔

دفعہ(۲۸):

نکاح صحیح ہونے کے لئے ایجاب وقبول کے وقت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔

دفعہ(۲۹):

نکاح کے گواہوں کے لئے ضروری ہے:

(الف) مسلمان ہونا، (ب) عاقل ہونا، (ج) بالغ ہونا، (د) دونوں گواہوں کا ایجاب وقبول کو ایک ساتھ سننا اور سمجھنا، اگر گواہ بہرے ہوں کہ ایجاب وقبول کو سن نہ سکیں تو نکاح منعقد نہ ہوگا، (ہ) گواہوں کے نزدیک دولہا اور دلہن کا معلوم اور متعین ہونا۔

حوالہ دفعہ(۲۶):

کماینعقد بالعبارة ینعقد بالا شارة من الأخرس ا ن کانت ا شارته معلومة کذا في البدائع۔
(الفتاوی الہندیہ ص ۲۷۰ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۲۷):

ا ن کان الزوج حاضراً مشاراً ا لیه، جاز ولو غائبا فلا، ما لم یذکر اسمه واسم أبیه وجده، قال والاحتیاط أن ینسب ا لی المحلة أیضا۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح ص ۳۷۴)

(قوله ولا المنکوحة مجهولة) فلو زوج بنته منه وله بنتان لا یصح، ا لا ا ذا کانت ا حداهما متزوجة فینصرف ا لی الفارغة کما في البزازیه، نهر، وفي معناه ما ا ذا کانت ا حداهما محرمة علیه فلیراجع، رحمتي، وا طلاق قوله لا یصح .... لأن المقصود نفي الجهالة وذلك حاصل بتعیینها عند العاقدین والشهود وا ن لم یصرح باسمها اهـ۔ (ردالمحتار ص ۳۶۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۸) و (۲۹):

ولا ینعقد نکاح المسلمین ا لا بحضور شاهدین (ہدایہ، کتاب النکاح ص ۲۸۶ ج ۲، مطبع رشیدیہ دہلی)

ولا ینعقد نکاح المسلمین ا لا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین عدولا کانوا أو غیر عدول أو محدودین في القذف۔ (ہدایہ ص ۲۸۶ ج ۲)

دفعہ(۳۰):

دولہا، دلہن کے ماں باپ اوران کی اولاد بھی نکاح کے گواہ ہو سکتے ہیں، لیکن دوسروں کو گواہ بنانا بہتر ہے۔

تشریح:

اصول وفروع کی گواہی سے نکاح تو منعقد ہوجائے گا، لیکن عدالت میں نکاح ثابت کرنے کے لئے ان کی گواہی معتبر نہیں ہوگی، اس لئے دوسروں کو گواہ بنانا بہتر ہے۔

وشرط في الشاهد أربعة أمور: الحرية والعقل والبلوغ والا سلام، فلا ينعقد بحضرة العبيد ...... ولا بحضرة المجانين والصبيان ولا بحضرة الكفار في نكاح المسلمين، هكذا في البحر الرائق، ويصح بشهادة الفاسقين۔ (عالمگیری، کتاب النکاح ص ۲۹۷ ج۱)

(ومنها) سماع الشاهدين كلا مهما معا، هكذا في فتح القدير ...... والظاهر أنه يشترط الفهم أيضا كذا في السراج الوهاج ...... وتكلموا في الاصمين الذين لا يسمعان والصحيح أنه لا ينعقد۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الاول ص ۲۶۸ ج۱)

(سامعين قولهما معا) على الاصح (فاهمين) أنه نكاح على المذهب ،بحر۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۳۷۵ ج۲)

واختلف في اشتراط سماع الشاهدين معا، فنقل في الذخيرة روايتين عن أبي يوسف وجزم في الخانية بأنه شرط فكان هو المذهب، فلو سمعا كلامهما متفرقين لم يجز، ولو اتحد المجلس، قال في الظهيرية: والظاهر أنه يشترط فهم أنه نكاح، واختاره في الخانية فكان هو المذهب، والحاصل أنه يشترط سماعهما معا مع الفهم على الأصح۔ (البحرالرائق ص ۸۸ ج۳)

حوالہ دفعہ(۳۰):

وينعقد بحضور من لا تقبل شهادته له أصلا كما ا ذا تزوج امرأة بشهادة ابنيه منها وكذا ا ذا تزوج بشهادة ابنيه لا منها أو ابنيها لا منه، هكذا في البدائع۔

(عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الاول ص ۲۶۷ ج۱)

والأصل في هذا الباب أن كل من صلح أن يكون وليا في النكاح بولاية نفسه صلح أن يكون شاهدا فيه، ثم النكاح له حكمان: حكم الا ظهار وحكم الانعقاد على ما ذكرنا، أما حكم الا ظهار ا نما يكون عند التجاحد فلا يقبل في الا ظهار ا لا شهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام كذا في شرح الطحاوي، فلذا انعقد بحضور الفاسقين والأعميين والمحدودين في قذف وا ن لم يتوبا وابني العاقدين وا ن لم يقبل أداؤهم عند القاضي كانعقاده بحضرة العدوين ۔ (البحرالرائق ص ۸۹ ج۳)

دفعہ(۳۱):

ایجاب وقبول کرنے والوں میں سے ہرایک کا ایجاب وقبول کے الفاظ کا حقیقتاً یا حکماً سننا اور سمجھنا کہ یہ الفاظ انعقاد نکاح کے لئے ہیں۔

نکاح میں شرط لگانا

دفعہ(۳۲):

اگر نکاح میں ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے، یا ایسی شرط ہے جو شرعاً حرام ہے،تو شرط باطل ہوگی اور عقد صحیح ہوگا۔

تشریح:

مثلاً یہ شرط لگانا کہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے، یا یہ شرط لگانا کہ تمہیں بے پردہ محفلوں میں جانا ہوگا وغیرہ۔

حوالہ دفعہ(۳۱):

(وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) (قوله سماع كل) أي ولو حكما كالكتاب الى غائبة ...... وفي الفتح ينعقد النكاح من الأخرس اذا كانت له اشارة معلومة۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۷۳ ج۲)

ولا يشترط العلم بمعنى الايجاب والقبول فيما يستوي فيه الجد والهزل اذا لم يحتج لنية (قوله ولا يشترط الخ) أي فيما كان بلفظ تزويج ونكاح بخلاف ما كان كناية لما يأتي من أنه لابد فيه من نية أو قرينة وفهم الشهود، لكن قيد في الدرر عدم الاشتراط بما اذا علما أن هذا اللفظ ينعقد به النكاح أي وان لم يعلما حقيقة معناه۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح ص ۳۶۷ ج۲)

حوالہ دفعہ(۳۲):

وما لا يبطل بالشروط الفاسدة ستة وعشرون .... والنكاح لا يصح تعليقه ولا اضافته لكن لا يبطل بالشرط ويبطل الشرط۔ (فتح القدیر ص ۲۱۹ ج۵)

رجل تزوج امرأة على أن ينفق عليها في كل شهر مائة دينار، قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: النكاح جائز ولها نفقة مثلها بالمعروف، رجل تزوج امرأة على ألف درهم على أن لا ترثه ولا يرثها جاز النكاح ويتوارثان۔ (فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ فصل فی النکاح علی الشرط ص ۳۳۱ ج۱)

محرمات کا بیان

دفعہ(۳۳):

جس عورت سے نکاح ہورہا ہے وہ اس مرد پر نہ دائمی طور پر حرام ہو نہ عارضی طور پر۔

دفعہ(۳۴):

کسی عورت سے نکاح حرام ہونے کی دو صورتیں ہیں: (الف) ہمیشہ کے لئے حرام ہونا، جسے حرمت مؤبدہ کہتے ہیں، (ب) عارضی حرمت جو خاص حالات یا خاص وقت تک محدود ہوتی ہے، اسے حرمت مؤقتہ کہتے ہیں۔

تشریح ﴿اضافی﴾:

(ب) حرمت مؤقتہ سے مراد یہ ہے کہ اصلاً نکاح حرام نہ ہو لیکن خاص حالات کی وجہ سے ان حالات کے باقی رہنے تک نکاح ممنوع ہو، جیسے دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا۔ اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر دو ایسی خواتین ہوں کہ ان میں سے ایک کو مرد فرض کرلیا جائے تو اس کا نکاح دوسری خاتون کے ساتھ حلال نہ ہو، اِلا یہ کہ وہ پہلی خاتون کو طلاق دیدے یا وہ انتقال کرجائے۔

دفعہ(۳۵):

حرمت مؤبدہ (دائمی حرمت) کے تین اسباب ہیں: ۱-نسب، ۲-مصاہرت، ۳-رضاعت۔

حوالہ دفعہ(۳۳) و (۳۴):

ومنها المحل القابل وهي المرأة التي أحلها الشرع بالنكاح كذا في النهاية۔

(عالمگیری، الباب الاول، کتاب النکاح ص ۲۶۷ ج۱)

المحلية الشرعية من شرائط النكاح .... وانتفاء محلية المرأة للنكاح شرعا بأسباب، الأول النسب، الثاني المصاهرة ...... الثالث الرضاع ...... الرابع الجمع بين المحارم والأجنبيات كالأمة مع الحرية السابقة عليها، الخامس حق الغير كالمنكوحة والمعتدة والحامل بثابت النسب ...... السادس عدم الدين السماوي كالمجوسية والمشركة۔

(فتح القدیر، فصل بیان المحرمات ص ۳۵۷ ج ۲، وهكذا بزيادة أسباب أخر في ردالمحتار ص ۳۸۱، فصل في المحرمات)

حوالہ دفعہ(۳۵):

ومنها أن تكون المرأة محللة وهي أن لا تكون محرمة على التابيد، فا ن كانت محرمة

حرمت بسبب نسب

دفعہ(۳۶):

نسب کی وجہ سے مندرجہ ذیل عورتوں سے نکاح حرام ہے:

(الف) ماں، نانی، دادی (اوپر تک)۔

(ب) بیٹی، پوتی، نواسی (نیچے تک)۔

(ج) بہن، حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی (باپ شریک یا ماں شریک)۔

(د) پھوپھی اور خالہ، چاہے حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی (باپ شریک یا ماں شریک)۔

(ہ) بھتیجی، حقیقی بھائی کی لڑکی ہو یا علاتی یا اخیافی بھائی کی، اور اس کی اولاد (نیچے تک)۔

(و) بھانجی، حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی، اور اس کی اولاد (نیچے تک)۔

على التأبيد فلا يجوز نكاحها، لأن الا نكاح ا حلال وا حلال المحرم على التأبيد محال، والمحرمات على التأبيد على ثلاثة أنواع: محرمات بالقرابة ومحرمات بالمصاهرة ومحرمات بالرضاعة۔ (بدائع الصنائع ص ۲۵۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۶):

حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم ...... (ا لى) ...... أن تجمعوا بين الأختين۔ (سورۃ النساء، آیت ۲۳)

المحرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت فهن محرمات نكاحا ووطيا ودواعية على التأبيد۔

(عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث ص ۲۷۳ ج ۱)

فالأمهات أم الرجل وجداته من قبل أبيه وأمه وا ن علون، وأما البنات فبنته الصلبية وبنات ابنه وبنته وا ن سفلن، وأما الأخوات فالأخت لأب وأم والأخت لأب والأخت لأم، ...... وأما العمات فثلاث عمة لأب وأم وعمة لأب وعمة لأم وكذا عمات أبيه وعمات أجداده وعمات أمه وعمات جداته وا ن علون، ...... وأما الخالات فخالته لأب وأم وخالته لأب وخالته لأم وخالات آبائه وأمهاته۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث ص ۲۷۳ ج ۱)

وكذا بنات الأخ والأخت وا ن سفلن۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث ص ۲۷۳ ج ۱)

فتحرم بنات الا خوة والأخوات وبنات أولاد الا خوة والأخوات وا ن نزلن۔

(ردالمحتار، باب المحرمات ص ۳۸۰ ج ۲)

حرمت بسبب مصاہرت

دفعہ(۳۷):

مصاہرت سے مراد وہ رشتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

دفعہ(۳۸):

مصاہرت کی وجہ سے مندرجہ ذیل عورتوں سے نکاح حرام ہے:

(الف) اپنی منکوحہ کی ماں، نانی، دادی، اور تمام ہی اصول۔

(ب) اپنے بیٹے، پوتے، نواسے، اور تمام ہی فروع کی منکوحہ عورتیں، خواہ پہلے نکاح میں رہ چکی

حوالہ دفعہ(۳۷):

ثم حرمة المصاهرة تثبت بالعقد الصحيح وتثبت بالوطيء الحلال بملك اليمين ...... وكذا تثبت بالوطيء في النكاح الفاسد وكذا بالوطيء عن شبهة بالا جماع، وتثبت باللمس فيهما عن شهوة وبالنظرا لى فرجها عن شهوة عندنا، ولا تثبت بالنظرا لى سائر الأعضاء بشهوة ولا بمس سائر الأعضاءا لا عن شهوة الخ۔ (بدائع الصنائع ص ۲۶۰ ج ۲)

المصاهرة القرابة الناشئة بسبب الزواج۔ (فقہ السنۃ ص ۶۳ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۳۸):

الأولى أمهات الزوجات وجداتهن من قبل الأب والأم وا ن علون۔(عالمگیری ص ۲۷۴ ج ۱)

(و)حرم بالمصاهرة (بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته) وجداتها مطلقا بمجرد العقد الصحيح (وا ن لم توطأ) الزوجة، لما تقرر أن وطيء الأمهات يحرم البنات، ونكاح البنات يحرم الأمهات، ويدخل بنات الربيبة والربيب .... (وزوجة أصله وفرعه مطلقا) ولو بعيدا، دخل بها أو لا (قوله بنت زوجته الموطوءة) .... واحترز بالموطوءة عن غيرها فلا تحرم بنتها بمجرد العقد، وفي ح عن الهندية: ا ن الخلوة بالزوجة لا تقوم مقام الوطيء في تحريم بنتها ...... وظاهره أن الخلاف في الخلوة الفاسدة أما الصحيحة فلا خلاف في أنها تحرم البنت تأمل، وسيأتي تمام الكلام عليه في باب المهر عند ذكر أحكام الخلوة (قوله ويدخل) أي في قوله "وبنت زوجته" بنات الربيبة والربيب وتثبت حرمتهن بالا جماع وقوله تعالى: "وربائبكم ..." بحر۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۸۲۔ ۳۸۳ ج ۲)

والثانية بنات الزوجة وبنات أولادها وا ن سفلن بشرط الدخول بالأم كذا في الحاوي القدسي سواء كانت الابنة في حجره أم لم تكن ۔ (عالمگیری ص ۲۷۴ ج ۱)

ہوں یا فی الحال نکاح میں ہوں۔

(ج) اپنے باپ، دادا، نانا اور تمام ہی اصول کی منکوحہ عورتیں۔

(د) اپنی ان منکوحہ عورتوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد (نیچے تک) جن سے صحبت کر چکا ہو۔

تشریح:

اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے اپنے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی ہے پھر یہ عورت کسی وجہ سے اس کے نکاح میں نہیں رہی تو اگر وہ شخص اس عورت سے جنسی تعلق قائم کر چکا تھا تو پہلے شوہر والی لڑکی اور اس کی اولاد (نیچے تک) اس شخص پر حرام ہوگی، اور اگر اس عورت سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا تھا تو اس عورت کی لڑکی اور اس کی اولاد سے نکاح درست رہے گا۔

دفعہ (۳۹):

جن صورتوں میں نکاح صحیح سے حرمت مصاہرت پیدا ہو جاتی ہے ان صورتوں میں محض نکاح

حوالہ دفعہ (۳۹) و (۴۰):

وتثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد كذا في محيط السرخسي، فلو تزوجها نكاحا فاسدا لا تحرم عليه أمها بمجرد العقد بل بالوطيء كذا في البحر الرائق، وتثبت بالوطيء حلالا كان أو من شبهة أو زنا كذا في فتاوى قاضي خان ...... وكما تثبت هذه الحرمة بالوطيء تثبت بالمس والتقبيل والنظرا لى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور عندنا كذا في الملتقط۔ (عالمگیری، القسم الثانی، المحرمات بالصہریۃ ص ۲۷۴ ج ۱)

(قوله الصحيح) احترازعن النكاح الفاسد فا نه لا يوجب بمجرده حرمة المصاهرة بل بالوطئ أو ما يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة۔ (ردالمحتار ص ۳۸۳ ج ۲)

وتثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد كذا في محيط السرخسي، فلو تزوجها نكاحا فاسدا لا تحرم عليه أمها بمجرد العقد بل بالوطيء هكذا في البحر الرائق، وتثبت بالوطيء حلالا كان أو عن شبهة أو زنا، كذا في فتاوى قاضي خان، فمن زنى بامرأة حرمت عليه أمها وا ن علت وابنتها وا ن سفلت وكذا تحرم المزنى بها على آباء الزاني وأجداده وا ن علوا وأبناء ه وا ن سفلوا كذا في فتح القدير، وكما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظرا لى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور عندنا كذا في الملتقط، قال أصحابنا: الربيبة وغيرها في ذلك سواء هكذا في الذخيرة،

فاسد سے حرمت پیدا نہیں ہوگی، البتہ اگر نکاح فاسد کے بعد وطی بھی ہوگئی ہو یا دواعی وطی کا ارتکاب کیا گیا ہو تو حرمت مصاہرت پیدا ہو جائے گی۔

تشریح:

دواعی وطی یا دواعی زنا سے مراد یہ ہے مرد وعورت میں سے کوئی دوسرے کے لب یا رخسار کا بوسہ لے لے، یا مرد عورت کے پستان کو یا اس کے آگے کی شرم گاہ کو چھولے، یا عورت مرد کے عضو مخصوص کو چھولے، یا دونوں میں سے کوئی دوسرے کے بدن کے کسی حصہ کو شہوت کے ساتھ چھولے، یا پیشانی، سر وغیرہ کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے، یا مرد عورت کی شرم گاہ کے اندرونی حصہ کو، یا عورت مرد کے عضو مخصوص کو صرف شہوت کی نظر سے دیکھ لے تو ان تمام صورتوں میں حرمت مصاہرت قائم ہوجاتی ہے، خواہ یہ افعال قصداً صادر ہوئے ہوں یا سہواً، لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے، اگر حائل ہے تو حرمت پیدا نہیں ہوگی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ چھونے یا دیکھنے یا بوسہ لینے سے انزال نہ ہو گیا ہو، اگر انزال ہو گیا تو حرمت قائم نہ ہوگی۔

تیسری شرط جس کا تعلق شرم گاہ یا عضو مخصوص کو دیکھنے سے ہے وہ یہ ہے کہ جو دیکھے اس کو شہوت ہو، صرف دوسری طرف سے شہوت کا ہونا حرمت کے لئے کافی نہیں ہے، برخلاف چھونے یا بوسہ لینے کے، کہ اس میں کسی ایک طرف بھی شہوت کا پایا جانا حرمت کے لئے کافی ہے، اس نوع کے مسائل کی مزید تفصیل قانون فسخ وتفریق میں ”تفریق بسبب حرمت مصاہرت“ کے عنوان کے ذیل میں آرہی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

دفعہ (۴۰):

اگر کسی شخص نے عورت کے ساتھ زنا کیا، یا دواعی زنا کا ارتکاب کیا، تو اس سے بھی حرمت

والمباشرة عن شهوة بمنزلة القبلة و كذا المعانقة هكذا في فتاوى قاضي خان، و كذا لو عضها بشهـوـة هكذا في الخلاصة، فا ن نظرت المرأة ا لى ذكر رجل أو لمسته بشهوة أو قبلته بشهوة تعلقت به حرمة المصاهرة كذا في الجوهرة النيرة ...... والمعتبر النظر ا لى الفرج الداخل هكذا

مصاہرت پیدا ہوجائے گی۔

حرمت بسبب رضاعت

دفعہ(۴۱):

ڈھائی سال کی عمر کے اندر لڑکے یا لڑکی نے کسی عورت کا دودھ پی لیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

دفعہ(۴۲):

جن صورتوں میں نسبی تعلق کی بنیاد پر نکاح حرام ہوتا ہے ان سب ہی صورتوں میں رشتۂ رضاعت کی وجہ سے بھی نکاح حرام ہوگا۔

في الهداية۔ (الفتاوی الہندیہ،القسم الثانی،المحرمات بالصہریۃ ص ۲۷۴ ج ۲)

(و) حرم أيضا بالصهرية (أصل مزنيته) أراد بالزنا الوطء الحرام (و) أصل (ممسوسته بشهوة) (و) أصل (ماسته وناظرة ا لى ذكره والمنظور ا لى فرجها) المدور (الداخل ......)۔
الدرالمختار علی ہامش ردالمختار،فصل المحرمات ص ۳۸۴۔ ۳۸۵ ج ۲)

(قوله بحال لا يمنع الحرارة) .... فلو كان مانعا لا تثبت الحرمة۔
(ردالمختار،فصل فی المحرمات ص ۳۸۵ ج ۲)

هذا ا ذا لم ينزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة وبه يفتى۔
(الدرالمختار علی ہامش ردالمختار،فصل فی المحرمات ص ۳۸۶ ج ۲)

(وا ن ادعت الشهوة) في تقبيله أو تقبيلها ابنه (وأنكرها الرجل فهو مصدق) لا هي (ا لا أن يقوم ا ليها منتشرا) آلته (فيعانقها) لقرينة كذبه (أو يأخذ ثديها أو يركب معها) أو يمسها على الفرج أو يقبلها على الفم، قاله الحدادي، وفي الفتح يتراء ى ا لحاق الخدين بالفم (وتقبل الشهادة على الا قرار باللمس والتقبيل عن شهوة، وكذا تقبل (على نفس اللمس والتقبيل) والنظر ا لى ذكره أو فرجها (عن شهوة في المختار)، تجنيس، لأن الشهوة مما يوقف عليها في الجلسة بانتشار أو آثار۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمختار،فصل فی المحرمات ص ۳۸۹۔ ۳۹۰ ج ۲)

(قوله وتكفي الشهوة من أحدهما) هذا ا نما يظهر في المس، أما في النظر فتعتبر الشهوة من الناظر سواء وجدت من الآخر أم لا ا هـ۔ (الدرالمختار مع ردالمختار،فصل فی المحرمات ص ۳۸۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۴۱) و (۴۲):

(كتاب الرضاع) هو مص الرضيع من ثدي الآدمية في وقت مخصوص وحرم به وا ن قل في ثلاثين شهراً ما حرم منه بالنسب (قوله هو مص الرضيع الخ) أي وصول اللبن من ثدي

دفعہ (۴۳):

دودھ پلانے والی، دودھ پینے والے کی رضاعی ماں ہوگی، اوراس کا شوہر جس کی وجہ سے دودھ اترا ہے دودھ پینے والے کا رضاعی باپ ہوگا۔ دودھ پلانے والی کے اصول وفروع اوراس کے شوہر کے اصول وفروع خواہ دودھ پلانے والی کے بطن سے ہوں یا دوسری بیوی کے بطن سے، دودھ پینے والے پراوراس کے فروع پرحرام ہوں گے۔

دفعہ (۴۴):

دودھ پلانے والی عورت پر دودھ پینے والی لڑکی کا شوہر نیز ان کے فروع حرام ہوں گے۔

دودھ پلانے والی عورت کے اصول وفروع، اس کے شوہر اورشوہر کے اصول وفروع پر دودھ پینے والے لڑکے کی بیوی نیز ان کے فروع حرام ہوں گے۔

المرأة ا لى جوف الصغيرة من فمه أو أنفه في مدة الرضاع (قوله وحرم به الخ) أي حرم بسبب الرضاع ما حرم بسبب النسب قرابة وصهرية في هذه المدة، ولو كان الرضاع قليلا لحديث الصحيحين المشهور: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ومعناه أن الحرمة بسبب الرضاع تعتبر بحرمة النسب۔ (کنزالدقائق مع البحرالرائق ص ۲۲۱۔ ۲۲۲ ج۳)

حوالہ دفعہ (۴۳):

ويصير الزوج الذي نزل لها منه اللبن أبا للمرضعة ۔ (ہدایہ، کتاب الرضاع ص ۳۳۱ ج۲)

ويثبت به ...... أمومية المرضعة للرضيع ويثبت أبوة زوج مرضعة ا ذا كان لبنها له وا لا لا، كما سيجيء ۔ (الدرالمختار ص۵۵۷ ج۲)

وتثبت حرمة المصاهرة في الرضاع حتى ا ن امرأة الرجل حرام على الرضيع وامرأة الرضيع حرام على الرجل وعلى هذا القياس۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ص ۳۴۳ ج۱)

هذه الحرمة كما تثبت في جانب الأم تثبت في جانب الأب۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ص ۳۴۳ ج۱)

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولها وفروعها من النسب والرضاع جميعا، حتى أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره قبل هذا الا رضاع أو بعده أو أرضعت رضيعا أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الا رضاع أو بعده أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل ا خوة الرضيع وأخواته وأولاد ا خوته وأخواته، وأخ الرجل عمه وأخته عمته وأخو المرضعة خاله وأختها خالته وكذا في الجد والجدة۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ص ۳۴۳ ج۱)

حوالہ دفعہ (۴۴):

وضابطته ما في هذا البيت الفارسي:

دفعہ(۴۵):

رضاعت سے حرمت پیدا ہونے کی شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) دودھ پلانے والی عورت کی عمر کم سے کم نو سال ہو، اس سے پہلے اگر کسی لڑکی کو دودھ

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ☆ واز جانب شیر خوار زوجان وفروع
(شرح وقایہ، کتاب الرضاع ص۶۷ ج۲)

وامرأة أبيه وامرأة ابنه من الرضاع لا يجوز أن يتزوجها كما لا يجوز ذلك من النسب۔
(ہدایہ، کتاب الرضاع ص۶۷ ج۱)

حوالہ دفعہ(۴۵):

ولبن بكر بنت تسع سنين فأكثر محرم وا لا لا۔ (الدر المختار علی ہامش رد المختار ص۵۶۱ ج۲)

الأول أن يكون مائعا بحيث يصح أن يقال فيه ا ن الصبي قد رضعه۔
(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، مباحث الرضاع ص۲۵۴ ج۴)

ولو جعل اللبن مخيضا أو رائبا أو شيرازا أو جبناً أو أقطا أو مصلا فتناوله الصبي لا يثبت التحريم لأن اسم الرضاع لا يقع عليه كذا في البدائع۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ص۳۵۴ ج۱)

ولو خلط لبن المرأة بالماء أو بالدواء أو بلبن البهيمة فالعبرة للغالب كذا في الظهيرية، وكذا بكل مائع أو جامد كذا في النهر الفائق ولو استويا وجب ثبوت الحرمة لأنه غير مغلوب كذا في البحر الرائق۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ص۳۴۴ ج۲)

...... حتى لو طبخ بها لا يتعلق به التحريم في قولهم جميعًا (ہدایہ مع الفتح ص۴۴۳ ج۳)

ويثبت به وا ن قل ا ن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لا غير (الدر المختار) (قوله لا غير) يأتي محترزه في قول المصنف والاحتقان والاقطار في أذن وجائفة وآمة۔ (رد المختار ص۵۵۶ ج۲)

وا ذا اختلط لبن امرأتين تعلقت التحريم بأغلبها عندهما وقال محمد تعلق بهما كيف ما كان وهو رواية عن أبي حنيفة وهو أظهر وأحوط هكذا في التبيين ...... ولو استويا تعلقت التحريم بهما ا جماعا۔ (عالمگیری ص۳۴۴ ج۱)

وخرج بالوصول لو أدخلت امرأة حلمة ثديها في فم رضيع ولا يدري أدخل اللبن في حلقه أم لا لا يحرم النكاح ...... كذا في الولوالجية۔ (البحر الرائق، کتاب الرضاع ص۲۲۲ ج۳)

ويثبت به وا ن قل ا ن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم، لأن في المائع شكا والوالجية۔
(الدر المختار، باب الرضاع ص۵۵۶ ج۲)

الشرط الرابع أن يكون وصوله يقينا۔
(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، مباحث الرضاع ص۲۵۴ ج۴)

اتر آئے تو وہ دودھ شمار نہیں ہوگا۔

(ب) دودھ اپنی اصلی حالت میں پلایا جائے، اگر دودھ کو جما دیا جائے، یا کسی کھانے کی چیز کے ساتھ ملا کر پکا دیا جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

(ج) عورت کا دودھ اگر جانور کے دودھ کے ساتھ ملا کر پلایا جائے، یا کسی دوا یا پانی میں ملا کر پلایا جائے تو دیکھا جائے گا کہ دودھ غالب ہے یا ملائی ہوئی چیز، یا دونوں برابر ہیں، اگر دودھ غالب ہو یا برابر ہو تو حرمت ثابت ہوگی، ورنہ نہیں۔

(د) دودھ براہ راست پستان سے پلایا جائے یا دودھ نکال کر حلق میں یا ناک میں ٹپکایا جائے تو حرمت ثابت ہوگی، اگر کسی اور ذریعہ سے دودھ جسم میں یا معدہ میں داخل کیا جائے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

(ہ) اگر دو عورتوں کے دودھ ملا کر پلا دیئے گئے تو دونوں عورتوں سے حرمت ثابت ہوگی۔

(و) یہ بھی ضروری ہے کہ دودھ بچے کے معدہ میں پہنچ جائے، اگر محض پستان منہ میں لیا اور دودھ چوسا نہیں، یا چوسا لیکن اگل دیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

دفعہ (۴۶):

دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت ثبوت رضاعت کے لئے ضروری ہے۔

حوالہ دفعہ (۴۶):

والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين لكن لا تقع الفرقة ا لا بتفريق القاضي لتضمنها حق العبد (الدرالمختار) (قوله حجته الخ) أي من ا ثباته، وهذا عند الا نكار لأنه يثبت بالا قرار مع الا صرار (قوله وهي شهادة عدلين الخ) أي من الرجال وأفاد أنه لا يثبت بخبر الواحد امرأة كان أو رجلا قبل العقد أو بعده، وبه صرح في الكافي والنهاية تبعا لما في رضاع الخانية لو شهدت به الخ۔

(ردالمحتار ص ۵۶۸ ج ۲، باب الرضاع)

وفي الخانية من الرضاع وكما لا يفرق بينهما بعد النكاح ولا تثبت الحرمة بشهادتهن لكن يرد على ما في المجتبى مثل نكاح الأختين معا فا ن الظاهر أنه لم يقل أحد بجوازه ولكن

تشریح:

اگر دو عادل (دیندار ومعتبر) مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں یہ اطلاع دیں کہ جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے یا جو اس کی منکوحہ ہے وہ رضاعت کی وجہ سے اس پر حرام ہے تو پھر اس سے نکاح کرنا حرام ہوگا، اور اگر کر چکا ہے تو منکوحہ سے علیحدہ ہونا ضروری ہوگا۔ اور اگر ایک عادل ثقہ مرد یا عورت کے ذریعہ رضاعت کی خبر ملے اور نکاح نہیں ہوا تو نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر خبر ملنے سے پہلے نکاح ہو چکا ہو تو علیحدگی اختیار کرنا بہتر ہے مگر ضروری نہیں۔

دفعہ (۴۷):

مرد کا اقرار نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد، اور عورت کا اقرار نکاح سے پہلے ثبوت رضاعت کے لئے کافی ہوگا، اور اگر عورت نکاح کے بعد اقرار کرے تو یہ اقرار اس کا دعویٰ شمار کیا جائے گا، جو گواہوں کے بغیر ثابت نہ ہو سکے گا۔

لينظر وجه التقييد بالمعية۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۸۱۔ ۴۸۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۴۷):

ولو تزوج امرأة ثم قال بعد النكاح: هي أختي من الرضاع أو ما أشبه فرق بينهما، ولو أقر الزوج بهذا قبل النكاح ...... لم يجز أن يتزوجها ولو تزوجها فرق بينهما۔

(عالمگیری، کتاب الرضاع ص ۳۴۷ ج ۱)

فكذلك قبل النكاح ا ذا أراد الرجل أن يخطب امرأة فشهدت امرأة قبل النكاح أنها أرضعتهما كان في سعة من تكذيبها كما لو شهدت بعد النكاح اهـ، وذكر في باب المحرمات صغير وصغيرة بينهما شبهة الرضاع لا يعلم ذلك حقيقة، قالوا لا بأس بالنكاح بينهما هذا ا ذا لم يخبر بذلك ا نسان، فا ن أخبر عدل ثقة يؤخذ بقوله، ولا يجوز النكاح بينهما، وا ن كان الخبر بعد النكاح وهما كبيران فالأحوط أن يفارقها، روي ذلك عن رسول الله ﷺ أنه أمر بالمفارقة ا هـ۔

(البحر الرائق، کتاب الرضاع ص ۲۳۲۔ ۲۳۳ ج ۳)

نکاح غیر صحیح

دفعہ(۴۸):

نکاح غیر صحیح وہ نکاح ہے جس میں ارکان وشرائط نکاح میں سے کوئی رکن یا کوئی شرط مفقود ہو۔

دفعہ(۴۹):

نکاح غیر صحیح کی دو قسمیں ہیں:(۱) نکاح باطل،(۲) نکاح فاسد۔

دفعہ(۵۰):

نکاح باطل وہ نکاح ہے جو شرعاً منعقد ہی نہیں ہوتا۔

دفعہ(۵۱):

نکاح فاسد وہ نکاح ہے جو نہ صحیح ہو اور نہ باطل، قبل دخول اس کا وہی حکم ہے جو نکاح باطل کا

حوالہ دفعہ(۴۸) تا (۵۱):

فالنكاح لا يخلو ا ما أن يكون صحيحا وا ما أن يكون فاسدا ويتعلق بكل واحد منهما أحكام۔ (بدائع الصنائع ص ۳۳۱ ج ۲)

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود (قوله وهو الذي الخ) بخلاف ما لو شرط شرطا فاسدا كما لو تزوجته على أن لا يطأها فا نه يصح النكاح ويفسد الشرط، رحمتي، (قوله كشهود) ومثله تزوج الأختين معا ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة والخامسة في عدة الرابعة والأمة على الحرة ...... وسيأتي في باب العدة أنه لا عدة في نكاح باطل، وذكر في البحر هناك عن المجتبى: ا ن كل نكاح اختلف العلماء في جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة، أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ا ن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، قال: فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنا كما في القنية وغيرها ا هـ، والحاصل أنه لا فرق بينهما في غير العدة، أما فيها فالفرق ثابت، وعلى هذا فيقيد قول البحر هنا "نكاح المعتدة" بما ا ذا لم يعلم أنها معتدة لكن يرد على ما في المجتبى مثل نكاح الأختين معا فا ن الظاهر أنه لم يقل أحد بجوازه ولكن لينظر وجه التقييد بالمعية والظاهر أن المعية في العقد لا في ملك المتعة ا ذ لو تأخر أحدهما عن

ہے، اور بعد دخول اس پر آثار واحکام نکاح مرتب ہوتے ہیں، ہر دوصورت میں بذریعہ متارکت یا بذریعہ حکم قاضی تفریق ضروری ہے۔

دفعہ (۵۲):

مندرجہ ذیل نکاح باطل ہیں:

(الف) وہ نکاح جس کے ایجاب وقبول میں کوئی ایسی خامی ہو جس کی وجہ سے ایجاب وقبول اپنے شرائط کے مطابق صحیح نہ ہو۔

(ب) ایجاب وقبول کے الفاظ ادا کرنے والوں میں ضروری اہلیت موجود نہ ہو۔

الآخر فالمتأخر باطل قطعا۔ (الدر المختار مع رد المختار ص ۲۸۱۔ ۲۸۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۵۲):

(الف) ومن شرائط الا یجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين ...... وأن لا يخالف الا یجاب القبول كقبلت النكاح لا المهر ...... وأن لا يكون مضافا ولا معلقا ولا المنكوحة مجهولة (الدر المختار) (قوله اتحاد المجلس) قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ينعقد (قوله أن لا يكون مضافا) كتزوجتك غدا، ولا معلقا أي على غير كائن كتزوجتك ا ن قدم زيد ...... (قوله ولا المنكوحة مجهولة) فلو زوج بنته منه وله بنتان لا يصح ا لا ا ذا كانت ا حداهما متزوجة فينصرف ا لى الفارغة كما في البزازية۔ (رد المختار ص ۳۶۶۔ ۳۶۷ ج ۲)

(ب) وأما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحرية في العاقد، ا لا أن الأول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل، والأخيران شرطا النفاذ، فا ن نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على ا جازة وليه هكذا في البدائع۔
(عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الاول ص ۲۶۷ ج ۱)

أنواع تحريم النكاح سبع — قرابة ملك رضاع جمع
كذاك شرك نسبة المصاهرة — وأمة عن حرة مؤخرة
وزيد خمسة أتتك بالبيان — تطليقه لها ثلاثا واللعان
تعلق بحق غير من نكاح — أو عدة خنوثة بلا اتضاح
وآخر الكل اختلاف الجنس — كالجن والمائي لنوع الا نس

(رد المختار ص ۳۸۱ ج ۲)

(ج) ایسی خاتون سے نکاح جو قرابت، رضاعت، یا مصاہرت کی وجہ سے نکاح کرنے والے پر حرام ہے، یا وہ عورت دوسرے شخص کی بیوی ہے، یا دوسرے کی عدت میں ہے یا خود نکاح کرنے والے کی مطلقہ ثلاثہ ہے اور حلالہ نہیں ہوا ہے، یا ایسی عورت سے نکاح کرنا جس سے موجودہ بیوی کے رہتے ہوئے نکاح کرنا حرام ہے، یا ایسی عورت سے نکاح کرنا جو نہ مسلمان ہے نہ کتابیہ۔

(د) مرد وعورت میں سے کوئی ایک مرتد ہو، یا مرد غیر مسلم ہو اور عورت مسلمان ہو۔

دفعہ (۵۳):

نکاح باطل کے علاوہ تمام وہ نکاح جو غیر صحیح ہوں، فاسد قرار پائیں گے۔

دفعہ (۵۴):

نکاح فاسد پر وطی سے پہلے احکام نکاح میں سے کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔

دفعہ (۵۵):

نکاح فاسد میں وطی کے بعد مندرجہ ذیل احکام مرتب ہوں گے:

(د) ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية، وكذا لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد، كذا في المبسوط، ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي كذا في السراج الوهاج۔ (عالمگیری، الباب الثالث فی بیان المحرمات ص ۲۸۲ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۵۳):

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۸۲ ج ۲)

(دفعہ (۴۸ تا ۵۱) کا حوالہ بھی دیکھئے)

حوالہ دفعہ (۵۴):

أما النكاح الفاسد فلا حكم له قبل الدخول۔ (بدائع الصنائع ص ۳۳۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۵۵):

وا ن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر مثلها ا ن كان ثمة مسمى، وا ن

(۱) مہرِ مثل اور مقررہ مہر میں جو کم ہو وہ واجب ہوگا، اور اگر بوقت نکاح کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو مہرِ مثل واجب ہوگا۔

(۲) اولاد کا نسب ان شرائط کے ساتھ ثابت ہوگا جو ثبوت نسب کے باب میں مذکور ہیں، (ملاحظہ ہو: کتاب الطلاق دفعہ (۱۰۹))۔

(۳) تفریق یا متارکت کے بعد عدت واجب ہوگی۔

نکاح صحیح کی قسمیں

دفعہ (۵۶):

نکاح صحیح کبھی موقوف ہوتا ہے اور کبھی نافذ۔

دفعہ (۵۷):

نکاح صحیح کبھی لازم ہوتا ہے اور کبھی غیر لازم۔

دفعہ (۵۸):

جس نکاح صحیح میں حسب ذیل شرطیں پائی جائیں وہ نکاح صحیح نافذ کہلائے گا، ورنہ اسے

لم يكن ثمة مسمى فلها مهر المثل بالغا ما بلغ۔
(عالمگیری، الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامہ ص ۳۳۰ ج ۱)

وتجب العدة أيضا۔ (ص ۳۳۰)

ويثبت نسب الولد المولود فى النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد، وعليه الفتوى قاله أبو الليث كذا في التبيين۔ (ایضاص ۳۳۰)

(قوله أي الشامي أما الا رث فلا يثبت فيه الخ) انظر عبارة أبي السعود يتضح لك المراد بما نقله ط عنه، وعبارة أبي السعود ولا توارث بين الزوجين في الفاسد والموقوف۔
(التحریر المختار لردالمحتار للعلامہ عبدالقادر الرافعی ص ۱۹۷ ج ۱، وہکذا فی البحر الرائق ص ۱۶۹۔ ۱۷۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۵۶) تا (۵۸):

(فصل) وأما بيان شرائط الجواز والنفاذ فأنواع: منها أن يكون العاقد بالغا فا ن نكاح الصبي العاقل وا ن كان منعقدا على أصل أصحابنا فهو غير نافذ، ونفاذه يتوقف على ا جازة وليه، لأن نفاذ التصرف لاشتماله على وجه المصلحة، والصبي لقلة تأمله لاشتغاله باللهو

نکاح موقوف کہیں گے:

(الف) اگر مرد وعورت خود ایجاب وقبول کریں، یا ایجاب وقبول کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنائیں تو

واللعب لا يقف على ذلك فلا ينفذ تصرفه بل يتوقف على اجازة وليه، فلا يتوقف على بلوغه حتى لو بلغ قبل أن يجيزه الولي لا ينفذ بالبلوغ، لأن العقد انعقد موقوفا على اجازة الولي ورضاه لسقوط اعتبار رضا الصبي شرعا، وبالبلوغ زالت ولاية الولي فلا ينفذ ما لم يجزه بنفسه۔ (بدائع الصنائع ص ۲۳۳ ج ۲)

وأما شرائط الركن فأنواع: بعضها شرط الانعقاد وبعضها شرط الجواز والنفاذ وبعضها شرط اللزوم، أما شرط الانعقاد فنوعان: نوع يرجع الى العاقد ونوع يرجع الى مكان العقد بالفعل، فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل لأن العقل من شرائط أهلية التصرف، فأما البلوغ فشرط النفاذ عندنا لا شرط الانعقاد على ما نذكر ان شاء الله تعالى ۔

(ایضا ص ۲۳۲ ج ۲)

وشرطه نوعان: عام في تنفيذ كل تصرف دائر بين النفع والضرر، وخاص، فالأول الأهلية بالعقل والبلوغ قال في فتح القدير: وينبغي أن يزاد في الولي لا في الزوج والزوجة ولا في متولي العقد، فان تزويج الصغير والصغيرة جائز، وتوكيل الصبي الذي يعقد العقد ويقصده جائز في البيع عندنا، فصحته هنا أولى لأنه محض سفير، وأما الحرية فشرط النفاذ بلا اذن اه۔ وضم الزيلعي الحرية الى العقل والبلوغ في الشرط العام، والتحقيق أن التميز شرط في متولي العقد للانعقاد أصيلا كان أو لم يكن، فلم ينعقد النكاح بمباشرة المجنون والصبي الذي لا يعقل، وأما البلوغ والحرية فشرط انعقاد في متولي العقد لنفسه لا لغيره فتوقف عقد الصبي العاقل والعبد على اجازة الولي والمولى، وأما المحلية فقال في فتح القدير: انها من الشروط العامة وتختلف بحسب الأشياء والأحكام كمحلية المبيع للبيع والأنثى للنكاح۔

(البحر الرائق ص ۷۷ ج ۲)

وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على اجازته۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۳۳۲ ج ۲)

(أمره بتزويج امرأة فزوجه أمة جاز) وقالا: لا يصح، وهو استحسان، ملتقى تبعا للهداية، وفي شرح الطحاوي: قولهما الأحسن للفتوى، واختاره أبو الليث وأقره المصنف، وأجمعوا أنه لو زوجه بنته الصغيرة أو موليته لم يجز، كما لو أمره بمعينة أو بحرة أو أمة فخالف أو أمرته بتزويجها ولم تعين فزوجها غير كفوء لم يجز اتفاقا، (ولو) زوجه المامور بنكاح (امرأة المرأتين في عقد واحد لا) ينفذ للمخالفة، وله أن يجيزهما أو احداهما، ولو في عقدين لزم الأول وتوقف الثاني، ولو أمره بامرأتين في عقدة فزوجه واحدة أو ثنتين في عقدتين جاز الا اذا قال لا تزوجني الا امرأتين في عقدة أو في عقدتين لم تجز المخالفة (قوله كما لو أمره

ضروری ہے کہ وہ دونوں اور وکیل سب عاقل وبالغ ہوں، اگر کسی باشعور نابالغ لڑکے یا لڑکی نے اپنا ایجاب یا قبول خود کیا تو نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اور اگر مجنون نے کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(ب) نابالغ یا مجنون لڑکا لڑکی کا نکاح ولی ابعد نے کر دیا تو یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

(ج) نکاح میں اگر وکیل نے اپنے مؤکل کے دئے ہوئے اختیارات سے تجاوز کیا تو وہ نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

نکاح لازم اور غیر لازم

دفعہ(۵۹):

نکاح لازم وہ نکاح کہلائے گا جس میں زوجین میں سے کسی کو یا ان کے اولیاء کو نکاح کے فسخ

بمعينة) محترز قول المتن امرأة بالتنكير ومثله ما لو عين المهر كألف فزوجه بأكثر۔

فا ن دخل بها غير عالم فهو على خياره فا ن فارقها فلها الأقل من المسمى ومهر المثل ولو هي الموكلة وسمت له ألفا فزوجها ثم قال الزوج ولو بعد الدخول: تزوجتك بدينار وصدقه الوكيل ا ن أقر الزوج أنها لم تؤكل بدينار فهي بالخيار فا ن ردت فلها مهر المثل بالغا ما بلغ ولا نفقة عدة لها، لأن بالرد تبيّن ا ن الدخول حصل في نكاح موقوف فيوجب مهر المثل دون نفقة العدة وا ن كذبها الزوج فالقول لها مع يمينها الخ۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الكفاءة ص ۴۴۷ ج ۲)

ولو زوجها من أبيه وابنه لم يجز عنده، وفي كل موضع لا ينفذ فعل الوكيل فالعقد موقوف على ا جازة المؤكل، وحكم الرسول كحكم الوكيل في جميع ما ذكرنا۔

(رد المحتار، باب الكفاءة ص ۴۴۷ ج ۲)

والأصل أن الوكيل ا ذا خالف ا لى خير أو كان خلافه كلا خلاف نفذ عقده كما لو أمره بعمياء فزوجه بصيرة۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في بعض مسائل الوكيل والفضولي ص ۱۴۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۵۹) و (۶۰):

وأما شرائط اللزوم فنوعان في الأصل: نوع هو شرط وقوع النكاح لازما ونوع هو شرط بقائه على اللزوم، أما الأول: فأنواع، منها أن يكون الولي في ا نكاح الصغير والصغيرة هو الأب أو الجد۔ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح ص ۳۱۵ ج ۳)

کا اختیار نہ ہو، اور اگر فسخ کا اختیار ہو تو غیر لازم ہے۔

دفعہ (۶۰):

مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ نکاح صحیح لازم ہو جاتا ہے:

(الف) نابالغ لڑکا یا لڑکی کا نکاح باپ دادا نے، یا مجنون مجنونہ کا نکاح باپ دادا یا بیٹے نے کیا ہو۔

...... ومنها كفاءة الزوج في ا نكاح المرأة الحرة البالغة العاقلة نفسها من غير رضا الأولياء بمهر مثلها فيقع الكلام في هذا الشرط في أربعة مواضع، أحدها في بيان أن الكفاءة في باب النكاح هل هي شرط لزوم النكاح في الجملة أم لا، والثاني في بيان النكاح الذي الكفاءة من شرط لزومه، والثالث في بيان ما تعتبر فيه الكفاءة، والرابع في بيان من يعتبر له الكفاءة، أما الأول فقد قال عامة العلماء: ا نها شرط، وقال الكرخي ليست بشرط أصلاً، وهو قول مالك وسفيان الثوري والحسن البصري واحتجوا الخ۔ (ایضا ص ۳۱۷)

وأما الثاني فالنكاح الذي الكفاءة فيه شرط لزومه وهو ا نكاح المرأة نفسها من غير رضا الأولياء لا يلزم، حتى لو زوجت نفسها من غير كفوء من غير رضا الأولياء لا يلزم، وللأولياء حق الاعتراض الخ۔ (ایضا ص ۳۱۷۔ ۳۱۸)

وأما بيان من تعتبر له الكفاءة، فالكفاءة تعتبر للنساء لا للرجال على معنى أنه تعتبر الكفاءة في جانب الرجال للنساء ولا تعتبر في جانب النساء للرجال، لأن النصوص وردت بالاعتبار في جانب الرجال خاصة۔ (ایضا ص ۳۲۱)

ومنها كمال مهر المثل في ا نكاح الحرة العاقلة البالغة نفسها من غير كفوء بغير رضا الأولياء، فللأولياء حق الاعتراض عنده فأما أن يبلغ الزوج ا لى مهر مثلها أو يفرق بينهما، وعند أبي يوسف ومحمد هذا ليس بشرط ويلزم النكاح بدونه حتى الخ۔ (ایضا ص ۳۲۲)

ومنها خلو الزوج عن عيب الجب والعنة عند عدم الرضا من الزوجة بهما عند عامة العلماء وقال بعضهم عيب العنة لا يمنع لزوم النكاح، واحتجوا بما روي أن امرأة رفاعة أتت رسول الله ﷺ الخ ...... ولنا ا جماع الصحابة رضي الله عنهم فا نه روي عن عمر أنه قضى في العنين أنه يؤجل سنة الخ۔ (بدائع الصنائع ص ۳۲۲ ج ۲)

(الف) فا ن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما، وا ن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار ا ذا بلغ ا ن شاء أقام على النكاح وا ن شاء فسخ، وهذا عند أبي حنيفة ومحمد، ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق۔

(عالمگیری ص ۲۸۵)

المعتوه والمعتوهة والمجنون والمجنونة كالصغير والصغيرة، فللولي ا نكاحهما ا ذا كان الجنون مطبقا۔ (حوالہ سابق)

تشریح:

اگر کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح باپ دادا کے سوا اور کسی ولی نے کیا تو گرچہ کفو میں یا مہر مثل کے ساتھ کیا ہو تو بھی نکاح لازم نہ ہوگا، اور لڑکا و لڑکی کو خیار بلوغ

(وللولي) ...... (ا نكاح الصغير والصغيرة) جبرا (ولو ثيبا) كمعتوه ومجنون ......(ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفوء ا ن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أبا أو جدا) أو كذا المولى وابن المجنونة (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا (وا ن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق أو شرير أو فقير أو ذي حرفة دنيئة لظهور سوء اختياره فلا تعارضه شفقته المظنونة (وا ن كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أو وكيل الأب ...... (لا يصح النكاح من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا ...... (وا ن كان من كفوء وبمهر المثل صح) ولكن لهما أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمختار ص ۴۱۷۔ ۴۲۰ ج ۲)

(ب) (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي) وله أي للولي (ا ذا كان عصبة) (الاعتراض في غير الكفوء) (الدرالمختار) (قوله في غير الكفوء) أي في تزويجها نفسها من غير كفوء، وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها بأقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل أو يفرق القاضي كما سيذكره المصنف في باب الكفاءة۔ (ردالمختار ص ۴۰۷۔ ۴۰۸ ج ۲)

(ولو نكحت بأقل من مهرها فللولي) العصبة (الاعتراض حتى يتم) مهر مثلها (أو يفرق) القاضي بينهما۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمختار ص ۴۴۶ ج ۲)

ولا تجبر بكر بالغة على النكاح ...... وأطلق فشمل الكفوء وغيره، وهذا ظاهر الرواية عن أبي حنيفة وصاحبيه، لكن للولي الاعتراض في غير الكفوء، وما روي عنهما بخلافه فقد صح رجوعهما ا ليه، وروى الحسن عن الا مام أنه ا ن كان الزوج كفواً نفذ نكاحها وا لا فلم ينعقد أصلا، وفي المعراج معزيا ا لى قاضي خان وغيره والمختار للفتوى في زماننا رواية الحسن وفي الكافي والذخيرة: وبقوله أخذ كثير من المشائخ لأنه ليس كل قاض يعدل ولا كل ولي يحسن المرافعة وابحثوا بين يدي القاضي مذلة فسد الباب بالقول بعدم الانعقاد أصلاً۔ (البحرالرائق، باب الاولیاء والاکفاء ص ۱۱۰ ج ۲، ردالمختار ص ۴۰۸ ج ۳، عالمگیری ص ۲۹۲ ج ۱)

(ج) (و) الكفاءة (هي حق الولي لا حقها) .... ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لا خيار لأحد ا لا ا ذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر أنه غير كفوء كان لهم الخيار، والوالجية فليحفظ (قوله هي حق الولي لا حقها) .... فيه نظر بل هي حق لها أيضا بدليل ...... لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فا ن ظهر دونه وهو ليس بكفوء فحق الفسخ ثابت

حاصل ہوگا، اور اگر باپ دادا یا بیٹے کے سوا کسی اور نے مجنون یا مجنونہ کا نکاح کیا تو یہ نکاح بھی لازم نہ ہوگا اور جنون ختم ہونے کے بعد اسے نکاح پر قائم رہنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، واضح رہے کہ دونوں صورتوں میں فسخ کا نفاذ قضاءِ قاضی کے بعد ہی ہوگا۔

(ب) بالغہ عاقلہ نے اپنا نکاح ولی عصبہ کی اجازت کے بغیر کفو میں مہر مثل پر کیا تو نکاح لازم ہوگا۔

تشریح:

اگر بالغہ عاقلہ نے ولی عصبہ کی اجازت کے بغیر کفو میں مہر مثل سے کم پر نکاح کرلیا، تو ولی کو حق ہوگا کہ اگر چاہے تو شوہر سے مہر مثل پورا کرائے، اور اگر شوہر مہر مثل دینے پر آمادہ نہ ہو تو ولی کے مطالبہ پر قاضی نکاح فسخ کردے گا، اور اگر غیر کفو میں نکاح کیا تو بھی ولی قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کراسکتا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب الطلاق دفعہ (۷۰))۔

للكل، وا ن كان كفواً فحق الفسخ لها دون الأولياء، وا ن كان ما ظهر فوق ما أخبر فلا فسخ لأحد، وعن الثاني أن لها الفسخ لأنها عسى تعجز عن المقام معه ١هـ، ومن هذا القبيل سيذكر الشارع قبيل باب العدة لو تزوجته على أنه حر أو سني أو قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه، أو على أنه فلان بن فلان فا ذا هو لقيط أو ابن زنا لها الخيار ١هـ، ويأتي تمام الكلام على ذلك هناك۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الكفاء ص ۴۳۶ ج ۲)

وأفاد البهنسي أنه لو تزوجته على أنه حر أو سني أو قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه أو على أنه فلان ابن فلان فا ذا هو لقيط أو ابن زنا كان لها الخيار فليحفظ (قوله لها الخيار) أي لعدم الكفاءة، واعترضه بعض مشائخ مشائخنا بأن الخيار للعصبة، قلت وهو موافق لما ذكره الشارح أول باب الكفاءة من أنها حق الولي لا حق المرأة، لكن حققنا هناك أن الكفاءة حقهما ونقلنا عن الظهيرية،لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسب فا ن ظهر دونه وهو ليس بكفوء فحق الفسخ ثابت للكل وا ن كان كفواً فحق الفسخ لها دون الأولياء، وا ن كان ما ظهر فوق ما أخبر فلا فسخ لأحد، وعن الثاني أن لها الفسخ لأنها عسى تعجز عن المقام معه، وتمامه هناك لكن ظهر لي الآن أن ثبوت حق الفسخ لها للتغرير لا لعدم الكفاءة بدليل أنه لو ظهر كفواً يثبت لها حق الفسخ لأنه غرها ولا يثبت للأولياء لأن التغرير لم يحصل لهم وحقهم في الكفاءة وهي موجودة وعليه فلا يلزم من ثبوت الخيار لها في هذه المسائل ظهوره غير كفوء، والله سبحانه أعلم۔

(رد المحتار، باب العنين ص ۸۲۲۔ ۸۲۳ ج ۲، ہکذا فی البحر الرائق فی الاکفاء ص ۱۲۸ ج ۳، وہکذا فی عالمگیری ص ۲۹۳ ج ۱)

(ج)　اگر کفاءت کے بارے میں دھوکہ نہ دیا گیا ہو تو نکاح لازم ہوگا۔

تشریح:

اگر شوہر نے اپنے کو کفو ظاہر کیا، حالانکہ نہیں تھا، تو ایسی صورت میں عورت اور ولی دونوں کو قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔

دفعہ (۶۱):

ان تمام صورتوں میں جن میں نکاح باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا ہے، محض صاحب حق کے نامنظور کر دینے سے نکاح ختم نہیں ہو جائے گا، بلکہ اس کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہوگا۔

غیر مسلموں کا نکاح

دفعہ (۶۲):

حالت کفر میں مرد وعورت کا کیا ہوا ایسا نکاح جس میں شرع اسلامی کے مطابق صحت نکاح کے سارے ارکان وشرائط پائے جاتے ہوں دونوں کے قبولیت اسلام کے بعد بھی باقی رہے گا۔

دفعہ (۶۳):

اور اگر غیر مسلموں کے مابین کوئی ایسا نکاح ہوا ہو جس میں صحت نکاح کی بعض وہ شرطیں

حوالہ دفعہ (۶۱):

بشرط القضاء للفسخ (قوله للفسخ) أي هذا الشرط ا نما هو للفسخ لا لثبوت الاختيار ...... فا ن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ ا لا بشرط القضاء۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۴۲۱ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۶۲):

وههنا ثلاثة أصول: الأول ا ن كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح ا ذا تحقق بين أهل الكفر۔　(البحر الرائق، باب نکاح الکافر ص ۲۰۷ ج ۳، وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۳۰ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۶۳):

اس کے لئے دفعہ (۶۴) و (۶۵) کا حوالہ دیکھا جائے۔

نہیں پائی جاتی ہوں، جوشرع اسلامی کی رو سے ضروری ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) جو شرائط نہیں پائی جاتی ہیں ان کا تعلق انعقاد نکاح سے ہے، جیسے گواہ کا ہونا۔

(ب) یا وہ شرائط جو اس نکاح میں مفقود ہیں وہ ایسی ہیں جو انعقاد نکاح اور بقاء نکاح دونوں کے لئے ضروری ہیں، مثلاً زوجین کے درمیان محرمیت کا رشتہ نہ ہونا کہ یہ جس طرح انعقاد نکاح کے لئے ضروری ہے اسی طرح بقاء نکاح کے لئے بھی ضروری ہے۔

دفعہ(۶۴):

پہلی صورت میں زوجین بیک وقت اسلام لے آئیں اور وہ نکاح ان کے مذہب کی رو سے درست تھا تو اس نکاح پر ان کو قائم رکھا جائے گا، اور نکاح جدید کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

دفعہ(۶۵):

اور اگر دوسری صورت ہو یعنی اس نکاح میں وہ شرطیں نہ پائی جائیں جو نکاح کے بقاء واستمرار

حوالہ دفعہ(۶۴):

الثاني ا ن كل نكاح حرم بين المسلمين لفقد شرطه كالنكاح بغير شهود أو في العدة من الكافر يجوز في حقهم ا ذا اعتقدوه عند أبي حنيفة ويقران عليه بعد الا سلام۔

(البحرالرائق ص ۲۰۷ ج ۳)

تزوج كافر بلا شهود أو في عدة كافر و ذا في دينهم جائز ثم أسلما أقرا عليه۔

(کنزعلی ہامش البحرالرائق ص ۲۰۷ ج ۳)

وما لا يجوز بين المسلمين فهو أنواع: منها النكاح بغير شهود، ا ذا تزوج الذمي ذمية بغير شهود وهم يدينون ذلك فهو جائز حتى لو أسلما يقران على ذلك عند علمائنا الثلاثة، وكذلك ا ذا لم أسلما ولكن طلبا من القاضي حكم الا سلام أو طلب أحدهما ذلك فالقاضي لا يفرق بينهما۔ (عالمگیری ص ۳۳۷ ج ۱، وہکذا فی الدرالمختار مع ردالمختار ص ۵۳۰ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۶۵):

الثالث ا ن كل نكاح حرم لحرمة المحل كنكاح المحارم اختلف فيه على قوله قال مشائخنا يقع جائزا وقال مشائخ العراق يقع فاسدا۔

(البحرالرائق ص ۲۰۷ ج ۳)

کے لئے ضروری ہیں تو اس صورت میں اگر دونوں میاں بیوی ایک ساتھ اسلام لے آئیں، یا کوئی ایک اسلام لے آیا تو نکاح باقی نہیں رہے گا۔ مثلاً کسی نے حالت کفر میں اپنی بھانجی سے نکاح کرلیا، اب وہ مسلمان ہوجائے یا دونوں مسلمان ہوجائیں، تو یہ نکاح باقی نہیں رہے گا، علیحدگی لازم ہوگی۔

دفعہ (۶۶):

اگر پہلی صورت میں غیر مسلم زوجین میں سے صرف بیوی اسلام لے آئے تو اگر ممکن ہو تو شوہر پر تین بار اسلام پیش کیا جائے گا، اگر شوہر نے بھی اسلام قبول کرلیا تو وہ نکاح قائم رہے گا، اور اگر اس کے بعد بھی شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے یا خاموش رہے اور اگر ممکن ہو تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کردے، لہذا عدت گذار کر عورت کسی مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے، اور اگر اسلام پیش کرنا یا قاضی کے ذریعہ تفریق کرانا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں عورت کا تین حیض، یا اگر

ولو كانت محرمة فرق بينهما أي لو كانت المرأة محرما للكافر فا ن القاضي يفرق بينهما ا ذا أسلما أو أحدهما اتفاقاً۔ (البحرالرائق ص ۲۰۸ج۳)

ومنها نكاح المحارم لو كانت منكوحة الكافر محرما له بأن كانت أمه أو أخته هل لهذه الأنكحة حكم الصحة، فعند أبي حنيفة هي صحيحة بينهم حتى يترتب عليها وجوب النفقة ولا يسقط ا حصانه بالدخول بها بعد العقد، وقيل عنده هي فاسدة وهو قولهما والصحيح الأول۔

(عالمگیری، الباب العاشر فی نکاح الکفار ص ۳۳۷ج۱، وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب نکاح الکافر ص ۵۳۱ج۲)

حوالہ دفعہ (۶۶):

ولو أسلم أحد الزوجين عرض الا سلام على الآخر فا ن أسلم وا لا فرق بينهما كذا في الكنز، وا ن سكت ولم يقل شيئا فالقاضي يعرض الا سلام عليه مرة بعد أخرى حتى يتم الثلاثة احتياطا كذا في الذخيرة ...... وا ذا أسلم أحد الزوجين في دار الحرب ولم يكونا من أهل الكتاب أو كانا والمرأة هي التي أسلمت فا نه يتوقف انقطاع النكاح بينهما على مضى ثلاث حيض سواء دخل بها أو لم يدخل بها كذا في الكافي، فا ن أسلم الآخر قبل ذلك فالنكاح باق ولو كانا مستأمنين فالبينونة ا ما بعرض الا سلام على الآخر أو بانقضاء ثلاث حيض ...... ولو كانت لا تحيض بصغر أو كبر لا تبين ا لا بمضي ثلاثة أشهر۔

(عالمگیری ص ۳۳۸ج۱، وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۳۴۔ ۵۳۶ج۲)

وا ن كانت حاملا فحتى تضع حملها، ح من القهستاني۔ (رد المحتار ص ۵۳۷ج۲)

اسے حیض نہ آتا ہوتو تین ماہ گذر جانے پر، یا حاملہ ہوتو وضع حمل کے بعد نکاح ختم ہوجائے گا، اور پھر عدت کے بعد اس کے لئے نکاح کرنا جائز ہوجائے گا۔

دفعہ (٦٧):

پہلی صورت میں اگر صرف شوہر اسلام لے آئے اور بیوی کتابیہ ہوتو نکاح باقی رہے گا، اور اگر بیوی غیر کتابیہ ہو اور اسلام پیش کرنا ممکن ہو تو اس پر تین بار اسلام پیش کیا جائے گا، اگر وہ اسلام قبول کرے یا دین کتابی میں داخل ہوجائے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی، اور اگر اسلام پیش کرنا یا تفریق کرنا ممکن نہ ہوتو تین حیض یا تین ماہ یا حاملہ ہوتو ولادت کے بعد نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا۔

دفعہ (٦٨):

اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہوجائے (عیاذاً باللہ) تو اس کے ارتداد کی وجہ سے نکاح ختم

حوالہ دفعہ (٦٧):

لو أسلم زوج الكتابية بقي نكاحهما كذا في الكنز۔ (عالمگیری ص ٣٣٨ ج١)

ا ن زوج الكتابية ا ذا أسلم يبقى النكاح لجواز التزوج بها ابتداء۔ (البحرالرائق ص ٢١١ ج٣)

ا ذا أسلم الزوج وهي مجوسية فتهودت أو تنصرت، داما على النكاح كما لو كانت يهودية أو نصرانية من الابتداء كذا في المبسوط۔ (البحرالرائق ص ٢١١ ج٣)

(قوله ولو أسلم زوج الكتابية بقي نكاحهما) فهو مخصص لكل من المسئلتين صادق بصورتين مع ا ذا كان الزوج كتابيا أو مجوسيا لأنه يصح النكاح بينهما ابتداء فلأن يبقى أولى ولو تمجست يفرق بينهما لفساد النكاح۔

(البحرالرائق ص ٢١٣ ج٣، وہکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار ص ٥٣٥ ج٣، اور حوالہ دفعہ (٦٥))

حوالہ دفعہ (٦٨):

وأفتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً أو تيسيراً لا سيما التي تقع في الكفر ثم تنكر، قال في النهر: والا فتاء بهذا أولى من الا فتاء بما في النوادر، لكن قال المصنف ومن تصفح أحوال نساء زماننا وما يقع منهن من موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الا فتاء برواية النوادر۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ٥٣٩۔ ٥٤٠ ج١)

نہیں ہوگا۔

دفعہ(۶۹):

اگر کسی مسلمان عورت کا شوہر مرتد ہوجائے (عیاذاً باللہ) تو نکاح فوراً ختم ہوجائے گا۔

باب چہارم
ولایت نکاح

دفعہ(۷۰):

ولایت عمومی وہ شرعی اختیار ہے جس کی وجہ سے کسی شخص کا تصرف دوسرے شخص پر اس کی اجازت کے بغیر نافذ ہوتا ہے۔

دفعہ(۷۱):

ولایت نکاح اس شرعی اختیار کا نام ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص نابالغ یا غیر عاقل لڑکے یا لڑکی کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے کرسکتا ہے۔

حوالہ دفعہ(۶۹):

وارتداد أحدهما فسخ في الحال ۔ (کنز الدقائق علی ہامش البحر الرائق ص ۲۱۴ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۷۰):

هي صغرى و كبرى فالكبرى استحقاق تصرف عام على الأنام۔
(الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة ص ۵۱۱ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۷۱):

الولاية في الفقة تنفيذ القول على الغير شاء أو أبى ...... وهي في النكاح نوعان: ولاية ندب واستحباب وهي الولاية على العاقلة البالغة بكرا كانت أو ثيبا .... وولاية ا جبار وهي الولاية على الصغيرة بكرا كانت أو ثيبا وكذا الكبيرة المعتوهة والمرقوقة۔
(البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء ص ۱۰۹ ج ۳)

دفعہ(۷۲):

کسی شخص کو دوسرے پر ولایت نکاح دو اسباب سے حاصل ہوتی ہے: اول قرابت، یعنی نسبی تعلق، دوم امامت، یعنی امیر، خلیفہ یا اس کا نائب، سلطان اور قاضی جنہیں بعض خاص حالات میں نکاح کر دینے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

دفعہ(۷۳):

ولی کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت۔

دفعہ(۷۴):

نابالغ لڑکے یا لڑکی اور مجنون اور معتوہ پر ان کے اولیاء کو ولایت حاصل ہوتی ہے۔

حوالہ دفعہ(۷۲):

وتثبت الولاية بأسباب أربعة بالقرابة والملك والولاء والامامة۔

(البحر الرائق ص ۱۰۹ ج ۳، عالمگیری، الباب الرابع فی الاولیاء ص ۲۸۳ ج ۳)

ومنها الولاية في النكاح فلا ينعقد ا نكاح من لا ولاية له، والكلام في هذا الشرط يقع في مواضع، في بيان أنواع الولاية وفي بيان سبب ثبوت كل نوع وفي بيان شرط ثبوت كل نوع وما يتصل به، أما الأول فالولاية في باب النكاح أنواع أربعة ولاية الملك وولاية القرابة وولاية الولاء وولاية الا مامة۔ (بدائع الصنائع ص ۲۳۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۷۳):

وأما شرائط ثبوت هذه الولاية فنوعان في الأصل: نوع هو شرط ثبوت أصل الولاية ونوع هو شرط التقدم، أما شرط ثبوت أصل الولاية فأنواع ...... أما الذي يرجع ا لى الولي فأنواع: منها عقل الولي ومنها بلوغه ...... ومنها أن يكون مما يرث۔

(بدائع الصنائع ص ۲۳۹ ج ۲)

الولي شرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا على المذهب ما لم يكن متهتكا (الدرالمختار)
قال الرملي وذكره مما لا ينبغي ا ذا الحاكم ولي ليس بوارث اهـ، فالتعريف خاص بالولي من جهة القرابة۔ (ردالمختار، باب الولی ص ۴۰۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۷۴):

وأما ولاية الحتم والا يجاب والاستبداد فشرط ثبوتها على أصل أصحابنا كون المولى عليه صغيرا أو صغيرة أو مجنونا كبيرا أو مجنونة كبيرة۔ (بدائع الصنائع ص ۲۴۱ ج ۲)

ولایت کی ترتیب

دفعہ(۷۵):

(الف)ولایت بسبب قرابت:

رشتہ داروں میں سے اولاً ان لوگوں کو ولایت حاصل ہوگی جو عصبہ بنفسہ ہوں۔

دفعہ(۷۶):

عصبہ بنفسہ وہ مرد ہیں جن کے ساتھ اس لڑکے یا لڑکی کا رشتہ کسی عورت کے واسطے کے بغیر ہو، جیسے بیٹا، باپ، دادا۔

دفعہ(۷۷):

عصبات کو درج ذیل ترتیب کے مطابق ہی ولایت حاصل ہوگی:

(۱) بیٹا، پوتا اور ان کی اولاد نیچے تک۔

(۲) باپ، دادا، اوپر تک۔

(۳) حقیقی بھائی، علاتی بھائی، اور ان کی اولاد نیچے تک۔

(۴) حقیقی چچا، باپ شریک (سوتیلا) چچا اور ان کی اولاد نیچے تک۔

دفعہ(۷۸):

اگر ایک قسم کے چند عصبات ہیں تو ان میں ولایت اس عصبہ کو حاصل ہوگی جسے

المعتوه والمعتوهة والمجنون والمجنونة كالصغير والصغيرة فللولي ا نكاحهما ا ذا كان الجنون مطبقا كذا في النهر الفائق۔ (عالمگیری ص ۲۸۵ ج۱)

حوالہ دفعہ(۷۵) تا (۷۸):

(الولي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت ...... (بلا توسط أنثى) ...... (على ترتيب الا رث والحجب) ...... بشرط حرية وتكليف وا سلام في حق مسلمة ...... (و ولد مسلم) لعدم الولاية (قوله العصبة بنفسه) خرج به العصبة بالغير كالبنت تصير

قرب قرابت حاصل ہو۔

دفعہ(۷۹):

اگرایک ہی قسم اورایک ہی طرح کی قرابت رکھنے والے چند عصبات ہوں تو ہر ایک کو برابر ولایت حاصل ہوگی، ان میں سے جو ولی بھی پہلے نکاح کردے گا وہ نکاح نافذ ہوگا، اور دوسرے کا اختیار ختم ہوجائے گا۔

دفعہ(۸۰):

اگرعصبات میں سے کوئی ولی موجود نہ ہوتو دوسرے رشتہ داروں کوترتیب ذیل کے مطابق

عصبة بالابن الخ وكذا العصبة مع الغير كالأخوات مع البنات۔
(الدرالمختارمع ردالمختار، باب الولی ص ۴۲۷ تا ۴۲۹ج ۲)

وأقرب الأولياء الى المرأة الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الأب ثم الجد وان علا كذا في المحيط ...... ثم الأخ لأب وأم ثم ابن الأخ لأب وأم ثم ابن الأخ لأب وان سفلوا، ثم العم لأب وأم ثم العم لأب ثم ابن العم لأب وأم ثم ابن العم لأب وان سفلوا(عالمگیری، الباب الرابع فی الاولیاء ص ۲۸۳ج ۱)

وأما شرط التقدم فشيئان: أحدهما العصوبة عند أبي حنيفة فتقدم العصبة على ذوي الرحم سواء كانت العصبة أقرب أو أبعد، وعندهما هي شرط ثبوت أصل الولاية على ما مر، والثاني قرب القرابة، يتقدم الأقرب على الأبعد سواء كانت في العصبات أو في غيرها على أصل أبي حنيفة، وعلى أصلهما هذا شرط التقدم لكن في العصبات خاصة .... واذا عرف هذا فنقول: اذا اجتمع الأب والجد في الصغير والصغيرة والمجنون الكبير والمجنونة الكبيرة فالأب أولى من الجد أب الأب لوجود العصبة والقرب، والجد أب الأب وان علا أولى من الأخ لأب وأم، والأخ أولى من العم۔ (بدائع الصنائع ص ۲۵۰ج ۲)

حوالہ دفعہ(۷۹):

واذا اجتمع للصغير والصغيرة وليان مستويان كالأخوين والعمين فأيهما زوج جاز عندنا كذا في فتاوى قاضي خان سواء أجاز الآخر أو فسخ۔ (عالمگیری ص ۲۸۴ج ۱، وہکذا فی البحرالرائق ص ۱۱۹ج ۳)

حوالہ دفعہ(۸۰):

فان لم يكن عصبة (فالولاية للأم) ثم لأم الأب ...... ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وهكذا، ثم للجد الفاسد (ثم للأخت لأب وأم

ولایت حاصل ہوگی:

(۱) ماں، (۲) دادی، (۳) لڑکی، (۴) پوتی، (۵) نواسی، (۶) پوتے کی لڑکی نیچے تک، (۷) نواسی کی لڑکی نیچے تک، (۸) نانا، (۹) حقیقی بہن، (۱۰) علاتی بہن (باپ شریک)، (۱۱) اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن، (۱۲) اخیافی بھائی بہن کی اولاد، (۱۳) ذوات الارحام بہ ترتیب ذیل:

(۱) پھوپھیاں، (۲) ماموں، (۳) خالہ، (۴) چچازاد بہن، (۵) بہ ترتیب بالاان کی اولاد۔

دفعہ (۸۱):

(ب) ولایت بسبب امامت:

اگر مندرجہ بالا رشتہ داروں میں سے کوئی ولی موجود نہ ہو تو امیر وخلیفہ کو ولایت حاصل ہوگی، یا اس قاضی کو جسے ولایت نکاح تفویض کی گئی ہو، اور پھر نائب قاضی کو جسے قاضی نے یہ اختیار سپرد کیا ہو۔

ثم) للأخت (لأب ثم لولد الأم) الذكر والأنثى سواء ثم لأولادهم (ثم لذوي الأرحام) العمات ثم الأخوال ثم الخالات ثم بنات الأعمام وبهذا الترتيب أولادهم۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الولی ص ۴۲۹ ج ۱، وہکذا فی فتاوی عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۸۱):

وأما ولاية الا مامة فسببها الا مامة، وولاية الا مامة نوعان أيضا كولاية القرابة وشرطها ما هو شرط تلك الولاية في النوعين جميعا، ولها شرطان آخران: أحدهما يعم النوعين جميعا وهو أن لايكون هناك ولي أصلا لقوله عليه السلام: السلطان ولي من لا ولي له، والثاني يخص أحدهما وهو ولاية الندب والاستحباب أو ولاية الشركة على اختلاف الأصل، وهو العضل من الولي، لأن الحرة البالغة العاقلة ا ذا طلبت الا نكاح من كفوء وجب عليه التزويج منه، لأنه منهي عن العضل، والنهي عن الشئ أمر بضده فا ذا امتنع فقد أضربها والا مام نصب لدفع الضرر فتنتقل الولاية ا ليه۔ (بدائع الصنائع ص ۲۵۲ ج ۲)

ثم السلطان ثم القاضي ومن نصبه القاضي كذا في المحيط، القاضي ا نما يملك ا نكاح من يحتاج ا لى الولي ا ذا كان في عهده ومنشوره، وا ن لم يكن ذلك في عهده لم يكن وليا فا ن زوجها القاضي ولم يأذن السلطان له بذلك ثم أذن له بذلك فأجاز القاضي ذلك النكاح جاز استحسانا كذا في فتاوى قاضي خان وهو الصحيح كذا في محيط السرخسي۔
(عالمگیری ص ۲۸۴ ج ۱)

دفعہ(۸۲):

ولایت کی ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی قریب نہ ہوتو ولی بعید کو ولایت منتقل ہو جائے گی، اوراگر کسی ولی قریب کے رہتے ہوئے ولی بعید نے نکاح کر دیا تو ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

باپ دادا کا کیا ہوا نکاح

دفعہ(۸۳):

باپ دادا کا اپنے نابالغ یا مجنون یا معتوہ لڑکے یا لڑکی یا پوتے پوتی کا کیا ہوا نکاح خواہ کفو میں

حوالہ دفعہ(۸۲):

(وللولي الأبعد بعد التزويج بغيبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على ا جازته (الدر المختار) (قوله حال قيام الأقرب) أي حضوره وهو من أهل الولاية أما لو كان صغيرا أو مجنونا جاز نكاح الأبعد ذخيرة۔ (ردالمحتار ص ۴۳۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۸۳ تا ۸۵):

فأما الفسق فهل يسلب الأهلية كالكفر، المشهور أن عندنا لا، وهو المذكور في المنظومة وعن الشافعي اختلاف فيه، أما المستور فله الولاية بلا خلاف ما في الجوامع أن الأب ا ذا كان فاسقا فللقاضي أن يزوج الصغيرة من غير كفوء غير معروف، نعم ا ذا كان متهتكا لا ينفذ تزويجه ا ياها بنقص ومن غير كفوء وستأتي هذه۔

(فتح القدیر ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ ج ۲، باب الأولیاء والاکفاء)

(قوله ا ذا زوج الأب ابنته الصغيرة ونقص من مهرها أو ابنه الصغير وزاد في مهر امرأة جاز ذلك عليهما) ولزم عند أبي حنيفة سواء كان بغبن فاحش أو قليل .... (وقالا لاتجوز الزيادة والنقص ا لا بما يتغابن فيه الناس) وعلى هذا الخلاف تزويج الأب ابنته من غير كفء، ويجب أن يكون معنى هذا عدم الكفاء ة في غير الديانة، أما فيها فلا، لما قالوا: لو كان الأب معروفا بسوء الاختيار مجانة وفسقا كان العقد باطلا على قول أبي حنيفة على الصحيح، ومن زوج بنته الصغيرة القابلة للتخلق بالخير والشر ممن يعلم أنه شرير فاسق ظهر سوء اختياره ولأن ترك النظر ههنا مقطوع به فلا يعارضه ظهور ا رادة مصلحة تفوق ذلك نظرا ا لى شفقة الأبوة .... وكذا لو كان الأب معروفا بسوء الاختيار أو المجانة والفسق كان العقد باطلا على قول أبي حنيفة على ما ذكرناه هو الصحيح۔

(فتح القدیر، فصل فی الکفاءۃ ص ۴۲۵۔ ۴۲۶ ج ۲)

ہو یا غیر کفو میں، مہر مثل پر ہو یا غیر مہر مثل پر، لازم ہو جاتا ہے، بشرطیکہ باپ دادا معروف بسوء الاختیار، فاسق متہتک یا ماجن نہ ہوں، اور اگر وہ معروف بسوء الاختیار، فاسق متہتک یا ماجن ہوں تو غیر کفو

ولو زوج طفله غير كفء أو بغبن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الأب والجد (كنز الدقائق) (قوله ولو زوج الخ) يعني لو زوج الأب الصاحي .... وأطلق في الأب والجد وقيد الشارحون وغيرهم بأن لا يكون معروفا بسوء الاختيار حتى لو كان معروفا بذلك مجانة وفسقا فالعقد باطل على الصحيح، قال في فتح القدير: ومن زوج ابنته الصغيرة ا لى قول صاحب الفتح المار نظراًا لى شفقة الأب اهـ. فظاهر كلامهم أن الأب ا ذا كان معروفا بسوء الاختيار لم يصح عقده بأقل من مهر المثل ولا بأكثر في الصغير بغبن فاحش ولا من غير الكفء فيهما سواء كان عدم الكفاءة بسبب الفسق أو لا، حتى لو زوج بنته من فقير أو محترف حرفة دنيئة ولم يكن كفأ فالعقد باطل، فقصر المحقق ابن الهمام كلامهم على الفاسق مما لا ينبغي .... وقيدنا الأب بكونه صاحيا لأن السكران ا ذا قصر في مهر ابنته بما لا يتغابن الناس فيه فا نه لا يجوز ا جماعا، والصاحي يجوز لأن الظاهر من حال السكران أنه لا يتأمل ا ذ ليس له راي كامل فيبقى النقصان ضررا محضا، والظاهر من حال الصاحي أنه يتأمل كذا في الذخيرة، وكذا السكران ا ذا زوج من غير الكفء كما في الخانية، وبه علم أن المراد بالأب من ليس بسكران ولا عرف بسوء الاختيار۔

(البحر الرائق، فصل فی الاکفاء ص ۱۳۴ تا ۱۳۶ ج ۳)

(وللولي) الآتي بيانه (ا نكاح الصغير والصغيرة) جبرا (ولو ثيبا) كمعتوه ومجنون شهرا (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفء ا ن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أبا أو جدا) وكذا ...... ابن المجنونة (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا (وا ن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق أو شرير أو فقير أو ذي حرفة دنيئة لظهور سوء اختياره فلا تعارضه شفقته المظنونة بحر (قوله وابن المجنونة) ومثلها المجنون، قال في البحر: المجنون والمجنونة ا ذا زوجهما الابن ثم أفاقا لا خيار لهما (قوله لم يعرف منهما الخ) أي من الأب والجد وينبغي أن يكون الابن كذلك (قوله مجانة وفسقا) نصب على التمييز، وفي المغرب الماجن الذي لا يبالي ما يصنع وما قيل له ومصدره المجون والمجانة اسم منه والفعل من باب طلب ١هـ، وفي شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده ا جماعا اهـ۔

(قوله فزوجها من فاسق الخ) وكذا لو زوجها بغبن فاحش في المهر لا يجوز ا جماعا، والصاحي يجوز لأن الظاهر من حال السكران أنه لا يتأمل ا ذ ليس له رأي كامل فبقى النقصان ضررا محضا، والظاهر من حال الصاحي أنه يتأمل، بحر عن الذخيرة، ثم قال وكذا السكران لو زوج من غير الكفء كما في الخانية، وبه علم أن المراد بالأب من ليس بسكران

میں نکاح منعقد نہیں ہوگا، اسی طرح اگر ایسے باپ دادا نے لڑکی یا پوتی کا نکاح مہر مثل سے بہت کم پر، یا لڑکے یا پوتے کا نکاح مہر مثل سے بہت زیادہ پر کر دیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

تشریح:

(الف) ''معروف بسوء الاختیار'' سے مراد یہ ہے کہ ولی کے بارے میں واضح طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے اپنے نابالغ یا مجنون یا معتوہ لڑکے یا لڑکی، پوتے یا پوتی کے لئے دولہن یا دولہا کا انتخاب صحیح نہیں کیا، اور باپ دادا سے اپنی اولاد کے حق میں جس خیر خواہانہ اور مشفقانہ رویہ کی امید کی جا سکتی ہے وہ اس سے پوری نہیں ہوئی۔

(ب) فاسق متہتک سے مراد علانیہ حکم شریعت توڑنے والا ہے۔

(ج) ماجن سے مراد لاأبالی اور بے غیرت شخص ہے۔

دفعہ (۸۴):

اگر کسی معاملہ میں باپ دادا کی خود غرضی، لالچ اور اپنے ذاتی مفاد یا اپنی کم عقلی کی وجہ سے نہایت نامناسب لڑکے یا لڑکی کے ساتھ اپنے نابالغ یا مجنون یا معتوہ لڑکے یا لڑکی یا پوتے، پوتی کا نکاح کر دینا واضح ہو تو ایسی صورت میں بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا، اگرچہ پہلے سے ایسا کوئی تجربہ نہ ہو، مہر مثل سے بہت کم یا زیادہ پر نکاح کر دینے کا بھی یہی حکم ہے کہ ان حالات میں یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

ولا عرف بسوء الاختيار ١هـ، قلت ومقتضى التعليل أن السكران أو المعروف بسوء الاختيار لو زوجها من كفء بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۱۷ تا ۴۱۹ ج ۲)

(قوله سوء الاختيار) من ا ضافة الصفة أي الاختيار السوء بأن يفعلا أفعالا سيئة اشتهرا بها عند الناس، والظاهر أن المراد أنهما لا يحسنان التصرف ا ما لطمع أو سفه أو غير ذلك (قوله مجانة وفسقا) المجانة مصدر مجن فهو ماجن أي لا يبالي قولا وفعلا كأنه صلب الوجه حلبى عن القاموس والفسق عطف لازم (قوله فزوجها من فاسق الخ) .... ولعل المراد بالفاسق الفاسق بجارحة كالزاني وفي شارب الخمر والشرير شديد الخصومة ومن لا يحسن العشرة۔ (الطحطاوی علی الدر المختار، باب الولی ص ۳۴ ج ۲)

دفعہ(۸۵):

اگر باپ دادا نے نابالغ یا مجنون یا معتوہ لڑکے یا لڑکی یا پوتے، پوتی کا نکاح نشہ کی حالت میں غیر کفو میں یا مہر مثل سے بہت کم یا زیادہ پر کر دیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

ولی کا غائب یا مفقود یا قید ہونا

دفعہ(۸۶):

اگر ولی مفقود الخبر ہو، یعنی اس کی موت وحیات کا پتہ نہ ہو تو مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق

حوالہ دفعہ(۸۶) تا(۹۰):

(وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على ا جازته ...... (مسافة القصر) واختار في الملتقى ما لم ينتظر الكفوء الخاطب جوابه واعتمده الباقاني ونقل ابن الكمال أن عليه الفتوى وثمرة الخلاف فيمن اختفى في المدينة هل تكون غيبة منقطعة (الدر المختار) (قوله وللولي الأبعد الخ) المراد بالأبعد من يلي الغائب في القرب كما عبر به في كافي الحاكم، وعليه فلو كان الغائب أباها ولها جد وعم فالولاية للجد لا للعم ...... (قوله مسافة القصر الخ) اختلف في حد الغيبة فاختار المصنف تبعا للكنز أنها مسافة القصر ونسبه في الهداية لبعض المتأخرين والزيلعي لأكثرهم، قال وعليه الفتوى ١هـ، وقال في الذخيرة الأصح أنه ا ذا كان في موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفوء الذي حضر فالغيبة منقطعة وا ليه أشار في الكتاب١هـ، وفي البحر عن المجتبى والمبسوط أنه الأصح وفي النهاية واختاره أكثر المشائخ وصححه ابن الفضل وفي الهداية أنه أقرب ا لى الفقه وفي الفتح أنه الأشبه بالفقه وأنه لا تعارض بين أكثر المتأخرين وأكثر المشائخ أي لأن المراد من المشائخ المتقدمين وفي شرح الملتقى عن الحقائق أنه أصح الأقاويل وعليه الفتوى ١هـ۔

وعليه مشى في الاختيار والنقاية ويشير كلام النهر ا لى اختياره وفي البحر والأحسن الا فتاء بما عليه أكثر المشائخ (قوله هل تكون غيبة منقطعة) أي فعلى الأول لا وعلى الثاني نعم لأنه لم يعتبر مسافة السفر قلت لكن فيه أن الثاني اعتبر فوات الكفوء الذي حضر فينبغي أن ينظر هنا ا لى الكفوء ا ن رضى بالانتظار مدة يرجى فيها ظهور الأقرب المختفى لم يجز نكاح الأبعد وا لا جاز ولعله بناه على أن الغالب عدم الانتظار تأمل۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۴۳۲۔ ۴۳۳ ج ۲)

وا ن كان الأقرب غائبا غيبة منقطعة جاز نكاح الأبعد كذا في المحيط۔

ثم قدر الغيبة بمسافة القصر وهو اختيار أكثر المتأخرين وعليه الفتوى وقال

ولایت ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہے گی۔

دفعہ(۸۷):

اگر ولی غائب ہو یعنی زندہ ہونا تو معلوم ہے لیکن وہ عرصہ سے اس طرح غائب ہے کہ اس سے رابطہ قائم نہیں ہوسکتا ہے تو وہ بھی حکم میں مفقود کے ہے، اور اس صورت میں بھی مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق ولایت ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہے گی، بشرطیکہ ولی غائب نے کسی کو اپنا وکیل مقرر نہیں کیا ہو۔

دفعہ(۸۸):

اگر ولی غائب ہے اور اس کا پتہ معلوم ہے، اس سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے، تو دیکھا جائے گا

شمس الأئمة السرخسي ومحمد ابن الفضل الأصح أنه مقدر بفوات الكفوء الحاضر الخاطب ا لى استطلاع رأيه وهذا أحسن كذا في التبيين وعليه الفتوى كذا في جواهر الاخلاطي حتى لو كان مختفيا في البلدة لا يوقف عليه يكون غيبة منقطعة كذا في شرح مجمع البحرين، فا ن كان الأقرب جوالا لا يوقف على أثره أو كان مفقودا لا يعرف مكانه أو مختفيا في البلد لا يوقف عليه قال القاضي الا مام أبو الحسن علي السغدى يكون هو بمنزلة الغائب غيبة منقطعة فا ن كان زوجها الأبعد ثم ظهر أنه كان مختفيا في المصرجاز نكاح الأبعد كذا في فتاوى قاضي خان۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۸۵ ج ۲)

وللأبعد التزويج بغيبة الأقرب مسافة القصر ولا يطل بعوده (كنز الدقائق) واختار أكثر المشائخ كما في النهاية أنها مقدرة بفوت الكفوء الخاطب باستطلاع رأيه وصححه ابن الفضل وفي الهداية وهذا أقرب ا لى الفقه لأنه لا نظر في ا بقاء ولايته حينئذ وفي المجتبى والمبسوط والذخيرة وهو الأصح وفي الخلاصة وبه كان يفتي الشيخ الا مام الأستاذ وفي فتح القدير ولا تعارض بين أكثر المتأخرين وأكثر المشائخ وههنا أقوال أخر لكنها ضعيفة والحاصل أن الصحيح قد اختلف والأحسن الا فتاء بما عليه أكثر المشائخ وعليه فرع قاضي خان في شرحه أنه لو كان مختفيا بالمدينة بحيث لا يوقف عليه تكون غيبة منقطعة وهذا حسن لأنه النظر۔ (البحر الرائق، باب الاولیاء والاکفاء ص ۱۲۶ ج ۳)

وا ن كان القريب محبوسا أو أسيرا في مسافة قصرية لا يمكن مراجعته فهو كالبعيد فا ن البعيد لم يعتبر لعينه بل لتعذر الوصول ا لى التزويج بنظره وهذا موجود ههنا ولذلك ا ن كان

کہ آیا وہ اتنی دور رہتا ہے کہ اس کی رائے جاننے میں غیر معمولی تاخیر ہوگی، اور ابھی جو مناسب رشتہ مل رہا ہے اس تاخیر کی وجہ سے اس مناسب رشتہ کے چھوٹ جانے کا غالب اندیشہ ہے، تو اس صورت میں اس کے بعد والے اولیاء کو حق ہوگا کہ وہ اس نابالغ لڑکے یا نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیں۔

دفعہ(۸۹):

اگر ولی اقرب کی رائے حاصل کی جا سکتی ہے، اور غیر معمولی تاخیر اور مناسب رشتہ کے چھوٹ جانے کا خطرہ نہیں ہے تو اس کی اجازت کا حاصل کرنا ضروری ہوگا، اگر ولی ابعد نے اس کی رائے لئے بغیر اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح اصل ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

دفعہ(۹۰):

اگر ولی جیل میں ہے اور بروقت اس کی رائے معلوم کرنا ممکن ہے، اور ایسی تاخیر کا اندیشہ نہیں کہ اس کی وجہ سے مناسب رشتہ چھوٹ جائے، تو ایسی صورت میں اس کی اجازت حاصل کر لینا ضروری ہوگا، ورنہ ولی ابعد کی طرف اختیار منتقل ہو جائے گا۔

ولی کا نکاح سے گریز

دفعہ(۹۱):

اگر ولی اپنے زیر ولایت لڑکے یا لڑکی کے نکاح سے بلا عذر معقول گریز کرے، حالانکہ ان

غائبا لا يعلم قريب أم بعيد أو يعلم أنه قريب ولم يعلم مكانه فهو كالبعيد۔
(المغنی لابن قدامۃ ص ۴۷۹)

وعن الشيخ الا مام أبي بكر محمد بن الفضل البخاري أنه قال ا ن كان الأقرب في موضع يفوت الكفوء الخاطب باستطلاع رأيه فهو غيبة منقطعة وا ن كان لا يفوت فليست منقطعة وهذا أقرب ا لى الفقه لأن التعويل في الولاية على تحصيل النظر للمولى عليه ودفع الضرر عنه وذلك فيما قاله۔ (بدائع الصنائع ص ۲۵۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۹۱) و (۹۲):

وقيد بالغيبة لأن الأقرب ا ذا عضلها يثبت للأبعد ولاية التزويج بالا جماع كذا في

کے لئے مناسب رشتہ موجود ہو، اور تاخیر سے مناسب رشتہ چھوٹ جانے کا ڈر ہو، اور فی الحال ان کا نکاح کر دینے میں ان کی مصلحت یقینی ہو، اور اس وقت ان کا نکاح نہ کرنے سے ان کے لئے ضرر کا اندیشہ غالب ہو تو ایسی صورت میں قاضی کو اختیار ہوگا کہ اس لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دے خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ مجنون، اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں ولی ابعد کو یہ اختیار ہوگا۔

دفعہ (۹۲):

ولی کے گریز کی صورت میں اگر قاضی نے نکاح کر دیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) نکاح سے گریز کرنے والا ولی یا تو باپ دادا ہے، (۲) یا ان کے علاوہ۔

الخلاصة وبه اندفع ما ذكره السروجي من أنه تثبت للقاضي، وقيد بالتزويج لأنه ليس للأبعد التصرف في المال وهو للأقرب لأن رأيه منتفع به في مالها بأن ينقل ا ليه ليتصرف في مالها كذا في المحيط، قالوا وا ذا خطبها كفوء وعضلها الولي تثبت الولاية للقاضي نيابة عن العاضل فله التزويج وا ن لم يكن في منشوره لكن ما المراد بالعضل فيحتمل أن يمتنع من تزويجها مطلق ويحتمل أن يكون أعم من الأول ومن أن يمتنع من تزويجها من هذا الخاطب الكفوء ليزوجها كفء من غيره وهو الظاهر ولم أره صريحا۔ (البحر الرائق ص ۱۲۶۔ ۱۲۷ ج ۳)

(قوله ا ذا خطبها كفء وعضلها الولي تثبت الولاية للقاضي) قال الرملي تقدم الا جماع على أنها تنتقل ا لى الأبعد فيحمل ما هنا على من ليس لها ولي أبعد ا هـ، ويؤيده قول المؤلف وبه اندفع ما ذكره السروجي الخ لكن للشرنبلالي رسالة سماها "كشف المعضل فيمن عضل" حقق فيها عكس ما فهمه المؤلف والرملي وأيده بالنقول فلا بأس با يراد حاصلها هنا فنقول ...... ويمكن أن يجاب بحمل ما في الخلاصة على ما ا ذا لم يكن قاض هذا ا هـ ملخصا۔ (حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص ۱۲۶۔ ۱۲۷ ج ۳)

(ويثبت للأبعد) من أولياء النسب شرح والوهبانية، لكن في القهستاني عن الغياثي لو لم يزوج الأقرب زوج القاضي عند فوت الكفوء (التزويج بعضل الأقرب) أي بامتناعه عن التزويج ا جماعا خلاصة (ولا يبطل تزويجه) السابق (بعود الأقرب) لحصوله بولاية تامة (الدر المختار) (قوله لكن في القهستاني) استدراك على ما في شرح الوهبانية فا نه لم يستند فيه ا لى نقل صريح وهذا منقول وقد أيده أيضا العلامة الشرنبلالي في رسالة سماه (كشف المعضل فيمن عضل) بأنه ذكر الخ ...... فهذه النقول تفيد الاتفاق عندنا على ثبوتها بعضل الأقرب للقاضي فقط، وأما في الخلاصة والبزازية من أنها تنتقل ا لى الأبعد بعضل الأقرب ا جماعا فالمراد بالأبعد القاضي بأنه آخر أولياء، فالتفصيل على بابه ...... هذا خلاصة ما في الرسالة ثم

پہلی صورت میں بوقت بلوغ اور جنون سے افاقہ کے بعد نابالغ اور مجنون کو قاضی کے کئے ہوئے نکاح کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور دوسری صورت میں انہیں اس کا اختیار ہوگا۔

باب پنجم

وکالت نکاح

دفعہ (۹۳):

ہر عاقل و بالغ مرد وعورت اس کے مجاز ہیں کہ اپنا نکاح خود کرنے کے بجائے کسی اہل کو وکیل

ذكر فيها عن شرح المنظومة الوهبانية عن المنتقى ثبوت الخيار لها بالبلوغ إذا زوجها القاضي بعضل الأقرب وعن المجرد وعدم ثبوته والأول على أن تزويجه بطريق الولاية والثاني على أنه بطريق النيابة عن العاضل، ورجحه الشرنبلالي دفعا للتعارض في كلامهم، قلت ويؤيده ما مر عن التسهيل وكذلك قولهم فله التزويج وإن لم يكن في منشوره ويجب حمل ما في المجرد على ما إذا كان العاضل الأب أو الجد لثبوت الخيار عند تزويج غيرهما فكذا عند تزويج القاضي نيابة عنه (قوله عند فوت الكفوء) أي خوف فوته (قوله أي بامتناعه عن التزويج) أي من كفوء بمهر المثل، أما لو امتنع عن غير الكفوء أو لكون المهر أقل من مهر المثل فليس بعاضل ط وإذا امتنع عن تزويجها من هذا الخاطب الكفوء ليزوجها من كفوء غيره استظهر في البحر أنه يكون عاضلا قال ولم أره وتبعه المقدسي والشرنبلالي واعترضه الرملي بأن الولاية بالعضل تنتقل إلى القاضي نيابة لدفع الإضرار بها ولم يوجد مع إرادة التزويج بكفوء غيره اهـ، قلت وفيه نظر، لأنه متى حضر الكفوء الخاطب لا ينتظر غيره خوفا من فوته ولذا تنتقل الولاية إلى الأبعد عند غيبة الأقرب كما مر، نعم لو كان الكفوء الآخر حاضرا أيضا وامتنع الولي الأقرب من تزويجها من الكفوء الأول لا يكون عاضلا لأن الظاهر من شفقته على الصغيرة أنه اختار لها الأنفع لتفاوت الأكفاء أخلاقا وأوصافا فيتعين العمل بهذا التفصيل والله أعلم۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۴۳۳۔ ۴۳۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۹۳):

(وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لا مكلفة (فنفذ نكاح

بنائیں اور نکاح سے متعلق اپنے اختیارات اسے سونپ دیں۔
وکالت کی دو قسمیں ہیں: (۱) عمومی، (۲) خصوصی۔

دفعہ (۹۴):

وکالت عمومی یہ ہے کہ عاقل و بالغ مرد و عورت نے کسی کو اپنا وکیل بنا کر یہ کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ میرا نکاح جہاں اور جتنے مہر میں چاہو کر دو۔

حرة مكلفة بلا) رضا (ولي) والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۰۷۔ ۴۰۸ ج ۲)

وأما الشرائط فأنواع بعضها يرجع الى المؤكل وبعضها يرجع الى الوكيل وبعضها يرجع الى المؤكل به، أما الذي يرجع الى المؤكل فهو أن يكون ممن يملك فعل ما وكل به بنفسه لأن التوكيل تفويض ما يملكه من التصرف الى غيره فما لا يملكه بنفسه كيف يحتمل التفويض الى غيره فلا يصح التوكيل من المجنون والصبي الذي لا يعقل أصلا ...... وكذا من الصبي العاقل بما لا يملكه بنفسه كالطلاق والهبة والصدقة ونحوها من التصرفات الضارة المحضة، ويصح بالتصرفات النافذة كقبول الهبة والصدقة من غير اذن المولى لأنه مما يملكه بنفسه بدون اذن وليه فيملك تفويضه الى غيره بالتوكيل الخ۔
(بدائع الصنائع، کتاب الوکالۃ ص ۲۰ ج ۵)

(وهو اقامة الغير مقام نفسه) ترفها أو عجزا (في تصرف جائز معلوم فمن ...... يملكه ...... (اذا كان الوكيل يعقل العقد ولو صبيا أو عبدا محجورا)۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوکالۃ ص ۵۵۴ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۹۴):

ولو قال لها أزوجك من فلان أو فلان وذكر جماعة فسكتت فهو رضا يزوجها الولي من أيهم شاء، فان قال من جيراني أو بني عمي ان كانوا جماعة يحصون فهو رضا والا فلا كذا في التبيين، وهذا كله اذا لم تفوض الأمر اليه أما اذا قالت أنا راضية بما تفعله أنت بعد قوله ان أقواما يخطبونك أو زوجني ممن تختاره ونحوه فهو استيذان صحيح۔
(عالمگیری، الباب الرابع فی الاولیاء ص ۲۸۸ ج ۱)

وهو خاص وعام۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۵۵۴ ج ۴)

دفعہ(۹۵):

وکالت خصوصی یہ ہے کہ عاقل وبالغ مرد وعورت نے کسی کو اپنا وکیل بنا کر یہ کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے اتنے مہر میں کردو۔

دفعہ(۹۶):

ولی بھی اپنے زیرولایت لڑکے یا لڑکی کیلئے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے، اور اس صورت میں بھی وکالت عمومی اور خصوصی ہوسکتی ہے۔

دفعہ(۹۷):

لکھ کر وکیل بنانا یا زبانی دونوں درست ہے، اور اس موقع پر دو گواہوں کی موجودگی مستحسن ہے۔

دفعہ(۹۸):

وکیل کے لئے عاقل ہونا ضروری ہے۔

حوالہ دفعہ(۹۵):

ویشترط للزوم عقد الوکیل موافقته في المهر المسمی، فلذا قال في الخانیة، لو وکله في أن یزوجه فلانة بألف درهم فزوجها ا یاه بألفین ا ن أجاز الزوج جاز وا ن رد بطل النکاح۔
(البحرالرائق، فصل حاصلہ بعض مسائل الوکیل والفضولی ص ۱۳۷ ج ۳)

وأجمعوا أنه لو زوجه بنته الصغیرة أو مولیته لم یجز کما لو أمره بمعینة أو بحرة أو أمة فخالف۔ (الدرالمختار ص ۴۴۷ ج ۲)

وفي کل موضع لا ینفذ فعل الوکیل فالعقد موقوف علی ا جازة الموکل، وحکم الرسول کحکم الوکیل في جمیع ما ذکرنا۔ (ردالمختار ص ۴۴۷ ج ۲)

والأصل ا ن الوکیل ا ذا خالف ا لی خیر أو کان خلافه کلا خلاف نفذ عقده کما لو أمره بعمیاء فزوجه بصیرة۔ (البحرالرائق ص ۱۴۱ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۹۶):

اس کے لئے دفعہ(۹۳) دیکھئے۔

حوالہ دفعہ(۹۷) و (۹۸):

وأما الذي یرجع ا لی الوکیل فهو أن یکون عاقلا فلا تصح وکالة المجنون والصبي

دفعہ(۹۹):

ایک ہی شخص مرد وعورت دونوں کی طرف سے وکیل یا اپنی طرف سے اصیل اور دوسری جانب سے وکیل ہوسکتا ہے۔

تشریح:

مثلاً عاقل وبالغ لڑکا لڑکی دونوں نے ایک ہی شخص کو اپنا وکیل بنایا تو وہ وکیل ایک کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی طرف سے قبول کرسکتا ہے، اسی طرح اگر عاقلہ بالغہ نے ایک شخص کو اپنا وکیل بنایا اور اسے اس کا اختیار دیا کہ وہ اس کا نکاح اپنے ساتھ کرلے تو اس صورت میں جائز ہوگا کہ وکیل اس عاقلہ بالغہ کی طرف سے ایجاب اور اپنی طرف سے قبول کرلے۔

دفعہ(۱۰۰):

مہر کا مطالبہ وکیل بالنکاح سے نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ وکیل نکاح کی حیثیت سفیر محض کی ہے، اور عقد نکاح کے سلسلہ میں اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔

الذي لا يعقل لما قلنا، وأما البلوغ والحرية فليسا بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصبي العاقل والعبد مأذونين كانا أو محجورين وهذا عند أصحابنا وقال الشافعي وكالة الصبي غير صحيحة لأنه غيرمكلف ولا تصح وكالة المجنون۔ (بدائع الصنائع، کتاب الوکالۃ ص ۲۰ ج ۶)

الوكالة كما تثبت بالصريح تثبت بالسكوت۔ (البحر الرائق ص ۱۳۶ ج ۳)

فا ذا ثبت أن العلم بالتوكيل شرط فا ن كان التوكيل بحضرة المؤكل أو كتب المؤكل بذلك كتابا ا ليه فبلغه وعلم ما فيه أو أرسل ا ليه رسولا فبلغ الرسالة أو أخبره بالتوكيل رجلان أو رجل واحد عدل صار وكيلا بالا جماع۔ (بدائع الصنائع، کتاب الوکالۃ ص ۲۱ ج ۶)

وأطلق في الوكالة به فأفاد أنه لا يشترط الا شهاد عندها للصحة وا نما لخوف الا نكار۔ (البحر الرائق ص ۱۳۷ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۹۹) و (۱۰۰):

(ويتولى طرفي النكاح واحد) با يجاب يقوم مقام القبول في خمس صور كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين أو أصيلا من جانب ووكيلا أو وليا من آخر أو وليا من جانب ووكيلا من آخر كزوجت بنتي مؤكلي (ليس) ذلك الواحد (بفضولي) ولو (من جانب) وا ن تكلم بكلامين على الراجح لأنه قبوله غير معتبر شرعا لما تقرر أن الا يجاب لا يتوقف على قبول غائب ۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۴۸ ج ۲)

دفعہ(۱۰۱):

اگر وکیل نے اپنی مؤکلہ کا نکاح غیر کفو میں کردیا تو یہ نکاح مؤکلہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

دفعہ(۱۰۲):

اگر مرد کے وکیل نے مہر مثل سے اتنا زیادہ مہر مقرر کردیا جو مروج مقدار سے نمایاں طور پر زیادہ ہے، یا لڑکی کے وکیل نے اس کے مہر مثل سے اتنی کم مقدار مقرر کی جو اس کے خاندان کے لئے باعث عار ہے، تو یہ نکاح ان پر لازم نہیں ہوگا، البتہ یہ نکاح فضولی کے حکم میں ہے، اگر اسی مہر کے ساتھ وکیل بنانے والے (مرد وعورت) نے نکاح کو قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

دفعہ(۱۰۳):

اگر وکیل کو بغیر کسی قید کے علی الاطلاق اختیار دیا گیا ہو تو بھی وکیل اس کا پابند ہوگا کہ وہ کسی

لأن الوكيل في النكاح معبر وسفير والتمانع في الحقوق دون التعبير ولا ترجع الحقوق ا ليه بخلاف البيع لأنه مباشر حتى رجعت الحقوق ا ليه۔

(البحر الرائق، بعض مسائل الوکیل والفضولی ص ۱۳۶ ج ۳)

ولنا ا ن الوكيل في النكاح معبر وسفير والتمانع في الحقوق دون التعبير ولا ترجع الحقوق ا ليه بخلاف البيع لأنه مباشر حتى رجعت الحقوق ا ليه وا ذا تولى طرفيه فقوله زوجت يتضمن الشطرين لا يحتاج ا لى القبول ۔ (ہدایہ، فصل الوکالۃ بالنکاح ص ۳۰۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۰۱) تا (۱۰۳):

ولو زوجه امرأة بأكثر من مهر مثلها جاز في قول أبي حنيفة ولا يجوز في قول صاحبيه رحمهما الله تعالى ا ذا زوجه بأكثر من مهر مثلها بما لا يتغابن الناس فيه، ولو زوجه امرأة رتقاء أو مقعدة أو مجنونة قيل بأنه يجوز عند الكل والصحيح أنه على الاختلاف أيضا ...... ولو وكله بأن يزوجه امرأة ولم يسمها فزوجه امرأة ليست بكفء له جاز في قول أبي حنيفة لا طلاق اللفظ كما هو الأصل عنده، وعندهما في القياس جاز وفي الاستحسان لا يجوز، ولو وكلت المرأة رجلا أن يزوجها فزوجها من غير كفء الصحيح أنه لا يجوز في قولهم، ولا يجوز للوكيل أن يزوجها صبيا أو مجبوبا أو مجنونا۔

(فتاوی قاضی خاں، فصل فی التوکیل بالنکاح والاطلاق والعتاق علی ہامش الہندیہ ص ۳۴۹ ج ۳)

(...... أمرته بتزويجها ولم تعين فزوجها غير كفء لم يجز اتفاقاً) ...... وفي كل موضع لا ينفذ فعل الوكيل فالعقد موقوف على ا جازة الموكل۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ص ۳۵۳ ج ۲)

ایسے لڑکے یا لڑکی سے اپنی مؤکلہ یا مؤکل کا نکاح نہ کردے جس میں کوئی بڑا اور نمایاں عیب ہو۔

بالغ لڑکی کی اجازت

دفعہ (۱۰۴):

ولی اقرب کے لئے ضروری ہے کہ عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کرے، اگر ایسا

الوكيل بالنكاح من قبل المرأة اذا زوجها ممن ليس بكفء لها قال بعضهم لا يصح في قول أبي حنيفة خلافا لصاحبيه رحمهما الله تعالى، وقال بعضهم لا يصح على قول الكل وهو الصحيح، وان كان كفأ الا أنه أعمى أو مقعد أو صبي أو معتوه فهو جائز وكذا اذا كان خصيا أو عنينا، ولو وكل رجلا بأن يزوجه امرأة فزوجه امرأة عمياء أو شلاء أو رتقاء أو مجنونة جاز في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى۔

(فتاوی قاضی خاں، کتاب النکاح فصل فی الوکالۃ بالنکاح علی ہامش الہندیہ ص ۳۴۵۔ ۳۴۶ ج ۱)

ولو زوجه شوهاء أو فوهاء لها لعاب سائل وعقل زائل وشق مائل فهو على هذا الاختلاف كذا في الظهيرية وعلى هذا الخلاف اذا زوجه مقطوعة اليدين أو مفلوجة هكذا النهاية۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب النکاح، باب السادس فی الوکالۃ بالنکاح وغیرہا ص ۲۹۵ ج ۱)

وان لم يذكر فزوج بأكثر من مهر المثل بما لا يتغابن فيه الناس أو بأقل من مهر المثل بما لا يتغابن فيه الناس صح عنده خلافهما لكن للأولياء حق الاعتراض في جانب المرأة دفعا للعار عنهم .... زوجه عمياء أو مقطوعة اليدين أو الرجلين جاز عنده خلافهما ولو زوجه عوراء أو مقطوعة أحد اليدين أو أحد الرجلين جاز اجماعا۔

(الفتاوی البزازیۃ، کتاب النکاح فصل الحادی عشر فی الوکالۃ فیہ علی ہامش الہندیہ ص ۱۳۰۔ ۱۳۱ ج ۴)

ومن أمر أميره بأن يزوجه امرأة فزوجه أمة لغيره جاز عند أبي حنيفة رجوعا الى اطلاق اللفظ وعدم التهمة، وقال أبويوسف ومحمد لا يجوز الا أن يزوجه كفوا لأن المطلق ينصرف الى المتعارف وهو التزوج بالأكفاء .... وذكر في الوكالة أن اعتبار الكفاءة في هذا استحسان عندهما لأن كل أحد لا يعجز عن التزوج بمطلق الزوج فكانت الاستعانة في التزوج بالكفوء۔ (ہدایہ، فصل فی الوکالۃ بالنکاح وغیرہا ص ۳۰۳ ج ۲)

(أمره بتزويج امرأة فزوجه أمة جاز) وقالا لا يصح وهو استحسان، ملتقى تبعا للهداية وفي شرح الطحاوي قولهما أحسن للفتوى واختاره أبو الليث وأقره المصنف (قوله جاز) في بعض النسخ نفذ وهي أنسب لأن الكلام في النفاذ لا في الجواز، ح (قوله وقالا لا يصح) أي اذا رده الآمر والأولى التعبير بلا تنفذ ليفيد أنه موقوف۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۴۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۰۴):

لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكرا كانت

نہیں کیا تو نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

دفعہ (۱۰۵):

سنت یہ ہے کہ ولی خود اجازت لینے جائے، اور بہتر ہے کہ رشتہ طے کرنے سے پہلے کسی مناسب ذریعہ سے لڑکی کا عندیہ معلوم کرے۔

دفعہ (۱۰۶):

اگر ولی اقرب خود اجازت لینے نہ جائے بلکہ کسی کو اپنا وکیل یا قاصد بنا کر بھیجے تو اس وکیل یا قاصد کو چاہئے کہ لڑکی کے سامنے صراحت کردے کہ وہ اس کے ولی کی طرف سے بحیثیت وکیل یا قاصد اس سے اجازت حاصل کرنے آیا ہے۔

أو ثيبا فا ن فعل ذلك فالنكاح موقوف على ا جازتها فا ن أجازته جاز وا ن ردته بطل۔
(عالمگیری ص ۲۸۷ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۰۵):

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فا ن استأذنها هو أي الولي وهو السنة .... (قوله وهو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح فلان يخطبك أو يذكرك فسكتت، وا ن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها، بحر عن المحيط، واستحسن الرحمتي ما ذكره الشافعية من أن السنة في الاستئذان أن يرسل ا ليها نسوة ثقات فينظرن ما في نفسها والأم بذلك أولى لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها ا هـ۔
(الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۱۰ ج ۲)

وقدم المصنف مسئلة الاستئذان قبل العقد لأنه السنة، قال في المحيط والسنة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح بأن يقول ا ن فلانا يخطبك أو يذكرك فسكتت، وا ن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها ا هـ۔ (البحر الرائق ص ۱۱۳ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۱۰۶):

(فا ن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة (أو وكيله أو رسوله) (قوله أو وكيله أو رسوله) الأول أن يقول وكلتك تستأذن لي فلانة في كذا، والثاني أن يقول اذهب ا لى فلانة وقل لها ا ن أخاك فلانا يستأذنك في كذا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۴۱۰ ج ۲)

دفعہ(۱۰۷):

بالغہ کنواری لڑکی سے خود ولی اقرب یا اس کا وکیل یا قاصد اجازت طلب کرے تو اس لڑکی کی طرف سے صراحۃً اجازت ضروری نہیں ہے، بلکہ ایسی چیزوں کا اظہار جو عرف میں اجازت کی علامت ہے، اذن اور رضا سمجھا جائے گا۔

دفعہ(۱۰۸):

ولی اقرب یا اس کے وکیل یا قاصد کے سوا کوئی اور بالغہ کنواری سے اجازت لے رہا ہے تو

حوالہ دفعہ(۱۰۷) و (۱۰۸):

ولو ضحكت البكر عند الاستئمار أو بعد ما بلغها الخير فهو رضا، هكذا ذكر القدوري وشيخ الا سلام كذا في المحيط، وهكذا في الكافي، وقالوا ا ن ضحكت كالمستهزئة لما سمعت لا يكون رضا كذا في المبسوط للا مام السرخسي والكافي وعليه الفتوى كذا في البحر الرائق وا ن تبسمت فهو رضا هو الصحيح من المذهب ذكره شمس الأئمة الحلواني كذا في المحيط، وا ن بكت اختلفوا فيه والصحيح أن البكاء ا ذا كان بخروج الدمع من غير صوت يكون رضا وا ن كان مع الصوت والصياح لا يكون رضا كذا في فتاوى قاضي خان وهو الأوجه وعليه الفتوى كذا في الذخيرة، وا ن استأذن الولي البكر البالغة فسكتت فذلك ا ذن منها وكذا ا ذا أمكنت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولي فهو رضا وكذا لو طالبت بصداقها بعد العلم فهو رضا هكذا في السراج الوهاج ...... وا ن كان لها ولي أقرب من المزوج لا يكون السكوت منها رضا ولها الخيار ا ن شاء ت رضيت وا ن شاء ت ردت۔

(عالمگیری، باب الاولیاء ص ۲۸۷ ج ۱)

وا ذا استأذنها الولي فسكتت أو ضحكت فهو ا ذن لقوله عليه السلام: البكر تستأمر في نفسها فا ن سكتت فقد رضيت، ولأن جهة الرضاء فيه راجحة لأنها تستحيي عن ا ظهار الرغبة لا عن الرد، والضحك أدل على الرضاء من السكوت بخلاف ما ا ذا بكت لأنه دليل السخط والكراهة۔ (ہدایۃ، باب الاولیاء والاکفاء ص ۲۹۴ ج ۲)

(فا ن استأذنها غير الأقرب) كأجنبي أو ولي بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لابد من القول) ...... (أو ما هو في معناه) من فعل يدل على الرضاء كطلب مهرها ونفقتها (وتمكينها من الوطئ) ودخوله بها برضاها، ظهيرية (وقبول التهنئة الخ) (قوله كأجنبي) المراد به من ليس له ولاية فشمل الأب ا ذا كان كافرا الخ، لكن رسول الولي قائم مقامه فيكون سكوتها رضا عند استئذانه كما في الفتح، والوكيل كذلك (قوله أو ولي بعيد) كالأخ مع الأب ا ذا لم

رضا کی علامتوں کا پایا جانا کافی نہیں ہوگا، بلکہ صراحۃً منظوری کے بعد ہی اذن تصور کیا جائے۔

دفعہ(۱۰۹):

اگر لڑکی سے نکاح کی اجازت لیتے وقت اجازت لینے والے شخص نے ہونے والے شوہر کا متعین طور پر ذکر نہیں کیا تو لڑکی کا خاموش رہنا کافی نہیں ہوگا، بلکہ صراحۃً اپنی رضا کا اظہار ضروری ہوگا۔

دفعہ(۱۱۰):

اجازت لیتے وقت ہونے والے شوہر کا ذکر اس طرح کیا جانا چاہئے کہ وہ متعین ہو جائے، مثلاً ہونے والے شوہر کا نام، اس کی ولدیت، اور ضرورت ہو تو سکونت کی بھی تصریح کر دی جائے۔

دفعہ(۱۱۱):

اجازت لیتے وقت مہر کی مقدار بتا دینا بہتر ہے۔

یکن الأب غائباً غیبة منقطعة۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳۔ ۴۱۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۰۹) تا (۱۱۱):

وتعتبر في الاستئمار تسمية الزوج على وجه تقع به المعرفة .... فا ن استأمرها الأب قبل النكاح فقال أزوجك ولم يذكر المهر ولا الزوج فسكتت كان سكوتها رضا، ولها أن ترد بعد ذلك وا ن ذكر الزوج والمهر في استئمار فسكتت كان سكوتها رضا وا ن ذكر الزوج ولم يذكر المهر فسكتت قالوا ا ن وهبها من رجل نفذ نكاحها لأنها رضيت بنكاح لا تسمية فيه، والظاهر هو النكاح بمهر المثل والنكاح بلفظ الهبة يوجب مهر المثل۔

(عالمگیری ص ۲۸۸ ج ۱، باب الاولیاء)

وهذا كله ا ذا لم يفوض الأمر ا ليه أما ا ذا قالت أنا راضية بما تفعله أنت بعد قوله ا ن أقواما يخطبونك أو زوجني ممن تختاره ونحوه فهو استئذان صحيح، فقيل يشترط ذكر المهر وهو قول المتأخرين، وفي فتح القدير وهو الأوجه كذا في البحر الرائق (حوالہ سابق) وقيل يشترط وهو قول المتأخرين، بحر عن الذخيرة، وأقره المصنف (الدر المختار) قلت وعلى القول باشتراط تسميته يشترط كونه مهر المثل فلا يكون السكوت رضا بدونه۔

(الدرالمختار، باب الولی ص ۴۱۳ ج ۲)

دفعہ(۱۱۲):

اگر بالغہ ثیبہ ہو(جس کا نکاح پہلے بھی ہو چکا تھا، اور شوہر کے ساتھ رہ چکی ہے) تو زبان سے رضامندی کا اظہار ضروری ہے۔

تشریح:

ثیبہ سے مراد وہ خاتون ہے جس سے نکاح صحیح یا فاسد کے بعد وطی کی گئی ہو، یا اس کے ساتھ وطی بالشبہ کا تحقق ہوا ہو، یا اس سے بار بار زنا کا صدور ہوا ہو اور عام لوگوں نے اس کو جان لیا ہو۔

حوالہ دفعہ(۱۱۲):

ولو استأذن الثيب فلابد من رضاها بالقول، وكذا اذا بلغها الخبر هكذا في الكافي وكما يتحقق رضاها بالقول ...... يتحقق بالدلالة كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطئ وقبول التهنئة والضحك بالسرور من غير استهزاء كذا في التبيين۔

(عالمگیری، الباب الرابع فی الاولیاء ص ۲۸۹ ج۱)

(من زالت بكارتها بوثبة) ...... (أو) درور (حيض و) حصول (جراحة أو تعنيس) ...... (بكر حقيقة) كتفريق بجب أو عنة أو طلاق أو موت بعد خلوة قبل وطء (أو زنا) وهذه فقط (بكر حكما) ان لم يتكرر ولم تحد به والا فثيب كموطوءة بشبهة أو نكاح فاسد (قوله ان لم يتكرر ولم تحد به) هذا معنى قولهم ان لم يشتهر زناها يكتفى بسكوتها لأن الناس عرفوها بكرا فيعيبونها بالنطق فيكتفى بسكوتها كي لا تتعطل عليها مصالحها، وقد ندب الشارع الى ستر الزنا فكانت بكرا شرعا بخلاف ما اذا اشتهر زناها۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۶۱۴۔ ۶۱۵ ج۲)

ثم اذا اختلف الحكم في البكر البالغة والثيب البالغة في الجملة .... فلابد من معرفة البكارة والثيابة في الحكم لا في الحقيقة لأن حقيقة البكارة بقاء العذرة وحقيقة الثيابة زوال العذرة، وأما الحكم غير مبني على ذلك بالاجماع فنقول لا خلاف في أن كل من زالت عذرتها بوثبة أو طفرة أو حيضة أو طول التعنيس أنها في حكم الأبكار تزوج كما تزوج الأبكار ولا خلاف أيضا ان من زالت عذرتها بوطء يتعلق به ثبوت النسب وهو الوطء بعقد جائز أو فاسد أو شبهة عقد وجب لها مهر بذلك الوطء أنها تزوج كما تزوج الثيب (وأما) اذا زالت عذرتها بالزنا فانها تزوج كما تزوج الأبكار في قول أبي حنيفة .... ما لم يوجد النكاح ويشتهر الزنا۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل وأما الذی یرجع إلی المولی علیہ ص ۲۴۴ ج۲)

دفعہ (۱۱۳):

اگر بالغہ کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ولی اقرب نے کر دیا اور بعد نکاح خود ولی اقرب یا اس کے وکیل یا قاصد یا کسی قابل اعتماد شخص نے لڑکی کو اس نکاح کی خبر دی، اور اس کی طرف سے رضا کی کوئی علامت پائی گئی تو اسے نکاح کی منظوری تصور کیا جائے گا، اور اگر لڑکی ثیبہ ہے تو صراحۃً زبان سے منظوری ضروری ہوگی۔

باب ششم

نکاح فضولی

دفعہ (۱۱۴):

جو شخص بغیر شرعی اختیار کے اپنا یا کسی اور کا نکاح کر دے تو یہ نکاح، نکاح فضولی ہوگا، اور ایسا

حوالہ دفعہ (۱۱۳):

(فا ن استأذنها هو)أي الولي وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت) (فهو ا ذن) أي توكيل في الأول ...... وا جازة في الثاني ...... (فا ن استأذنها غير الأقرب) كأجنبي أو ولي بعيد (فلا) عبرة بسكوتها (بل لابد من القول كالثيب) البالغة (أو ما هو في معناه) من فعل يدل على الرضا (كطلب مهرها) ونفقتها و (تمكينها من الوطء) ودخوله بها برضاها،ظهيرية۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الولی ص ۴۱۱ تا ۴۱۴ ج ۲)

ولو استأذن الثيب فلابد من رضاها بالقول وكذا ا ذا بلغها الخبر هكذا في الكافي، وكما يتحقق رضاها بالقول كقولها رضيت وقبلت وأحسنت وأصبت وبارك الله لك أولها ونحوه يتحقق بالدلالة كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطئ وقبول التهنئة والضحك بالسرور من غير استهزاء كذا في التبيين۔ (فتاوی ہندیہ ص ۳۸۹ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۱۴):

شروع في بيان الفضولي وبعض أحكامه وهو من يتصرف بغيره بغير ولاية ولا وكالة أو

نکاح اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوگا جو اس معاملہ میں شرعاً اختیار رکھتا ہو۔

دفعہ (۱۱۵):

اگر صاحب اختیار نے فضولی کے اس نکاح کو منظور کرلیا تو نکاح نافذ ہوگا، ورنہ باطل ہوجائے گا۔

لنفسه وليس أهلا له۔ (البحرالرائق ص ۱۳۷ ج ۲)

(كـل تـصـرف صـدر مـنـه) تمليكا كان كبيع وتزويج أو ا سقاطا كطلاق وا عتاق (وله مـجيـز) حـال وقـوعه انعقد موقوفا (قوله انعقد موقوفا) على ا جازة من يملك ذلك العقد ولو كان العاقد نفسه۔ (الدرالمختار فصل في الفضولي ص ۱۸۷، ۱۸۶ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۱۱۵):

وتـزويـج الـعبـد والأمة بـغير ا ذن مولاهما موقوف فا ن أجاز المولى جاز وا ن رده بطل، وكذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلا بغير رضاه وهذا عندنا فا ن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفا على الا جازه۔ (ہدایہ ص ۳۰۲ ج ۲)

صـغيـرة زوجت نفسها ولا ولي ولا حاكم ثمة توقف ونفذ با جازتها بعد بلوغها لأن له مـجيـزا وهـو السـلطان (قوله صغيرة زوجت نفسها) أي من كفء بمهر المثل وا لا لم يتوقف لأن الـحـاكـم لا يملك العقد عليها بذلك فلا يملك ا جازته فكان عقدا بلا مجيز، نعم لو كان لهـا أب أو جـد وزوجـت نـفسهـا كـذلك تـوقف لأن له مجيزا وقت العقد لأن الأب والجد يـمـلكان العقد بذلك، والصغير كالصغيرة لما في الخانية من أن الصغيرلو تزوج بالغة ثم غاب فتـزوجـت آخـر وكان الصبي أجاز بعد بلوغه العقد الذي باشره في صغره فا ن كانت الا جازة بـعـد الـعـقـد الثاني جاز الثاني لأنها تملك الفسخ قبل ا جازته وا ن كانت قبله فا ن كان الأول بـمهـر الـمثـل أو بـغبـن فـاحش وللصغير أب أو جد نفذ با جازة الصبي بعد بلوغه وا لا فيجوز الثاني۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولي ص ۴۳۱۔ ۴۳۲ ج ۳)

(كـل تـصرف صدر منه) ...... (وله مجيز) ...... (حال وقوعه انعقد موقوفا) وما لا مجيز له حالة العقد لا ينعقد أصلا، بيانه صبي باع مثلا ثم بلغ قبل ا جازة وليه فأجازه بنفسه جاز لأن له وليا يجيزه حالة العقد۔

(قـوله باع مثلاً) أي تصرف تصرفا يجوز عليه لو فعل وليه في صغره كبيع وشراء وتزوج ...... ونـحوه فا ذا فعله الصبي بنفسه يتوقف على ا جازة وليه مادام صبيا ولو بلغ قبل ا جازة وليه فأجاز بنفسه جاز ولم يجز بنفس البلوغ بلا ا جازة، جامع الفصولين۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار فصل في الفضولي ص ۱۸۶۔ ۱۸۷ ج ۴)

تشریح:

مثلاً کسی ہوش مند نابالغ نے اپنا نکاح خود کرلیا یا کسی غیر نے نابالغ کا یا بالغ مجنون ومعتوہ کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کردیا تو یہ تمام صورتیں نکاح فضولی کی ہیں، جو اولیاء کی اجازت پر موقوف رہیں گی، اسی طرح اگر کسی شخص نے عاقل وبالغ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کردیا تو یہ بھی نکاح فضولی ہوگا، جو عاقل وبالغ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

باب ہفتم
کفاءت کا بیان

دفعہ (۱۱٦):

کفاءت کے لغوی معنی برابری کے ہیں۔

اصطلاح شرع میں چند خاص امور میں شوہر کا بیوی کے ہم پلہ اور برابر ہونا کفاءت ہے۔

دفعہ (۱۱۷):

کفاءت کا اعتبار مندرجہ ذیل امور میں کیا جائے گا:

باب الكفاءة

من كافاه اذا ساواه، المراد هنا مساواة مخصوصة أو كون المرأة أدنى۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۳۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۱٦):

الكفاءة بالفتح مصدر واسم منه الكفوء وهو النظير من كافه اذا ساواه۔

(عنایۃ علی الہدایۃ ص ۲۹۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۱۷):

ثم الكفاءة تعتبر في النسب ...... فقريش بعضهم أكفاء لبعض والعرب بعضهم أكفاء

(۱) لڑکا دینداری اور تقویٰ میں لڑکی کا ہم پلہ ہو۔

(۲) مالیت:

(الف) شوہر بیوی کی حیثیت کے مطابق نفقہ پر قادر ہو۔

(ب) دونوں کی مالی حیثیت میں ایسا فرق نہ ہو جو لڑکی کے لئے باعث عار بنے۔

(۳) نسب میں کفاءت کا اعتبار عرب، خاص کر قریش، اور عجم کے ان خاندانوں میں کیا جائے گا جنہوں نے اپنے نسب کو محفوظ رکھا ہے، بقیہ سارا عجم ایک دوسرے کا کفو ہے، اسی اصول کے پیش نظر لڑکی اپنے ولی کا غیر کفو میں کرایا ہوا نکاح فسخ کرا سکتی ہے، اور اسی کفاءت فی النسب کے پیش نظر کسی بالغہ کے غیر کفو میں کئے ہوئے نکاح کو فسخ کروانے کا اختیار ولی کو حاصل ہوگا۔

دفعہ (۱۱۸):

حرفت اور پیشہ میں فرق کی وجہ سے لڑکی یا اس کے ولی کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہوگا، مگر یہ کہ کوئی پیشہ معاشرہ میں بہت گرا ہوا سمجھا جاتا ہو۔

لبعض ...... وتعتبر أيضا في الدين أي في الديانة .... وتعتبر في المال وهو أن يكون مالكا للمهر والنفقة وهذا هو المعتبر في ظاهر الرواية .... وعن أبي يوسف أنه اعتبر القدرة على النفقة دون المهر لأنه تجري المساهلة في المهر ويعد المرء قادرا عليه بيسار أبيه، فأما الكفاءة في الغنى فمعتبرة في قول أبي حنيفة ومحمد حتى ا ن الفائقة في اليسار لا يكافيها القادر على المهر والنفقة لأن الناس يتفاخرون بالغنى ويتعيرون بالفقر۔

(ہدایہ، فصل فی الاکفاء ص ۳۰۱ ج ۲)

(فنفذ نكاح حرة مكلفة) بلا رضا (ولي) ...... (وله) أي للولي (ا ذا كان عصبة) ....(الاعتراض في غير الكفوء)۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۰۸۔ ۴۰۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۱۸):

ذكر الكرخي أن الكفاءة فيها معتبرة عند أبي يوسف، وا ن أبا حنيفة بنى الأمر فيها على عادة العرب ا ن مواليهم يعملون هذه الأعمال لا يقصدون بها الحرف فلا يعيرون بها، وأجاب أبو يوسف على عادة أهل البلاد وأنهم يتخذون ذلك حرفة فيعيرون بالدنى منها .... وفي الفتح أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه۔

(رد المحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۴۱/ ۴۴۲ ج ۱)

دفعہ(۱۱۹):

نومسلم اور خاندانی مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

دفعہ(۱۲۰):

باب کفاءت میں مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونا ضروری ہے، عورت کا مرد کے ہم پلہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

دفعہ(۱۲۱):

کفاءت کا اعتبار بوقت عقد نکاح ہے، اگر شوہر نکاح کے وقت کفو تھا لیکن بعد میں کفو نہیں رہا، تو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہوگا۔

تشریح:

مثلاً دولت مند تھا، غریب ہوگیا، نفقہ پر قادر تھا، معذور ہوگیا، تو کفاءت کی بنیاد پر عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہوگا۔

حوالہ دفعہ(۱۱۹):

ا ن أبا حنيفة وصاحبيه اتفقوا أن الا سلام لا يكون معتبرا في حق العرب لأنهم لا يتفاخرون به وا نما يتفاخرون بالنسب١ هـ، فعلى هذا لو تزوج عربي له أب كافر بعربية لها آباء في الا سلام فهو كفوء۔ (البحرالرائق ص ۱۳۲ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۱۲۰):

(قوله أي كون المرأة أدنى) اعترضه الخير الرملي بما ملخصه أن كون المرأة أدنى ليس بكفاء ةغير أن الكفاء ة من جانب المرأة غير معتبرة۔ (ردالمحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۳۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۲۱):

ثم الكفاء ة تعتبر عند ابتداء النكاح ولا يعتبر استمرارها بعد ذلك، حتى لو تزوجها وهو كفوء ثم صار فاجرا داعرا لا يفسخ النكاح كذا في السراج الوهاج۔

(عالمگیری، الباب الخامس فی الاکفاء ص ۲۹۱ ج ۱)

الكفاء ة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه أو لصحته۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۳۵۔۴۳۶ ج ۲)

دفعہ(۱۲۲):

حق کفاءت زوجہ کو اور اس کے اولیاء کو بھی حاصل ہے، لہذا اگر کسی عورت نے اپنا نکاح جان بوجھ کر کسی غیر کفو میں کر لیا، تو اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔

دفعہ(۱۲۳):

اگر بالغ عورت نے کسی شخص سے اپنا نکاح کفو کی تحقیق کے بغیر کیا، اور بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ شخص اس کا کفو نہیں ہے تو عورت کو کفاءت کی بنیاد پر تفریق کا حق حاصل نہیں ہوگا، مگر اس کے ولی کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔

دفعہ(۱۲۴):

اگر عورت اور اس کے اولیاء دونوں ہی جانتے ہیں کہ ہونے والا شوہر کفو نہیں ہے، پھر بھی عورت اور اولیاء کی رضامندی سے نکاح ہو گیا تو اب نہ عورت کو حق کفاءت کی بنیاد پر تفریق کا حق حاصل ہوگا اور نہ اولیاء کو۔

دفعہ(۱۲۵):

اگر شوہر نے غلط بیانی کرتے ہوئے اپنے کو کفو ظاہر کیا اور نکاح کے بعد ثابت ہوا کہ شوہر

حوالہ دفعہ(۱۲۲):

(والكفاء ة) هي حق الولي لا حقها (الدر المختار) (قوله هي حق الولي لا حقها) كذا قال في البحر، واستشهد له بما ذكره الشارح عن الولوالجية وفيه نظر بل هي حق لها أيضا۔
(ردالمحتار، باب الكفاءة ص ۵۳۶ ج ۲)

ثم المرأة ا ذا زوجت نفسها من غير كفوء صح النكاح في ظاهر الرواية ...... لكن للأولياء حق الاعتراض۔ (عالمگیری ص ۲۹۲ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۱۲۳) تا (۱۲۵):

فهذه المسئلة دليل على أن المرأة ا ذا زوجت نفسها من رجل ولم تشترط الكفاء ة ولم تعلم أنه كفوء أو غير كفوء ثم علمت أنه غير كفوء لا خيار لها ولكن للأولياء الخيار وا ن

اس کا کفو نہیں ہے تو عورت اور اس کے اولیاء دونوں کو حق فسخ حاصل ہوگا۔

دفعہ (۱۲۶):

اگر ولی اقرب نے غیر کفو میں نکاح پر اپنی رضامندی دے دی تو دوسرے اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہوگا۔

كان الأولياء هم الذين باشروا عقد النكاح ولم يعلموا أنه كفوء أو غير كفوء فلا خيار لواحد منهما، وأما ا ذا شرط الكفاء ة أو أخبرهم بالكفاء ة ثم ظهر أنه غير كفوء كان لهم الخيار۔

(عالمگیری، الباب الخامس فی الاکفاء ص ۲۹۳ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۲۶):

(و) بناءً (على الأول) وهو ظاهر الرواية (فرضا البعض) من الأولياء قبل العقد أو بعده (كالكل) لثبوته لكل كملا ...... (لو استووا في الدرجة وا لا فللأقرب) منهم (حق الفسخ)۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الولی ص ۳۰۹ ج ۲)

وا ذا زوجت نفسها من غير كفوء ورضي به أحد الأولياء لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله ودونه في الولاية حق الفسخ، ويكون ذلك لمن فوقه، كذا في فتاوى قاضي خان، وكذا ا ذا زوجها أحد الأولياء برضاها كذا في المحيط۔

(عالمگیری، الباب الخامس فی الاکفاء ص ۲۹۳ ج ۱)

آثار نکاح

(فصل) وأما بيان حكم النكاح فنقول -وبالله التوفيق- الكلام هذا الفصل في موضعين، في الأصل أحدهما في بيان حكم النكاح والثاني في بيان ما يرفع حكمه، أما الأول فالنكاح لا يخلوا ا ما أن يكون صحيحا وا ما أن يكون فاسدا، ويتعلق بكل واحد منهما أحكام، أما النكاح الصحيح فله أحكام بعضها أصلي وبعضها من التوابع، أما الأصلية منها فحل الوطء ...... (فصل) ومنها حل النظر والمس من رأسها ا لى قدميها في حالة الحياة ......(فصل) ومنها ملك المتعة وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعا أو ملك الذات ومنها ملك الحبس والقيد وهو صيرورتها ممنوعة عن الخروج والبروز ...... ومنها وجوب المهر على الزوج وأنه حكم أصلي للنكاح عند ما لا وجود له بدونه شرعا، وقد ذكرنا المسئلة فيما تقدم، ولأن المهر عوض عن الملك لأنه يجب بمقابلة ا حداث الملك على ما مر، وثبوت العوض يدل على ثبوت المعوض۔

(بدائع الصنائع ص ۳۳۱ ج ۲)

باب ہشتم
نکاح پر مرتب ہونے والے احکام

عقد نکاح کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے احکام کچھ مالی ہیں، اور کچھ غیر مالی، مالی احکام درج ذیل ہیں:

مہر

دفعہ(۱۲۷):

مہر وہ مال ہے جو مرد پر عورت کے لئے عقد نکاح یا جنسی تعلق قائم ہونے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

دفعہ(۱۲۸):

مہر عقد نکاح سے قائم ہونے والا ایسا مالی حق ہے جو بہر حال لازم ہوتا ہے، اگرچہ بوقت

حوالہ دفعہ(۱۲۷):

عرف المهر في العناية بأنه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع، ا ما بالتسمية أو لعقد، واعترض بعدم شموله للواجب وبالوطئ بالشبهة، ومن ثم عرفه بعضهم بأنه اسم لما تستحقه المرأة بعقد النكاح أو الوطء۔ (ردالمحتار، باب المہر ص ۴۵۲ ج ۲)

ومن اسمائه الصداق والصدقة والنحلة والعطية والعقر۔

(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار، باب المہر ص ۴۵۲ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۱۲۸):

صح النكاح بلا ذكر ه، كنز (قوله صح النكاح الخ) لأن النكاح عقد انضمام وازدواج لغة، فيتم بالزوجين، ثم المهر واجب شرعا ا بانة لشرف المحل، فلا يحتاج ا لى ذكره لصحة النكاح وكذا ا ذا تزوجها بشرط أن لا مهر لها۔ (البحر الرائق، باب المہر ص ۱۴۲ ج ۳)

وا ن تزوجها ولم يسم لها مهرا أو تزوجها على أن لا مهر لها فلها مهر مثلها ا ن دخل بها

نکاح اس کی نفی کر دی گئی ہو۔

دفعہ (۱۲۹):

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، جس کا وزن دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام) چاندی ہے، لہذا کم سے کم مقدار ہر دور میں اور ہر ملک میں اس دور کے اور اس ملک کے وزن میں اتنی ہوگی جس سے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام) چاندی حاصل ہو سکے۔ زیادہ کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔

دفعہ (۱۳۰):

مہر ہر وہ مال ہو سکتا ہے جس سے انتفاع شرعاً مباح ہو، معلوم اور متعین ہو اور اس کے دینے

أو مات عنها ولو طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة۔ (ہدایۃ، باب المہر ص ۳۰۴۔ ۳۰۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۲۹):

وأقل المهر عشرة دراهم۔ (ہدایہ، باب المہر ص ۳۰۴ ج ۲)

ومراد المصنف أن أقله عشرة أو ما يقوم مقامها بالقيمة ۔ (البحر الرائق ص ۱۴۲ ج ۳)

ويجب (لأكثر منها ا ن سمى) الأكثر (قوله ويجب الأكثر) أي بالغا ما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر ص ۴۵۴ ج ۲)

درہم تین ماشہ ایک رتی اور ایک رتی کا پانچواں حصہ ہوتا ہے، دیکھئے: رسالہ اوزان شرعیہ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ۔ (بحوالہ جواہر الفقہ ص ۴۰۷ تا ۴۲۹ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۳۰):

وغير الدراهم يقوم مقامها باعتبار القيمة وقت العقد في ظاهر الرواية حتى لو تزوجها على ثوب أو مكيل أو موزون وقيمته يوم العقد عشرة فصارت يوم القبض أقل ليس لها الرد وفي العكس لها ما نقص كذا في النهر الفائق ...... المهر ا نما يصح بكل ما هو مال متقوم والمنافع تصلح مهرا غير أن الزوج ا ذا كان حرا وقد تزوجها على خدمته ا ياها جاز النكاح ويقضى لها بمهر المثل عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى، هكذا في الظهيرية ...... وكذا لو تزوج المسلم المسلمة على ميتة أو دم أو خمر أو خنزير لم تصح التسمية ولو تزوجها على منافع سائر الأعيان من سكنى داره و ركوب دابة والحمل عليها و زراعة أرضه

پر قدرت بھی ہو مثلاً سونا چاندی، یا ان کے ڈھلے ہوئے سکے، یا ان کے قائم مقام رائج کرنسی (پیسے نوٹ)، تولی اور ناپی جانے والی چیزیں، جانور یا اراضی، یا دیگر سامان تجارت، اور اسی طرح وہ منافع جو کسی چیز سے حاصل ہوں، اور ان کے عوض مال حاصل کیا جا سکتا ہو، جیسے کسی زمین یا مکان یا سواری سے حق انتفاع۔

ونحو ذلك من منافع الأعيان مدة معلومة صحت التسمية كذا في البدائع۔

(عالمگیری ص ۳۰۲۔ ۳۰۳ج۱)

وأما بيان ما يصح تسميته مهرا وما لا يصح، وبيانه حكم صحة التسمية وفسادها، فنقول لصحة التسمية شرائط منها: أن يكون المسمى مالا متقوما وهذا عندنا ...... ولو تزوجها على منافع سائر الأعيان من سكنى داره وخدمة عبيده وركوب دابته والحمل عليها وزراعة أرضه ونحو ذلك من منافع الأعيان مدة معلومة صحت التسمية لأن هذه المنافع أموال أو ألحقت بالأموال شرعا في سائر العقود لمكان الحاجة، والحاجة في النكاح متحققة، وا مكان الدفع بالتسليم ثابت بتسليم محالها ...... فصل ومنها أن لا يكون مجهولا جهالة تزيد على جهالة مهر المثل، وجملة الكلام فيه أن المهر في الأصل لا يخلو ا ما أن يكون معينا مشارا ا ليه وا ما أن يكون مسمى غير معين مشارا ا ليه، فا ن كان معينا مشارا ا ليه صحت تسميته سواء كان مما يتعين بالتعيين في عقود المعاوضات من العروض والعقار والحيوان وسائر المكيلات والموزونات سوى الدراهم والدنانير أو كان مما لا يتعين بالتعيين في عقود المعاوضات كالدراهم لأنه مال لاجهالة فيه ...... وا ن كان المسمى غير عين فالمسمى لا يخلو ا ما أن يكون مجهول الجنس والنوع والقدر والصفة وا ما أن يكون معلوم الجنس والنوع والقدر والصفة فا ن كان مجهولا كالحيوان والدابة والثوب والدار، بأن تزوج امرأة على حيوان أو دابة أو ثوب أو دار ولم يعين لم تصح التسمية، وللمرأة مهر مثلها بالغا ما بلغ لأن جهالة الجنس متفاحشة لأن الحيوان اسم جنس تحته أنواع مختلفة وتحت كل نوع أشخاص مختلفة، وكذا الدابة وكذا الثوب لأن اسم الثوب يقع على ثوب القطن والكتان والحرير والخز والبز وتحت كل واحد من ذلك أنواع كثيرة مختلفة وكذا الدار لأنها تختلف في الصغر والكبر والهيئة والتقطيع وتختلف قيمتها باختلاف البلاد والمحال والسكك اختلافا فاحشا فتفاحشت الجهالة فالتحقت بجهالة الجنس۔

(بدائع ص ۲۷۷ تا ۲۷۸ج۲)

دفعہ (۱۳۱):

ایک نکاح کو دوسرے نکاح کا مہر بنانا صحیح نہیں ہے، جسے نکاح شغار کہتے ہیں۔

تشریح:

مثلاً احمد ومحمود دو شخص ہیں، اور دونوں کی بہنیں ہیں، احمد کا نکاح محمود کی بہن سے، اور محمود کا نکاح احمد کی بہن سے طے پایا، اب احمد نے بوقت نکاح کہا کہ میں نے اپنی بہن کے نکاح کے عوض تمہاری بہن سے نکاح قبول کیا، اور اسی طرح محمود نے بھی کہا تو یہاں ایک نکاح دوسرے نکاح کا مہر بنا، یہی نکاح شغار ہے، اس شکل میں نکاح صحیح ہوگا مگر مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر کے اقسام

دفعہ (۱۳۲):

مہر کی دو قسمیں ہیں: (۱) مہر مسمیٰ، (۲) مہر مثل۔

دفعہ (۱۳۳):

مہر مسمیٰ وہ مہر ہے جو بوقت عقد مقرر کیا گیا ہو، یا نکاح کے بعد جس پر زوجین راضی ہوگئے

حوالہ دفعہ (۱۳۱):

(ووجب مهر المثل في الشغار) هو أن يزوجه بنته على أن يزوجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضة بالعقدين، وهو منهى عنه لخلوه عن المهر فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغاراً۔

(الدر المختار علی ہامش رد المختار ص ۴۵۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۳۲) و (۱۳۳):

ومن سمى مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ا ن دخل بها أو مات عنها ...... وا ن طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى ...... وا ن تزوجها ولم يسم لها مهرا أو تزوجها على أن لامهر لها فلها مهر مثلها ا ن دخل بها أو مات عنها ...... ولو طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة ...... وا ن تزوجها ولم يسم لها مهرا ثم تراضيا على تسميته فهي لها ا ن دخل بها أو مات عنها، وا ن طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة۔

(ہدایہ ص ۳۰۴۔ ۳۰۵)

(وكذا يجب) مهر المثل (فيما ا ذا لم يسم) مهرا (أو نفى ا ن وطي) الزوج (أو مات عنها

ہوں، یا وہ جسے قاضی نے نکاح کے بعد متعین کردیا ہو۔

دفعہ(۱۳۴):

اگر مہر مسمیٰ میں کوئی اضافہ نکاح کے بعد شوہر نے کردیا ہو اور پھر خلوت صحیحہ سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو ایسی صورت میں صرف اصل مہر مسمیٰ کا نصف واجب الادا ہوگا، اضافہ شدہ رقم کا نہیں۔

دفعہ(۱۳۵):

اگر زوجین میں تفریق خلوت صحیحہ کے بعد ہورہی ہے اور مہر بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا تو یہ پورا مہر واجب ہوگا، اور اگر خلوت صحیحہ کے بغیر تفریق ہورہی ہے تو نکاح کے وقت مقرر کئے گئے مہر کا نصف واجب ہوگا۔

ا ذا لـم يتـراضيا على شئ) يصلح مهرا (وا لا فذلك) الشئ (هو الواجب (قوله وا لا) بأن تراضيا علـى شئ فهـوالواجب بالوطء أو الموت، أما لو طلقها قبل الدخول فتجب المتعة كما يأتي في قوله وا ما فرض بعد العقد أو زيد لا يتنصف۔ (الدرالمختار مع ردالمختار ص ۴۶۰۔ ۴۶۱ج۲)

(ومـا فـرض) بتـراضيهـمـا أو بفرض قاض مهر المثل (بعد العقد) الخالي عن المهر (أو زيـد) عـلـى مـا سـمى فا نها تلزمه ...... (لا ينصف لاختصاص التنصيف بالمفروض في العقد بـالـنص بل تجب المتعة في الأول ونصف الأصل في الثاني (قوله أو بفرض قاض مهر المثل) بـنـصـب مهـر مفعول فرض (قوله فا نها تلزمه) أي الزيادةلا وطـئ أو مات عنها وهذا التفريع مستفاد من مفهوم قوله لا ينصف أي بالطلاق قبل الدخول، بحر وهذا خبر قوله وما فرض الخ۔
(الدرالمختار مع ردالمختار، باب المہر ص ۴۶۳۔ ۴۶۴ج۲، وہکذافي الفتاوی الہندیۃ ص ۳۰۴ج۱)۔

حوالہ دفعہ(۱۳۴):

(ومـا فـرض) ...... (بـعـد الـعـقـد)...... (وزيـد) ...... (لا ينصف) لا ختصاص التنصيف بالمفروض في العقد بالنص، بل تجب المتعة في الأول و نصف الأصل في الثاني۔
(الدرالمختار علی ہامش ردالمختار ص ۴۶۳۔ ۴۶۴ج۲)

حوالہ دفعہ(۱۳۵):

ومـن سـمى مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ا ن دخل بها أو مات عنها وا ن طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى۔ (ہدایۃ ص ۳۰۴ج۲، وہکذافی الہندیۃ، باب المہر ص ۳۰۳ج۱)

دفعہ (۱۳۶):

اگر زوجین نے اپنی رضامندی سے نکاح کے بعد مہر مقرر کیا ہے، یا قاضی کے ذریعہ مہر مقرر ہوا ہے اور خلوت صحیحہ کے بعد تفریق ہو رہی ہے تو دونوں صورتوں میں پورا مہر واجب ہوگا، اور اگر تفریق خلوت صحیحہ سے پہلے ہوئی ہے تو مہر نہیں بلکہ متاع واجب ہوگا۔

دفعہ (۱۳۷):

اگر نکاح کے وقت یا نکاح کے بعد مہر مقرر ہوا ہی نہیں، اور خلوت صحیحہ سے پہلے تفریق ہوگئی تو بھی مہر نہیں صرف متاع واجب ہوگا۔

دفعہ (۱۳۸):

نکاح کے بعد زوجین میں سے کسی کی موت ہوجائے تو جو بھی مہر مقرر ہو چکا تھا، خواہ نکاح

حوالہ دفعہ (۱۳۶):

متاع کی تعریف دفعہ (۱۵۸) میں ملاحظہ ہو۔

(والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شئ بعد ذلك ا لا بالا براء ...... ولو فرض القاضي لها مهرا أو فرض الزوج بعد العقد ففي حال التأكيد يتأكد كما يتأكد مهر المثل وا ن طلقها قبل الدخول تجب المتعة ولا يتنصف المفروض۔

(ہندیہ، باب المہر ص ۳۰۳۔ ۳۰۴ ج ۱، وہکذا فی الہدایۃ ص ۳۰۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۳۷):

وا ن تزوجها ولم يسم لها مهرا أو تزوجها على أن لا مهر لها فلها مهر مثلها ا ن دخل أو مات عنها ...... ولو طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة ۔ (ہدایۃ ص ۳۰۴ ج ۲)

(و) تجب (متعة لمفوضة) وهي من زوجت بلا مهر (طلقت قبل الوطء) (قوله وتجب متعة لمفوضة) ...... واعلم أن الطلاق الذي تجب فيه المتعة ما يكون قبل الدخول في نكاح لا تسمية فيه سواء فرض بعده أولا أو كانت التسمية فيه فاسدة كما في البدائع۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۶۱ ج ۲، وہکذا في الہندیۃ ص ۳۰۴)

حوالہ دفعہ (۱۳۸):

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء

کے وقت ہوا ہو یا بعد میں، وہ پورا کا پورا واجب ہوگا۔

دفعہ (۱۳۹):

جنسی تعلق یا خلوت صحیحہ سے پہلے زوجین کے درمیان ایسی تفریق ہو جائے جو طلاق کے حکم میں نہ ہو تو پورا مہر ساقط ہو جائے گا، خواہ اس تفریق کا سبب عورت کی طرف سے پیدا ہوا ہو یا مرد کی طرف سے۔

تشریح:

جیسے خیار بلوغ کے مقدمہ میں اگر تفریق خلوت صحیحہ سے پہلے ہوگئی ہے تو پورا مہر ساقط ہو جائے گا۔

كـان مسـمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شئ بعد ذلك ا لا بالا براء من صاحب الحق كذا في البدائع ...... ولو فرض القاضي لها مهرا أو فرض الزوج بعد العقد ففي حال التأكيد يتأكد كما يتأكد مهر المثل وا ن طلقها قبل الدخول تجب المتعة ولا يتنصف المفروض۔

(الفتاوی الہندیہ، الباب السابع فی المہر ص ۳۰۳۔ ۳۰۴ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۳۹):

(فصل) أما بيان ما يسقط به كل المهر فالمهر كله يسقط بأسباب أربعة منها: الفرقة بغير طـلاق قبل الدخول بالمرأة وقبل الخلوة بها، فكل فرقة حصلت بغير طلاق قبل الدخول وقبل الـخـلـوـة تسقط جميع المهر سواء كانت من قبل المرأة أو من قبل الزوج، وا نما كان كذلك لأن الفرقة بغير طلاق تكون فسخا للعقد وفسخ العقد قبل الدخول يوجب سقوط كل المهر، لأن فسـخ الـعـقـد رفـعه من الأصل وجعله كأن لم يكن، وسنبين الفرقة التي تكون بغير طلاق والتي تـكـون بطلاق ا ن شاء الله تعالى في موضعها، ومنها الا براء عن كل المهر قبل الدخول وبـعـده ا ذا كـان الـمهـر دينا لأن الا براء ا سقاط والا سقاط ممن هو من أهل الا سقاط في محل قـابـل للسقوط يوجب السقوط، ومنها: الخلع على المهر قبل الدخول وبعده ...... ومنها: هبة كـل الـمهـر قبـل القبض عينا كان أو دينا وبعده ا ذا كان عينا، وجملة الكلام في هبة المهر أن الـمهـر لايخلو ا ما أن يكون عينا وهو أن يكون معينا مشارا ا ليه مما يصح تعيينه وا ما أن يكون دينا وهو أن يكون في الذمة كالدراهم والدنانير معينة كانت أو غير معينة الخ۔

(البدائع ص ۲۰۵ ج ۲، وہکذا فی الدر المختار مع رد المختار، باب الولی ص ۴۲۲ ج ۲، وباب المہر ص ۴۵۴ ج ۲ وباب الخلع ص ۷۷۸ ج ۲)

دفعہ(۱۴۰):

اگر شوہر نے کسی خاص معین چیز کو مہر بنایا اور وہ چیز عورت کے قبضہ میں آنے سے پہلے ضائع ہوگئی یا اس میں کسی دوسرے کی ملکیت ثابت ہوگئی تو شوہر کو اس کے عوض ویسی ہی دوسری چیز یا اس کی قیمت دینا ہوگی۔

دفعہ(۱۴۱):

مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو بیاہی جانے والی لڑکی کے آبائی خاندان میں اس جیسی لڑکی کا ہو، نیز آبائی خاندان کی لڑکیوں کے شوہر اور اس شوہر میں قابل ذکر مناسبت ہو۔

دفعہ(۱۴۲):

مہر مثل کے تعین میں اختلاف ہو تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے اس کا ثبوت ہوگا، اور اگر کوئی معتبر شہادت نہ ہو تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

حوالہ دفعہ(۱۴۰):

لو تزوجها على شئ بعينه وهلك قبل التسليم أو استحق فا ن كان ذلك من ذوات الأمثال رجعت على الزوج بالمثل وا لا فبالقيمة كذا في المحيط۔
(الفتاوی الہندیہ، باب المہر، الفصل التاسع فی ہلاک المہر واستحقاقہ ص ۳۱۶ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۱۴۱):

ومهر مثلها يعتبر بقوم أبيها ا ذا استويا سنا وجمالا وبلدا وعصرا وعقلا ودينا وبكارة وكذا يشترط أن تستويا في العلم والأدب وكمال الخلق وأن لا يكون لهما ولد كذا في التبيين، وا نما يعتبر حالها في السن والجمال حالة التزوج كذا في المحيط وقالوا يعتبر حال الزوج أيضا ...... وقوم أبيها أخواتها لأبيها وأمها أو لأبيها وعماتها وبناتها عمها ولا يعتبر مهرها بمهر أمها ا لا أن تكون أمها من قوم أبيها بأن كانت بنت عم أبيها۔ (عالمگیری، باب المہر ص ۳۰۶ ج ۱)

(و) الحرة (مهر مثلها) الشرعي (مهرمثلها) اللغوي أي مهر امرأة تماثلها (من قوم أبيها) وتعتبر المماثلة في الأوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودينا وبكارة وثيوبة وعفة وعلما وأدبا وكمال الخلق وعدم ولد ويعتبر حال الزوج أيضا ذكره الكمال۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۸۷۔۴۸۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۴۲):

ويشترط أن يكون المخبر بمهر المثل رجلين أو رجلا وامرأتين ويشترط لفظ الشهادة

دفعہ (۱۴۳):

مہر مثل کا وجوب مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوگا، بشرطیکہ زوجین کے درمیان تفریق خلوت صحیحہ کے بعد ہوئی ہو، یا دونوں میں سے کسی ایک کی موت واقع ہوگئی ہو:

(۱) جس نکاح میں بوقت عقد یا اس کے بعد مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

(۲) اور اگر اس شرط پر نکاح ہوا کہ مہر نہیں ہوگا، تو نکاح صحیح ہو جائے گا، اور عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی، بشرطیکہ نکاح کے بعد مہر مقرر نہ ہوا ہو۔

(۳) اگر مہر میں کوئی شئ مقرر کی جائے جو مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، مثلاً گیہوں کا ایک دانہ، ایک گلاس پانی، مردار، خنزیر وغیرہ، تو ایسی صورت میں بھی مہر مثل ہی واجب ہوگا۔

دفعہ (۱۴۴):

اگر نکاح فاسد ہوا اور جنسی تعلق قائم ہو جائے تو مہر مثل اور مہر مسمی میں جو کم ہو وہ واجب ہوگا،

فا ن لم یوجد علی ذلك شهود عدول فالقول قول الزوج مع یمینه۔

(عالمگیری ص ۳۰۶ ج ۱، وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۸۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۴۳):

(ووجب مهر المثل في الشغار) ...... (و) في خدمة زوج حر) سنة (للأمهار) ...... (وكذا يجب) مهر المثل (فيما ا ذا لم يسم) مهرا (أو نفى ا ن وطئ) الزوج (أو مات عنها ا ذا لم يتراضيا على شئ) يصلح مهرا (وا لا فذلك) الشئ (هو الواجب أو سمى خمرا أو خنزيرا أو هذا الخل وهو خمرا وهذا العبد وهو حر) (قوله ا ن وطى الزوج) أي ولو حكما، نهر أي بالخلوة الصحيحة فا نها كالوطء في تأكد المهر كما سيأتي (قوله وا لا) بأن تراضيا على شئ فهو الواجب بالوطئ أو الموت، أما لو طلقها قبل الدخول فتجب المتعة كما يأتي في قوله ما فرض بعد العقد أو زيد لا ينتصف۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۵۷ تا ۳۶۱ ج ۲)

(وما فرض) بتراضيهما أو بفرض قاض ...... (أو زيد) ...... (لا ينصف) لاختصاص التنصيف بالمفروض في العقد بالنص بل تجب المتعة في الأول ونصف الأصل في الثاني۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۳۶۳۔ ۳۶۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۴۴ او ۱۴۵):

ا ذا وقع النكاح فاسدا فرق القاضي بين الزوج والمرأة فا ن لم يكن دخل بها فلا مهر لها

اوراگر مہر مقرر نہ ہوا ہو تو مہر مثل ہی واجب ہوگا خواہ زیادہ ہو یا کم۔

ولا عـدة، وا ن كـان قد دخل بها فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر مثلها ا ن كان ثمة مسمى وا ن لم يكن ثمة مسمى فلها مهر المثل بالغا ما بلغ وتجب العدة۔

(عالمگیری، الباب الثامن فی النکاح الفاسد ص ۳۳۰ ج ۱)

(يـجب مهـر الـمثل في نكاح فاسد) ...... (بالوطئ) في القبل (لا بغيره......) (ولـم يزد) مهـرا لـمثـل (عـلـى الـمسـمـى) لرضاها بالحط ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسـمية بفساد العقد، ولو لم يسم أو جهل لزم بالغا ما بلغ (الدر المختار) ...... (قوله بالوطئ) وقبـل الـوطـئ لا حـكـم لـه أصلا ولايجب به ا لا مهر واحد وا ن تكرر وكذا كل وطئ حصل عقب شبهة الملك بخلاف شبهة الاشتباه كوطئ الابن جارية أبيه فلكل وطئ مهر، وعم ما لو كان الواطي صبيا وتمامه في البحر۔ (طحطاوی علی الدرالمختار ص ۵۹ ج ۲)

(الشبهة مـا يشبـه) (الثـابـت وليـس بثـابـت) في نفـس الأمر (وهي ثلاثة أنواع شبهة حـكـمية (فـي المحل وشبهة) اشتباه (في الفعل وشبهة في العقد) ...... (لاحد) بلازم (بشبهة المحل) أي الملك وتسمى شبهة حكمية ...... (وا ن ظن حرمته كوطء ......) ...... (...... معتدة الـكنايات) ...... وا ن نوى بها ثلاثا، نهر لقول عمر رضي الله عنه الكنايات رواجع ...... ووطء ...... زوجة حـرمـت بـردتهـا أو مـطـاوعتها لابنه أوجماعه لأمها أو بنتها لأن من الأئمة من لم يـحرم به ...... (و) لاحد أيضا (بشبهة الفعل) وتسمى شبهة اشتباه أي شبهة في حق من حصل لـه اشتبـاه (ا ن ظـن حـلـه) ...... (كـوطء ......) ...... (...... مـعتدة الثلاث) ولو جملة ...... (و) مـعتـدة (الطلاق على مال) وكذا المختلعة على الصحيح بدائع ......(و) ......(...... وطء امرأة زفـت) ا ليـه (وقـال الـنساء هي زوجتك ولم تكن كذلك) معتمدا ...... خبرهن...... (و) لاحد أيـضا (بشبهة العقد) أي عقد النكاح (عنده) أي الا مام (كوطء محرم نكحها) ......(أو) وطء (في نكاح بغير شهود) (قوله بشبهة المحل) هو الموطوءة كما مر، وهي المنافية للحرمة ذاتا عـلـى مـعنى انا لو نظرنا ا لى الدليل مع قطع النظر عن المانع يكون منافيا للحرمة نهر، يعني ا ن الـنـظر ا لى ذات الدليل ينفي الحرمة ويثبت الحل مع قطع النظر عن المانع (قوله بشبهة الفعل) أي الشبهة فـي الـفـعل الذي هو الوطء حيث كان مما قد تشبه عليه حرمته لأن في محله وهو الـمـوطـوءـة لأن حرمة المحل هنا مقطوع بها ا ذا لم يقم فيه دليل ملك عارضه غيره فلم يكن فـي حـل الـمـحـل شبهة أصلاً (قـولـه أي شبهة فـي حـق مـن حصل له اشتباه) هو معنى قول الـمـصـنـف ا ن ظن حله لأن من ظن الحل فقد اشتبه عليه الأمر، ولذا قال في الفتح ا نها تتحقق فـي حق من اشتبه عليه الحل والحرمة ا ذ لا دليل في السمع يفيد الحل بل ظن غير الدليل دليلا ...... فـلابد من الظن وا لا فلا شبهة أصلا لفرض أن لا دليل أصلا لتثبت الشبهة في نفس الأمر فـلو لم يكن ظنه الحل ثابتا تكن شبهة أصلا ا هــ (قوله بشبهة العقد) أي ما وجد فيه العقد

دفعہ (۱۴۵):

وطی بالشبہ کی شکل میں بھی مہر مثل واجب ہوگا۔

تشریح:

وطی بالشبہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وطي بشبهة المحل جسے وطی بشبہۃ الملک اور وطی بشبہۃ حکمیہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسی خاتون سے وطی کرنا کہ دلائل شرعیہ سے اس کی حلت کا شبہ ہوتا ہو، اگرچہ کسی زیادہ قوی دلیل کی وجہ سے حلت ثابت نہ ہو، جیسے کسی شخص کا اپنی اس معتدہ سے وطی کرنا جو الفاظ کنائی سے طلاق کے بعد عدت گذار رہی ہو، خواہ اس شخص نے تین طلاق کی نیت کی ہو، یا اپنی مرتدہ بیوی سے یا اس بیوی سے وطی کرنا جو مصاہرت کے سبب حرام ہوگئی ہو۔

(۲) وطي بشبهة الفعل جسے **وطي بشبهة الاشتباه** بھی کہتے ہیں، یعنی ایسی خاتون سے وطی کرنا کہ دلائل شرعیہ سے اس خاتون کی حلت کا شبہ تو نہ ہوتا ہو لیکن وطی کرنے والے نے غیر دلیل کو حلت وطی کی دلیل سمجھ کر اس سے وطی کو جائز گمان کرلیا ہو، جیسے کسی شخص کا اپنی اس معتدہ سے وطی کرلینا جس کو اس نے لفظ صریح سے تین طلاق دے دی ہو، یا خلع یا طلاق بالمال سے اس کے اوپر طلاق بائن واقع ہوچکی ہو، یا کسی ایسی خاتون سے وطی کرلینا جس کو عورتوں نے شب زفاف میں اس کے پاس بیوی کہہ کر بھیج دیا ہو، کہ ان تمام مثالوں میں اس میں حرمت ثابت ہے، لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے حلت کا شبہ ہوتا ہے۔

(۳) وطي بشبهة العقد یعنی اس خاتون سے وطی کرنا جس کے ساتھ صورتاً

صورة لا حقيقة (قوله كوطء محرم نكحها) أي عقد عليها أطلق في المحرم فشمل المحرم نسبا ورضاعا وصهرية وأشارا لى أنه لو عقد منكوحة الغير أو معتدته أو مطلقته الثلاث ...... أو تزوج خمساً في عقدة فوطئهن أو جمع بين أختين في عقدة۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحدود والذی حسبہ ص ۲۰۷، ۲۱۲ ج ۳، أومثلہ وقریب منہ في بدائع الصنائع، کتاب الحدود ص ۳۳ تا ۳۷ ج ۷، وہکذا في فتح القدیر، باب الوطء الذي یوجب الحد أولا یوجبہ ص ۱۳۸ تا ۱۴۳ ج ۴)

نکاح کا ایجاب وقبول ہوا ہو لیکن شرعاً نکاح متحقق نہ ہوا ہو، مثلاً محرمات ابدیہ یا غیر کی منکوحہ، یا معتدہ یا اپنی مطلقہ ثلاثہ سے (حلالہ کے بغیر) نکاح کے بعد وطی کرنا، یا پانچ عورتوں یا دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کے بعد ان سے وطی کرنا، یا ایک بہن کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کے بعد اس سے وطی کرنا، یا نکاح فاسد کے بعد وطی کرنا، کہ ان تمام صورتوں میں اگرچہ صورتاً نکاح کا ایجاب وقبول ہوا ہے لیکن حقیقۃً وشرعاً نکاح نہیں ہوا، اس لئے اگر ایسے نکاح کے بعد کسی نے وطی کی تو یہ **وطي بشبهة العقد** کہلائے گی۔

مہر کا معجّل یا موجل ہونا

دفعہ (۱۴۶):

مہر معجّل وہ مہر ہے جو بوقت نکاح ادا کر دیا گیا ہو، یا جس کا زوجہ کے مطالبہ پر فوراً ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہو۔

دفعہ (۱۴۷):

مہر موجل وہ مہر ہے جس کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر کی گئی ہو، وہ مدت قریب ہو یا بعید۔

دفعہ (۱۴۸):

اگر نکاح کے وقت مہر کے معجّل یا موجل ہونے کی تصریح نہ ہو، یا موجل کی صراحت کے باوجود مدت متعین نہ کی گئی ہو تو عرف ورواج کا اعتبار ہوگا اور بر بنائے عرف طلاق یا موت پر مہر لازم ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۱۴۶) تا (۱۵۰):

وحاصله أنه ا ما أن يصرحا بحلوله أو بتعجيله أو بتأجيله كله أو بحلول بعضه وتأجيل بعضه أو يسكتا، فا ن شرطا حلوله أو تعجيله كله فلها الامتناع حتى تستوفيه كله، والحلول والتعجيل مترادفان ولا اعتبار بالعرف ا ذا جاء الصريح بخلافه ...... على المفتى به فالمعتبر في السكوت عنه العرف۔

(البحر الرائق ص ۱۷۷، ۱۷۹ ج ۳، وہکذا فی الفتاوی الہندیہ ص ۳۱۸ ج ۲، وہکذا فی الہدایہ ص ۳۲۴ ج ۲)

دفعہ (۱۴۹):

زوجین کو اختیار ہے کہ پورا مہر معجّل مقرر کریں یا مؤجل، یا کچھ معجّل اور کچھ مؤجل۔

دفعہ (۱۵۰):

اگر مہر معجّل مقرر ہوا ہو تو اس کی ادائیگی سے پہلے عورت اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے۔

دفعہ (۱۵۱):

مہر کی رقم عورت کی ذاتی ملکیت ہے، اسے جزوی یا کلی طور پر معاف کرسکتی ہے بشرطیکہ عورت مرض الموت میں نہ ہو۔

دفعہ (۱۵۲):

مرد کو اختیار ہے کہ وہ مہر مسمیٰ پر اضافہ کردے، اور یہ اضافہ اس وقت لازم ہوگا جب کہ عورت اسے قبول کرلے۔

حوالہ دفعہ (۱۵۱):

(وصح حطها) لكله أو بعضه (عنه) قبل أولا ويرتد بالرد كما في البحر (قوله وصح حطها) الحط الا سقاط كما في المغرب، وقيد بحطها لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة ولو كبيرة توقف على ا جازتها ولابد من رضاها ففي هبة الخلاصة خوفها بضرب حتى وهبت مهرها لم يصح لو قادراً على الضرب ١هـ۔

وأن لا تكون مريضة مرض الموت (قوله لكله أو بعضه) قيده في البدائع بما ا ذا كان المهر دينا أي دراهم أو دنانير، لأن الحط في الأعيان لا يصح بحر، ومعنى عدم صحته أن لها أن تأخذه منه مادام قائما، فلو هلك في يده سقط المهر عنه، كما في البزازية: أبرأتك عن هذا العبد يبقى العبد وديعة عنده ١هـ نهر۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۶۴۔ ۴۶۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۵۲):

فا ذا زادها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة كذا في السراج الوهاج هذا ا ذا قبلت المرأة الزيادة سواء كانت من جنس المهر أو لا من زوج أو من ولي، كذا في النهر الفائق۔
(ہندیہ، باب المہر الفصل السابع ص ۳۱۲ ج ۱)

مہر کا وجوب اور اس کا موکد ہونا

دفعہ(۱۵۳):

نکاح صحیح میں مہر صرف عقد نکاح سے واجب ہوتا ہے، لیکن یہ کبھی ساقط بھی ہوسکتا ہے، اور

حوالہ دفعہ(۱۵۳):

(وتجب) العشرة (ا ن سماها أو دونها و) يجب (لأكثر منها ا ن سمى) الأكثر ويتأكد (عند وطئ أو خلوة صحت) من الزوج (أو موت أحدهما) (قوله ويتأكد) أي الواجب من العشرة أو الأكثر، وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد لكن مع احتمال سقوطه بردتها أو تقبيلها ابنه أو تنصفه بطلاقها قبل الدخول وا نما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ ونحوه...... وا ذا تأكد المهر بما ذكر لا يسقط بعد ذلك، وا ن كانت الفرقة من قبلها لأن البدل بعد تأكده لا يحتمل السقوط ا لا بالا براء كالثمن ا ذا تأكد بقبض المبيع۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۰۳ ج ا، وہکذا فی عالمگیری، باب المہر ص ۴۵۴ ج ۲)

(والخلوة) مبتدأ خبره قوله الآتي كالوطء (بلا مانع حسي) كمرض لأحدهما بمنع الوطء (وطبعي) كوجود ثالث عاقل ذكره ابن الكمال وجعله في الأسرار من الحسي وعليه فليس للطبعي مثال مستقل (وشرعي) كا حرام لفرض أو نفل (و) من الحسي (رتق) ...... (وقرن) ...... (وعفل) ...... (وصغر) ...... ولو بزوج (لا يطاق معه الجماع و) بلا (وجود ثالث معهما) ولو نائما أو أعمى (ا لا أن يكون) الثالث (صغيرا لا يعقل) بأن لا يعبر عما يكون بينهما (أو مجنونا أو مغمى عليه) لكن في البزازية ا ن في الليل صحت لا في النهار وكذا الأعمى في الأصح ...... (والكلب يمنع ا ن) كان (عقورا) ...... وبقي منه عدم صلاحية المكان كمسجد وطريق وحمام وصحراء وسطح وبيت باب مفتوح وما ا ذا لم يعرفها (وصوم التطوع والمنذور والكفارات والقضاء غير مانع لصحتها) في الأصح ا ذ لا كفارة بالا فساد ومفاده أنه لو أكل ناسيا فأمسك فخلا بها أن تصح وكذا كل ما أسقط الكفارة نهر (بل المانع صوم رمضان) أداء وصلوة الفرض فقط (كالوطء) فيما يجئ۔

(قوله فليس للطبعي مثال مستقل) فا نهم مثلوا للطبعي بوجود ثالث وبالحيض أو النفاس مع أن الأول منهي شرعا وينفر الطبع عنه فهو مانع حسي طبعي شرعي والثاني طبعي شرعي (قوله كا حرام لفرض أو نفل) لحج أو عمرة قبل وقوف عرفة أو بعده قبل طواف، وأطلق في ا حرام النفل فعم ما ا ذا كان با ذنه أو بغير ا ذنه وقد نصوا على أنه له أن يحللها ا ذا كان بغير ا ذنه ط، قلت فالظاهر أن التعميم الأخير غير مراد لأن العلة الحرمة وهي مفقودة (قوله ولو المبتغى في الأعمى فا ن لم يقف على حاله تصح وا ن كان أصم ا ن كان نهارا لا تصح وا ن كان ليلا تصح ا هـ قلت الظاهر أنه أراد بالأصم غير الأعمى أما لو كان أعمى أيضا فلا فرق في حقه

خلوت صحیحہ یا زوجین میں سے کسی کی موت کے بعد موکد ہوجاتا ہے جس میں سقوط کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔

تشریح:

مثلاً نکاح صحیح کے بعد مہر واجب تو ہوا لیکن خلوت صحیحہ سے پہلے اگر زوجین میں

بين النهار والليل تأمل (قوله المجنون والمغمى عليه) وقيل يمنعان فتح، قلت يظهر لي المنع في المجنون لأنه أقوى حالا من الكلب العقور تأمل (وقوله كذا الأعمى) قد علمت ما فيه من أنه لا يظهر الفرق بين الليل والنهار في حقه تأمل (قوله وسطح) ...... لأن المانع الا حساس ولا يختص بالبصر (قوله في الأصح) أي أصح الروايتين لكن صرح شراح الهداية بأن رواية المنع في التطوع شاذة ويشير ا ليه قول الخانية، وفي صوم القضاء والكفارات والمنذورات روايتان، والأصح أنه لا يمنع الخلوة وصوم التطوع لا يمنعها في ظاهر الرواية وقيل يمنع ١هـ، وقول الكنز وصوم الفرض يدخل فيه القضاء والكفارات والمنذورات فيكون اختيار منه لرواية المنع في غير التطوع لأن الا فطار فيه بغير عذر جائز في رواية، ويؤيد ما في الكنز تعبير الخانية بالأصح فا نه يفيد أن مقابله صحيح وكذا قول الهداية وصوم القضاء والمنذور كالتطوع في رواية فا نه يفيد أن رواية كونهما كصوم رمضان أقوى، وبهذا يتأيد ما بحثه في البحر بقوله وينبغي أن يكون صوم الفرض ولو منذوراً مانعاً اتفاقا لأنه يحرم ا فساده وا ن كان لا كفارة فيه فهو مانع شرعي ١هـ، (قوله ان تصح) أي الخلوة لسقوط الكفارة بشبهة خلاف الا مام مالك فا نه يرى فطره بأكله ناسيا ولا كفارة ط (قوله وكذا كل ما أسقط الكفارة) كشرب وجماع ناسيا ونية نهار أو نية نفل ط۔

(وصلوٰة الفرض فقط) قال في البحر لاشك أن ا فساد الصلوٰة لغير عذر حرام فرضا كانت أو نفلا، فينبغي أن تمنع مطلقا مع أنهم قالوا ا ن الصلوة الواجبة لا تمنع كالنفل مع أنه يأثم بتركها ...... قلت والحاصل أنهم لم يفرقوا في ا حرام الحج بين فرضه ونفله لاشتراكهما في لزوم القضاء والدم، وفرقوا بينهما في الصوم والصلوة أما الصوم فظاهر ...... وأما في الصلوة فالفرق بينهما مشكل ا ذ ليس في فرضها ضرر زائد على الا ثم ولزوم القضاء، وهذا موجود في نفلها وواجبها، نعم الا ثم في الفرض أعظم وفي كونه مناطا لمنع صحة الخلوة خفاء وا لا لزم أن لا يكون قضاء رمضان والكفارة كالنفل ولعل هذا وجه اختيار الكنز ا طلاق فرض الصوم كما قدمناه فكذا الصلوة ينبغي أن يكون فرضها ونفلها كفرض الصوم بخلاف نفله لأنه أوسع بدليل أنه يجوز ا فطاره بلا عذر في رواية ونفل الصلوة لا يجوز قطعه بلا عذر في جميع الروايات فكان كفرضها، ولعل المجتهد قام عنده فرق بينهما لم يظهر لنا والله تعالى أعلم۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر ص ۲۶۵ تا ۲۶۸ ج ۲)

تفریق ہوگئی اور اس کا باعث عورت ہے تو یہ واجب شدہ مہر ساقط ہوجائے گا، اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد تفریق ہوئی تو اگرچہ اس کا باعث عورت ہی کیوں نہ ہو، یا زوجین میں سے کسی کی موت واقع ہوجائے تو واجب شدہ مہر ساقط نہیں ہوگا بلکہ پورا کا پورا ادا کرنا لازم ہوگا۔

خلوت صحیحہ

دفعہ (۱۵۴):

نکاح صحیح کے بعد زوجین کا کسی ایسی جگہ جمع ہونا جہاں وہ باطمینان جنسی تعلق قائم کر سکتے ہوں اور کوئی مانع حسی یا طبعی یا شرعی موجود نہ ہو، خلوت صحیحہ ہے۔

تشریح:

فقہاء کرام نے مانع حسی، طبعی اور شرعی کی کوئی مکمل تعریف نہیں کی ہے، البتہ وضاحت کے لئے ان سب کی مثالیں دی ہیں اور بتایا ہے کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ بیک وقت ان کو تینوں کی مثالیں بنانا صحیح ہے، اور بعض صورتیں ایسی ہیں کہ بیک وقت ان کو دو کی مثال قرار دیا جاسکتا ہے، اور کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ وہ صرف ایک کی مثال ہے، مثلاً مانع حسی کی مثالوں میں ذکر کیا ہے کہ زوجین ایسی جگہ جمع ہوں کہ جہاں کوئی تیسرا شخص آسکتا ہو جیسے دونوں کھلی جگہ یا کھلے مکان میں ہوں، یا کوئی تیسرا شخص موجود ہو جو زوجین کے عمل وطی کو محسوس بھی کر سکتا ہو (ان کو مانع شرعی اور طبعی کی مثالیں بنانا بھی صحیح ہے)، یا وہاں پر کوئی ایسا جانور ہو جس سے ضرر کا اندیشہ ہو، یا دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک ایسے عارضہ میں مبتلا ہو جو وطی سے مانع ہو مثلاً بیمار ہو یا بیوی کی شرمگاہ میں بڑھی ہوئی ہڈی یا غدود وغیرہ ہو جو وطی سے مانع ہو، یا زوجین یا ان میں سے کوئی ایک اتنی کم عمر ہو کہ وطی پر قادر نہ ہو، اور مانع طبعی کی مثالوں میں زوجہ کے حائضہ یا نفساء ہونے کو ذکر فرمایا ہے، لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ یہ مانع شرعی کی بھی مثال ہے، اور مانع شرعی کی مثالوں میں فرمایا کہ زوجین یا ان میں سے کوئی ایک حج فرض یا نفل اور عمرہ

کے احرام میں ہو، یا رمضان المبارک میں روزہ سے ہو، یا فرض نماز میں مشغول ہوتو ان تمام حالتوں میں دونوں کی یکجائی خلوت صحیحہ نہیں ہے، البتہ اگر دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک نفل روزہ کی حالت میں یکجا ہوں، یا بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر حج نفل کے احرام میں ہو اور اس حال میں دونوں یکجا ہوں، تو خلوت صحیحہ کا تحقق ہو جائے گا۔

دفعہ (۱۵۵):

خلوت صحیحہ مندرجہ ذیل احکام میں جنسی تعلق کے قائم مقام ہے:

(۱) پورے مہر کا لازم ہونا۔

(۲) نسب کا ثابت ہونا۔

(۳) عدت کا واجب ہونا۔

(۴) عدت کا نفقہ اور سکنیٰ واجب ہونا۔

(۵) بیوی کی بہن سے نکاح کا حرام ہونا۔

(۶) اس عورت کے عدت میں رہتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کا حرام ہونا۔

دفعہ (۱۵۶):

درج ذیل صورتوں میں خلوت صحیحہ جنسی تعلق کے قائم مقام نہیں ہے:

حوالہ دفعہ (۱۵۵):

(والخلوة) مبتدأ خبره قوله الآتي كالوطي ...... (كالوطء) فيما يجيء (ولو) كان الزوج مجبوبا أو عنينا أو خصيا ...... (في ثبوت النسب) (و) في تأكيد (المهر) المسمى (و) مهر المثل بلا تسمية و (النفقة والسكنى والعدة وحرمة نكاح أختها وأربع سواها) في عدتها الخـ۔

وأصحابنا أقاموا الخلوة الصحيحة مقام الوطئ في حق بعض الأحكام دون البعض فأقاموها مقامه في حق تأكد المهر وثبوت النسب والعدة والنفقة والسكنى في هدة العدة وحرمة نكاح أختها وأربع سواها۔ (عالمگیری ص ۳۰۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۵۶):

ولم يقيموها مقام الوطئ في حق الا حصان وحرمة البنات وحلها للأول والرجعة والميراث ...... ولا تقام الخلوة مقام الوطئ في حق زوال البكارة حتى لو خلا ببكر ثم طلقها

(۱) بیوی کی لڑکی کا شوہر پر حرام نہ ہونا۔

(۲) مطلقہ ثلاثہ کا پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہونا۔

(۳) حق رجعت کا حاصل نہ ہونا، یعنی خلوت صحیحہ کے بعد جو طلاق دی جائے گی وہ طلاق رجعی نہیں بائن ہوگی۔

تزوج كالأبكار۔ (عالمگیری ص ۳۰۶ ج ۱)

(لا) تكون كالوطئ في حق بقية الأحكام كالغسل و (الا حصان) وحرمة البنات وحلها للأول والرجعة والميراث) وتزويجها كالأبكار على المختار وغير ذلك كما نظمه صاحب النهر فقال الخ (قوله والا حصان) فلو زنى بعد الخلوة الصحيحة لا يلزمه الرجم يفقد شرط الا حصان وهو الوطئ ...... (قوله والرجعة) أي لا يصير مراجعا بالخلوة ولا رجعة له بعد الطلاق الصريح بعد الخلوة بحر أي لوقوع الطلاق بائنا كما قدمناه۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر ص ۴۷۰ ۔ ۱۷۱ ج ۲، وہکذا فی البحر الرائق ص ۱۵۳۔ ۱۵۴ ج ۲)

(وأما حد الزنا فنوعان: جلد ورجم وسبب وجوب كل واحد منهما وهو الزنا وا نما يختلفان في الشرط وهو الا حصان فالا حصان شرط لوجوب الرجم وليس بشرط لوجوب الجلد فلابد من معرفة الزنا والا حصان في عرف الشرع ...... (فصل) وأما الا حصان فالا حصان نوعان ا حصان الرجم وا حصان القذف أما ا حصان الرجم فهو عبارة في الشرع عن اجتماع صفات اعتبرها الشرع لوجوب الرجم وهي سبعة العقل والبلوغ والحرية والا سلام والنكاح الصحيح وكون الزوجين جميعا على هذه الصفات وهو أن يكونا جميعا عاقلين بالغين حرين مسلمين فوجود هذه الصفات جميعا فيهما شرط لكون كل واحد منهما محصنا والدخول في النكاح الصحيح بعد سائر الشرائط متأخرا عنها فا ن تقدمها لم يعتبر ما لم يوجد دخول آخر بعدها۔

(فصل وأما حد القذف فسبب وجوبه القذف ...... (فصل) أما شرائط وجوبه فأنواع بعضها يرجع ا لى القاذف وبعضها يرجع ا لى المقذوف ...... وأما الذي يرجع ا لى القاذف فأنواع ثلاثة: أحدها العقل والثاني البلوغ ...... والثالث عدم ا ثباته بأربعة شهداء ...... وأما حرية القاذف وا سلامه وعقله عن فعل الزنا فليس بشرط ...... (فصل) وأما الذي يرجع ا لى المقذوف فشيئان أحدهما أن يكون محصنا رجلا كان أو امرأة وشرائط ا حصان القذف خمسة العقل والبلوغ والحرية والا سلام والعفة عن الزنا ...... ثم تفسير لعفة عن الزنا هو أن لم يكن المقذوف وطئ في عمره وطأ حراما في غير ملك ولا نكاح أصلا ولا في نكاح فاسد فسادا مجمعا عليه في السلف فا ن كان في فعل سقطت عفته سواء كان الوطء زنا موجبا للحد أو لم يكن بعد أن يكون على الوصف الذي ذكرنا ...... ولو تزوج امرأة بغير شهود فوطئها سقطت عفته لأن فساد هذا النكاح مجمع عليه لا اختلاف فيه في السلف ولا يعرف

(۴) عدت میں ہونے کے باوجود مرنے والے شوہر کی میراث کا مستحق نہ ہونا۔

(۵) نکاح کی اجازت کے سلسلہ میں اس لڑکی کو جس سے صرف خلوت صحیحہ ہوئی ہے، باکرہ سمجھا جائے گا۔

(۶) زنا کی شرعی سزا کے معاملہ میں جنسی تعلق سے زوجین محصن ہوتے ہیں صرف خلوت صحیحہ سے محصن نہیں ہوتے۔

مہر کی مقدار میں اختلاف

دفعہ (۱۵۷):

اگر فریقین میں مقدار مہر کا اختلاف ہوتو:

(الف) اگر دونوں فریق شہادت پیش کر دیں تو جس کا دعویٰ مہر مثل کے غیر مطابق یعنی اس سے بعید ہوگا، اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا۔

(ب) اگر صرف ایک فریق نے شہادت پیش کی تو بہرصورت اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(ج) اگر دونوں میں سے کسی نے شہادت پیش نہیں کی تو قسم کے ساتھ اس فریق کی بات مانی جائے گی جس کا دعویٰ مہر مثل سے اقرب ہو۔

الخلاف فيه بين الصحابة فلا يعتد بخلاف مالك فيه۔

(بدائع الصنائع، کتاب الحدود ص ۳۳۷ ـ ۳۴۷ ج ۷)

حوالہ دفعہ (۱۵۷):

(و) وا ن اختلفا في قدره حال قيام النكاح فالقول لمن شهد (له مهر المثل) بيمينه (وا ن أقام بينة قبلت) سواء (شهد مهر المثل له أولها أولا ولا وا ن أقاما البينة فبينتها) مقدمة ا ن شهد مهر المثل له وبينته) مقدمة (ا ن شهد) مهر المثل (لها) لأن البينات لا ثبات خلاف الظاهر ...... (وفي الطلاق قبل الوطئ حكم متعة المثل) لو المسمى دينا وا ن عينا كمسئلة العبد والجارية فلها المتعة بلا تحكيم ا لا أن يرضى الزوج بنصف الجارية (وأي أقام بينة قبلت فا ن أقاما فبينتها) أولى (ا ن شهدت له) المعتة (وبينته ا ن شهدت لها وا ن كانت) المتعة (بينهما تحالفا وا ن حلفا وجب متعة المثل وموت أحدهما كحياتهما في الحكم) أصلا وقدرا لعدم سقوطه بموت أحدهما (وبعد موتهما ففي القدر القول لورثته۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۹۷ تا ۴۹۹ ج ۲، وہکذا فی الہندیہ ص ۳۹۱ تا ۳۲۱ ج ۱)

متاع

دفعہ (۱۵۸):

متاع یا متعہ لغت کی رو سے وہ چیز ہے جس سے عارضی اور وقتی طور پر فائدہ اٹھایا جا سکے۔

اصطلاح شرع میں متاع کے لئے معیار کے طور پر اوڑھنی، چادر اور قمیص کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اس معیار کی چیزیں جو اس دیار میں مروج ہوں اور جن کی قیمت نصف مہر سے زیادہ نہ ہو بطور متاع دی جائیں گی۔

تشریح:

متاع کا مقصد فوری طور پر کچھ ایسی چیز پیش کر دینا ہے جس سے عورت کی ایک حد تک دل جوئی ہو سکے، اس لئے متاع میں عام طور پر کچھ کپڑے یا زندگی کی ضروریات سے متعلق کچھ سامان دیا جانا شرعاً ثابت ہے۔

دفعہ (۱۵۹):

متاع کی ادائیگی مندرجہ ذیل صورتوں میں شوہر پر واجب ہے:

حوالہ دفعہ (۱۵۸):

(وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه) أي نصف مهر المثل لو الزوج غنيا (ولا تنقص عن خمسة دراهم) لو فقيرا (وتعتبر) المتعة (بحالهما) كالنفقة، به يفتى۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۶۲ ج ۲، کذا فی الہدایۃ ص ۲۰۵۔ ۲۰۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۵۹) و (۱۶۰):

(و) تجب (متعة لمفوضة) ...... (طلقت قبل الوطئ) (قوله وتجب متعة لمفوضة)...... واعلم أن الطلاق الذي تجب فيه المتعة ما يكون قبل الدخول في نكاح لا تسمية فيه سواء فرض بعده أولا أو كانت التسمية فيه فاسدة كما في البدائع، قال في البحر وا نما تجب فيما لم تصح فيه التسمية من كل وجه، فلو صحت من وجه دون وجه لا تجب المتعة وا ن وجب مهر المثل بالدخول الخ ...... والمراد بالطلاق فرقة جاء ت من قبل الزوج ولم يشاركه صاحب المهر في سببها طلاقا كانت أو فسخا ...... فلو جاء ت من قبلها ...... فا نه لا متعة لها

(الف) بوقت نکاح مہر مقرر نہیں ہوا اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی تفریق ہوگئی جس کا سبب تنہا شوہر ہو بیوی کا اس میں دخل نہ ہو۔

(ب) نکاح کے بعد قاضی کے فیصلہ یا میاں بیوی کی رضامندی سے مہر مقرر ہوا اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی۔

دفعہ (۱۶۰):

جن صورتوں میں مطلقہ کے لئے متاع یا نصف مہر واجب ہے ان کے علاوہ بقیہ صورتوں میں متاع مستحب ہوگا۔

نفقہ

دفعہ (۱۶۱):

شریعت نے کسی کی زندگی کی بقا کے لئے جو خرچ ضروری قرار دیا ہے وہ نفقہ ہے، اور انسان

لا وجوبا ولا استحبابا كما في الفتح۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۶۱ ج ۲)

(وتستحب المتعة لمن سواها) أي المفوضه (ا لا من سمى لها مهر وطلقت قبل الوطء) فلا تستحب لها، بل للموطوءة سمى لها مهر أولا، فالمطلقات أربع (قوله ا لا من سمى لها مهر الخ) ...... وقدمنا أن الفرقة ا ذا كانت من قبلها قبل الدخول لا تستحب لها المتعة أيضا لأنها الجانية (قوله بل للموطوءة الخ) أي بل تستحب لها، قال في البدائع: وكل فرقة جاءت من قبل الزوج بعد الدخول تستحب فيها المتعة ا لا أن يرتد أو يأبى الا سلام لأن الاستحباب طلب الفضيلة والكافر ليس من أهلها (قوله في المطلقات أربع) أي مطلقة قبل الوطئ أو بعده سمى لها أولا فالمطلقة قبله ا ن لم يسم لها فمتعتها واجبة وا ن سمى فغير واجبة ولا مستحبة أيضا على ما هنا والمطلقة بعده متعتها مستحبة سمى لها أولا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۶۲۔ ۴۶۳ ج ۲)

(وما فرض) ...... (بعد العقد) ...... (أو زيد) ...... (لا ينصف) لاختصاص التنصيف بالمفروض في العقد بالنص بل تجب المتعة في الأول ونصف الأصل في الثاني۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۴۶۳۔ ۴۶۴ ج ۲، وہکذا في الهداية ص ۳۰۵، ۳۰۷ ج ۲، وہکذا في الهندية ص ۳۰۴ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۶۱):

وفي الشرع الا درار على شئ بما فيه بقاؤه كذا في الفتح۔

(رد المحتار، باب النفقة ص ۸۸۶ ج ۲)

کے لئے کھانے پینے کا سامان، کپڑا اور مکان نفقہ ہے۔

وجوب نفقہ کے اسباب

دفعہ(۱۶۲):

وجوب نفقہ کے اسباب تین ہیں: زوجیت، قرابت، اور ملک۔

تشریح:

بیوی کا نفقہ شوہر پر بیوی ہونے کی وجہ سے واجب ہے، اسی طرح ذی رحم اہل قرابت کا نفقہ اس کے متوقع وارثوں پر، نیز والدین کا نفقہ اولاد پر اور اولاد کا نفقہ والدین پر واجب ہے، اور ہر وہ شئ جو کسی کی ملک میں ہو چاہے وہ مکان ہو، سواری ہو، یا اور کوئی چیز، اس کو کار آمد رکھنے پر حسب موقعہ اس پر خرچ کرنا مالک پر واجب ہے۔

دفعہ(۱۶۳):

بیوی کا نفقہ نکاح کے نتیجہ میں واجب ہو جاتا ہے، اس لئے بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار، اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔

دفعہ(۱۶۴):

نفقہ نکاح صحیح سے واجب ہوتا ہے، اس لئے نکاح فاسد کی صورت میں نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

هي لغة ما ينفقة الا نسان على عياله و شرعا (هي الطعام والكسوة والسكنى)۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۸۸۶ ج ۲، وہکذا فی البحر، باب النفقۃ ص ۱۷۳ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۱۶۲):

(ونـفـقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة زوجية وقرابة وملك) (وقوله وملك) شامل لنفقة المملوك من بني آدم والحيوانات والعقار كما في الدر المنتقى۔
(الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقۃ ص ۸۸۶ ج ۲، وہکذا فی البحر، باب النفقۃ ص ۱۷۳ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۱۶۳) و (۱۶۴):

(فتجب للزوجة) بنكاح صحيح فلو بان فساده أو بطلانه رجع بما أخذته من النفقة بحر (على زوجها) ...... (ولو صغيرا)...... (لا يقدر على الوطء) ...... (أو فقيرا ولو) كانت (مسلمة

دفعہ(۱۶۵):

جوعورت عدت گذار رہی ہووہ نفقہ پانے کی مستحق ہے، عدت کے بعد وہ اجنبیہ ہے، اس لئے عدت کے بعد سے طلاق دینے والے کے ذمہ نفقہ واجب نہیں ہے۔

دفعہ(۱۶۶):

اگر نکاح کے بعد بیوی شوہر کے گھر چلی جائے یا میکہ ہی میں ہواور شوہر کے یہاں جانے پر آمادہ ہو، خواہ بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ جو جنسی تعلق قائم کرنے کے لائق ہو تو نفقہ کی مستحق ہوگی۔

دفعہ(۱۶۷):

اگر زوجہ اپنے کسی جائز حق (مثلاً مہر معجّل-وہ مہر جس کی نقد ادائیگی میاں بیوی کے درمیان

أو كـافـرة أو كبيـرة أو صغيرة تطيق الوطء) ...... (فقيرة أو غنية موطوءة أو لا) ...... (ولو هي في بيت أبيها) ...... ولنفسها ما منعت وعليه الفتوى كما حرره في الفتح۔

(قوله ولوهي في بيت أبيها) تعميم لقوله فتجب للزوجة وهذا ظاهر الرواية فتجب النفقة مـن حيـن العقد الصحيح وا ن لم تنتقل ا لى منزل الزوج ا ذا لم يطلبها وقال بعض المتأخرين لا تـجـب مـا لم تزف ا لى منزله وهو رواية عن أبي يوسف واختاره القدوري وليس الفتوى عليه وتمامه في الفتح۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة ص ۸۸۶ تا۸۸۹ ج ۲)

تجب النفقة للزوجة (كنز) أطلق في الزوجة فشمل المسلمة والكافرة الغنية والفقيرة۔

(البحر الرائق، باب النفقة ص ۱۷۳ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۱۶۵):

وا ذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى في عدتها رجعيا أو بائنا۔

(ہدایہ ص ۴۲۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۶۶ و ۱۶۷):

(فتـجـب لـلـزوجة) .... (على زوجها) .... (ولو كانت .... صغيرة تطيق الـوطء) .... (ولـو مـنـعت نفسها للمهر) .... (ولو هي في بيت أبيها) ا ذا لم يطالبها الـزوج بـالنقلة، به يفتى، وكذا ا ذا طالبها ولم تمتنع أو امتنعت للمهر .... (لا) نفقة لأحد عشـر مـرتـدة .... وخـارجة مـن بيتـه بغير حق .... بخلاف ما ا ذا خرجت من بيت الغصب أو أبت الذهاب ا ليه أو السفر .... مع أجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة.

طے ہو- کی وصولی یا شوہر کے ظلم وزیادتی سے بچنے یا شوہر کی طرف سے شریعت کے مطابق رہائش (سکنی) فراہم نہ کئے جانے) کی بناپر اپنے آپ کو روک لے یعنی شوہر کے پاس جانے سے انکار کردے تو خواہ پہلے جنسی تعلق قائم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسے نفقہ ملے گا۔

تشریح:

اگر مہر معجّل ہو، یا مؤجل میعادی ہو اور میعاد پوری ہوگئی ہو لیکن مہر ادا نہ کیا گیا ہو، ان دونوں شکلوں میں مہر کی وصولی کے لئے اگر عورت شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کردے یا شوہر کے پاس نہ جائے تو اس کا حق نفقہ ساقط نہ ہوگا، بلکہ نفقہ پائے گی، اسی طرح اگر عورت شوہر کے ظلم و بے رحمی یا بڑھے ہوئے مرض متعدی کے باعث اطباء کے مشورہ وہدایت کے بموجب شوہر سے علاحدہ رہے ایسی حالت میں بھی وہ نفقہ کی مستحق ہوگی۔

دفعہ (۱٦۸):

اگر زوجہ ایسی نابالغہ ہے جو صرف خدمت وموانست کے لائق ہے اور وہ یہ کام انجام دے

قوله: (ولو منعت نفسها للمهر) أي الذي تعورف تقديمه لأنه منع بحق لتقصير من جهته فلا تسقط النفقة به، زيلعي.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة ص ۸۸٦ تا ۸۹۱ ج ۲)

(ولها منعه من الوطء) ودواعيه شرح مجمع (والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتهما) لأن كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقي (لأخذ ما بين تعجيله) من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما يعجل لمثلها عرفاً) به يفتیٰ، لأن المعروف كالمشروط (إن لم يؤجل) أو يعجل (كله) فكما شرط لأن الصريح يفوق الدلالة ....
وفي النهر: لو تزوجها على مائة على حكم الحلول على أن يعجل أربعين لها منعه حتى تقبضه (و) لها (النفقة) بعد المنع (و) لها (السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة و) لها (زيارة أهلها بلا إذنه ما لم تقبضه) أي المعجل فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ص ۴۹۲ تا ۴۹۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱٦۸):

وكذا (أي تجب النفقة ولو كانت) صغيرة تصلح للخدمة أو للاستئناس إن أمسكها في

بھی رہی ہوتو اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

دفعہ(۱۶۹):

اگر جنسی تعلق قائم کرنے میں زوجہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو اور شوہر کسی وجہ سے بھی جنسی تعلق قائم نہیں کر سکا تو نفقہ واجب ہوگا۔

دفعہ(۱۷۰):

شوہر کی اجازت کے بغیر جو عورت دن ورات حصول معاش میں مشغول ہو یا دن کو مشغول رہ کر رات کو چلی آتی ہو یا اس کے برعکس ہو، ایسی عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔

دفعہ(۱۷۱):

اگر رخصتی کے بعد عورت شوہر کے یہاں بیمار ہوئی تو بھی وہ نفقہ پانے کی مستحق ہوگی۔

بيته عند الثاني واختاره في التحفة.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص۸۸۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۶۹):

(فتجب للزوجة) .... (على زوجها) .... (ولو صغيرا) .... (لا يقدر على الوطء) لأن المانع من قبله، قوله: (لأن المانع من قبله) دخل في هذا المجبوب والعنين والمريض الذي لا يقدر على الجماع كما صرح به في الهندية.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقۃ ص۸۸۷، ۸۸۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۷۰):

ولو سلمت نفسها بالليل دون النهار أو عكسه فلا نفقة لنقص التسليم.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص۸۹۱ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۷۱):

(...... أو مرضت في بيت الزوج فا ن لها النفقة استحساناً لقيام الاحتباس.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص۸۸۹ ج ۲)

دفعہ(۱۷۲):

اگرعورت اپنے میکہ میں شوہر کی اجازت سے قیام پذیر ہے تو وہ نفقہ کی مستحق ہوگی، اگر سخت بیمار ہوجائے تو علاج کے اخراجات بھی شوہر کے ذمہ ہوں گے۔

دفعہ(۱۷۳):

ولادت کے موقعہ پر آنے والے اخراجات نیز بیوی کی بیماری کے دیگر اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی۔

دفعہ(۱۷۴):

اگر صرف نکاح ہوا ہے اور رخصتی نہیں ہوئی ہے اور بیوی اپنے میکہ میں اس قدر بیمار ہے کہ

حوالہ دفعہ(۱۷۲):

اعلم أن المذهب الصحيح الذي عليه الفتوى وجوب النفقة للمريضة قبل النقلة أو بعدها، أمكنه جماعها أولا معها زوجها أولا حيث لم تمنع نفسها اذا طلب نقلتها۔

(ردالمحتار علی الدر المختار ص ۲۸۹ ج۵)

حوالہ دفعہ(۱۷۳):

وفيه أجرة القابلة على من استأجرها من زوجة وزوج ولو جاء ت بلا استئجار قيل عليه وقيل عليها ...... ويظهر لي ترجيح الأول لأن نفع القابلة معظمه يعود الى الولد فيكون على أبيه، تأمل۔

(ردالمحتار ص ۲۹۲ ج۵)

أما اذا كانت الزوجة فقيرة والزوج غني فان قواعد الاسلام تقضي بالزامه بمعالجتها فانه يجب على الأغنياء أن يغيثوا المكروب ويعينوا المريض فالزوجة المريضة اذا لم يعالجها زوجها الغني وينقذها من كربها فمن يعالجها غيره من الأولياء۔

(الفقہ علی المذاہب الأربعہ ص ۵۵۷ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۱۷۴):

(لا) نفقة لأحد عشر مرتدة .... خارجة من بيته بغير حق .... ومريضة لم تزف

شوہر کے گھر لائے جانے کے لائق نہیں ہے تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

دفعہ(۱۷۵):

اگر شوہر خوش حال ہو اور اس کے گھر میں اس کے والدین، دیگر رشتہ داروں اور بیوی کے کھانے پینے کا اجتماعی نظم ہو اور بیوی کو علیحدہ کھانے پینے کا بھی اختیار ہو تو اسے الگ نان نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔

دفعہ(۱۷۶):

باہمی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ سے نفقہ کی جو مقدار طے ہوچکی ہے اگر تجربہ سے عورت

أي لا يمكنها الانتقال معه أصلاً فلا نفقة لها وا ن لم تمنع نفسها لعدم التسليم تقديراً بحر.
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص۸۸۹ تا ۸۹۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۷۵):

ولم يذكر المصنف طريق ا يصال النفقة ا ليها وهو نوعان: تمكين وتمليك فالتمكين متعين فيما ا ذا كان له طعام كثير وهو صاحب مائدة، فتمكن المرأة من تناول مقدار كفايتها فليس لها أن تطالبه بفرض النفقة، وا ن لم يكن بهذه الصفة فا ن رضيت أن تأكل معه فبها ونعمت وا ن خاصمته في فرض النفقة يفرض لها بالمعروف وهو التمليك كذا في غاية البيان، وظاهر ما في الذخيرة أن المراد بصاحب الطعام الكثير أن ينفق على من لا تجب عليه نفقته فحينئذ هي متعنتة في طلب الفرض لأنه ا ذا كان ينفق على من لا تجب عليه نفقته فلا يمتنع من الا نفاق على من عليه نفقته ا لا ا ذا ظهر للقاضي أنه يضربها ولا ينفق عليها فحينئذ يفرض لها النفقة اهـ (البحر الرائق ۱۷٤/٤) قوله ولم يكن صاحب مائدة "بيان" لشرط رابع ذكره في غاية البيان حيث قال: ا ذا كان له طعام كثير وهو صاحب مائدة يمكن المرأة من تناول مقدار كفايتها فليس لها أن تطالبه بفرض النفقة؛ وا ن لم يكن بهذه الصفة، فا ن رضيت أن تأكل معه فبها ونعمت، وا ن خاصمته يفرض لها بالمعروف اهـ. وهو كالصريح في أن المراد بصاحب المائدة من يمكنها تناول كفايتها من طعامه سواء كان ينفق على من لا تجب عليه نفقته أو لا فافهم۔ (رد المحتار ص ۸۹۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۷۶):

(صالحت المرأة زوجها عن نفقة كل شهر على دراهم ثم) قالت لا تكفيني زيدت۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۹۰۵ ج ۲)

نے محسوس کیا کہ یہ ناکافی ہے تو اس کے مطالبہ کے صحیح ہونے کی صورت میں نفقہ میں اضافہ کردیا جائے گا۔

دفعہ(۱۷۷):

اگر شوہر اپنے کسی عمل کی وجہ سے یا بطور ظلم قید کردیا گیا ہو، تو بھی بیوی نفقہ کی مستحق ہوگی۔

دفعہ(۱۷۸):

حسب ذیل صورتوں میں شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب نہ ہوگا:

(الف) اگر شوہر کی اجازت کے بغیر بلا کسی جائز حق کے اس کے گھر سے چلی جائے، یا

حوالہ دفعہ(۱۷۷):

لأن الزوج لو حبس وهو يقدر على الأداء أو لا يقدر أو حبس ظلماً أو هرب أو نشز كانت لها النفقة لأن الاحتباس هنا فات لمعنى من جهة الزوج كذا في الذخيرة، ولا فرق بين أن تحبسه هي لدين لها عليه أو يحبسه أجنبي.

(البحر الرائق، باب النفقۃ ص ۱۸۱ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۱۷۸):

(لا) نفقة لـ .... ومقبلة ابنه، ومعتدة موت .... و (خارجة من بيته بغيرحق) وهي الناشزة .... قيد بالخروج لأنها لو مانعته من الوطء لم تكن ناشزة، وشمل الخروج الحكمي كأن كان المنزل لها فمنعته من الدخول عليها فهي كالخارجة ما لم تكن سألته النقلة، .... بخلاف ما ا ذا خرجت من بيت الغصب أوأبت الذهاب ا ليه .... وكذا لو آجرت نفسها لا رضاع صبيّ وزوجها شريف ولم تخرج، وقيل تكون ناشزة.

.... (ومحبوسة) ولو ظلماً ا لا ا ذا حبسها هو بدين له فلها النفقة في الأصح. جوهره. وكذا لو قدر على الوصول ا ليها في الحبس صرفية. كحبسه مطلقاً .... (و مغصوبة) كرهاً (وحاجة) ولو نفلاً (لا معه ولو بمحرم) لفوات الاحتباس.

(ولو معه فعليه نفقة الحضر خاصة) لا نفقة السفر والكراء (قوله لو مانعته من الوطء الخ) قيده بالسراج بمنزل الزوج وبقدرته على وطئها كرهاً وقال بعضهم لا نفقة لها لأنها ناشزة، والثاني وجبه في حق من يستحيى وهذا يشير ا لى أن هذا المنع في منزلها نشوز بالاتفاق (قوله لها) أي ملكاً أو ا جارةً (قوله ما لم تكن سألته النقلة) بأن قالت له حولني ا لى منزلك أو اكتر لي منزلا فا ني محتاجة ا لى منزلي هذا آخذ كراء ه فلها النفقة –بحر– ....

شوہر کے گھر رہتے ہوئے ایسا کام کرے جو شوہر کے لئے شرعاً باعث ننگ وعار ہو۔

(ب) اگر زوجین ایسے مکان میں رہتے ہیں جو بیوی کی ذاتی ملکیت ہے اور بیوی اس گھر میں شوہر کو آنے سے روک دے تو وہ ایسی صورت میں نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی، بشرطیکہ اس نے روکنے سے پہلے رہائش کے لئے دوسرے مکان کا مطالبہ نہ کیا ہو اور دوسرا مکان مہیا کرنے کے لئے مناسب مہلت نہ دی ہو۔

(ج) اگر بیوی اغوا کر لی گئی ہو تو رہائی کے بعد اغوا شدہ زمانہ کے نفقہ کے مطالبہ کا حق اس کو نہیں ہوگا۔

(د) اگر تفریق عورت کی معصیت کی بنا پر ہوئی ہے تو وہ عدت کے نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی، مگر عدت کے دوران عورت کو رہائش کا حق ہوگا، بشرطیکہ تفریق کے بعد عورت گھر سے نہ نکلی ہو۔

(قوله بخلاف الخ) لأن السكنى في المغصوب حرام والامتناع عن الحرام واجب بخلاف الامتناع عن الشبهة فانه مندوب فيقدم عليه حق الزوج الواجب .... (قوله وقيل تكون ناشزة) أشار الى ضعفه وبه صرح في البحر ولكن قواه الرحمتي وغيره، بأنه قائم بمصالحها وله منعها من العزل ونحوه وعن كل ما يتأذى برائحته كالحناء والنقش والارضاع أولى لأنه يهزلها ويلحقه عار به اذا كان من الأشراف .... (قوله ومحبوسة ولو ظلماً) شمل حبسها بدين تقدر على ايفائه أو لا قيل النقلة اليه أو بعدها وعليه الاعتماد، زيلعي وعليه الفتوى -فتح- لأن المعتبر في سقوط نفقتها فوات الاحتباس لا من جهة الزوج.

(ردالمحتار مع الدر المختار، باب النفقة ص ۸۹۰، ۸۹۱ ج ۲)

(قوله ومغصوبة) أي من أخذها رجل وذهب بها وهذا ظاهر الرواية وعن أبي يوسف لها النفقة والفتوى على الأول لأن فوات الاحتباس ليس منه ليجعل باقياً تقديراً -هدايه- وقيد بقوله كرهاً لأنه لو ذهب بها على صورة الغصب لكن برضاها فلا خلاف فيها اذ لا شك في أنها ناشزة فافهم .... (قوله لا نفقة السفر والكراء) فينظر الى قيمة الطعام في الحضر لا في السفر -بحر- قلت لا يخفى أن هذا اذا خرج معها لأجلها أما لو أخرجها هو يلزمه جميع ذلك.

(ردالمحتار مع الدر المختار، باب النفقة ص ۸۹۲ ج ۲)

(وتجب السكنىٰ) فقط (لمعتدة فرقة بمعصيتها) الا اذا خرجت من بيته فلا سكنى لها في هذه الفرقة۔

(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار، باب النفقة ص ۹۲۲ ج ۲)

(ھ) عورت عدت وفات میں ہو۔

(و) بیوی اپنے کسی عمل کے سبب قید میں ہو۔

(ز) اگر بیوی شوہر کے بغیر حج میں گئی تو مدت سفر کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔

دفعہ(۱۷۹):

نفقہ شوہر کی استطاعت کے مطابق مقرر کیا جائے گا۔

دفعہ(۱۸۰):

شوہر کی مالی حالت وحیثیت کی تبدیلی کی بناپر قاضی نفقہ کی مقررہ مقدار کو زیادہ یا کم کرسکتا ہے۔

دفعہ(۱۸۱):

زمانہ ماضی کا نفقہ قاضی کا مقرر کردہ ہو یا باہمی رضامندی سے مقرر شدہ، واجب الادا ہے،

حوالہ دفعہ(۱۷۹):

وظاهر الرواية اعتبار حاله فقط، وبه قال جمع كثير من المشائخ ونص عليه محمدؒ وفي التحفة والبدائع أنه الصحيح -بحر-. (ردالمحتار تحت قول الدر ''بقدر حالهما به یفتی'' باب النفقة ص ۸۸۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۸۰):

(قضى بنفقة الا عسار ثم أيسر فخاصمته تمم) القاضي نفقة يساره في المستقبل (وبالعكس وجب الوسط) كما مر ولو قال "قضى بنفقة الا عسار ثم أيسر أحدهما أو بالعكس وجب الوسط" وكان أوضح وأخصر اهـ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۹۰۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۸۱):

(والنفقة لا تصير ديناً الا بالقضاء أو الرضاء) .... (وبموت أحدهما وطلاقها) ولو رجعياً -ظهيرية وخانية- واعتمد في البحر بحثًا عدم سقوطها بالطلاق، لكن اعتمد المصنف ما في جواهر الفتاوى، والفتوى عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشى الأشباه وبالأول أفتى شيخنا الرملي، ولكن صحح الشرنبلالي في شرحه

جس کی وصولی کا حق زوجہ کے ورثہ کو بھی رہے گا۔

دفعہ (۱۸۲):

اگر غائب شوہر نے ایسا مال چھوڑا جو براہ راست نفقہ بن سکتا ہے (مثلاً غلہ، کپڑا وغیرہ)، یا

للوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنًا قال وهو الأصح وردّ ما ذكره ابن الشحنة فيتأمل عند الفتوى (يسقط المفروض) لأنها صلة (ا لا ا ذا استدانت بأمر القاضي) فلا تسقط بموت أو طلاق في الصحيح كما مر أنها كاستدانته بنفسه، وعبارة ابن الكمال ا لا ا ذا استدانت بعد فرض قاض آخر ولو بلا أمره فليحرر (ولا تردّ النفقة والكسوة للمعجلة) بموت أو طلاق عجلها الزوج أو أبوه ولو قائمة به يفتى (قوله لكن الخ) استدراك على ا طلاق الطلاق الشامل للبائن والرجعي بتخصيص السقوط بالبائن وعدمه بالرجعي (قوله لكن صحح الشرنبلالي الخ) وعبارته المرأة ا ذا طلقت وقد تجمد لها النفقة مفروضة، قيل تسقط وهو غير المختار وأشار ا ليه المصنف أي ابن وهبان بصيغة قيل والأصح عدم السقوط ولو كان الطلاق بائناً لئلا يتخذ حيلة لسقوط حقوق النساء وما ذكره الشارح أي ابن الشحنة غير التحقيق في المسئلة ١هـ ويوافقه ما في القهستاني عن خزانة المفتين أن المفروضة لا تسقط بالطلاق على الأصح اهـ .

(قوله فيتأمل عند الفتوى) بأن ينظر في حال الرجل هل فعل ذلك من النفقة أو لسوء أخلاقها مثلاً فا ن كان الأول يلزم بها وا ن كان الثاني لا يلزم، وهذا ما قاله المقدسي وينبغي التعويل عليه ط (قوله في الصحيح) كذا في الزيلعي عن النهاية والبحر والنهر وغيرها ومقابله قول الخصاف بسقوطها ولو مع الأمر بالاستدانة وهو ظاهر الهداية قال في الفتح والصحيح ما ذكره الحاكم الشهيد أنها مع الأمر بالاستدانة لا تسقط بالموت لأن الاستدانة بأمر من له ولاية تامة عليه كالاستدانة بنفسه فلا تسقط بالموت وعلى هذا الخلاف سقوطها بعد الأمر بالاستدانة بالطلاق والصحيح لا تسقط اهـ (قوله فليحرر) أنت خبير بأنه مخالف للمتون والشروح فلا يعول عليه اهـ، ح وقد علمت قول الخصاف بسقوط المفروضة مع الأمر بالاستدانة فكيف بدونه والظاهر أن ما ذكره ابن كمال سبق قلم. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النفقۃ ص ۹۰۶، ۹۰۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۸۲ و ۱۸۳):

(وتفرض) النفقة بأنواعها الثلاثة (لزوجة الغائب) .... (وطفله) ومثله كبير زمن وأنثى مطلقاً (وأبويه) فقط فلا تفرض لمملوكه وأخيه (في مال له من جنس حقهم) كثير أو طعام أما خلافه فيفتقر للبيع ولا يباع مال الغائب اتفاقا (عند) أو على (من يقر به) عنده للأمانة وعلى للدين .... (وبالزوجية و) بقرابة (الولاد وكذا) الحكم ثابت (ا ذا علم

بہ آسانی اس سے نفقہ حاصل کیا جاسکتا ہے (مثلاً روپئے وغیرہ) تو بیوی اس مال سے نفقہ کی حدتک خود لے سکتی ہے، اور اگر غائب شوہر نے ایسا مال چھوڑا ہے جو براہ راست نفقہ نہیں بن سکتا یا بہ آسانی اس سے نفقہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تو بیوی قاضی کے حکم کے بعد اس سے نفقہ حاصل کرسکتی ہے۔

دفعہ (۱۸۳):

اگر شوہر غائب ہو اور اس نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو بیوی قرض لے کر اپنے اوپر خرچ کرے گی، اور یہ قرض شوہر پر واجب الادا ہوگا۔

دفعہ (۱۸۴):

اگر بیوی آئندہ کے لئے نفقہ معاف کردے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

دفعہ (۱۸۵):

نفقہ کی ادائیگی (روزانہ، ہفتہ وار، یاماہانہ) شوہر کی سہولت کے پیش نظر ہوگی۔

قاض بذلك) أي بمال وزوجية ونسب ولو علم بأحدهما احتيج للا قرار بالآخر ولا يمين ولا بينة هنا لعدم الخصم (وكفلها) أي أخذ منها كفيلا بما أخذته .... (ويحلفها معه) .... (أن الغائب لم يعطها النفقة) ولا كانت ناشزة ولا مطلقة مضت عدتها .... (لا) تفرض على الغائب (با قامة) الزوجة (بينة على النكاح أو النسب (ولا) تفرض أيضاً (ا ن لم يخلف مالاً فأقامت بينة ليفرض عليه ويأمرها بالاستدانة ولا يقضى به) لأنه قضاء على الغائب (قال زفر يقضى بها) أي النفقة (لا به) أي بالنكاح (وعمل القضاة اليوم على هذا للحاجة فيفتى به)۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب النفقۃ ص ۹۱۶، ۹۱۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۸۴):

ولو أبرأته عما يستقبل من النفقة المفروضة لم يصح الا براء لأنها تجب شيئاً فشيئاً على حسب حدوث الزمان فكان الا براء منها ا سقاط الواجب قبل الوجوب وقبل وجود سبب الوجوب أيضاً. (بدائع الصنائع ص ۲۹ ج ۱)

حوالہ دفعہ (۱۸۵):

(...... فيفرض) أي يقدر (لها) .... (في كل شهر) أي كل مدة تناسبه.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب النفقۃ ص ۸۹۴ ج ۲)

دفعہ(۱۸۶):

مطلقہ کی عدت کا نفقہ شوہر پر لازم ہے، خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا بائنہ (طلاق مغلظہ ہو یا نہ ہو) خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔

دفعہ(۱۸۷):

وفات کی عدت گذارنے والی عورت کا نفقہ مرحوم شوہر کے متروکہ میں واجب نہیں ہے، چاہے وہ حاملہ ہو۔

دفعہ(۱۸۸):

عورت کی پوشاک میں شوہر کی صلاحیت، موسم اور عرف کا لحاظ کیا جائے گا۔

حوالہ دفعہ(۱۸۶ و ۱۸۷):

(و) تـجب (لمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصية كخيار عتق وبلوغ وتفريق بعدم كفـاءة النفقة والسكنىٰ والكسوة) ا ن طالت المدة ولا تسقط النفقة المفروضة بمضى العدة علـى الـمختار، بزازية .... (لا) تجب النفقة بأنواعها (لمعتدة موت مطلقاً) ولو حاملاً، قوله (وتجب لمطلقة الرجعي والبائن) كان عليه ا بدال المطلقة بالمعتدة لأن النفقة تابعة للعدة .... وفي المجتبىٰ نفقة العدة كنفقة النكاح، وفي الذخيرة: وتسقط بالنشوز وتعود بالعود وأطـلـق فشـمـل الحامل وغيرها والبائن بثلاث أو أقل كما في الخانية، ويستثنى ما لو خالعها على أن لا نفقة لها ولا سكنىٰ فلها السكنىٰ دون النفقة كما مر في بابه ويأتي قريباً.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقۃ ص ۹۲۱، ۹۲۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۸۸):

(وتزداد في الشتاء جبة) وسروالاً وما يدفع به أذى حر وبرد (ولحافاً وفراشاً) وحدها لأنها ربما تعتزل عنه أيام حيضها ومرضها (ا ن طلبته ويختلف ذلك يساراً وا عساراً وحالاً وبلداً).

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص ۸۹۷ ج ۲)

دفعہ(۱۸۹):

شوہر پر اپنی صلاحیت کے مطابق بیوی کی رہائش کے لئے ایسی علیحدہ جگہ دینا ضروری ہے جو عورت کے لئے مناسب حال اور رہن سہن کی بنیادی ضرورتوں پر مشتمل ہو۔

اقارب کا نفقہ

دفعہ(۱۹۰):

اقارب سے مراد ذی رحم محرم ہیں، یعنی وہ نسبی رشتہ دار جن میں باہم نکاح دوامی طور پر حرام ہے۔

دفعہ(۱۹۱):

اصول (باپ، ماں اور اس سے اوپر تک) اور فروع (لڑکا، لڑکی اور اس سے نیچے تک) کے

حوالہ دفعہ(۱۸۹):

(وكذا تجب لها السكنىٰ في بيت خال عن أهله) سوى طفله الذي لا يفهم الجماع .... (وأهلها) ولو ولدها من غيره بقدر حالهما كطعام وكسوة وبيت منفرد من دار له غلق، زاد في الاختيار والعيني: ومرافق، ومراده لزوم كنيف ومطبخ وينبغي الا فتاء به، بحر (كفاها) لمحصول المقصود– هداية.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص ۹۱۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۹۰):

(و) تجب أيضاً (لكل ذي رحم محرم) (قوله لكل ذي رحم محرم) خرج بالأول الأخ رضاعا، وبالثاني ابن العم، ولابد من كون المحرمية بجهة القرابة، فخرج ابن العم ا ذا كان أخاً من الرضاعة فلا نفقة له، كذا في شرح الطحاوي. (الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقۃ ص ۹۳۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۹۱ و ۱۹۲):

(ولا نفقة) بواجبة (مع الاختلاف ديناً ا لا للزوجة والأصول والفروع) علوا أو سفلوا (الذميين) لا الحربيين ولو مستأمنين لانقطاع الا رث.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص ۹۴۱ ج ۲)

نفقہ کے وجوب کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، یعنی غیر مسلم اصول اور غیر مسلم فروع کا بھی نفقہ واجب ہوگا۔

دفعہ (۱۹۲):

اصول وفروع کو چھوڑ کر دیگر اقارب کا نفقہ دین کے اختلاف کی صورت میں واجب نہ ہوگا۔

دفعہ (۱۹۳):

اصول وفروع کو چھوڑ کر دیگر اقارب کا نفقہ اس شخص پر واجب ہوگا جس کی آمدنی اتنی ہو جو اس کے ذاتی اور اس کے زیر کفالت افراد کے اخراجات سے زائد ہو۔

دفعہ (۱۹۴):

اصول وفروع کو چھوڑ کر اس قریبی رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوگا جس کے پاس نہ مال ہو اور نہ کمانے کے لائق ہو۔

دفعہ (۱۹۵):

لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ اگر اس کا ذاتی مال اتنا نہ ہو جس سے اس کی کفالت ہو سکے تو وہ نفقہ کی

حوالہ دفعہ (۱۹۳):

(و) تجب (على مؤسر) ولو صغيراً (يسار الفطرة) على الأرجح، ورجح الزيلعي والكمال ا نفاق فاضل كسبه ...... (النفقة لأصوله) ...... (الفقراء) ...... (بالسوية) ...... (و) تجب أيضاً (لكل ذي رحم محرم صغير أو أنثى) مطلقاً (ولو) كانت الأنثى (بالغة) صحيحة (أو) كان الذكر (بالغاً) لكن (عاجزاً) عن الكسب.

(قوله ورجح الزيلعي) عبارته: وعن محمد أنه قدره بما يفضل عن نفقة نفسه وعياله شهراً ا ن كان من أهل الغلة، وا ن كان من أهل الحرف فهو مقدر عن نفقته ونفقة عياله كل يوم.

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۹۳۱ تا ۹۳۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱۹۴ و ۱۹۵):

(و) تجب أيضاً (لكل ذي رحم محرم صغير أو أنثى) مطلقاً (ولو) كانت الأنثى (بالغة)

مستحق ہے جب تک اس کی شادی نہ ہوجائے۔

دفعہ(۱۹۶):

محتاج اور نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر بہرحال واجب ہے، چاہے باپ خوشحال ہو یا تنگدست۔

دفعہ(۱۹۷):

اگر نابالغ یا مجنون کے پاس مال موجود ہو تو باپ کو یہ حق ہے کہ ان کے ذاتی مال سے ان کی کفالت کرے۔

دفعہ(۱۹۸):

اگر باپ موجود ہو تو اولاد (جن کا نفقہ باپ پر واجب ہے) کے نفقہ کی ذمہ داری تنہا اسی پر

صحيحة (أو) كان الذكر (بالغاً) لكن (عاجزاً) عن الكسب (بنحو زمانة) كعمي وعته وفلج، زاد في الملتقى والمختار: أو لا يحسن الكسب لحرفة أو لكونه من ذوي البيوتات أو طالب علم (فقيراً) حال من المجموع بحيث تحل له الصدقة لو له منزل وخادم على الصواب. بدائع۔

قوله: (مطلقاً) قيد للأنثى.. أي سواء كانت بالغة أو صغيرة صحيحة أو زمنة كما أفاده بقوله: "ولو كانت الخ" والمراد بالصحيحة القادرة على الكسب، لكن لو كانت مكتسبة بالفعل كالقابلة والمغسلة لا نفقة لها كما مر.

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۹۳۸، ۹۳۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۱۹۶ تا ۱۹۸):

(وتجب) النفقة بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير) الحر فا ن نفقة المملوك على مالكه والغني في ماله الحاضر .... وكذا تجب (لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقاً، وزمن .... لا يشاركه أي الأب ولو فقيراً (أحد في ذلك كنفقة أبويه وعرسه) به يفتى.

(الدر المختار على ہامش رد المحتار، باب النفقۃ ص ۹۲۳ تا ۹۲۶ ج ۲)

والحاصل أن الأب لا يخلو ا ما أن يكون غنيا أو فقيراً والصغير كذلك فا ن كان الأب

عائد ہوتی ہے۔

دفعہ(۱۹۹):

محتاج ماں باپ کا نفقہ اولاد پر بہر حال لازم ہے، چاہے اولاد خوشحال ہوں یا تنگدست۔

دفعہ(۲۰۰):

اگر کئی اولاد ہوں تو ہر ایک پر والدین کا نفقہ برابر واجب ہوگا۔

والصغير غنيين فا ن الأب ينفق عليه من مال نفسه .... وا ن كانا فقيرين فعند الخصاف ا ن الأب يتكفف الناس وينفق على أولاده الصغار وقيل نفقتهم في بيت المال، هذا ا ذا كان عاجزاً عن الكسب وا ن كان قادرا على الكسب اكتسب وأنفق .... وا ن كان الأب غنياً والولد الصغير فقيراً فالنفقة على الأب ا لى أن يبلغ الذكر حد الكسب وا ن لم يبلغ الحلم .... وا ن كان الأب فقيراً والصغير غنياً لا تجب نفقته على أبيه بل نفقة أبيه عليه كذا في الذخيرة وذكر الولوالجي ا ن في كل موضع أوجبنا نفقة الولد فا نه يدخل فيه أولاده وأولاد البنات والبنين.

(البحر الرائق، باب النفقۃ ص ۲۰۱، ۲۰۲ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۱۹۹):

وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده وجداته ا ذا كانوا فقراء وا ن خالفوه في دينه۔

(ہدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ص ۴۲۵ ج ۲)

(ولا يشارك الولد في نفقة أبويه أحد) لأن لهما تأويلاً في مال الولد بالنص، ولا تأويل لهما في مال غيره ولأنه أقرب الناس ا ليهما فكان أولى باستحقاق نفقتهما عليه(الهداية ۲/ ۴۲۶) وفي البحر تحت قول الكنز هو تقريب محرم فقير عاجز عن الكسب بقدر الا رث لو مؤسراً وشرط المصنف اليسار لأن الفقير لا تجب عليه نفقة غير الأصول والفروع والزوجة۔

(ص ۲۱۱ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۲۰۰):

(ولا يشارك الولد في نفقة أبويه أحد) .... وهي على الذكور والا ناث بالسوية في ظاهر الرواية وهو الصحيح، لأن المعنى يشملهما.

(ہدایہ ص ۴۲۶ ج ۲)

دفعہ(۲۰۱):

محتاج باپ کی اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اولاد پر ایک سوتیلی ماں کا نفقہ واجب ہوگا۔

دفعہ(۲۰۲):

لڑکے کی بیوی کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ باپ اپنی رضامندی سے یا عرف ورواج کے تحت نفقہ کا ضامن ہوجائے۔

دفعہ(۲۰۳):

اصول وفروع کو چھوڑ کر دیگر محتاج ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ ان کے خوشحال ذی رحم محرم رشتہ داروں پر بقدر حصہ وراثت واجب ہوگا۔

دفعہ(۲۰۴):

محتاج بیوہ یا مطلقہ (غیر معتدہ) کا نفقہ اگر ان کے اصول وفروع نہ ہوں تو ان کے خوشحال

حوالہ دفعہ(۲۰۱):

وعليه نفقة زوجة أبيه .... بل وتزويجه .... ولو له زوجات فعليه نفقة واحدة يدفعها للأب ليوزعها عليهن قوله: (وعليه نفقة زوجة أبيه) أي في رواية. وفي أخرى: ا ن كان الأب مريضاً أو به زمانة يحتاج للخدمة.

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۹۲۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۰۲):

(فتجب للزوجة) .... (على زوجها) .... (ولو صغيراً) جداً في ماله لا على أبيه ا لا ا ذا كان ضمنها كما مر في المهر.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب النفقہ ص ۸۸۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۰۳ و ۲۰۴):

(والنفقة لكل ذي رحم محرم ا ذا كان صغيراً فقيراً أو كانت امرأة بالغة فقيرة أو كان ذكراً بالغاً فقيراً زمناً أو أعمى) .... (ويجب ذلك على مقدار الميراث) .... ولا

تجب نفقتهم مع اختلاف الدين ......) (...... ولا تجب على الفقير) .... ثم اليسار .... عن محمدؒ أنه قدره بما يفضل عن نفقة نفسه وعياله شهراً أو بما يفضل عن ذلك من كسبه الدائم كل يوم لأن المعتبر في حقوق العباد ا نما هو القدرة دون النصاب فا نه للتيسير.

(ہدایہ، کتاب الطلاق، باب النفقۃ ص ۴۲۶ تا ۴۲۸ ج ۲)

(وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن على أبويه أثلاثاً على الأب الثلثان وعلى الأم الثلث) لأن الميراث لهما على هذا المقدار، قال العبد الضعيف: هذا الذي ذكره رواية الخصاف والحسن، وفي ظاهر الرواية كل النفقة على الأب لقوله تعالىٰ: وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن، وصار كالولد الصغير.

(ہدایہ مع فتح القدیر ص ۳۵۱ ج ۳)

(وتجب) النفقة بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير) قوله: (الفقير) أي لم يبلغ حد الكسب، فا ن بلغه كان للأب أن يوجره أو يدفعه في حرفة ليكتسب وينفق عليه من كسبه لو كان ذكراً، بخلاف الأنثى كما قدمه في الحضانة عن المؤيدة قال الخير الرملي: ولو استغنت الأنثى بنحو خياطة وغزل يجب أن تكون نفقتها في كسبها كما هو ظاهر، ولا نقول تجب على الأب مع ذلك، ا لا ا ذا كان لا يكفيها فتجب على الأب كفايتها بدفع القدر المعجوز عنه ولم أره لأصحابنا. ولا ينافيه قولهم بخلاف الأنثى، لأن الممنوع ا يجارها، ولا يلزم منه عدم ا لزامها بحرفة تعلمها اهـ: أي الممنوع ا يجارها للخدمة ونحوها مما فيه تسليمها للمستأجر بدليل قولهم: لأن المستأجر يخلو بها، وذا لا يجوز في الشرع، وعليه فله دفعها لامرأة تعلمها حرفة كتطريز وخياطة مثلاً.

(ردالمحتار مع درالمختار ص ۹۲۳ ج ۲)

(وكذا) تجب (لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقاً، (الدرالمختار)۔

قوله: (كأنثى مطلقاً) أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب فمجرد الأنوثة عجز، ا لا ا ذا كان لها زوج فنفقتها عليه مادامت زوجة، وهل ا ذا نشزت عن طاعته تجب لها النفقة على أبيها؟ محل تردد، فتأمل، وتقدم أنه ليس للأب أن يؤجرها في عمل أو خدمة، وأنه لو كان لها كسب لا تجب عليه.

(ردالمحتار مع الدرالمختار، باب النفقۃ ص ۶۹۵ ج ۲)

لا يخلو ا ما أن يكون الموجود من قرابة الأولاد شخصاً واحداً أو أكثر. والأول: ظاهر، وهو أنه تجب النفقة عليه عند استيفاء شروط الوجوب، والثاني: لا يخلو. ا ما أن يكونوا فروعاً فقط أو فروعاً وحواشي، أو فروعاً وأصولاً، أو فروعاً وأصولاً وحواشي، أو أصولاً فقط، أو أصولاً وحواشي، فهذه ستة أقسام وبقى قسم سابع تتمة الأقسام العقلية، وهو

تشریح:

بقدر حصہ وراثت کا مطلب یہ ہے کہ اگر محتاج ذی رحم محرم رشتہ دار کا اس وقت انتقال ہو جائے اور بالفرض یہ کچھ ترکہ چھوڑ جائے تو اس کے ورثہ کو جس تناسب سے اس کا ترکہ ملنا چاہئے اسی تناسب سے ان (مفروض ورثہ) پر نفقہ واجب ہوگا۔

دفعہ(۲۰۵):

زوجین کا ایک دوسرے پر یہ حق ہے کہ باہم حسن سلوک کا برتاؤ کریں اور بلاوجہ شرعی ایذا نہ

الحواشي فقط نذكر تتميماً للأقسام وا ن لم يكن من قرابة الولادة.

القسم الأول الفروع فقط: والمعتبر فيهم القرب والجزئية: أي القرب بعد الجزئية دون الميراث ......

القسم الثاني: الفروع مع الحواشي، والمعتبر فيه أيضاً القرب والجزئية دون الا رث .... والمراد بالحواشي هنا من ليس من عمود النسب: أي ليس أصلاً ولا فرعاً ....

القسم الثالث الفروع مع الأصول، والمعتبر فيه الأقرب جزئية: فا ن لم يوجد اعتبر الترجيح، فا ن لم يوجد اعتبر الا رث.

القسم الرابع الفروع مع الأصول والحواشي، كالثالث ....

القسم الخامس الأصول فقط، فا ن كان معهم أب فالنفقة عليه فقط لقول المتون: لا يشارك الأب في نفقة ولده أحد، وا لا فا ما أن يكون بعضهم وارثاً وبعضهم غير وارث وكلهم وارثين، ففي الأول يعتبر الأقرب جزئية .... وفي الثاني .... فكالا رث ....

القسم السادس الأصول مع الحواشي، فا ن كان أحد الصنفين غير وارث اعتبر الأصول وحدهم ترجيحاً للجزئية، ولا مشاركة في الا رث حتى يعتبر فيقدم الأصل، سواء كان هو الوارث أو كان الوارث الصنف الآخر .... وا ن كان كل من الصنفين .... وارثاً اعتبر الا رث ....

القسم السابع الحواشي فقط، والمعتبر فيه الا رث بعد كونه ذا رحم محرم وتقريره واضح في كلامهم كما سيأتي، ثم هذا كله ا ذا كان جميع الموجودين مؤسرين، فلو كان فيهم معسر، فتارة ينزل المعسر منزلة الميت وتجب النفقة على غيره وتارة ينزل منزلة الحي وتجب على من بعده بقدر حصصهم من الا رث، وسيأتي بيانه أيضاً. (ردالمحتار، باب النفقۃ ص ۹۳۴ تا ۹۳۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۰۵):

وفيها (أي في البزازية) من آخر الجنايات، ادعت على زوجها ضرباً فاحشاً وثبت ذلك عليه يعزر الزوج.

(البحرالرائق، باب القسم ص ۲۲۱ ج ۳)

پہونچائیں۔

دفعہ(۲۰۶):

مرد وعورت دونوں اعتدال کے ساتھ ایک دوسرے کی جنسی خواہشات پورا کرنے کے پابند ہیں۔

دفعہ(۲۰۷):

شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ بیوی کو سفر میں لے جائے بشرطیکہ اس نے مہر معجّل ادا کر دیا ہو اور بیوی

(فصل) ومنها (من أحكام النكاح) المعاشرة بالمعروف وأنه مندوب ا ليه ومستحب قال الله تعالىٰ: وعاشروهن بالمعروف، قيل هي المعاشرة بالفضل والا حسان قولاً وفعلاً وخلقاً، قال النبي ﷺ: خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي، وقيل المعاشرة بالمعروف هي أن يعاملها بما لو فعل بك مثل ذلك لم تنكره بل تعرفه وتقبله وترضى به وكذلك من جانبها هي مندوبة ا لى المعاشرة الجميلة مع زوجها بالا حسان باللسان واللطف في الكلام والقول المعروف الذي يطيب به نفس الزوج، وقيل في قوله تعالىٰ: ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف ان الذي عليهن من حيث الفضل والا حسان هو أن يحسن ا لى أزواجهن بالبر باللسان والقول بالمعروف.

(بدائع الصنائع، فصل وأما بيان حکم النکاح ص ۳۳۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۰۶):

ويسقط حقها (أي في المجامعة) بمرة وتجب ديانة أحياناً ولا يبلغ مدة الا يلاء ا لا برضاها ....

ولو تضررت من كثرة جماعه لم تجز الزيادة على قدر طاقتها.

(قوله ويسقط حقها بمرة) .... وفي البدائع لها أن تطالبه بالوطء لأن حله لها حقها كما أن حلها له حقه وا ذا طالبته يجب عليه ويجبر عليه في الحكم مرة والزيادة تجب ديانة لا في الحكم عند بعض أصحابنا وعند بعضهم تجب عليه في الحكم.

(رد المحتار مع الدر المختار، باب القسم ص ۵۴۷، ۵۴۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۰۷):

(ولا قسم في السفر) دفعاً للحرج (فله السفر بمن شاء منهن القرعة أحب) تطبيباً لقلوبهن (الدر المختار) (قوله والقرعة أحب) .... وهذا .... صريح في أن من خرجت قرعتها لا يلزمه السفر بها.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب القسم ص ۵۵۱ ج ۲)

کواس سفر میں شوہر کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے خطرہ لاحق نہ ہو ۔

دفعہ (۲۰۸):

مرد و عورت دونوں جنسی تعلق میں فطری طریقہ ہی اختیار کرنے کے پابند ہیں۔

دفعہ (۲۰۹):

عورت کی اجازت کے بغیر شوہر عزل نہیں کرسکتا، اور نہ ایسی چیزیں استعمال کرسکتا ہے جو عزل کے حکم میں ہیں جیسے نرودھ۔

تشریح:

عزل سے مراد صحبت کرتے وقت ایسا طریقہ اختیار کرنا ہے جس سے مادہ منویہ کا اخراج باہر ہو۔

(ویسافر بها بعد أداء كله) مؤجلاً ومعجلاً (ا ذا كان ماموناً عليها وا لا) يؤد كله أو لم يكن ماموناً (لا) يسافر بها وبه يفتى.

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب السفر بالزوجۃ ص ۲۹۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۰۸):

وعن أبي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: ملعون من أتى امرأته في دبرها (رواہ أحمد وأبوداؤد)
وعنه قال قال رسول الله ﷺ: ا ن الذي يأتي امرأته في دبرها لا ينظر الله ا ليه (رواہ فی شرح السنۃ)
وعن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ: لا ينظر الله ا لى رجل أتى رجلاً أو امرأة في الدبر.

(رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف، باب المباشرۃ ص ۲۷۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۰۹):

(............ العزل) وهو الا نزال خارج الفرج .... (ويعزل عن الحرة) (با ذنها) (الدرالمختار، باب فی حکم العزل ۲/ ۵۲۱، ۵۲۲) ولا يعزل عن زوجته ا لا با ذنها لأنه عليه السلام نهى عن العزل عن الحرة ا لا با ذنها .... ولأن الوطي حق الحرة قضاءً للشهوة وتحصيلاً للولد وبهذا تخير في الجب والعنة.

(ہدایہ ص ۴۴۸ ج ۴)

دفعہ(۲۱۰):

اسی طرح بیوی کو شوہر اسقاط حمل یا مانع حمل تدابیر کے استعمال پر مجبور نہیں کر سکتا۔

دفعہ(۲۱۱):

جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی کا یہ حق ہے کہ کھانے، رہائش، لباس اور شب باشی میں اس کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔

تشریح:

شوہر کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ جس بیوی کی باری ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسری کے یہاں رات گذارے، خواہ شوہر اور بیوی میں سے کوئی بیمار ہو یا تندرست، عورت حالت حیض میں ہو یا نہیں، بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ۔

حوالہ دفعہ(۲۱۰):

ونقل عن الذخيرة لو أرادت الا لقاء قبل مضي زمن ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذلك أم لا؟ اختلفوا فيه، وكان الفقيه علي بن موسى يقول ا نه يكره، فا ن الماء بعد ما وقع في الرحم مآله الحياة فيكون له حكم الحياة كما في بيضة صيد الحرم۔ (ردالمحتار ص ۱۷۶ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۲۱۱):

(يجب) .... (أن يعدل) أي أن لا يجوز (فيه) أي في القسم .... في البيتوتة (وفي الملبوس والمأكول) والصحبة (لا في المجامعة) كالمحبة بل يستحب ...... (بلا فرق بين فحل وخصى) وعنين ومجبوب ومريض وصحيح .... ومريضة وصحيحة (وحائض وذات نفاس ومجنونة لا تخاف ورتقاء وقرناء) وصغيرة يمكن وطؤها۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب العزل ص ۵۴۶ تا ۵۵۰ ج ۲)

(والبكر والثيب والجديدة والقديمة والمسلمة والكتابية سواء).

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب القسم ص ۵۵۰)

حوالہ دفعہ(۲۱۲):

وعن النّوّاس بن سمعان قال قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق

دفعہ(۲۱۲):

کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور معاشرت میں شوہر و بیوی دونوں حدود شریعت کے پابند ہوں گے، ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے کسی ایسے حکم یا خواہش کی تعمیل نہیں کرے گا جو خلاف شرع ہو۔

دفعہ(۲۱۳):

عورت پر اپنی عزت وآبرو کی حفاظت، بچوں کی دیکھ ریکھ اوران کی دینی واخلاقی تربیت اور گھر کے مال ومتاع کی نگرانی فرض ہے۔

رواہ في شرح السنة. (مشکوۃ شریف، کتاب الإمارۃ ص ۳۲۱ ج ۲)

وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به وله منعها من الغزل ومن أكل ما يتأذى به من رائحته بل ومن الحناء والنقش أن تأذى برائحته (قوله في كل مباح) ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به ط۔ (قوله ومن أكل ما يتأذى به) أي برائحته كثوم وبصل ويؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهور له منعها من شربه.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب القسم ص ۵۵۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۱۳):

وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ: ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالا مام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على أهل بيته وهو مسئول عن رعيته والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسئول عنه ألا فكلكم راع وكلكم مسئول رعيته –متفق عليه-.

(مشکوۃ شریف، کتاب الإمارۃ ص ۳۲۰ ج ۲)

وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ: المرأة ا ذا صلت خمسها وصامت شهرها وأحصنت فرجها وأطاعت بعلها فلتدخل من أي أبواب الجنة شاء ت رواه أبو نعيم في الحلية.

(مشکوۃ شریف، باب عشرۃ النکاح وما لکل واحدۃ من الحقوق ص ۲۸۱ ج ۲)

وعن أبي هريرة قال قيل لرسول الله ﷺ: أي النساء خير؟ قال: التي تسره ا ذا نظر وتطيعه ا ذا أمر ولا تخالفه في نفسها ولا مالها بما يكره.

(رواہ النسائی والبیہقی فی شعب الإیمان)

دفعہ(۲۱۴):

شریعت نے جن امور میں بیوی پر شوہر کی اطاعت واجب کی ہے، اگر ان میں بیوی شوہر کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو وہ ناشزہ ہے، اور ناشزہ کی تادیب کا حق شوہر کو دیا گیا ہے، تادیب کے احکام ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں، اول: سمجھانا بجھانا، دوسرے: بستر الگ کر لینا، تیسرے: ہلکی زدوکوب، چوتھے: دونوں طرف سے ثالث کا مقرر کرنا اوران کے ذریعہ اصلاح حال کی کوشش کرنا، واضح رہے کہ اگر کسی پہلی ترکیب سے معاملہ سلجھ جائے تو پھر اس کے بعد والی کوئی ترکیب اختیار کرنے کی اجازت نہیں، ہلکی زدوکوب کی اجازت کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ مرد کا مقصد عورت کو ضرر پہنچانے کا راستہ نکالنا نہ ہو۔

دفعہ(۲۱۵):

مذکورہ تدبیروں کے اختیار کرنے کے باوجود اصلاح حال نہ ہو تو ہر دو جانب سے ''حَکَم'' مقرر کر کے اصلاح حال کی کوشش کرنی چاہئے۔

وعن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال أربع من أعطيهن فقد أعطى خير الدنيا والآخرة قلب شاكر ولسان ذاكر وبدن على البلاء صابر وزوجة لا تبغيه خوفاً في نفسها ولا ماله.

(رواہ البیہقی فی شعب الإیمان، مشکوۃ شریف، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ من الحقوق ص ۲۸۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۱۴ و۲۱۵):

ومنها (أي من أحكام النكاح) ولاية التأديب للزوج ا ذا لم تطعه فيما يلزم طاعته بأن كانت ناشزة فله أن يؤدبها لكن على الترتيب فيعظها أولا على الرفق واللين بأن يقول لها كونى من الصالحات القانتات الحافظات للغيب ولا تكوني من كذا وكذا فلعل تقبل الموعظة فتترك النشوز فا ن نجعت فيها الموعظة ورجعت ا لى الفراش وا لا هجرها .... فا ذا هجرها فا ن تركت النشوز وا لا ضربها عند ذلك ضربا غير مبرح ولا شائن والأصل فيه قوله عز وجل: واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن، فظاهر الآية وا ن كان بحرف الواو الموضوعة للجمع المطلق لكن المراد منه الجمع على سبيل الترتيب والواو تحتمل ذلك فا ن نفع الضرب وا لا رفع الأمر ا لى القاضي ليوجه ا ليهما حكمين حكماً من أهله وحكماً من أهلها كما قال الله تعالى: وا ن خفتم شقاق بينهما فابعثوا

دفعہ (۲۱۶):

اگر باوجود ان کوششوں کے اصلاح حال نہ ہو تو مناسب یہی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی ناگوار باتوں کو انگیز کر کے بھی ازدواجی زندگی گذارنے کی کوشش کریں، ورنہ بدرجۂ مجبوری شوہر ایسے طہر میں جس میں عورت سے جنسی تعلق قائم نہ کیا ہو، ایک طلاق دینے پر اکتفا کرے، اگر عدت کے اندر اصلاح حال ہوجائے تو رجعت کرے، اور اگر جدائی کا فیصلہ ہی برقرار رہے تو عدت

حـكـماً من أهله وحكماً من أهلها ا ن يريدا ا صلاحاً يوفق الله بينهما، وسبيل هذا سبيل الأمر بـالـمـعـروف والنهي عن المنكر في حق سائر الناس أن الآمر يبدأ بالموعظة على الرفق واللين دون التـغـليظ في القول فا ن قبلت وا لا غلظ القول به فا ن قبلت وا لا بسط يده فيه وكذلك ا ذا ارتـكبـت محظوراً سوى النشوز ليس فيه حد مقدر فللزوج أن يؤدبها تعزيرا لها لأن للزوج أن يعزر زوجته كما للمولى أن يعزر مملوكه.

(بدائع الصنائع، فصل وأما بیان حکم النکاح ص ۳۳۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۱۶):

وأمـا الـطـلاق فـا ن الأصـل فيـه الحظر، بمعنى أنه محظور ا لا لعارض يبيحه، وهو معنى قـولهم الأصل فيه الحظر والا باحة للحاجة ا لى الخلاص، فا ذا كان بلا سبب أصلاً لم يكن فيه حـاجة ا لى الخلاص بل يكون حمقاً وسفاهة رأى ومجرد كفران النعمة وا خلاص الا يذاء بها وبـأهـلهـا وأولادهـا ولهـذا قـالوا ا ن سببه الحاجة ا لى الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البـغضاء الموجبة عدم ا قامة حدود الله تعالىٰ فليست الحاجة مختصة بالكبر والريبة كما قيل، بـل هـي أعم كما اختاره في الفتح، فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعاً يبقى على أصله من الحظر، ولهذا قال تعالىٰ –فا ن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً– أي لا تطلبوا الفراق، وعليه حديث "أبغض الحلال ا لى الله الطلاق" قـال في الفتح. ويحمل لفظ المباح على مـا أبيـح فـي بـعـض الأوقـات أعـنـي أوقات تحقق الحاجة المبيحة اهـ وا ذا وجدت الحاجة الـمذكورة أبيح وعليها يحمل ما وقع منه ﷺ ومن أصحابه وغيرهم من الأئمة صونا لهم عن العبث والا يذاء بلا سبب.

(ردالمحتار، اوائل کتاب الطلاق ص ۵۷۲)

(طـلقة) رجعية (فقط في طهر لا وطء فيه) وتركها حتى تمضى عدتها (أحسن) بالنسبة ا لى البعض الآخر.

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب طلاق الدور ص ۵۷۴، ۵۷۵ ج ۲)

گذرنے کے بعد عورت خود بخود بائنہ ہو جائے گی، مزید طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

دفعہ(۲۱۷):

شوہر کے لئے جائز نہیں کہ بیوی کو گھر سے باہر نکال دے۔

حوالہ دفعہ(۲۱۷):

ومنها (أي من أحكام النكاح) ملك الحبس والقيد وهو صيرورتها ممنوعة عن الخروج والبـروز لـقوله تعالىٰ اسكنوهن والأمر بالا سكان نهى عن الخروج والبروز والا خراج ا ذا الأمر بـالـفـعـل نهـى عـن ضده وقوله عز وجل وقرن في بيوتكن وقوله عز وجل ولا تخرجوهن من بيـوتهـن ولا يـخرجن ولأنها لو لم تكن ممنوعة عن الخروج والبروز لاختل السكن والنسب لأن ذلك مما يريب الزوج ويحمله على نفي النسب.

(بدائع الصنائع، فصل وأما بيان حكم النكاح ص ۳۳۱ ج ۲)

باب نہم

جہیز

دفعہ(۲۱۸):

لڑکی کو والدین یا رشتہ دار وغیرہ کی طرف سے جو سامان شادی کے موقعہ سے دیا جائے وہ جہیز ہے۔

دفعہ(۲۱۹):

جہیز دینا شرعاً مباح ہے۔

دفعہ(۲۲۰):

لڑکی یا اس کے والدین یا اس کے اقارب سے مطالبہ کر کے نقد یا سامان لینا رشوت ہے، جو

حوالہ دفعہ(۲۱۹):

لیس المال بمقصود في النكاح فلا تجبر المرأة على تجهيز نفسها من مهرها ولا من غيره ولا يجبر أبوها على تجهيزها من ماله.

(الاحکام الشرعیہ: دفعہ/ ۲۱۱، ص ۱۹)

حوالہ دفعہ(۲۲۰ و ۲۲۱):

رجل خطب امرأة وهي تسكن في بيت أختها وزوج أختها لا يرضى بنكاح هذا الرجل ا لا أن يدفع ا ليه دراهم فدفع الخاطب ا ليه دراهم وتزوجها كان للزوج أن يسترد ما دفع ا ليه لأنه رشوة۔ امرأة في عدة الغير جاء ا ليها رجل فقال أنا أنفق عليك مادمت في العدة بشرط أن تزوجي نفسك مني ا ذا انقضت عدتك فرضيت وأنفق عليها في العدة فا نه يرجع عليها بما

حرام ہے، ایسے لئے گئے نقد یا سامان کی واپسی واجب ہے۔

دفعہ(۲۲۱):

رشتہ طے کرتے وقت نقد یا سامان کا مطالبہ اگرچہ صراحۃً نہ کیا گیا ہو، لیکن عرف ورواج میں اگراس کو شرط نکاح کا درجہ حاصل ہو تو ایسے نقد یا سامان کا لینا بھی رشوت ہے جو جائز نہیں۔

دفعہ(۲۲۲):

اگر شادی کے موقعہ پر شوہر و بیوی کے اولیاء یا اقارب اپنی رضامندی سے کوئی تحفہ دلہن کو دیں تو وہ اس کی ملکیت ہوگا اوراس میں تصرف کا حق صرف اسی کو حاصل ہوگا۔

دفعہ(۲۲۳):

کوئی سامان یا زیور کسی سے عاریت لے کر اگر دلہن کو دیا جائے تو وہ اس کی مالکہ نہیں ہوگی، چاہے اسے اس کا علم ہو یا نہ ہو، وہ سامان بہر حال واپس کرنا ہوگا۔

دفعہ(۲۲۴):

اگر شادی کے بعد شوہر و بیوی کے اولیاء یا اقارب اپنی حقیقی رضامندی سے کوئی تحفہ دلہا کو

أنفق لأنه أنفق عليها بشرط فاسد وا ن أنفق عليها من غير شرط لكن علم أنه أنفق عليها ليتزوجها اختلفوا في ذلك قال بعضهم يرجع عليها بما أنفق لأنه ا ذا علم بذلك كان بمنزلة الشرط وقال بعضهم لا يرجع لأنه أنفق على قصد التزوج لا على شرط التزويج، قال مولانا رضي الله عنه وينبغي أن يرجع لأنه ا ذا علم أنه لو لم يتزوجها لا ينفق عليها كان ذلك بمنزلة الشرط كالمستقرض ا ذا أهدى ا لى المقرض شيئاً لم يكن أهدى ا ليه قبل الا قراض كان حراماً وكذا القاضي لا يجيب الدعوة الخاصة ولا يقبل الهدية من رجل لو لم يكن قاضياً لا يهدي ا ليه ويكون ذلك بمنزلة الشرط وا ن لم يكن مشروطاً لفظاً.

(فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ، فصل فی حبس المرأۃ نفسہا بالمہر ص ۳۹۱، ۳۹۲ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۲۲۲ تا ۲۲۴):

(جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ا ن سلمها ذلك في صحته) بل تختص به (وبه يفتى) وكذا لو اشتراه لها في صغرها.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ص ۵۰۳ ج ۲)

دیں اور وہ قبضہ کر لے تو وہ اس کی ملکیت ہوگا اور اس میں تصرف کا حق صرف اسی کو حاصل ہوگا۔

دفعہ (۲۲۵):

اگر گھر کے سامان یا شادی کے موقعہ پر ملے ہوئے تحائف کی ملکیت کے بارے میں کوئی تنازع زوجین کے مابین پیدا ہوتو ایسے موقعہ پر ہر وہ سامان جو خاص عورتوں کے استعمال کا ہے زوجہ کی ملکیت اور جو سامان خاص مردوں کے استعمال کا ہے وہ شوہر کی ملکیت قرار پائے گا، اور اگر سامان ایسا ہے جس کا استعمال مرد وعورت دونوں کرتے ہیں اور کوئی شہادت کسی فریق کے پاس نہ ہو، اور سامان ایسا ہے جو عرف وعادت کے اعتبار سے دلہن کو اس کے میکہ والے دیتے ہیں تو اس بارے میں عورت کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا، اور اگر ایسا نہیں تو چونکہ وہ سامان مرد کے گھر میں موجود ہے، لہذا ظاہر حال مرد کی تائید کرتا ہے، اس لئے مرد کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا۔

كتاب الهبة .... (هي) .... (تمليك العين مجاناً) أي بلا عوض (قوله بلا عوض) أي بلا شرط عوض.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الهبة ص ۶۹۹ ج ۴)

(وحكمها ثبوت الملك للموهوب له ......).

(تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار، کتاب الهبة ص ۷۰۰ ج ۴)

(ولا يصح الرجوع ا لا بتراضيها أو بحكم الحاكم).

(تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار، کتاب الهبة ج ۷۱۴ ج ۴)

وله (أي المستعير) أن يعيره ا ذا كان لا يختلف باختلاف المستعمل.

(ہدایہ ص ۲۶۴ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۲۲۵):

(وا ن اختلف الزوجان) ...... (في متاع) هو هنا ما كان في (البيت) ولو ذهباً أو فضة (فالقول لكل واحد منهما فيما صلح له مع يمينه) ا لا ا ذا كان كل منهما يفعل أو يبيع ما يصلح للآخر فالقول له لتعارض الظاهرين درر وغيرها (والقول له في الصالح لهما) لأنها وما في يدها في يده والقول لذي اليد بخلاف ما يختص بها لأن ظاهرها أظهر من ظاهره وهو يد الاستعمال (ولو أقاما بينة يقضى ببينتها) لأنها خارجة، خانية والبيت للزوج ا لا أن يكون لها بينة -بحر-.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب التحالف ص ۵۹۷، ۵۹۸ ج ۴)

دفعہ (۲۲۶):

لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کے نکاح میں دینے کے لئے سامان فراہم کیا، اور نکاح سے پہلے مرگیا تو ایسی صورت میں وہ سامان اسی لڑکی کو دیا جائے گا، اور باپ کا ترکہ سمجھ کر اس کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

تشریح:

وہ لڑکی جس کے لئے سامان جہیز اکٹھا کیا ہوا گر وہ لڑکی نابالغ ہو تب تو کوئی دشواری نہیں کہ باپ اس کا ولی ہے، اور نابالغی کی حالت میں ولی کا قبضہ نابالغ کا قبضہ تصور کیا جاتا ہے، بالغہ کے بارے میں عام طور پر فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کے باپ کا قبضہ اس کے حق میں ولی کا قبضہ نہ ہوگا، اس لئے ہبہ تام نہ ہوگا، لیکن ہندوستان میں علی العموم رائج عرف کے اعتبار سے جب تک لڑکی کنواری ہو چاہے نابالغ ہو یا

حوالہ دفعہ (۲۲۶):

(وهبة مـن لـه ولاية عـلـى الطفل في الجملة) وهو كل من يعوله فدخل الأخ والعم عند عـدم الأب لـو فـي عيـالهم (تتم بالعقد) لو الموهوب معلوماً وكان في يده أو يد مودعه، لأن قبـض الولي ينوب عنه والأصل أن كل عقد يتولاه الواحد يكتفي فيه بالا يجاب (وا ن وهب له أجـنبـي يتم بقبض وليه) وهو أحد أربعة: الأب، ثم وصيه، ثم الجد، ثم وصيه، وا ن لم يكن في حجرهم وعند عدمهم يتم بقبض من يعوله كعمه (وأمه وأجنبي) ولو ملتقطا (لو في حجرها) وا لا لا لفوات الولاية (وتقبضه لو مميزاً) يعقل التحصيل (ولو مع وجود أبيه) مجتبى، لأنه في الـنـافـع الـمـحض كالبالغ، (قوله على الطفل) ـ فلو بالغا يشترط قبضه ولو في عياله تتارخانية (قـولـه فـي الـجـملة) أي ولو لـم يكن له تصرف في ماله (قوله بالعقد) أي الا يجاب فقط كما يشير ا ليه الشارح كذا في الهامش وهذا ا ذا أعلمه أو أشهد عليه والا شهاد للتحرز عن الجحود بـعـد مـوتـه والا عـلام لازم لأنـه بـمنزلة القبض بزازية، قال في التتارخانية: فلو أرسل العبد في حاجة أو كان آبقا في دار الا سلام فوهبه من ابنه صحت فلو لم يرجع العبد حتى مات الأب لا يـصيـر ميراثاً عن الأب اهـ ...... (قوله معلوماً) قال محمدؒ كل شيء وهبه لابنه الصغير، وأشهد عـليـه وذلك الشيء معلوم في نفسه فهو جائز، والقصد أن يعلم ما وهبه والا شهاد ليس بشرط لازم لأن الهبة تتم بالا علام تتارخانية.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۵، ۷۰۶ ج ۴)

بالغ، اس کے سارے املاک پر قابض رہتا ہے اور باپ کا قبضہ بیٹی کا قبضہ تصور کیا جاتا ہے، اس لئے کنواری بالغہ لڑکی کے حق میں بھی دلالۃً باپ کے قبضہ کو لڑکی کی رضا سے حاصل ہونے والا قبضہ سمجھا جانا چاہئے، اور یوں کہنا چاہئے کہ باپ وکیل فی القبض کے حکم میں ہے۔

باب دہم

اثبات نکاح

دفعہ (۲۲۷):

دعوائے نکاح کا ثبوت قاضی کے پاس دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت سے ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۲۲۷):

(و) يحل (له وطء امرأة ادعت عليه) عند قاض (أنه تزوجها) بنكاح صحيح (وهي) أي والحال أنها (محل للا نشاء) أي لا نشاء النكاح خالية عن الموانع (وقضى القاضي بنكاحها ببينة) أقامتها (ولم يكن في نفس الأمر تزوجها وكذا) يحل له (لو ادعى هو نكاحها).

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات ص ۴۰۴ ج ۲ وہکذا فی الہندیہ ص ۳۸۳ ج ۱)

مجموعه قوانین اسلامی

قانون حضانت

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ
كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى
الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ
نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ
وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن
تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن
تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم
بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ﴾

(اور مائیں اپنے بچوں کو دوسال کامل دودھ پلایا کریں، یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیرخوارگی کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق، کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا؛ مگر اس کی برداشت کے موافق، کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے، اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے، اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو، پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں، اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انّا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ ان کو دینا ہے قاعدہ کے موافق، اور حق تعالی سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالی تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں)

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۳۳)

قانون حضانت

دفعہ (۲۲۸):

اصطلاح شرع میں بچہ کی پرورش کو حضانت کہتے ہیں۔

دفعہ (۲۲۹):

حضانت واجب ہے، اس لئے کہ بچہ کی پرورش صحیح طور پر نہ کی جائے تو بچہ کے ضائع

حوالہ دفعہ (۲۲۸):

باب الحضانة بفتح الحاء وكسرها: تربية الولد۔

(الدر المختار، باب الحضانة)

(قوله بفتح الحاء وكسرها) كذا في المصباح والبحر عن المغرب، لكن في القاموس: حضن الصبي حضنا وحضانة بالكسر .. جعله في حضنه أو رباه كاحتضنه، ثم قال: وحضن فلاناً حضناً وحضانة بفتحهما: نحاه عنه.

(رد المحتار ص ۸۷۱ ج ۲، باب الحضانة)

حوالہ دفعہ (۲۲۹):

(ولا تجبر) من لها الحضانة (عليها ا ذا تعينت لها) بأن لم يأخذ ثدي غيرها أو لم يكن للأب ولا للصغير مال، به يفتى، خانية، وسيجيء في النفقة.

وا ذا أسقطت الأم حقها صارت مكينة أو متزوجة فتنتقل للجدة -بحر-.

(ولا تقدر الحاضنة على ا بطال حق الصغير فيهما) حتى لو اختلعت على أن تترك ولدها عند التزوج صح الخلع وبطل الشرط لأنه حق الولد فليس لها أن تبطله بالشرط، ولو لم يوجد غيرها، أجبرت بلا خلاف -فتح-.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الحضانة ص ۸۷۵ ج ۲)

ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

دفعہ (۲۳۰):

حضانت میں بچہ، پرورش کرنے والی اور بچہ کے باپ، تینوں ہی کا حق متعلق ہوتا ہے، اگر تینوں کے حقوق میں کبھی تعارض ہو تو بچہ کے حق کو ترجیح دی جائے گی۔

دفعہ (۲۳۱):

حق حضانت حسب ذیل ترتیب کے ساتھ بچہ کے ان رشتہ داروں کو حاصل ہوگا:

۱- ماں، ۲- نانی، ۳- دادی، ۴- حقیقی بہن، ۵- اخیافی بہن، ۶- علاتی بہن، ۷- حقیقی بھانجی، ۸- اخیافی بھانجی، ۹- حقیقی خالہ، ۱۰- اخیافی خالہ، ۱۱- علاتی خالہ، ۱۲- علاتی بھانجی، ۱۳- حقیقی بھتیجی، ۱۴- اخیافی بھتیجی، ۱۵- علاتی بھتیجی، ۱۶- حقیقی پھوپھی، ۱۷- اخیافی پھوپھی، ۱۸- علاتی پھوپھی۔

دفعہ (۲۳۲):

اگر مندرجہ بالا خواتین میں سے کوئی خاتون نہ ہو، یا حضانت کی اہل نہ ہو تو حق حضانت

حوالہ دفعہ (۲۳۰):

فینبغي للمفتي أن یکون ذا بصیرة لیراعی الأصلح للولد .... لأن مدار أمر الحضانة علی نفع الولد. (رد المحتار، باب الحضانۃ ص ۸۸۰ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۳۱):

(تثبت للأم) النسبیة (ولو) .... (بعد الفرقة ا لا أن تکون مرتدة) .... (أو فاجرة) فجوراً یضیع الولد به .... (ثم) أي بعد الأم بأن ماتت أو لم تقبل أو أسقطت حقها أو تزوجت بأجنبي (أم الأم) وا ن علت عند عدم أهلیة القربی (ثم أم الأب وا ن علت) بالشرط المذکور .... (ثم الأخت لأب وأم ثم لأم) لأن هذا الحق لقرابة الأم (ثم) الأخت (لأب) ثم بنت الأخت لأبوین ثم لأم .... (ثم الخالات کذلك) أي لأبوین ثم لأم ثم لأب ثم بنت الأخت لأب، ثم بنات الأخ (ثم العمات کذلك). (الدر المختار بہامش رد المحتار، باب الحضانۃ ص ۸۷۱، ۸۷۲ تا ۸۷۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۳۲):

ثم العصبات بترتیب الا رث، فیقدم الأب ثم الجد ثم الأخ الشقیق، ثم لأب ثم بنوه

حسب ترتیب ذیل ان عصبہ کی طرف منتقل ہوگا جو بدچلن اور بے عقل نہ ہوں، اولاً اصول، پھر بھائی اوران کی اولاد، پھر چچا اوران کی اولاد، لیکن لڑکی کسی غیر محرم مرد کو پرورش کے لئے نہیں دی جاسکتی ہے، جیسے چچازاد بھائی۔ اگر عصبہ میں سے بھی کوئی نہ ہو یا حضانت کا اہل نہ ہو تو ذوی الارحام جیسے اخیافی بھائی پھر اس کی اولاد، پھر اخیافی چچا، پھر حقیقی ماموں، پھر اخیافی ماموں کو حق حضانت حاصل ہوگا۔

دفعہ(۲۳۳):

اگر ایک درجہ کے دو شخص مستحق حضانت موجود ہوں تو جو زیادہ بہتر تربیت کی صلاحیت رکھتا ہو، پھر زیادہ پرہیز گار کو، پھر زیادہ عمر والے کو ترجیح دی جائے گی۔

دفعہ(۲۳۴):

کوئی عورت حضانت کے لئے اس طرح متعین ہوجائے کہ اس بچہ کا کوئی اور پرورش کرنے والا موجود نہ ہو تو اس عورت کو حضانت پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی دوسری عورت جس کو حق حضانت حاصل ہے، مناسب پرورش کے لئے موجود ہو تو پہلی مستحق خاتون کا اپنے حق حضانت کو ختم

كذلك، ثم العم ثم بنوه .... سوى فاسق ومعتوه وابن عم لمشتهاة وهو غير مأمون، ثم ا ذا لم يكن عصبة فلذوي الأرحام، فتدفع لأخ لأم، ثم لابنه، ثم للعم للأم، ثم للخال لأبوين، ثم لأم، قوله (وابن عم لمشتهاة الخ) .... لا حق لابن العم في الحارية مطلقاً .... ابن العم غير محرم وانه لا حق لغير المحرم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۸۷۸،۸۷۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۳۳):

فا ن تساووا فأصلحهم ثم أورعهم ثم أكبرهم.

(الدرالمختار، باب الحضانۃ ص۸۷۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۳۴):

(ولا تجبر) من لها الحضانة (عليها ا لا ا ذا تعينت لها) بأن لم يأخذ ثدي غيرها أو لم يكن للأب ولا للصغير مال، به يفتى. خانية.

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب الحضانۃ ص۸۷۵ ج ۲)

کر دینا جائز ہوگا، بشرطیکہ بچہ یا اس کا ولی دوسری عورت کی اجرت حضانت ادا کر سکتا ہو۔

حق حضانت کے شرائط

دفعہ (۲۳۵):

حق حضانت انہیں کو حاصل ہوگا جو عاقل بالغ ہوں اور بچہ کی جسمانی اور اخلاقی تربیت کی صلاحیت رکھتے ہوں اور قابل اعتماد ہوں۔

دفعہ (۲۳۶):

عورت کے مستحق حضانت ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کی منکوحہ نہ ہو جو اس بچہ کے لئے غیر ذی رحم محرم ہو، اس لئے اگر وہ عورت مستحق حضانت بچہ کے چچا یا بھتیجے سے نکاح کرے تو حق حضانت ساقط نہیں ہوگا۔

دفعہ (۲۳۷):

باپ کے افلاس کی شکل میں مذکورہ بالا ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مستحقین حضانت میں اس

حوالہ دفعہ (۲۳۵ تا ۲۳۷):

قال الرملي: ويشترط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة. وأن تخلو من زوج أجنبي، وكذا في الحاضن الذي سوى الشرط الأخير، هذا ما يؤخذ من كلامهم اهـ قلت: وينبغي أن يزيد .... "أن تكون رحماً محرماً ولم تكن مرتدة ولم تمسكه في بيت المبغض للولد ولم تمتنع عن تربيته مجاناً عند ا عسار الأب" وسيأتي بيان ذلك كله والمراد لكونها "أمينة" أن لا يضيع الولد عندها باشتغالها عنه بالخروج من منزلها كل وقت.

(ردالمحتار، اوائل باب الحضانۃ ص ۱۷۸ ج ۲)

(ثبت للأم) .... (...... ا لا أن تكون مرتدة) .... (أو فاجرة) .... (أو غير مأمونة) ذكره في المجتبى بأن تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعاً .... (أو متزوجة بغير محرم) الصغير (أو أبت أن تربيه مجاناً و) الحال أن (الأب معسر والعمة تقبل ذلك) أي تربيته مجاناً ولا تمنعه عن الأم" قيل للأم ا ما أن تمسكيه مجاناً أو تدفعيه للعمة (على المذهب) ......

کا حق مقدم ہوگا جو بلا معاوضہ اس فریضہ کو انجام دے سکے۔

دفعہ (۲۳۸):

بچی کے حق میں مردوں کے مستحق حضانت ہونے کے لئے ان کا ذی رحم محرم ہونا شرط ہے۔

دفعہ (۲۳۹):

بچہ کے حق میں عورتوں کے مستحق حضانت ہونے کے لئے بھی ان کا ذی رحم محرم ہونا شرط ہے۔

والعمة ليست بقيد فيما يظهر. وفي المنية تزوجت أم صغير توفى أبوه وأرادت تربيته بلا نفقة مقدرة وأراد وصية تربيته بها دفع ا ليها لا ا ليه ا بقاء لماله.

وفي الحاوي تزوجت بأجنبي وطلبت تربيته والتزمه ابن عمه مجاناً ولا حاضنة له فله ذلك قوله (والعمة تقبل ذلك) أي لم يوجد أحد ممن هو مقدم على العمة متبرعاً بمثل العمة، ومع ذلك يشترط أن تكون متزوجة بغير محرم للصغير -شرنبلاليه- قوله: (والعمة ليست بقيد الخ) هو بحث لصاحب البحر ذكره في الباب الآتي. قال: بل كل حاضنة كذلك بالأولى لأنها من قرابة الأم.

(الدرالمختار مع ردالمختار، باب الحضانۃ ص ۸۷۱ تا ۸۷۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۳۸):

ثم العم ثم بنوه. قوله: (ثم العم ثم بنوه) .... في البحر والفتح: ثم العم شقيق الأب ثم لأب، وأما أولاده فيدفع ا ليهم الغلام لا الصغيرة لأنهم غير محارم.

(الدرالمختار مع ردالمختار، باب الحضانۃ ص ۸۷۹ ج ۲)

وا ذا اجتمعوا فالأورع ثم الأسن. اختيار. سوى فاسق ومعتوه وابن عم لمشتهاة قوله: (وابن عم لمشتهاة الخ) .... لا حق لابن عم في الجارية مطلقاً .... ابن العم غير محرم وا نه لا حق لغير المحرم. (حوالۂ سابق)

حوالہ دفعہ (۲۳۹):

ولا حق لولد عم وعمة وخال وخالة لعدم المحرمية قوله: (ولا حق لولد عم الخ) كان المناسب التعبير بالبنات بدل الولد، لأن الولد يشمل الذكر والأنثى، وقد مر أن ابن العم له حق في الغلام دون الجارية .... وفي البحر: لا حق لبنات العمة والخالة لأنهن غير محرم وكذلك بنات الأعمام والأخوال بالأولى، كذا في كثير من الكتب اهـ ....وينبغي ا جراء

دفعہ(۲۴۰):

اگر بچہ کی ماں جو مطلقہ ہے، کسی ایسے دور دراز علاقہ کو چلی جائے جہاں باپ کے لئے وقتاً فوقتاً بچہ سے ملنا دشوار ہو تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

دفعہ(۲۴۱):

پرورش کرنے والی عورت اگر ٹی بی، جنون، جذام، برص جیسے امراض میں مبتلا ہو تو حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

التفصيل المذكور في ابن العم هنا.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الحضانة ص۸۷۹ ج۲)

ثـم الـعـصبـات قـولـه: (ثـم الـعـصبـات) أي ا ن لم يكن للصغير أحد من محارمه النساء -بحر- أو كان ا لا أنه ساقط الحضانة لأنه كالمعدوم -رملي-.

(حوالۂ سابق ص۸۷۸ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۴۰):

(ليـس للمطلقة) بائناً بعد عدتها (الخروج بالولد من بلده ا لى أخرى بينهما تفاوت) فلو بيـنهـما تفاوت بحيث يمكنه أن يبصر ولده ثم يرجع في نهاره لم تمنع مطلقاً، لأنه كالانتقال من محلة ا لى محلة. (الدر المختار على ہامش رد المحتار، باب الحضانة ص۸۸۴ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۴۱):

قـال الـرمـلـي ويشتـرط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة .... وهل يشتـرط كـونها بصيرة؟ ففي الأشباه في أحكام الأعمى: ولم أر حكم ذبحه وصيده وحضانته ورؤيتـه لـما اشتراه بالوصف، وينبغي أن يكره ذبحه وأما حضانته فا ن أمكنه حفظ المحضون كـان أهلاً، وا لا فـلا اهــ وهـو بحث وجيه، وهو معلوم من قول الرملي "قادرة" كما يعلم منه حكم ما ا ذا كانت مريضة أو كبيرة عاجزة.

(رد المحتار، اوائل باب الحضانة ص۸۷۱ ج۲)

قـال فـي الـدر الـمـنتقى: وكذا: أي تعود الحضانة لو زالت بجنون وردة ثم زال المانع. ذكره العيني وغيره. (رد المحتار، باب الحضانة ص۸۸۱ ج۲)

دفعہ (۲۴۲):

پرورش کرنے والی عورت فاسقہ، بدکار اور فاحشہ ہو جس کی پرورش میں رہ کر بچہ کی صحیح تربیت نہیں ہوسکتی ہو تو اس کا بھی حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

دفعہ (۲۴۳):

پرورش کرنے والی عورت اگر کسی ایسے شخص سے شادی کرے جو بچہ کا ذی رحم محرم نہ ہو تو بھی حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

دفعہ (۲۴۴):

اگر کسی مانع کے پیش آ جانے سے حق حضانت ساقط ہو جائے اور وہ مانع دور ہو جائے تو پھر حق حضانت لوٹ آئے گا۔

حوالہ دفعہ (۲۴۲ تا ۲۴۴):

(تثبت للأم) .... (...... ا لا أن تكون مرتدة) .... (أو فاجرة فجوراً يضيع الولد به، .... (أو متزوجة بغير محرم) الصغير.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۸۷۱ تا ۸۷۳ ج ۲)

قال الرملي ويشترط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة وأن تخلو من زوج أجنبي.

(رد المحتار، اوائل باب الحضانۃ ص ۸۷۱ ج ۲)

(و) الحاضنة (يسقط حقها بنكاح غير محرمه) أي الصغير .... (وتعود) الحضانة (بالفرقة) البائنة قوله: (بنكاح غير محرمه) أي سواء دخل بها أو لا، وكان ينبغي أن يقول غير محرمه النسبي، لأن الرضاعي كالأجنبي في سقوط حضانتها به -رملي- (قوله: (البائنة) أما الرجعية فلابد من قضاء العدة فيها -نهر- ومقتضاه العود في البائنة قبل انقضاء العدة مع أنها تعتد في بيت الزوج، لعل وجهه ارتفاع ولايته عليها فلا ضرر للولد عنده .... قال في الدر المنتقى وكذا تعود الحضانة لو زالت بجنون وردة ثم زال المانع. ذكره العيني وغيره، فالأحسن: ويعود الحق بزوال مانعه اهـ.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الحضانۃ ص ۸۸۱، ۸۸۲ ج ۲)

دفعہ (۲۴۵):

اگر زوجین کے مابین خلع ہو جائے اور خلع میں یہ شرط لگادی جائے کہ ماں کو حق پرورش نہیں ہوگا تو بچہ کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ شرط باطل تسلیم کی جائے گی اور ماں کو حق حضانت حاصل رہے گا۔

اجرت حضانت

دفعہ (۲۴۶):

اگر بچہ کے پاس مال ہو تو اس کی پرورش کی اجرت اسی کے مال سے ادا کی جائے گی ورنہ جن پر اس بچہ کا نفقہ واجب ہے ان ہی پر یہ اجرت بھی واجب ہوگی۔

دفعہ (۲۴۷):

وہ مطلقہ عورت جو عدت کے گذرنے کے بعد اپنے بچہ کو دودھ بھی پلا رہی ہو اور پرورش بھی

حوالہ دفعہ (۲۴۵):

(ولا تقدر الحاضنة على ا بطال حق الصغير فيهما) حتى لو اختلعت على أن تترك ولدها عند التزوج صح الخلع وبطل الشرط.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الحضانۃ ص ۸۷۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۴۶):

وفي كتب الشافعية: مؤنة الحضانة في مال المحضون لو له، وا لا فعلى من تلزمه نفقته. قال شيخنا: وقواعدنا تقتضيه فيفتى به.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الحضانۃ ص ۸۷۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۴۷):

(وتستحق) الحاضنة (أجرة الحضانة ا ذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لأبيه) وهي غير أجرة ا رضاعه ونفقته كما في البحر عن السراجية ....

وفي شرح النقاية للباقاني عن البحر المحيط: سئل أبو حفص عمن لها ا مساك الولد وليس لها مسكن مع الولد فقال: على الأب سكناهما جميعاً، وقال نجم الأئمة: المختار أنه

کررہی ہو اسے بچہ کے باپ سے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت بھی ملے گی، اور مدت رضاعت گذر جانے کے بعد صرف اجرت حضانت کی مستحق ہوگی۔

دفعہ(۲۴۸):

اگر بچہ اور اس کا باپ دونوں مفلس ہوں اور کوئی دوسرا معاوضہ کے بغیر پرورش کے لئے تیار نہ

عليه السكنى في الحضانة، وكذا ا ن احتاج الصغير ا لى خادم يلزم الأب به۔

قوله: (وهي غير أجرة ا رضاعه ونفقته قال في البحر: فعلى هذا يجب على الأب ثلاثة: أجرة الرضاع، وأجرة الحضانة ونفقة الولد اهـ ومثله في الشرنبلالية.

(الدر المختار مع رد المحتار ص۸۷۶،۸۷۷ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۴۸):

ولو لم يوجد غيرها (أي غير الأم) أجبرت بلا خلاف. فتح. وهذا يعم ما لو وجد وامتنع من القبول -بحر- وحينئذ فلا أجرة لها. جوهرة (وتستحق) الحاضنة (أجرة الحضانة ا ذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لأبيه) .... وفي كتب الشافعية مؤنة الحضانة في مال المحضون لو له، وا لا فعلى من تلزمه نفقته، قال شيخنا وقواعدنا تقتضيه فيفتى به، ثم حرر أن الحضانة كالرضاع، قوله: (وحينئذ) أي حين لم يوجد غيرها فلا أجرة لها لأنها قامت بأمر واجب عليها شرعاً ط. وعبارة الجوهرة: ا ذا كان لا يوجد سواها تجبر على ا رضاعه صيانة له عن الهلاك، وعليه لا أجرة لها اهـ .... ويخالفه ما في الهندية وغيرها لو استوجر له من ترضعه شهراً ثم مضى ولم يأخذ ثدي غيرها تجبر على ا بقاء الا جارة، فا ن مقتضاه أنها تستحق الأجرة، وا لاقيل تجبر على الا رضاع مجاناً. ورأيت بخط شيخ مشائخنا السائحاني: قال البرجندي: تجبر الأم على الحضانة ا ذا لم يكن لها زوج والنفقة على الأب.

وفي المنصورية أن أم الصغيرة ا ذا امتنعت عن ا مساكها ولا زوج للأم تجبر عليه، وعليه الفتوى. وقال الفقيه أبو جعفر: تجبر وينفق عليها من مال الصغيرة وبه أخذ الفقيه أبو الليث، فهذا نص في أن الأجرة تؤخذ مع الجبر ا هـ ويأتي بيان وجهه قريباً.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الحضانة ص۸۷۶،۸۷۷ ج۲)

(وتجب) النفقة بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير) الحر، فا ن نفقة المملوك على مالكه والغني في ماله الحاضر، فلو غائباً فعلى الأب ثم يرجع ا ن أشهد لا ا ن نوى ا لا ديانة، فلو كانا فقيرين فالأب يكتسب أو يتكفف وينفق عليهم، ولو لم يتيسرا أنفق عليهم القريب ورجع على الأب ا ذا أيسر ذخيرة ....

وفي المنية: أب معسر وأم مؤسرة تؤمر الأم بالا نفاق ويكون دينا على الأب، وهي أولى

ہوتو بچہ کی ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کی پرورش اپنے ذمہ لے اور حضانت کی اجرت باپ پر قرض رہے گی، جو باپ کو استطاعت ہونے پر ادا کرنا ہوگا، اور اگر بچہ کا باپ خوشحال ہے یا بچہ کے پاس خود مال ہے تو عند الطلب بچہ کی ماں کو حضانت کا معاوضہ ملے گا بشرطیکہ ماں بچہ کے باپ کی زوجیت یا عدت میں نہ ہو، اور زوجیت یا عدت میں رہتے ہوئے ماں کو بچہ کی پرورش بلا معاوضہ کرنا ہوگی۔

دفعہ (۲۴۹):

ماں کے علاوہ اگر کوئی عورت ذی رحم محرم بلا اجرت پرورش کے لئے آمادہ ہو اور بچہ کے پاس مال نہ ہو اور اس کے والد مالدار ہوں تو اس صورت میں ماں ہی کو حضانت کے لئے ترجیح دی جائے گی، خواہ اجرت ہی دینی پڑے۔

دفعہ (۲۵۰):

اگر باپ و بچہ دونوں غیر مستطیع ہیں، اور ماں بلا اجرت حضانت کے لئے تیار نہ ہو تو جو

من الجد المؤسر قوله: (وهي أولى من الجد المؤسر) أي لو كان مع الأم المؤسرة جد مؤسر أيضاً تؤمر الأم بالا نفاق من مالها لترجع على الأب، ولا يؤمر الجد بذلك لأنها أقرب ا لى الصغير، فالأم أولى بالتحمل من سائر الأقارب، وتمامه في البحر عن الذخيرة.

قلت: اعلم أنه ا ذا مات الأب فالنفقة على الأم والجد على قدر ميراثها أثلاثا في ظاهر الرواية وفي رواية على الجد وحده كما سيأتي وأما ا ذا كان الأب معسراً فهي على الأب وتستدينها الأم عليه لأنها أقرب من الجد هذا على ظاهر المتون كما قدمناه. وأما على ما يأتي تصحيحه من أن المعسر يجعل كالميت فمقتضاه أنها تجعل عليها أثلاثاً. تأمل.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقۃ ص ۵۲۳ تا ۵۲۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۴۹ و ۲۵۰):

ا ن كان المتبرع غير أجنبي فا ن كان الأب معسراً و الصغير له مال أولا يقال للأم ا ما أن تمسكيه مجاناً أو تدفعيه للعمة مثلا المتبرعة صوناً لماله لو له مال، وا ن كان الأب مؤسراً والصغير له مال فكذلك، لأن الأجرة حينئذ على الصغير، وا ن كان الأب مؤسراً ولا مال للصغير فالأم مقدمة وا ن طلبت الأجرة نظراً للصغير بلا ضرر له في ماله، هذا حاصل ما تحرر للعبد الضعيف بناءً على أن الحضانة كالرضاع، وتمام ذلك في رسالتنا "الا بانة عن أخذ الأجرة على الحضانة". (رد المحتار، باب الحضانۃ ص ۸۷۸ ج ۲)

ذی رحم محرم خاتون بلا اجرت، حضانت کے لئے آمادہ ہو بچہ اس کے حوالہ کردیا جائے گا۔

دفعہ(۲۵۱):

بچہ اگر مالدار ہو تو بچہ اور اس کی پرورش کرنے والی کی رہائش کے اخراجات بچہ کے مال سے ادا کئے جائیں گے، اور اگر بچہ مالدار نہ ہو تو اخراجات کی ادائیگی کی ذمہ داری اس پر ہوگی جس کے ذمہ بچہ کا نفقہ ہے۔

دفعہ(۲۵۲):

بچہ کی پرورش اور اس کی ضروریات اس کے حالات وماحول نیز جس پر حضانت واجب ہے اس کی استطاعت کو سامنے رکھتے ہوئے پوری کی جائیں گی۔

حوالہ دفعہ(۲۵۱):

سئل أبو حفص عمن لها ا مساك الولد وليس لها مسكن مع الولد فقال على الأب سكناهما جميعاً،

وقال نجم الأئمة: المختار أنه عليه السكنىٰ في الحضانة ....

وفي كتب الشافعية: مؤنة الحضانة في مال المحضون لو له وا لا فعلى من تلزمه نفقته. قال شيخنا: وقواعدنا تقتضيه فيفتى به، ثم حرر أن الحضانة كالرضاع قوله: (وقال نجم الأئمة: المختار أن عليه الكسنى) .... بل الوجه لزومه على من تلزمه نفقته، فا ن المسكن من النفقة .... والأظهر اللزوم .... والحاصل أن الأوجه لزومه لما قلنا، لكن هذا ا نما يظهر لو لم يكن لها مسكن، أما لو كان لها مسكن يمكنها أن تحضن فيه الولد ويسكن تبعا لها فلا لعدم احتياجه ا ليه، فينبغي أن يكون ذلك توفيقاً بين القولين ويشير ا ليه قول أبي حفص: وليس لها مسكن. ولا يخفى أن هذا هو الأرفق للجانبين، فليكن عليه العمل.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الحضانة ص ۸۷۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۵۲):

وهل تجب نفقة الخادم هنا؟ مقتضى ما في البدائع نعم، فا نه قال: وكل من وجبت عليه نفقة غيره يجب عليه المأكل والملبس والمسكن والرضاع ا ن كان رضيعاً، لأن وجوبها للكفاية والكفاية متعلق بهذه الأشياء، وا ن كان له خادم يحتاج ا لى خدمته يفرض له أيضاً، لأن ذلك من جملة الكفاية اهـ واحتياجه ا لى خدمته بأن يكون به علة كما قدمناه في خادم الأب، وكذا لو كان من أهل البيوتات لا يتعاطى خدمة بيده تأمل. (رد المحتار، باب النفقة ص ۹۳۹ ج ۲)

دفعہ(۲۵۳):

باپ وماں دونوں کودوران حضانت جب چاہیں بچہ کودیکھنے کاحق ہوگا۔

دفعہ(۲۵۴):

حاضنہ (پرورش کرنے والی) کی پرورش میں بچہ سات سال تک رہے گا، اور بچی اگر ماں، دادی یا نانی کی پرورش میں ہےتو بالغ ہونے تک ورنہ نوسال تک پرورش میں رہے گی، اس کے بعد ولی عصبہ محرم اقرب کومجبور کیا جائے گا کہ اپنے پاس رکھےاور تربیت کرے۔

حوالہ دفعہ(۲۵۳):

ما في التتارخانية: الولد متى كان عند أحد الأبوين لا يمنع الآخر عن النظر ا ليه وعن تعهده اهـ. (ردالمحتار، باب الحضانۃ ص ۸۸۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۵۴):

(والحاضنة) أما أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب ولو اختلفا في سنه، فا ن أكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع ا ليه ولو جبرا، وا لا لا (والأم والجدة) لأم أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية .... (وغيرهما أحق بها حتى تشتهي) وقدر بتسع، وبه يفتى، .... (وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة كذلك) وبه يفتى لكثرة الفساد، قوله: (ولو جبراً) أي ا ن لم يأخذه بعد الاستغناء أجبر عليه كما في الملتقى .... وفي الخلاصة وغيرها: وا ذا استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة أولى، يقدم الأقرب فالأقرب ولا حق لابن العم في حضانة الجارية اهـ.

قلت بقي ما ا ذا انتهت الحضانة ولم يوجد له عصبة ولا وصيّ، فالظاهر أنه يترك عند الحاضنة، ا لا أن يرى القاضي غيرها أولى له، والله تعالىٰ اعلم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الحضانۃ ص۸۸۱ ج ۲)

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ——— قانون طلاق

﴿الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُواْ مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئاً إِلاَّ أَن يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ﴾

(طلاق دو مرتبہ ہے، پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے موافق، خواہ چھوڑ دینا خوش اسلوبی کے ساتھ، اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا، مگر یہ کہ میاں بی بی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالی کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے)۔

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۲۹)

قانون طلاق

تمہید

نکاح ایک نعمت ہے، اور یہ رشتہ جب قائم کیا جاتا ہے تو اس میں پائداری اور دوام مقصود ہوتا ہے، اسی رشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت عطا فرماتا ہے۔ طلاق کے ذریعہ نکاح کا رشتہ منقطع ہوتا ہے، اس طرح خاندان میں کئی مشکلات اٹھ کھڑی ہوتی ہیں، اس لیے اپنی اصل کے اعتبار سے طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اگر زوجین کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں، مرد یہ محسوس کرے کہ وہ بحیثیت زوج عورت کے حقوق ادا نہیں کرسکتا، یا طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھا جاسکتا تو ایسے حالات میں نکاح کو برقرار رکھنا اور قانونی پابندیوں کے ذریعہ مرد و عورت کو رشتۂ ازدواج منسلک رکھنے پر مجبور کرنا معاشرے کے لیے زیادہ فساد کا موجب ہے۔ اس لیے شریعت نے طلاق کو ایک ناپسندیدہ عمل ہونے کے باوجود مباح قرار دیا۔

پس طلاق کا بے محابا استعمال جس میں شریعت کی قائم کی ہوئی پابندیوں کی رعایت نہ کی جائے، گناہ ہے، اسی طرح کوئی بھی ایسی قانونی پابندی حق طلاق پر عائد کرنا جس کی وجہ سے مرد باوجود اس احساس کے کہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ خوشگوار زندگی نہیں گزار سکتا، طلاق نہ دینے پر مجبور ہو، جائز نہیں۔

یہ فیصلہ کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار سکتا ہے یا نہیں اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں، شوہر کے احساسات سے متعلق ہے، اس لیے اس کا فیصلہ خود شوہر ہی کرسکتا ہے۔ اگر شوہر کو یقین ہو کہ وہ امساک بالمعروف نہیں کرسکتا، مثلاً وہ نامرد ہو کہ حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا، یا اور کوئی صورت ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ طلاق دیدے۔ بلا سبب محض ایذاء رسانی کے لئے طلاق دینا،

بیوی اوراس کے اولیاء کی طرف سے شوہر کے ناجائز مطالبات پورے نہیں ہونے کی صورت میں انتقاماً طلاق دینا، اور شریعت نے طلاق دینے کی جو ترتیب مقرر کی ہے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے طلاق دینا فعل حرام ہے۔

شریعت کی مقرر کردہ ترتیب کی تفصیل طلاق سنت اور طلاق بدعت کے بیان میں آئے گی۔

باب اول

زوجین کے مابین جدائی کے مختلف اسباب ہیں، کبھی یہ جدائی مرد کے اختیار سے ہوتی ہے، کبھی زوجین کی باہمی رضامندی سے، اور کبھی عورت کے مطالبہ پر قاضی کے فیصلہ سے۔ پہلی صورت طلاق ہے، دوسری خلع اور تیسری فسخ۔

فسخ اور طلاق

فسخ اور طلاق کے درمیان چند بنیادی فرق ہیں، جن میں سے کچھ نیچے لکھے جا رہے ہیں:

(الف) فسخ کی صورت میں اگر مؤکدات مہر میں سے کوئی مؤکد نہ ہو تو مہر واجب نہیں ہوگا، نہ کل نہ جز، بخلاف طلاق کے، کہ نفس عقد سے مہر واجب ہوجاتا ہے، اگر مؤکدات مہر میں سے کوئی

حوالہ باب اول:

کتاب الطلاق (هو) لغة رفع القيد...... شرعا (رفع قيد النكاح فى الحال) بالبائن (أوالمآل) بالرجعى (بلفظ مخصوص) هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسوخ كخيار عتق و بلوغ و ردة فا نه فسخ لا طلاق (قوله فخرج الفسوخ الخ) قال فى الفتح فخرج تفريق القاضى فى ا بائها و ردة أحد الزوجين وتباين الدارين حقيقةً وحكماً وخيار البلوغ و العتق وعدم الكفاءة ونقصان المهر فا نها ليست طلاقاً اهـ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، اوائل کتاب الطلاق ص ۵۶۹ تا ۵۷۱ ج ۲)

باب الخلع (هو) لغة الازالة واستعمل فى ا زالة الزوجية بالضم وفى غيره بالفتح، و شرعاً كما فى البحر (ا زالة ملك النكاح)...... ......(المتوقفة على قبولها) .... (بلفظ الخلع) ...... أو ما فى معناه۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۷۶۶ باب الخلع)

مؤکد نہ ہو تو بھی کبھی نصف مہر اور کبھی متعہ واجب ہوتا ہے۔

(ب) فسخ کی صورت میں عدد طلاق کے اندر کوئی کمی نہیں ہوتی، یعنی اگر کسی وجہ سے نکاح فسخ ہو اور دوبارہ زوجین کے مابین نکاح ہو جائے، تو مرد کو تین طلاق کا حق حاصل رہتا ہے، بخلاف طلاق کے کہ اس میں جتنی طلاق دی جائے اتنی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

(ج) فسخ نکاح کی صورت میں اگر عدت واجب بھی ہو تو عدت کے دوران شوہر کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور طلاق میں اگر عدت واجب ہو تو عدت کے دوران دی گئی طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔

(د) مؤکدات مہر تین ہیں: (۱) وطی، (۲) خلوت صحیحہ، (۳) زوجین میں سے کسی کی موت۔

باب دوم

طلاق کی تعریف

دفعہ (۲۵۵):

لغت میں طلاق پابندی ختم کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شرع میں مخصوص الفاظ میں سے

ثم الفرقة ان من قبلها ففسخ لا ينقص عدد طلاق و لا يلحقها طلاق...... وان من قبله فطلاق۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الولی ص ۴۲۱ ج ۲)

ويتأكد (عند وطء أو خلوة صحت) من الزوج (أو موت أحدهما)۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ص ۴۵۴ ج ۲)

ويجب (نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة)۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ص ۴۵۶ ج ۲)

(و)تجب (متعة لمفوضة) وهى من زوجت بلا مهر (طلقت قبل الوطء......)
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ص ۴۶۱ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۱):

كتاب الطلاق (وهو) لغة رفع القيد ...... و شرعاً (رفع قيد النكاح فى الحال) بالبائن (أو المآل) بالرجعى (بلفظ مخصوص) هو ما اشتمل على الطلاق (قوله ما اشتمل على الطلاق) اى على مادة ط-ل-ق- صريحاً مثل طالق أو كناية كمطلقة بالتخفيف كأنت

کسی لفظ کا استعمال کر کے نکاح کو فوراً یا کچھ وقفہ کے بعد ختم کر دینا طلاق ہے۔ چاہے ان الفاظ کو شوہر خود استعمال کرے یا اس کا وکیل یا قاضی جسے شرع نے بعض خاص حالات میں شوہر کا نائب قرار دے کر اس کی رضامندی کے بغیر طلاق دیدینے کا اختیار دیا ہے۔

تشریح:

- مخصوص الفاظ سے مراد کسی بھی زبان کا کوئی بھی ایسا لفظ جو رشتہ نکاح کے ختم کرنے کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو، چاہے وہ لفظ اپنے اس مفہوم میں صریح ہو، یعنی لغۃً یا عرفاً اس مفہوم کے لیے اس طرح ہو کہ اس کا استعمال کسی اور مفہوم کے لیے نہیں ہوتا ہو، یا کنایہ ہو کہ اس کا استعمال اس مفہوم کے علاوہ کسی دوسرے مفہوم کے لیے بھی ہوتا ہو اور قرینہ یا نیت کے ذریعہ اس کا مفہوم متعین ہو۔
- طلاق بائن میں عورت شوہر پر فوراً حرام ہو جاتی ہے، اور طلاق رجعی میں عدت گزرنے کے بعد حرمت ثابت ہوتی ہے۔
- شوہر اگر اپنی طرف سے بیوی کو طلاق تفویض کر دے، یا کسی کو طلاق دینے کے لیے اپنا وکیل بنا دے تو ان دونوں کو شوہر کے نائب ہونے کی حیثیت سے طلاق دینے کا حق ہوگا۔

ط-ل-ق- وغيرهما كقول القاضى فرقت بينهما عند ا باء الزوج الا سلام والعنة واللعان وسائر الكنايات المفيدة للرجعة والبينونة ولفظ الخلع، فتح۔

(الدر المختار مع رد المحتار، اوائل کتاب الطلاق ص ۵۶۹-۵۷۱)

(صريحة مالم يستعمل ا لا فيه) ولو بالفارسية وقوله (مالم يستعمل ا لا فيه) اى غالبا كما يفيده كلام البحر...... قوله (ولو بالفارسية) فما لا يستعمل فيها ا لا فى الطلاق فهو صريح يقع بلانية وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربية فى جميع الأحكام ، بحر۔ (الدر المختار مع رد المحتار، اوائل باب الصریح ص ۵۹۰ ج۲)

وقد مرّ أن الصريح ما غلب فى العرف استعماله فى الطلاق بحيث لا يستعمل عرفاً ا لا فيه من أي لغة كانت۔ (رد المحتار باب الصریح ص ۵۹۴ ج۲)

ويستوى فيما ذكرنا من الصريح والكناية والرجعى والبائن أن يكون ذلك بمباشرة الزوج بنفسه بطريق الأصالة أو بغيره با ذنه أو أمره وذلك نوعان توكيل وتفويض، أما التفويض فنحو قول الرجل لامرأته أمرك بيدك وقوله اختارى و قوله أنت طالق ا ن شئت ومايجرى مجراه وقوله طلقى نفسك ۔ (بدائع الصنائع، مطبعۃ جمالیۃ مصر، ص ۱۱۲- ۱۱۳ ج۳)

رکن طلاق

دفعہ(۲۵۶):

طلاق کا مفہوم رکھنے والے مخصوص الفاظ میں سے کسی لفظ کا زبان سے ادا کرنا یا لکھ دینا رکن طلاق ہے۔ محض طلاق کا خیال کرنے یا دل ہی دل میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تحریری طلاق

دفعہ(۲۵۷):

تحریری طلاق کی چند صورتیں ہیں:

کتابت مستبینه: یعنی کسی کاغذ، دیوار وغیرہ پر ایسی تحریر جو واضح ہو اور باقی رہنے والی ہو، اس کی دو قسمیں ہیں:

مستبینہ مرسومہ　　　مستبینہ غیر مرسومہ

اگر باضابطہ طلاق نامہ یا مکتوب عنوان کے ساتھ اور بیوی کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہو تو اسے

حوالہ دفعہ(۲۵۶):

و رکنه لفظ مخصوص خال عن الاستثناء (قوله ورکنه لفظ مخصوص الخ) هوما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية فخرج الفسوخ على ما مرّ، وأراد اللفظ ولوحكمًا ليدخل الكتابة المستبينة وا شارة الأخرس والا شارة ا لى العدد بالأصابع فى قوله أنت طالق هكذا، كما سيأتى، وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوى الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كنايةً لا يقع عليها كما افتى به الخير الرملي وغيره، وكذا ما يفعله بعض سكان البوادى من أمرها بحلق شعرها لا يقع به طلاق وا ن نواه۔

(الدر المختار مع رد المحتار، اوائل کتاب الطلاق ص ۵۷۴ ج ۲)

لأن الوقوع بلفظه لا بقصده۔ (المبسوط للسرخسی ص ۱۲۲ ج ۶ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ)

فلا يقع الطلاق ا لا باللفظ المسموع بخلاف النفس أوالهمس فا نه لا يعتبر۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ص ۲۸۹ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۲۵۷) و (۲۵۸):

كتب الطلاق ا ن مستبينا على نحو لوح وقع ا ن نوى وقيل مطلقا ولو على نحو الماء فلا

کتابت مستبینہ مرسومہ کہتے ہیں، اور اگر یوں ہی کسی کاغذ کے ٹکڑے یا دیوار پر بیوی کی طرف اضافت کے بغیر صرف یہ لکھے کہ طلاق ہے یا طلاق دی، اور یہ تحریر بیوی کو نہ بھیجے تو یہ کتابت مستبینہ غیر مرسومہ ہے۔

کتابت مستبینہ مرسومہ تلفظ کے قائم مقام ہے، اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کتابت مستبینہ غیر مرسومہ سے طلاق ایسی صورت میں واقع ہوگی جب کہ شوہر کہے کہ میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی تھی۔

دفعہ(۲۵۸):

کتابت غیر مستبینہ: جو تحریر ظاہر نہ ہو اور پڑھنے میں نہ آئے، جیسے پانی اور ہوا پر لکھنا، اس سے کسی حال میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وقوعِ طلاق کے شرائط

دفعہ(۲۵۹):

(الف) طلاق دینے والا عاقل بالغ ہو، بیداری اور ہوش کی حالت میں طلاق دے، لہٰذا نابالغ ،

مطلقا ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كأن يكتب يا فلانة ا ذا أتاك كتابي هذا فأنت طالق طلقت بوصول الكتاب، (قوله كتب الطلاق الخ) قال فى الهندية الكتابة على نوعين مرسومة وغير مرسومة و نعنى بالمرسومة أن يكون مصدرا و معنونا مثل ما يكتب ا لى الغائب، وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا و معنونا وهو على وجهين مستبينة وغير مستبينة، فالمستبينة مايكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه و قراءتُهٗ وغير المستبينة مايكتب على الهواء والماء وشئ لايمكن فهمه وقراء ته، ففى غير المستبينة لا يقع الطلاق وا ن نوى، وا ن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة ا ن نوىٰ الطلاق يقع وا لّا لا وا ن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو، ثم المرسومة لا تخلو ا ماأن أرسل الطلاق بأن كتب أمابعد فأنت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة، وا ن علق طلاقها بمجئ الكتاب بأن كتب اذا جاء ك كتابى فأنت طالق فجاء ها الكتاب فقرأته أو لم تقرأ يقع الطلاق كذا فى الخلاصة۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، ص ۵۸۹، ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۵۹) شق (الف):

(ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل)۔

(تنویر الأبصار علی ہامش رد المحتار ص ۵۷۶ ج ۲)

مجنون، معتوہ، مدہوش، سرسامی کیفیت میں مبتلا، بے ہوش اور نیند کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(ب) طلاق واقع ہونے کے لیے اصولی طور پر یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے والا ہوش و حواس کی حالت میں ہو، اس کا تقاضا ہے کہ حالت نشہ کی طلاق واقع نہ ہو، لیکن جس شخص نے ذوق و عادت کے تحت حرام طریقہ پر نشہ کا استعمال کیا ہوتو ازراہ سرزنش اس کی طلاق واقع ہو جائیگی، اور اگر کسی شخص نے علاج، مجبوری، سخت دباؤ کے تحت یا ناواقفیت میں نشہ آور چیز استعمال کر لی اور نشہ کی حالت میں طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(ج) اگر کسی شخص نے کوئی ایسی چیز کھالی جو فی الحقیقت نشہ آور نہیں ہے، لیکن مزاج کی عدم موافقت کی وجہ سے اس پر نشہ کی کیفیت طاری ہوگئی تو اس حالت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(د) یہ بھی ضروری ہے کہ طلاق کے لیے استعمال ہونے والے جملے میں طلاق کی نسبت زوجہ کی

...... (لا يقع طلاق......) (......المجنون) ...... (والصبىّ)...... (والمعتوه) ...... (والمبرسم)...... (والمغمى عليه) ...... (والمدهوش)...... (والنائم)۔

(تنویرالابصار علی ہامش ردالمحتار ص ۵۸۵-۵۸۶ ج ۲)

وأهله زوج عاقل بالغ مستيقظ۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۵۷۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۵۹) شق (ب، ج):

...... ا ن كان سكره بطريق محرم لا يبطل تكليفه، فتلزم الأحكام۔

(ردالمحتار ص ۳۲۸ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۲۵۹) شق (د):

قيد بخطابها لأنه لو قال ا ن خرجت يقع الطلاق أو لا تخرجی ا لا با ذنی فا نی حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الا ضافة اليها۔ (قوله لتركه الا ضافة) ای المعنوية فا نها الشرط والخطاب من الا ضافة المعنوية وكذا الا شارة نحو هذه طالق وكذا نحو امرأتی طالق وزينب طالق الخ۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۹۰)

ومنها الا ضافة ا لىٰ المرأة...... ومنها الا ضافة ا لىٰ جميع أجزائها والى جزء جامع منها أو شائع۔ (بدائع الصنائع ص ۵۷۴ ج ۳)

طرف کی گئی ہو صراحۃً یا دلالۃً۔

(ہ) یہ بھی ضروری ہے کہ طلاق جس عورت کو دی جا رہی ہے وہ محل طلاق ہو یعنی منکوحہ ہو یا تین طلاق سے کم طلاق رجعی یا طلاق بائن کی عدت گزار رہی ہو۔

تشریح:

(۱) زوج کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ نابالغ کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲) شرعاً بلوغ کی عمر لڑکے اور لڑکی دونوں کے لے پندرہ سال ہے۔ اگر لڑکے کو اس سے کم عمر میں احتلام وانزال ہو جائے، اسی طرح لڑکی کو اس عمر سے پہلے ہی حیض آنے لگے یا انزال واحتلام ہو جائے یا وہ حاملہ ہو جائے تو اس لڑکے یا لڑکی کو بالغ سمجھا جائے گا۔

حوالہ دفعہ (۲۵۹) شق (ہ):

قوله (و محله المنكوحة) اى ولو معتدة عن طلاق رجعى أو بائن غير ثلاث فى حرة۔
(ردالمحتار، اوائل کتاب الطلاق ص ۵۷۴ ج ۲)

أما الذى يرجع ا لىٰ المرأة فمنها الملك أو علقة من علائقه فلا يصح ا لافى الملك أوفى علقة من علائق الملك وهى عدة الطلاق أو مضافا ا لى الملك (بدائع الصنائع، طبع دار الکتب دیوبند ۳/ ۱۹۹)

حوالہ تشریح دفعہ (۲۵۹):

(قوله لا يقع طلاق الصبى) وا ن كان يعقل (والمجنون والنائم) .... معلوم من كليات الشريعة أن التصرفات لا تنفذ ا لا ممن له أهلية التصرف وأدرناها بالعقل و البلوغ خصوصاً ما هو دائر بين الضرر و النفع خصوصاً مالا يحل ا لا لانتفاء مصلحة ضده القائم كالطلاق فا نه ليستدعى تمام العقل ليحكم به التمييز فى ذٰلك الأمرولم يكف عقل الصبى العاقل لانه لم يبلغ الاعتدال......

(بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هو الانزال (والجارية بالاحتلام والحيض والحبل) ولم يذكر الانزال صريحا لأنه قلما يعلم منها (فا ن لم يوجد فيهما) شئ (فحتىٰ يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى) لقصر أعمار أهل زماننا (وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين) هو المختار كما فى أحكام الصغار (فان راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا بلغنا صدقا ا ن لم يكذبهما الظاهر)۔
(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام الخ ص ۱۳۲ ج ۵)

(قوله و المجنون) قال فى التلويح الجنون اختلال القوة المميزة بين الأمور الحسنة و

(۳) زوج کا عاقل ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ کسی بھی تصرف کے نفاذ کے لیے شعور ضروری ہے، اور جو عاقل نہ ہو مثلاً مجنون ہو یا معتوہ، اس کا تصرف شعور سے خالی ہے، اس لیے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ واضح رہے کہ سفیہ یعنی بے وقوف جو اپنے مفاد کو بہتر طور پر نہیں سمجھ پاتا اس میں ایک درجہ شعور موجود ہے، اس لیے اس کا تصرف نافذ ہوگا۔ جنون اس دماغی خلل کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان اچھے برے امور کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور اپنے عمل کے نتائج پر اس کی نگاہ نہیں رہتی۔ جنون کی بہت سی قسمیں اور صورتیں ہیں، اس میں ''عتہ'' بھی داخل ہے، فرق اتنا ہے کہ معتوہ گالی گلوچ نہیں کرتا۔ سرسامی کیفیت کا مریض بھی اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے۔ اغماء اور بے ہوشی کی حالت میں اگرچہ عقل باقی رہتی ہے لیکن وہ اس قدر مغلوب ہو جاتی ہے کہ انسان کی سوچنے سمجھنے کی قوت معطل ہو جاتی ہے۔

دہشت اور خوف کی وہ کیفیت جس میں انسان عقل کھو بیٹھے، اسی میں داخل ہے، اس کیفیت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح انتہائی درجہ کا غضب جس میں عقل مغلوب ہو جائے اور انسان یہ نہ سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے، یہ بھی وہ کیفیت ہے جس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

القبيحة المدركة للعواقب بأن لا تظهر آثار ها و تتعطل أفعالها۔ اما لنقصان جبل عليه دماغه فی أصل الخلقة واما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط أو آفة واما لاستيلاء الشيطان عليه وا لقاء الخيلات الفاسدة ا ليه بحيث يفرح ويفزع من غير ما يصلح سببا اهـ و فی البحر عن الخانية رجل عرف أنه كان مجنونا فقالت له امرأته طلقتنی البارحة فقال أصابنی الجنون ولايعرف ذلك ا لا بقوله كان القول قوله اهـ (ردالمحتار ص۵۸۶ ج۲)

(والمعتوه) من العته وهو اختلال فی العقل قوله (وهواختلال فی العقل) هذا ذكره فی البحر تعريفاً للجنون وقال ويدخل فيه المعتوه وأحسن الأقوال فی الفرق بينهما أن المعتوه هو القليل الفهم المختلط الكلام الفاسد التدبير لكن لا يضرب ولا يشتم بخلاف المجنون اهـ ۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۵۸۶ ج۲)

(والمبرسم) من البرسام بالكسر علة كالجنون۔ (قوله بالكسر الخ) ای كسر الباء قال فی البحر و فی بعض كتب الطب انه ورم حار يعرض للحجاب الذی بين الكبد والأمعاء ثم يتصل بالدماغ (والمغمیٰ عليه) هو لغة المغشی۔ (قوله هو لغة المغشی) قال فی التحرير،

(۴) اسلام میں نشہ کے استعمال کی سخت ممانعت ہے۔اس لیے اگر کوئی شخص نشہ استعمال کرلے اور اس حالت میں طلاق دیدے تو گو وہ ہوش وحواس سے محروم ہے پھر بھی اس کی طلاق واقع ہوجائے گی۔لیکن اگر ناواقفیت میں یا کسی غیر معمولی مجبوری کی بنا پر کسی شخص نے نشہ آور چیز استعمال کی تو ایسے خصوصی مواقع پر وہ گنہگار نہیں ہوگا اور ایسی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی، ایسے نشہ کی چند صورتیں ہیں:

(الف) بطور دوا وعلاج کے نشہ آور شیٔ استعمال کرلی گئی۔

(ب) کوئی شخص بھوک کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا اور اس وقت نشہ آور چیز کے سوا کوئی اور ایسی چیز موجود نہ تھی جسے کھا کر وہ جان بچائے اس لیے اضطرار کی حالت میں اس نے نشہ آور شیٔ کا استعمال کرلیا۔

(ج) کسی شخص کو نشہ آور شیٔ کے استعمال کرنے پر اس طرح مجبور کردیا گیا کہ اس کو غالب گمان ہو کہ اگر وہ اس کا استعمال نہیں کرے گا تو اس کو سخت جسمانی مضرت یا کوئی اور ناقابل برداشت نقصان پہنچ سکتا ہے۔

(د) اس نے کوئی ایسی چیز استعمال کرلی جس کے نشہ آور ہونے سے واقف نہیں تھا، اتفاق سے وہ نشہ آور شیٔ نکلی اور نشہ آ گیا۔

الا غماء آفة فی القلب أو الدماغ تعطل القوی المدرکة والمحرکة عن أفعالها مع بقاء العقل مغلوبا والأعصم منه الأنبیاء وهو فوق النوم۔

(والمدهوش) فتح وفی القاموس دهش الرجل تحیر ودهش بالبناء للمفعول فهو مدهوش وأدهشه اللّٰه۔ (قوله وفی القاموس دهش) ای بالکسر کفرح ثم ان اقتصاره علی ذکر التحیر غیر صحیح فانه فی القاموس قال بعده أو ذهب عقله حیاء أو خوفاه۔ وهذا هو المراد هنا۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار فی طلاق المدہوش ص ۵۸۷ ج ۲)

(الف) وکذا لوسکر ببنج أو أفیون تناوله لا علی وجه المعصیة بل للتداوی ۔
(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۰ ،مطبوعہ کراچی)

(ب،ج) واختلف التصحیح فیمن سکر مکرهاً أو مضطراً (درمختار) فصحح فی التحفة وغیرها عدم الوقوع وجزم ما فی الخلاصة بالوقوع، قال فی الفتح: والأول أحسن...... وفی النهر عن تصحیح القدوری أنه التحقیق۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۰، مطبوعہ کراچی)

(د) قال النبي ﷺ: رفع عن أمتي الخطأ والنسیان۔

ان صورتوں میں اگر وہ طلاق دیدے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

دفعہ(۲۶۰):

جبر واکراہ کی حالت میں اگر مکرہ زبان سے طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

دفعہ(۲۶۱):

ہزل یعنی ہنسی مذاق میں بھی طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دفعہ(۲۶۲):

مریض نے اگر ہوش وحواس کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

دفعہ(۲۶۳):

غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ہاں اگر غصہ اس درجہ کا ہو کہ ہوش و حواس باقی نہ رہ گئے ہوں اور بوقت طلاق اسے اتنا بھی شعور نہ ہو کہ میری زبان سے کیا بات نکل رہی

حوالہ دفعہ(۲۶۰):

(ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل)...... (ولو......مکرها) فا ن طلاقه صحیح لا ا قراره بالطلاق (قوله لا اقراره بالطلاق)...... وفی البحران المراد الاکراه علی التلفظ بالطلاق فلو أکره علی أن یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص۵۷۹ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۶۱):

ویقع طلاق کل زوج .... أوهازلا............ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص۵۷۹-۵۸۲ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۶۲):

و کذاصحة الزوج لیس بشرط .... فیقع طلاق المریض۔ (بدائع الصنائع ص ۱۰۰ ج۳)

حوالہ دفعہ(۲۶۳):

وللحافظ ابن القیم الحنبلی رسالة فی طلاق الغضبان قال فیها انه علی ثلاثة أقسام أحدها أن یحصل له مبادئ الغضب بحیث لا یتغیر عقلهٗ ویعلم مایقول ویقصده وهذا لا ا شکال فیه، الثانی أن یبلغ النهایة فلایعلم مایقول ولا یریده فهذا لا ریب انه لا ینفذ شئ من أقواله، الثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون فهذا محل النظر والأدلة تدل

ہے تو اس حال میں دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

دفعہ(۲۶۴):

گونگا اگر لکھ کر طلاق دے (صریح، یا بائنہ یا مغلظہ) یا طلاق نامہ کا مضمون معلوم ہو جانے کے بعد اس پر دستخط کرے تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر لکھنا نہ جانتا ہو تو اس کے مخصوص اشاروں (جن کو اس کے قریب کے لوگ جانتے اور سمجھتے ہوں) سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اشاروں کے ذریعہ ہی عدد طلاق متعین ہوگا۔

باب سوم
طلاق سنت اور طلاق بدعت

دفعہ(۲۶۵):

طلاق سنت کے لے دو شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ طلاق مدخولہ بیوی کو حالت حیض میں نہ دی جائے، بلکہ ایسے طہر کی حالت میں دی جائے جس میں شوہر نے بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو،

علی عدم نفوذ أقواله اهـ ملخصا من شرح الغاية الحنبلية لكن أشار فى الغاية ا لیٰ مخالفته فى الثالث حيث قال ويقع طلاق من غضب خلافا لابن القيم اهـ وهذا الموافق عندنا لما مر فى المدهوش...... (ردالمختار، کتاب الطلاق ص۵۸۷ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۶۴):

(ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل)...... (ولو عبداً أو مكرها)...... (أو أخرس) ...... واستحسن الكمال اشتراط كتابته (با شارته) المعهودة فا نها تكون كعبقاالناطق استحساناً (قوله واستحسن الكمال الخ)...... ففى كافى الحاكم الشهيد ما نصه فا ن كان الأخرس لايكتب وكان له ا شارة تعرف فى طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز و ا ن كان لم يعرف ذلك منه أو شك فيه فهو باطل اهـ ۔ (الدرالمختار مع ردالمختار ص۵۸۹-۵۸۴ ج۲)

حوالہ دفعہ(۲۶۵)(۲۶۶)(۲۶۷):

(طلقة) رجعية (فقط فى طهر لا وطء فيه) وتركها حتى تمضى عدتها (أحسن) بالنسبة

اور دوسری شرط یہ ہے کہ مدخولہ کو ایک طہر میں ایک ہی طلاق رجعی دی جائے۔ اگر ایک طہر میں ایک طلاق رجعی دے کر چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر گئی تو یہ طلاق احسن ہے۔ اور اگر ہر ایسے طہر میں جس میں وطی نہ ہوئی ہو ایک طلاق رجعی دی یہاں تک کہ تین طلاقیں پوری ہوگئیں تو یہ طلاق حسن ہے۔ اسی طرح غیر مدخولہ کو ایک طلاق دینا، چاہے وہ حالت حیض میں ہو، طلاق حسن ہے۔ اور نابالغہ یا آئسہ (جس کو بوڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو) کو تین مہینوں میں تین طلاقیں دینا بھی طلاق حسن ہے۔

دفعہ (۲۶۶):

مدخولہ کو حالت حیض میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہو، یا طلاق بائن دینا، یا ایک سے زائد طلاق ایک طہر میں دینا، اسی طرح غیر مدخولہ کو بیک وقت ایک سے زائد طلاق دینا، یا نابالغہ یا آئسہ کو ایک مہینہ میں ایک سے زائد طلاق دینا، طلاق بدعت ہے۔

دفعہ (۲۶۷):

طلاق بدعت ممنوع ہے لیکن اگر کسی نے ایسی طلاق دیدی تو واقع ہوجائیگی اور طلاق دینے والا سخت گنہگار رہوگا۔

ا لیٰ البعض الآخر (وطلقة لغير موطوء ة ولو فی حيض ولموطوء ة تفريق الثلث فی ثلاثة أطهار لا وطء فيها)...... (فيمن تحيض و) فی ثلاثة أشهر (فی) حق (غيرها حسن وسنی فعلم أن الأول سنی بالأولیٰ وحل طلاقهن) ای الآئسة والصغيرة والحامل (عقب وطء) لأن الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا، (والبدعی ثلاث متفرقة) أو ثنتان بمرة أومرتين فی طهر واحد (لا رجعة فيه أو واحدة فی طهر وطئت فيه أو) واحدة فی (حيض موطوئة) لو قال والبدعی ماخالفهما لكان أوجز و أفود (وتجب رجعتها) علی الأصح (فيه) ای فی الحيض رفعا للمعصية (فا ذا طهرت) طلقها (ا ن شاء) أو أمسكها. قيد بالطلاق لأن التخيير والاختيار والخلع فی الحيض لا يكرهٗ مجتبیٰ والنفاس كالحيض جوهرة۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۵۷۴ تا ۵۷۸ ج ۲)

باب چہارم
طلاق صریح

دفعہ(۲۶۸):

طلاق صریح وہ طلاق ہے جو ایسے لفظ سے دی جائے جو صرف طلاق ہی کے معنی میں استعمال ہوتا ہو، اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور معنی ہوں تو وہ متروک ہو چکے ہوں۔

طلاق صریح کا حکم

دفعہ(۲۶۹):

طلاق صریح کا حکم یہ ہے کہ نیت کے بغیر بھی اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

الطلاق علیٰ ثلاثة أوجه حسن وأحسن وبدعی فالأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة فی طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتیٰ تنقضی عدتها.......... والحسن هو الطلاق السنة هو أن يطلق المدخول بها ثلاثا فی ثلاثة أطهار.......... وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة أو ثلاثا فی طهر واحد فا ذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصيا۔
(ہدایہ علی فتح القدیر ص ۲۲، ۲۳، ۲۴ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۲۶۸) و (۲۶۹):

(صريحة مالم يستعمل ا لا فيه) ولو بالفارسية...... (ويقع بها) ای بهٰذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح...... (واحدة رجعية وا ن نوی خلافها......) (أو) لم ينو شيئاً (قوله مالم يستعمل ا لا فيه) ای غالبا كما يفيده كلام البحر وعرفه فی التحرير وبما يثبت حكمه الشرعی بلانية .... (قوله ولو بالفارسية) فما لا يستعمل فيها ا لا فی الطلاق فهو صريح يقع بلانية وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربية فی جميع الأحكام، بحر۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الصریح ص ۵۹۰-۵۹۲ ج ۲)

وقد مرّ أن الصريح ماغلب فی العرف استعماله فی الطلاق بحيث لا يستعمل عرفا ا لا فيه من أی لغة كانت۔ (رد المحتار، باب الصریح ص ۵۹۴ ج ۲)

أولا يفتقر ا لی النية۔ (ہدایہ علی فتح القدیر ص ۴۵ ج ۳)

دفعہ(۲۷۰):

لفظ صریح سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے مگر درج ذیل صورتوں میں طلاق بائن ہوگی:

(۱) لفظ صریح کے ذریعہ ایسی زوجہ کو طلاق دی گئی ہو جس کے ساتھ نکاح کے بعد صحبت نہیں کی گئی ہو چاہے خلوت ہو چکی ہو۔

(۲) لفظ صریح کے ساتھ ایسی صفت کا اضافہ کیا گیا ہو جس سے طلاق کی کیفیت میں شدت اور فوراً رشتۂ نکاح کا منقطع کیا جانا سمجھ میں آتا ہو۔

تشریح:

مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''میں نے تم کو قطعی طلاق دی''، ''بائن طلاق دی''، ''پہاڑ جیسی طلاق دی''، ''بدترین طلاق دی''، ''سخت ترین طلاق دی'' وغیرہ۔

(۳) کسی عوض کے بدلہ طلاق دی گئی ہو۔

تشریح:

مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا ''میں نے تم کو ایک ہزار روپے کے بدلہ طلاق دی'' اور بیوی نے قبول کرلیا، تو طلاق بائن واقع ہوگی۔

(۴) دو طلاق کے بعد لفظ صریح سے تیسری طلاق دی ہو یا بیک وقت صراحۃً یا اشارۃً تین طلاق دی گئی ہو۔

حوالہ دفعہ(۲۷۰):

(قوله رجعية) اى عند عدم مايجعله بائناً ففى البدائع ان الصريح نوعان صريح رجعى ، و صريح بائن، فالأول أن يكون بحروف الطلاق وبعد الدخول حقيقة غير مقرون بعوض ولا بعدد الثلاث نصاولا ا شارة ولا موصوف بصفة تنبئ عن البينونة أو تدل عليها من غير حرف العطف ولا مشبه بعدد أو صفة تدل عليها. اما الثانى فبخلافه وهو أن يكون بحروف الا بانة وبحروف الطلاق لكن قبل الدخول حقيقة أوبعده لكن مقرونا بعدد الثلاث نصا أو ا شارة أو موصوفا بصفة تنبئ عن البينونة أو تدل عليها من غير حرف العطف أو مشبها بعدد أو صفة

تشریح:

مثلاً کسی نے پہلے دوطلاقیں دے رکھی تھیں، اب تیسری طلاق دی، یا کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''میں نے تم کو تین طلاق دی''، یا کہا: ''میں نے تم کو اتنی طلاق دی'' اور تین انگلیاں دکھا کر عدد متعین کیا، تو ان صورتوں میں یہ طلاق بائن ہوگی، اور چونکہ تین ہوگئیں اس لیے مغلظہ بن گئی۔

(۵) طلاق بائن کے بعد عدت کے اندر لفظ صریح سے طلاق دی گئی ہو۔

طلاق رجعی کا حکم

دفعہ(۲۷۱):

طلاق رجعی میں عدت کے اندر شوہر بیوی کو اس کی رضا اور تجدید نکاح کے بغیر لوٹا سکتا ہے۔ لیکن عدت ختم ہوجانے کے بعد بائنہ ہوجائے گی اور تجدید نکاح کے بغیر حلال نہیں ہو سکے گی۔

تدل عليها اهـ ويعلم محترز القيود مما يذكره المصنف آخر الباب من وقوع الثلاث فى أنت هكذا مشيرا بأصابعه ووقوع البائن فى أنت طالق بائن بخلاف وبائن بخلاف وبائن وبأنت طالق كالف أو تطليقة طويلة۔ (ردالمحتار باب الصريح ص ۵۹۲ ج ۲)(ہکذا فی بدائع الصنائع ص ۱۰۹ ج ۳)

(الصريح يلحق الصريح و)يلحق (البائن) بشرط العدة قوله (ويلحق البائن)...... وا ذا لحق الصريح البائن كان بائنا لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة كما فى الخلاصة۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۶۴۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۷۱) و (۲۷۲):

وا ذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذلك أو لم ترض............ ولا بد من قيام العدة الخ۔ (ہدایہ ص ۳۷۴ ج ۲)

وا ذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله أن يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها۔
(ہدایہ ص ۳۷۹ ج ۲)

(هى استدامة الملك القائم) .... (فى العدة)............ (بنحو)...... راجعتك ورددتك و مسكتك بلانية لأنه صريح (و) بالفعل مع الكراهة (بكل مايوجب حرمة المصاهرة)...... (ان لم يطلق بائنا) فا ن أبانها فلا (وا ن أبت)...... (وندب اعلامها بها)...... (وندب الاشهاد) بعدلين ولوبعد الرجعة بالفعل۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار باب الرجعۃ ص ۲۷ تا ۳۱ ج ۲)

رجعت کا طریقہ

دفعہ (۲۷۲):

رجعت عملاً بھی ہوتی ہے، مثلاً یہ کہ شوہر مطلقہ سے وطی یا بوس و کنار کر لے۔ اور رجعت قولاً بھی ہوتی ہے، مثلاً شوہر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا، اور اس کی اطلاع بیوی کو کر دے۔ قولی رجعت گواہوں (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) کے سامنے بہتر ہے۔

طلاق بائن کا حکم

دفعہ (۲۷۳):

طلاق بائن خواہ صریح لفظ سے ہو یا کنائی سے (لفظ کنائی کا بیان آگے آرہا ہے) اس کی دو قسمیں ہیں: بینونت خفیفہ، بینونت غلیظہ۔ تین سے کم طلاق دی گئی ہو تو بینونت خفیفہ ہے، ورنہ بینونت غلیظہ۔

دفعہ (۲۷۴):

بینوت خفیفہ میں بیوی گرچہ زوجیت سے نکل جاتی ہے لیکن پھر دونوں باہمی رضامندی سے عدت کے اندر یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اور بینونت غلیظہ میں دوبارہ نکاح ہونے کی

(والرجعة أن يقول راجعتك أو راجعت) امرأتي وهذا صريح في الرجعة لا خلاف بين الأئمة قال أو يطأها أو يقبلها أو يلمسها بشهوة (أو ينظر ا لئ فرجها بشهوة).

(ہدایہ ص ۳۷۵ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۲۷۳) و (۲۷۴):

لأن البينونة نوعان غليظة و خفيفة فالخفيفة هي التي تحل له المرأة بعد بينونتها بنكاح جديد بدون التزوج بزوج آخر، والغليظة مالا تحل له ا لا بنكاح جديد بعد التزوج بزوج آخر

(بدائع الصنائع ص ۱۰۸ ج ۳)

فالطلاق البائن نوعان أحدهما الطلقات والثاني الطلقة الواحدة البائنة والثنتان البائنتان

(بدائع الصنائع ص ۱۸۷ ج ۳)

وا ن كان الطلاق ثلاثا في الحرة...... لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحاً

صورت صرف یہ ہے کہ عورت عدت گزرنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور وہ دوسرا مرد اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کے بعد مر جائے یا اسے طلاق دیدے پھر عدت وفات یا عدت طلاق گزر جائے، تو باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

متفرق مسائل طلاق

دفعہ(۲۷۵):

وطی یا خلوت صحیحہ سے پہلے اگر یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دی جائیں، خواہ صریح ہوں یا بائن، تو پہلی طلاق سے ہی بیوی بائنہ ہوجائے گی اور بقیہ طلاقیں لغو قرار پائیں گی۔اس لیے کہ وہ عورت محل طلاق نہیں رہی، البتہ اگر اس نے یہ کہا: ''میں نے تین طلاقیں دیں'' تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

دفعہ(۲۷۶):

شوہر نے بیوی کو''مطلقہ'' کے لفظ سے خطاب کیا اور کہا: ''اے مطلقہ، اے طلاقن، اے طلاق

ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها. (ہدایہ علی فتح القدیر ص ۱۷۴ ج ۳)

(وینکح) مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع.......... (لا) ینکح (مطلقة) من نکاح صحیح نافذ کما سنحققه (بها) ای بالثلاث (لوحرة) ...... ولوقبل الدخول ...... (حتی یطأها غیره......). (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۷۳۸ - ۷۳۹)

حوالہ دفعہ(۲۷۵):

قال لزوجته غیر المدخول بها أنت طالق...... ثلاثا...... وقعن...... وا ن فرق...... بانت بالأولیٰ لا ا لیٰ عدة (و) لذا (لم تقع الثانیة) بخلاف الموطوء ة حیث یقع الکل (قوله بخلاف الموطوء ة) ای ولو حکما کالمختلیٰ بها فا نها کالموطوء ة فی لزوم العدة و کذا فی وقوع طلاق بائن آخر فی عدتها الخ۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۶۲۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۷۶):

لو قال لها یا مطلقة بالتشدید أو یا طالق وقع...... ولو کان لها زوج طلقها قبل فقال أردت

یافتہ‘‘۔اس صورت میں اگر وہ اپنے پہلے شوہر یا اسی شوہر سے پہلے طلاق پا چکی ہے اور شوہر کی نیت طلاق دینے کی نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، سمجھا جائیگا کہ طلاق سابق کی وجہ سے اس کو مطلقہ کہا گیا، اور اگر پہلے سے طلاق پائی ہوئی نہیں ہے تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

دفعہ(۲۷۷):

اگر کسی شخص نے طلاق کے جملے میں عدد طلاق کی صراحت کر دی یعنی ایک یا دو یا تین صراحۃً کہا تو عدد کے مطابق طلاق واقع ہوگی۔

دفعہ(۲۷۸):

اگر کسی شخص نے طلاق دیتے ہوئے عدد کی صراحت نہیں کی، مگر بار بار طلاق دینے کا جملہ دہرایا، مثلاً تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، یا یوں کہا: تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو ایسی صورت میں اگر طلاق دینے والا یہ اقرار کرے کہ اس نے دو یا تین بار لفظ طلاق دہرا کر دو یا تین طلاق دینا چاہا ہے تو ایسی صورت میں دو یا تین طلاق واقع ہوگی۔

ذلك الطلاق صدق ديانة باتفاق الروايات وقضاء فى رواية أبى سليمان وهو حسن۔
(فتح القدیر ص ۴۷ ج ۳)

رجل قال لا مرأته يا مطلقة ا ن لم يكن لها زوج قبل أو كان لها زوج لكن مات ذلك الزوج ولم يطلق وقع الطلاق عليها وا ن كان لها زوج قبله وقد كان طلقها ذلك الزوج ا ن لم ينو بكلامه الاخبار طلقت وا ن قال عنيت به الاخبار دين فيما بينه وبين الله تعالىٰ وهل يدين فى القضاء اختلفت الروايات فيه والصحيح انه يدين۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۳۵۵ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۲۷۷):

(قال لزوجته غير المدخول بها أنت طالق)........... (ثلاثا)...... (وقعن) لما تقرر انه متى ذكر العدد كان الوقوع به...... (والطلاق يقع بعدد قرن به لا به) نفسه عند ذكر العدد وعند عدمه الوقوع بالصيغة۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب طلاق غیر المدخول بہا ص ۶۲۴-۶۲۷ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۲۷۸):

دلیل کے لیے تشریح کافی ہے۔

اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور اس نے محض زور پیدا کرنے کے لئے الفاظ طلاق دہرائے ہیں، اس کا مقصد ایک سے زائد طلاق دینا نہیں تھا، تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی کچھ بھی نیت نہیں تھی، نہ ایک کی اور نہ دو یا تین کی، تو دیکھا جائے گا کہ عرف میں ایسے مواقع پر تاکیداً الفاظ دہرانے کا رواج ہے یا نہیں، اگر عرف غالب یہ ہو کہ ایسے مواقع پر لوگ محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بار بار اسی لفظ کو دہراتے ہیں، تو عرف کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے الفاظ کی تکرار کو تاکید پر محمول کر کے ایک ہی طلاق واقع کی جائیگی۔

لیکن اگر عرف ایسا نہ ہو بلکہ الفاظ کی تکرار نیا معنی پیدا کرنے کے لیے معروف و مروج ہو تو ایسی صورت میں ہر لفظ طلاق کو مستقل طلاق پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح:

شرع میں دو اصول ہیں: ایک ''الثابت بالعرف کا لثابت بالنص"، یعنی کسی بھی کلام کا مفہوم متعین کرتے وقت عرف کی رعایت ضروری ہے۔ اگر عرف کے اندر تکرار کلام سے مقصد تاکید ہو تو اس کو تاکید ہی پر محمول کیا جائیگا۔ جیسے کوئی کہے: ''میں آتا ہوں، آتا ہوں، آتا ہوں''، یا یوں کہے: 'سانپ، سانپ، سانپ''، یا اس طرح کہے: ''کتاب لے آؤ، کتاب، کتاب''، تو ان جملوں میں عرفاً تین بار آنا، یا تین سانپ سے ڈرانا، یا تین کتاب لانا مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصد محض تاکید ہے۔

اور دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی لفظ کے چند احتمالات میں سے کسی ایک کی تعیین متکلم کی نیت سے ہوگی، اور شریعت میں اس کی نظیریں موجود ہیں، مثلاً کنایہ کے الفاظ کے چند احتمالات میں سے کسی ایک کی تعیین متکلم کی نیت سے کی جاتی ہے۔

دفعہ میں مذکور یہ صورت کہ ''اس نے دو یا تین کی نیت کی ہے تو دو یا تین، اور اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی'' دوسرے اصول پر مبنی ہے، اور رفع تہمت کے لیے ایک طلاق کی نیت کی صورت میں قسم کی شرط لگا دی گئی ہے۔

دفعہ(۲۷۹):

بیوی نے شوہر سے کہا: ’’مجھے طلاق دیجیے، مجھے طلاق دیجیے، مجھے طلاق دیجیے‘‘، شوہر نے صرف ایک مرتبہ کہا: ’’میں نے تجھ کو طلاق دی‘‘ تو صرف ایک طلاق واقع ہوئی۔

باب پنجم
الفاظ کنایہ

دفعہ(۲۸۰):

کنایہ ہر وہ لفظ ہے جو اصلاً طلاق کے لیے نہ ہو، بلکہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہو۔

دفعہ(۲۸۱):

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے حق میں الفاظ کنایہ استعمال کرے تو طلاق اس وقت واقع ہوگی جب کہ ان الفاظ سے اس نے طلاق کی نیت کی ہو، یا ایسا کوئی قرینہ ہو جس سے طلاق دینا معلوم ہوتا ہو۔

حوالہ دفعہ(۲۷۹):

ولوقالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال طلقت فواحدة ا ن لم ینو الثلاث ولوعطفت بالواو فثلاث۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۶۳۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۸۰) و (۲۸۱):

واما الضرب الثانی وهو الکنایات لا یقع بها الطلاق ا لا بالنیة أو بدلالة الحال لأنها غیر موضوعة للطلاق بل تحتمله وغیره فلا بد من التعیین أو دلالته۔

(ہدایہ علی فتح القدیر ص ۸۸ ج ۳)

والحاصل ان النیة باطنة والحال ظاهرة فی المراد فظهرت نیته بها فلا یصدق فی ا نکار مقتضاها بعد ظهوره فی القضاء۔ (فتح القدیر ص ۸۷ ج ۳)

دفعہ(۲۸۲):

جن الفاظ کنایہ کا غالب استعمال طلاق کے لیے ہوان سے نیت اور قرینہ کے بغیر بھی طلاق بائن واقع ہوجائیگی، جیسے ''تو مجھ پرحرام ہے''۔

دفعہ(۲۸۳):

الفاظ کنایہ کا استعمال کرتے ہوئے اگرایک یا دوطلاق دینے کی نیت کی گئی ہوتو ایک طلاق بائن واقع ہوگی،اوراگر تین طلاق کی نیت کی ہوتو طلاق مغلظہ واقع ہوگی۔

(كـنـايتـه) عـند الفقهاء (مالم يوضع له) اى الطلاق (واحتمله وغيره فى) الكنايات (لا تطلق بها) قضاء (ا لا بنية أو دلالة الحال) وهى حالة مذاكرة الطلاق أوالغضب۔

(الدرالمختارعلی ہامش ردالمحتار، باب الکنایات ص ۶۳۵-۶۳۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۸۲):

(قال لامرأته أنت علىّ حرام) ونحو ذلك كأنت معى فى الحرام، (ايلاء ا ن نوى التحريم أو لـم يـنـو شيئـاً وظهارا ا ن نواه وهدرا ا ن نوى الكذب) و ذا ديانة و اما قضاء فايلاء قهستانى (وتـطـليـقة بـائـنة ا ن نـوى الـطـلاق وثلاث ا ن نواهاويفتى بأنه طلاق بائن وا ن لم ينوه) لغلبة العرف۔

(الدرالمختارعلی ہامش ردالمحتار ص ۶۶۰-۶۶۲ ج ۲)

والـحاصل ان المعتبر فى انصراف هذه الألفاظ عربية أو فارسية ا لى معنى بلانية التعارف فيـه فان لم يتعارف سئل عن نيته وفيما ينصرف بلانية لو قال أردت غيره يصدق ديانة لا قضاء اهـ ما فى الفتح وتبعه فى البحر قلت والمتعارف فى ديارنا ا رادة الطلاق بقولهم علىّ الحرام لا أفعل كذا۔

(ردالمحتار، باب الایلاء ص ۶۶۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۸۳):

(وتـقـع رجعية بقوله اعتدى واستبرأى رحمك وأنت واحدة)...... (و) يقع (بباقيها) اى باقى ألفاظ الكنايات المذكورة ...... (البائن ا ن نواها أو اثنتين)...... (وثلاث ان نواه)۔

(الدرالمختارعلی ہامش ردالمحتار، باب الکنایات ص ۶۴۱-۶۴۲ ج ۲)

ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق کا حکم

دفعہ(۲۸۴):

لفظ صریح سے طلاق دینے کے بعد (خواہ طلاق بائن ہو یا رجعی) پھر صریح لفظ سے عدت کے اندر طلاق دی جائے تو پڑ جائیگی۔

تشریح:

جیسے کسی نے کہا 'بدترین طلاق دی' پھر اسی وقت یا عدت ہی کے اندر کہا: ''بدترین طلاق دی''، یا کسی نے کہا: ''طلاق دی''، پھر کہا: ''طلاق دی''، یا کسی نے کہا: ''سخت ترین طلاق دی''، پھر کہا: ''طلاق دی''، یا کسی نے کہا: ''طلاق دی''، پھر کہا: ''سخت ترین طلاق دی''، تو پہلی، تیسری اور چوتھی صورتوں میں سے ہر ایک میں دو طلاق بائن واقع ہوگی، اور دوسری صورت میں دو طلاق رجعی واقع ہوگی۔

دفعہ(۲۸۵):

لفظ کنایہ سے واقع طلاق بائن کے بعد اگر لفظ صریح سے عدت کے اندر طلاق دی جائے تو واقع ہوجائیگی۔

تشریح:

جیسے کوئی مذاکرہ طلاق میں، یا طلاق کی نیت سے یوں کہے: ''تم مجھ سے جدا ہو''

حوالہ دفعہ(۲۸۴) تا (۲۸۸):

(الصريح يلحق الصريح و) يلحق (البائن) بشرط العدة (أوالبائن يلحق الصريح) الصريح مالا يحتاج الىٰ نية بائنا كان الواقع به أو رجعيا فتح فمنه الطلاق الثلاث فيلحقها وكذا الطلاق على مال فيلحق الرجعي ويجب المال والبائن يقع ولايلزم المال كما في الخلاصة فالمعتبر فيه اللفظ لا المعنى على المشهور (لا) يلحق البائن (البائن) اذا أمكن جعله اخبارا عن الأول كأنت بائن بائن أو ابنتك بتطليقة فلا يقع لأنه اخبار فلا ضرورة في جعله انشاء بخلاف ابنتك بأخرى أو أنت طالق بائن أو قال نويت البينونة الكبرىٰ لتعذرحمله على الاخبار فيجعل انشاء ولذا وقع المعلق كما قال (الا اذا كان) البائن (معلقا بشرط) أو مضافا (قبل) ايجاد (المنجز البائن) كقوله ان دخلت الدار فانت بائن ناويا ثم ابانها ثم دخلت وبانت بأخرىٰ لانه لايصلح اخبارا و مثله المضاف كأنت بائن غدا ثم ابانها ثم جاء الغد يقع

پھراسی وقت یا عدت کے اندر کہے: ''میں نے تم کو طلاق دی''۔ یا کوئی مذاکرہ طلاق میں یوں کہے: ''تم مجھ سے جدا ہو'' پھر اسی وقت یا عدت ہی کے اندر کہے: ''میں نے تم کو پہاڑ جیسی طلاق دی''، توان صورتوں میں سے ہر ایک میں دو طلاق بائن واقع ہوگی۔

دفعہ(۲۸۶):

لفظ صریح سے واقع طلاق رجعی کے بعد عدت کے اندر لفظ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوجائیگی۔

تشریح:

جیسے کسی نے کہا: ''طلاق دی'' پھر اسی وقت کہا یا عدت ہی کے اندر مذاکرہ طلاق کے دوران یا طلاق کی نیت سے کہا: ''میں نے تم کو جدا کردیا''، تو اس صورت میں پہلے جملہ سے طلاق رجعی اور دوسرے جملہ سے طلاق بائن واقع ہوئی، اور بائن کے وقوع کے بعد حق رجعت باقی نہیں رہے گا۔

دفعہ(۲۸۷):

لفظ صریح سے واقع طلاق بائن کے بعد لفظ کنایہ سے طلاق بائن نہیں واقع ہوسکتی ہے۔ مگر یہ کہ لفظ کنایہ کے ساتھ کوئی ایسا لفظ بڑھا ہوا ہو جو نئی طلاق پر دلالت کرتا ہو، تو لفظ کنایہ سے بھی عدت

أخرىٰ (قوله الصريح يلحق الصريح) كما لو قال لها أنت طالق ثم قال أنت طالق أو طلقها على مال وقع الثانى بحر فلا فرق فى الصريح الثانى بين كون الواقع به رجعيا أو بائنا (قوله ويلحق البائن) كما لو قال لها أنت بائن أو خالعها على مال ثم قال أنت طالق أو هذه طالق بحر عن البزازية ثم قال و ا ذا لحق الصريح البائن كان بائنا لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة كما فى الخلاصة (قوله بشرط العدة) هذا الشرط لا بد منه فى جميع صور اللحاق فالاولىٰ تاخيره عنها اهـ.

(قوله بائنا كان الواقع به أو رجعيا) يؤيده ماقدمناه فى أول فصل الصريح عن البدائع من أن الصريح نوعان صريح رجعى وصريح بائن و حينئذ فيدخل فيه الطلاق الرجعى والطلاق على مال وكذا ما مر قبل فصل طلاق غير المدخول بها من الفاظ الصريح الواقع بها البائن مثل أنت طالق بائن أو البتة أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان أو طلقة طويلة أو عريضة الخ

کے اندر دوسری یا تیسری نئی طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

تشـریح:

جیسے کسی نے کہا: ''بدترین طلاق دی'' پھر کہا: ''تم مجھ سے جدا ہو''، تو اس صورت میں صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر یوں کہا: ''میں نے تم کو بدترین طلاق دی'' پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا: ''میں تم کو از سر نو جدا کرتا ہوں''، تو اس صورت میں دو طلاق بائن واقع ہوگی۔

دفعہ (۲۸۸):

لفظ کنایہ سے واقع طلاق بائن کے بعد پھر لفظ کنایہ سے نئی طلاق نہیں واقع ہوسکتی ہے، خواہ ایک ہی لفظ کنایہ کو بار بار استعمال کیا ہو یا متعدد الفاظ کنایہ استعمال کئے گئے ہوں۔ ہاں اگر بعد والے لفظ کنایہ کے ساتھ کوئی ایسا لفظ بڑھا ہوا ہو جو نئی طلاق پر دلالت کرتا ہو تو بعد والے لفظ کنایہ سے عدت کے اندر نئی طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

تشـریح:

جیسے کسی نے مذاکرہ طلاق کے دوران یا طلاق کی نیت سے کہا: ''میں نے تم کو جدا کردیا'' پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا: ''میں نے تم کو جدا کردیا'' تو اس صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر مذاکرہ طلاق کے دوران یا طلاق کی نیت سے کہا: ''میں نے تم کو جدا کیا''، پھر کہا: ''از سر نو جدا کیا'' تو اس صورت میں دو طلاق بائن واقع ہوگی۔

فهٰذا كلـه صريح لا يتوقف على النية ويقع به البائن ويلحق الصريح والبائن قال فى الخلاصة والصريح يلحق البائن وا ن لم يكن رجعيا۔

(قوله لا يلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذى لا يلحق هو ما كان بلفظ الكناية لأنه هو الـذى ليـس ظـاهـرا فـى ا نشاء الطلاق و كذا فى الفتح وقيد بقوله الذى لا يلحق ا شارة ا لىٰ أن البـائـن الموقع أولا أعم من كونه بلفظ الكناية أو بلفظ الصريح المفيد للبينونة كالطلاق على مال۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الکنایات ص ۶۴۵-۶۴۹ ج ۲)

باب ششم
تفویض طلاق

دفعہ(۲۸۹):

جس مرد کو طلاق کا اختیار ہے وہ اپنا یہ اختیار دوسروں کو سونپ سکتا ہے۔ اگر اس نے یہ اختیار اپنی بیوی کو دیا کہ وہ اس کی طرف سے اپنے اوپر طلاق واقع کرلے، یا کسی اور شخص کو اس بات کا اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی بیوی کو طلاق دیدے، تو یہ تفویض ہے۔ اور کسی دوسرے عاقل و بالغ کو طلاق دینے کا حکم دے اور اس کے اختیار پر نہ چھوڑے تو یہ توکیل ہے۔ یہ سپردگی اگر طلاق کے لفظ کے ساتھ ہے تو یہ تفویض وتوکیل صریح ہوگی، اور اگر ایسے لفظ کے ساتھ ہے جو طلاق کے لئے صریح نہیں ہے تو اس میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

حوالہ دفعہ(۲۸۹) و (۲۹۰):

ویستوی فیما ذکرنا من الصریح والکنایة والرجعی والبائن أن یکون ذلک بمباشرة الزوج بنفسه بطریق الأصالة أو بغیره با ذنه أو أمره وذلک نوعان توکیل و تفویض اما التفویض فنحوقول الرجل لا مرأته أمرک بیدک وقوله اختاری و قوله أنت طالق ا ن شئت و ما یجری مجراه وقوله طلقی نفسک۔ (بدائع الصنائع ص ۱۱۲- ۱۱۳ ج۳)

(قال لها اختاری أو أمرک بیدک ینوی) تفویض (الطلاق) لأنهما کنایة فلا یعملان بلانیة (أوطلقی نفسک فلها ان تطلق فی مجلس علمها به) مشافهة أو ا خبارا (وا ن طال) یوما أو أکثر مالم یوقته ویمضی الوقت قبل علمها (مالم تقم) لتبدل مجلسها حقیقه (أو) حکما بأن (تعمل مایقطعه) ممایدل علی الاعراض لأنه تملیک فیتوقف علی قبو لها فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعه حتی لو خیرها ثم حلف أن لا یطلقها فطلقت لم یحنث فی الأصح (لا) تطلق (بعده) ای المجلس (ا لا ا ذا زاد) علیٰ قوله طلقی نفسک وأخواته (متی شئت أو متی ماشئت أو ا ذا شئت أو اذا ماشئت فلا یتقید بالمجلس ولا یصح (رجوعه) لما مر اما فی (طلقی ضرتک أو)قوله لاجنبی (طلق امرأتی) فـ (یصح رجوعه) عنه (ولم یقید بالمجلس لأنه توکیل محض وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقها توکیلا فی حق ضرتها)۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب تفویض الطلاق ص ۶۵۳-۶۵۵ ج ۲)

دفعہ(۲۹۰):

اگر شوہر نے اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لئے اختیار نہیں دیا اور کوئی مدت متعین نہیں کی تو ایسی صورت میں اسی مجلس تک عورت کو رد وقبول کا اختیار رہے گا۔ لیکن اگر کسی کو وکیل بنایا ہو، خواہ ہمیشہ کے لئے، تو جب تک اسے وکالت سے معزول نہیں کرے گا اس وقت تک طلاق دینے کا اختیار وکیل کو ہوگا، اور اگر شوہر نے بیوی کو ہمیشہ کے لئے اختیار دیا، مثلاً یہ کہا کہ جب چاہو اپنے اوپر طلاق واقع کرلو، تو بیوی کے رد کرنے کے باوجود اسے ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر طلاق واقع کر لینے کا اختیار حاصل رہے گا، اور اگر شوہر نے کوئی مدت مقرر کردی ہے تو بیوی کو اسی مدت تک طلاق واقع کر لینے کا اختیار حاصل ہوگا۔

دفعہ(۲۹۱):

شوہر نے بیوی یا وکیل کو جتنی طلاق دینے کا حق دیا ہے اس نے اتنی یا اس سے کم طلاق واقع کی تو وہ معتبر ہوگی، اس سے زیادہ طلاق واقع کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

(قال لها أنت طالق متیٰ شئت أو متى ماشئت أو اذا شئت أو اذا ماشئت فردت الأمر لا يرتد ولا يتقيد بالمجلس) (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، فصل فی المشیئۃ ص ۶۷۲-۶۷۳ ج ۲)

هذا ا ذا لم يوقت التفويض بوقت فا ذا وقته بوقت كأن قال لها طلقي نفسك أثناء شهرين أو نحو ذلك فان لها أن تطلق نفسها في خلال المدة وا ذا قال لها طلقي نفسك متى شئت أومتى ماشئت أو ا ذا ماشئت فان لها أن تطلق نفسها في أي وقت شاء ت۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص ۳۷۳ ج ۴)

فا ن وقته بوقت خاص بأن قال أمرك بيدك يوما أو شهرا أوسنة أو قال اليوم أو الشهر أو السنة أو قال هذا اليوم أو هذا الشهر أو هذه السنة لا يتقيد بالمجلس ولها الخيار في الوقت كله تختار نفسها فيما شاء ت منه۔ (بدائع الصنائع ص ۱۱۵ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۲۹۱) و (۲۹۲):

لو قال لها طلقي نفسك ثلاثا فطلقت نفسها واحدة فهي واحدة في قولهم جميعاً ...... ولو قال لها طلقي نفسك واحدة فطلقت نفسها ثلاثا لم يقع شئ في قول أبي حنيفة ۔

(بدائع الصنائع ص ۱۲۴ ج ۳)

دفعہ(۲۹۲):

شوہر نے بیوی یا وکیل کو جتنی طلاق واقع کرنے کا حق دیا ہے اگر اس نے بیک کلمہ اس سے زیادہ طلاق واقع کر دی تو ایک بھی واقع نہ ہوگی، اور اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔

دفعہ(۲۹۳):

شوہر نے بیوی یا وکیل کو جس قسم کی طلاق واقع کرنے کا حق دیا ہے ویسی ہی طلاق واقع ہوگی۔

تشریح:

مثلاً شوہر نے طلاق بائنہ کا حق دیا اور بیوی یا وکیل نے طلاق رجعی واقع کی تو یہ بائنہ ہی قرار دی جائے گی، اور اگر شوہر نے طلاق رجعی کا حق دیا اور اس نے طلاق بائن دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی، طلاق بائن نہیں۔

(قال لها طلقي نفسك ثلاثا) أو ثنتين (وطلقت واحدة وقعت) لأنها بعض ما فوضه وكذا الوكيل مالم يقل بألف (لا) يقع شئ (فى عكسه) وقالا واحدة. (قوله وكذا الوكيل الخ) قال فى البحر ولا فرق فى هذا الحكم بين التمليك والتوكيل فلو وكله أن يطلقها ثلاثا فطلقها واحدة وقعت واحدة ولو وكله أن يطلقها ثلاثا بألف درهم فطلقها واحدة لم يقع شئ الا ان يطلقها واحدة بكل الالف كذا فى كافى الحاكم اهـ اى لأن الواحدة وا ن كانت بعض مافوض ا ليه لكن الزوج لم يرض بالطلاق ا لا بعوض مخصوص فلا يصح بدونه (قوله لا يقع شئ فى عكسه) اى فيما ا ذا أمرها بالواحدة فطلقت ثلاثا بكلمة واحدة عند الامام اما لو قالت واحدة و واحدة وواحدة وقعت واحدة اتفاقا لامتثالها بالاولى ويلغو ما بعد وكذا لو قال أمرك بيدك ينوى واحدة فطلقت نفسها ثلاثا قال فى المبسوط تقع واحدة اتفاقا لأنه لم يتعرض للعدد لفظا واللفظ صالح للعموم والخصوص وتمامه في البحر۔
(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المشیئۃ ص ۶۷۱-۶۷۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۹۳):

(أمرها ببائن أو رجعى فعكست فى الجواب وقع ما أمر) الزوج (به ويلغو وصفها) والأصل ان المخالفة فى الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الأصل وهذا ا ذا لم يكن معلقا بمشيئتها فا ن علقه فعكست لم يقع شئ لأنها ما أتت بمشيئة مافوض ا ليها، خانية بحر۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۶۷۱-۶۷۲ ج ۲)(وہکذا فی فتح القدیر ص ۱۱۸ ج ۳)

دفعہ (۲۹۴):

شوہر نے اگر عدد طلاق یا وصف طلاق ذکر کرتے ہوئے تفویض یا توکیل کو عورت یا وکیل کی مشیئت کی شرط کے ساتھ مقید کردیا ہو تو شوہر کے ذکر کردہ عدد یا وصف کی رعایت ضروری ہوگی، مخالفت کی صورت میں طلاق نہ پڑے گی۔

تشریح:

مثلاً شوہر نے بیوی یا وکیل سے کہا کہ اگر تم چاہو تو اپنے اوپر یا میری بیوی پر تین طلاق یا طلاق بائن واقع کردو، اور اس نے ایک یا دو طلاق یا رجعی طلاق واقع کی، تو یہ عمل لغو قرار پائے گا، کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

دفعہ (۲۹۵):

اگر شوہر کسی شخص کو طلاق واقع کرنے کا اختیار دے اور اس میں مشیئت کی قید نہ لگائے تو یہ اختیار ہمیشہ کے لئے حاصل ہوگا، مگر شوہر کو کسی بھی وقت یہ اختیار واپس لینے کا حق ہوگا، اور اگر شوہر نے توکیل کو مشیئت پر معلق کیا ہے تو وکیل کو صرف اسی مجلس میں طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا، اس کے بعد نہیں، اور شوہر اس مجلس کے اندر وکیل کو معزول نہیں کرسکتا ہے۔

حوالہ دفعہ (۲۹۴):

(طلقی نفسك ثلاثا ان شئت فطلقت واحدة) وكذا (عكسه لا) يقع فيهما لاشتراط الموافقة لفظاً (قوله لا شترا ط الموافقة لفظا)............ ا ن اشتراط الموافقة لفظا خاص بالمعلق وبالمشيئة فيكون تعليقا للاتيان بصورة اللفظ۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۶۷۱ ج ۳) (وہکذا فی الہدایۃ علی فتح القدیر ص ۱۱۸ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۲۹۵):

(وا ذا قال لرجل ذلك) أو قال لها طلقي ضرتك (لم يتقيد بالمجلس) لأنه توكيل فله الرجوع ا لا ا ذا زاد وكلما عزلتك فأنت وكيل (ا لا ا ذا زاد ا ن شئت) فيتقيد به (ولا يرجع) لصيرورته تمليكا فى الخانية طلقها ا ن شاء ت لم يصر وكيلا مالم تشأ فا ن شاء ت فى مجلس علمها طلقها فى مجلسه لاغير والوكلاء عنه غافلون۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، فصل فی المشیئۃ ص ۶۷۰ ج ۲، وہکذا فی ص ۶۵۵ ج ۲، باب تفویض الطلاق)

دفعہ(۲۹۶):

تفویض طلاق کے بعد شوہر اس سے رجوع نہیں کرسکتا ہے۔

دفعہ(۲۹۷):

اگر شوہر نے تفویض متعین مدت تک کے لئے کی ہے اور وہ مدت گزر گئی اور بیوی نے اس مدت کے اندر طلاق واقع نہیں کی تو تفویض ختم ہوگئی۔

دفعہ(۲۹۸):

اگر تفویض میں مدت کی کوئی تعیین نہیں کی، اور بیوی نے اس تفویض کو اسی مجلس میں رد کردیا، یا بیوی کی مجلس تبدیل ہوگئی اور اس نے طلاق واقع نہیں کی تو ان صورتوں میں بھی تفویض ختم ہوجائیگی۔

تشریح:

تفویض یا توکیل کی وجہ سے خود شوہر کا حق طلاق ختم نہیں ہوتا۔

حوالہ دفعہ(۲۹۶):

(ولایملك) الزوج (الرجوع عنه) ای عن التفویض ...... لما فیه من معنی التعلیق۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار فی المشیئۃ ص۶۶۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۲۹۷)و(۲۹۸):

ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت أولا......(قوله ولا یبطل المؤقت) ای الخیار المؤقت بیوم أوشهر أوسنة بالاعراض فی مجلس العلم بل بمضی الوقت المعین علمت بالتخییر اولا أما الخیار المطلق فیبطل بالاعراض واللّٰہ اعلم۔
(الدر المختار مع رد المحتار باب تفویض الطلاق ص ۶۶۱ ج ۲)

(قال لها اختاری أو أمرك بیدك ینوی) تفویض (الطلاق) لأنهما کنایة فلا یعملان بلانیة (أوطلقی نفسك فلها أن تطلق فی مجلس علمها به) مشافهة أو ا خبارا (وا ن طال) یوما أو أکثر مالم یوقته و یمضی الوقت قبل علمها (مالم تقم) لتبدل مجلسها حقیقة (أو) حکما بأن (تعمل مایقطعه) ممایدل علی الاعراض۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب تفویض الطلاق ص ۶۵۳/ ۶۵۴ ج ۲)

باب ہفتم
تعلیق طلاق

دفعہ(۲۹۹):

طلاق کے وقوع کو مستقبل میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے یا کسی وقت پر موقوف کرنے کو تعلیق طلاق کہتے ہیں۔

تشریح:

مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا: ''اگر تم نے نماز نہیں پڑھی تو تم کو طلاق ہے''، یا ''اگر تم آج پانچ بجے شام تک میرے گھر نہ آئیں تو تم کو طلاق ہے۔''

تعلیق کی صحت وانعقاد کی شرطیں

دفعہ(۳۰۰):

(الف) شوہر کا عاقل وبالغ ہونا، (ب) طلاق ایسے امر پر معلق کی گئی ہو جو فی الحال معدوم

حوالہ دفعہ(۲۹۹):

والمعلق كان معلقا بشرط أوحادثة أو مضافا ا لى وقت وهذا يتوقف وقوعه على وجود الشرط أو الحادثة أو حلول الوقت المضاف ا ليه والتعليق يمين۔

(الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ، مادۃ ص ۳۹،ص ۵۱)

حوالہ دفعہ(۳۰۰):

معلوم من كليات الشريعة أن التصرفات لا تنفذ ا لا ممن له أهلية التصرف وأدرناه بالعقل والبلوغ خصوصا ماهو دائر بين الضرر والنفع (فتح القدیر ص ۳۸ ج ۲)

وشرط صحته كون الشرط معدوما على خطر الوجود فالمحقق كأن كان السماء فوقنا تنجيز و المستحيل كأن دخل الجمل فى سم الخياط لغو وكونه متصلا ا لا لعذر وان لا يقصد به المجازاة فلو قالت يا سفلة فقال ان كنت كما قلت فأنت كذا تنجيز كان كذلك اولا

ہو لیکن مستقبل میں اس کے پائے جانے کا امکان ہو، (ج) شرط و جزا کے جملوں کا متصل ہونا، (د) طلاق کو ایسی ذات کی مشیئت پر موقوف نہ کرنا جس کی مشیئت کا علم ممکن نہ ہو، (ہ) جس وقت تعلیق طلاق کررہا ہے اس وقت وہ عورت جس کی طلاق کو معلق کیا گیا ہے، اس کی منکوحہ ہو یا معتدہ ہو، یا اگر وہ عورت اب تک اس کے نکاح میں نہ آئی ہو تو طلاق کو اس کے ساتھ نکاح پر معلق کیا گیا ہو، (و) جملہ شرطیہ سے تعلیق کے علاوہ کوئی اور معنی مراد نہ ہو۔

تشریح:

(متعلق ب) صحت تعلیق کے لئے شرط کا فی الوقت معدوم ہونا اور مستقبل میں ممکن الوجود ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر ایسی شرط کے اوپر طلاق کو معلق کیا جائے جو موجود ہے تو فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر ایسی شرط پر معلق کی گئی جو محال ہے تو کلام لغو ہوجائیگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر اس شرط کا مستقبل میں پایا جانا ممکن ہو تو شرط کے پائے جانے پر طلاق واقع ہوگی۔

(متعلق ج) اگر شرط و جزا کے جملوں کے درمیان کوئی غیر متعلق بات کہہ دی جائے یا ایسی طویل

وذكر المشروط فنحو أنت طالق ان لغو به يفتى و وجود رابط حيث تأخر الجزاء كما يأتى.
(شرطه الملك) حقيقة كقوله لقنه ان فعلت كذا فأنت حر أو حكما ولو حكما (كقوله لمنكوحته) أو معتدته (ا ن ذهبت فأنت طالق أو الاضافة ا ليه) اى الملك الحقيقى عاما أو خاصا كان ملكت عبدا أو ا ن ملكتك لمعين فكذا أو الحكمى كذلك (كان) نكحت امرأة أو ا ن (نكحتك فأنت طالق) و كذا كل امرأة ويكفى معنى الشرط۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب التعلیق ص۶۷۶-۶۸۱ ج۲)

(قال لها أنت طالق ا ن شاء الله متصلا) ا لا لتنفس أو سعال أو جشاء أو عطاس أو ثقل لسان أو ا مساك فم أو فاصل مفيد لتأكيد أو تكميل أو حد أو طلاق أو نداء ...... (مسموعا) بحيث لو قرب شخص أذنه ا لى فيه يسمع ...... (لا يقع) للشك (وا ن ماتت قبل قوله ا ن شاء الله) وا ن مات يقع (ولا يشترط) (القصد ولا التلفظ) بهما فلو تلفظ بالطلاق و كتب الاشتثناء موصولا أو عكس أو أزال الاستثناء بعد الكتابة لم يقع عمادية (ولا العلم بمعناه)...... (وحكم من لم يوقف علىٰ مشيئته) فيما ذكر (كالا نس والجن) والملائكة والجدار والحمار (كذلك) و كذا ا ن شرك كا نشاء الله وشاء زيد لم يقع أصلا۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷۰۰-۷۰۴ ج۲)

خاموشی اختیار کی جائے جو عادۃً نہیں کی جاتی، یا مجلس بدل جائے تو یہ صورت تعلیق کی نہیں ہوگی، اور فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

(متعلق د) مثلاً اگر کسی نے طلاق کے ساتھ متصلاً انشاءاللہ کہہ دیا تو یہ تعلیق نہیں ہوئی، اور نہ طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس نے کسی ایسے انسان کے بارے میں کہا کہ وہ چاہے تو طلاق دیدے جس کے ارادہ کا علم ہو سکتا ہے تو کلام لغو نہیں ہوگا، لیکن فقہ کی اصطلاح میں اسے تعلیق نہیں تفویض طلاق کہا جائے گا۔

مجموعه قوانین اسلامی

قانون ظهار

﴿وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

(اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں، تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے، قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں، اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے)

(سورۂ مجادلہ، آیت ۳)

قانون ظہار

دفعہ(۳۰۱):

ظہار کے لغوی معنی پشت کو پشت کے مقابل کرنا یا ملانا ہے۔اور شرعاً بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے پوری ذات مراد لی جاسکتی ہو اپنی محرمات ابدیہ یا اس کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہے،ظہار کہلاتا ہے۔

ظہار کے ارکان

دفعہ(۳۰۲):

(الف) شوہر کا عاقل بالغ ہونا،(ب) بیوی کی پوری ذات یا اس کے کسی ایسے عضو کو تشبیہ

حوالہ دفعہ(۳۰۱):

لان ظاهر مفاعلة من الظهرفيقال ظاهرته ا ذا قابلت ظهرك لظهره حقيقة۔

(شامی ص ۷۹۰ ج ۲)

تشبيـه الـمسـلـم .... زوجته .... أو تشبيه مايعبر به عنها من أعضائها أو تشبيه (جزء شـائع منها بمحرم عليه تابيداً) (الدرالمختار) (قوله بمحرم عليه) اى بعضو يحرم النظر ا ليـه مـن أعـضـاء محرمة عليه نسبا أو صهرية أو رضاعاً كما فى البحر أو بجملتها كأنت على كأمّي فانه تشبيه بالظهر وزيادة كما يأتي۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۷۹۰ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۰۲):

والـحاصل ان هنا أربعة أركان المشبه والمشبه به ...... أما الأول وهو المشبه وهو بكسر البـاء فهـو الزوج البالغ العاقل المسلم .... وأما الثانى وهو المشبه بفتح الباء المنكوحة أو عـضـو مـنها يعبر به عن كلها أو جزء شائع وأما الثالث وهو المشبه به عضو لا يحل النظر ا ليه

دینا جس سے پوری ذات مراد لی جاسکتی ہو، (ج) محرمات ابدیہ میں سے کسی سے یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہے، (د) حرف تشبیہ یعنی لفظ مثل، طرح، جیسے وغیرہ کا صراحۃً ذکر۔

تشریح:

مذکورہ ارکان میں سے رکن اعظم حرف تشبیہ کا صراحۃً ذکر ہے جس کے بغیر کلام لغو قرار پائے گا، مثلاً کوئی کہے: "تو میری ماں ہے" یا "میری ماں کی پشت ہے" تو کلام لغو ہوگا، اگر محرمات ابدیہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دی گئی ہو جس کی طرف دیکھنا حرام ہے تو یہ ظہار صریح ہوگا، مثلاً تو میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے۔ اور اگر محرمات ابدیہ کی پوری ذات سے تشبیہ دی گئی ہو، مثلاً کوئی یوں کہے: "تو میری ماں کی مثل ہے" تو یہ ظہار کنائی ہوگا، جس میں ظہار، طلاق، ایلاء اور عزت و کرامت میں مماثلت سب ہی کا احتمال ہے۔ جیسی نیت ہوگی اسی کے مطابق حکم ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر شوہر کی مراد عزت و کرامت کے اندر مماثلت ہے تب بھی تسلیم کیا جائیگا۔ اور اگر یہی جملہ مذاکرۂ طلاق اور باہمی جھگڑا کے وقت استعمال کیا جائے تو عند القضاء عزت و کرامت کی نیت معتبر نہ ہوگی۔

من محرمة عليه تابيداً۔ وأما الرابع وهو الدال عليه وهو ركنه وهو صريح و كناية الخ۔
(البحر الرائق ص۹۵ ج۴ باب الظہار)

حوالہ تشریح دفعہ (۳۰۲):

(وان نویٰ بأنت على مثل أمي) أو كأمي وكذا لو حذف عليّ خانية (برا أو ظهارا أو طلاقا صحت نيته) ووقع مانواه لانه كناية (والا) ينو شيئاً أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنىٰ اى البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي و يا ابنتي ويا أختي و نحوه (وبأنت على حرام كأمي صح مانواه من ظهار أو طلاق) وتمنع ا رادة الكرامة لزيادة لفظ التحريم و ا ن لم ينو ثبت الأدنى وهو الظهار فى الأصح (وبأنت على) حرام (كظهر أمي ثبت الظهار لا غير) لانه صريح (قوله لانه كناية)............ وينبغى أن لا يصدق قضاء فى ا رادة البرا ذا كان فى حال المشاجرة وذكر الطلاق اهـ .

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الظہار ص۴۷۰ ج۲)

ظہار کا حکم

دفعہ(۳۰۳):

ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، البتہ جب تک کفارہ ظہار نہ ادا کیا جائے بیوی سے صحبت اور بوس و کنار حرام ہے۔

دفعہ(۳۰۴):

اگر شوہر کفارہ ظہار ادا نہ کرنے کی وجہ سے بیوی سے ہم بستر نہیں ہوتا ہے تو عورت قاضی کے ذریعہ شوہر کو کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے پر مجبور کر سکتی ہے۔

دفعہ(۳۰۵):

کفارہ ظہار دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے اس طور پر کہ ان میں رمضان کے روزے اور وہ پانچ دن شامل نہ ہوں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ اگر کفارہ کے روزوں کے درمیان رمضان

حوالہ دفعہ(۳۰۳):

لایحل له وطیها ولا مسها ولا تقبیلها حتیٰ یکفر عن ظهاره ...... ولو نوی به الطلاق لایصح۔ (ہدایہ علی فتح القدیر ص ۲۲۷- ۲۲۸ ج۳)

وکل ذلك قبل المسیس۔ (ہدایہ علی فتح القدیر ص ۲۳۳ ج۳)

حوالہ دفعہ(۳۰۴):

وللمرأة أن تطالبه بالوطء......وعلیها أن تمنعه من الاستمتاع حتیٰ یکفر، و علی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس أو ضرب ا لیٰ أن یکفر أو یطلق

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۵۹۳ ج۲)

حوالہ دفعہ(۳۰۵):

(هی) .... (تحریر رقبة) .... (فا ن لم یجد) ...... (صام شهرین ولو ثمانیة وخمسین) بالهلال وا لا فستین یوما .... (متتابعین قبل المسیس لیس فیهما رمضان وایام

مبارک شروع ہوجائے یا دس ذی الحجہ کی تاریخ آ گئی تو ازسرنو دو ماہ کے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو شخص روزے پر قادر نہ ہو اس کیلئے کفارہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت متوسط درجہ کا پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت دینا ہے۔

❁ ❁ ❁

نهى عن صومها) .... (فا ن عجز عن الصوم) .... (أطعم) اى ملك (ستين مسكيناً) ولو حكما...... (كالفطرة) قدرا و مصرفا (أو قيمة ذلك)...... (وان) .... فـ (غداهم وعشاهم)............ (جاز) .... (كما) جاز (لو أطعم واحدا ستين يوما)۔

(الدر المختار علی ہامش رد المختار ص ۷۹۶ - ۸۰۳ ج ۲، باب الکفارۃ)

مجموعه قوانین اسلامی

قانون لعان

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ، وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾

(اور جولوگ اپنی بیویوں کوتہمت لگائیں، اوران کے پاس بجز اپنے اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان کی شہادت یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کر یہ کہہ دیں کہ بے شک میں سچا ہوں، اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں)

(سورہ نور، آیت/٦-٧)

قانون لعان

دفعہ(۳۰۶):

شوہر اپنی پاک دامن مسلمان بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور چار چشم دید گواہ نہ پیش کر سکے اور عورت قاضی کے یہاں لعان کی درخواست کرے تو اگر زوجہ زنا کا اقرار کرے یا شوہر تہمت لگانے میں اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کرلے تو ایسی صورت میں لعان نہیں ہوگا، لیکن اگر شوہر اپنے دعویٰ پر قائم رہے اور بیوی اپنے انکار پر قائم رہتے ہوئے لعان کا مطالبہ کرے تو لعان کی کارروائی عمل میں لائی جائیگی۔

دفعہ(۳۰۷):

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شوہر قاضی کے سامنے چار دفعہ اس طرح قسم کھائے کہ میں اللہ

حوالہ دفعہ(۳۰۶):

(فمن قذف) بصريح الزنا فى دار الا سلام (زوجته) الحية بنكاح صحيح ولو فى عدة الرجعى (العفيفة عن) فعل (الزنا) وتهمته بأن لم توطأ حراما ولو مرة بشبهة ولا بنكاح فاسد و لا لها ولد بلا أب (وصلحا لأداء الشهادة)......... (أو) من (نفى نسب الوالد) منه أو من غيره (وطالبته) أو طالبه الولد المنفى (به) اى بموجب القذف وهو الحد .... (لاعن) خبر لمن اى ان أقر بقذفه أو ثبت قذفه بالبينة .... (فا ن أبى حبس حتى يلاعن أو يكذب نفسه فيحد) للقذف (فا ن لاعن لاعنت) بعده .... (وا لاحبست) حتى تلاعن أو تصدقه (فيندفع به اللعان ولا تحد) وا ن صدقته أربعا لانه ليس با قرار قصدا ولا ينتفى النسب لأنه حق الولد فلا يصدقان فى ا بطاله۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب اللعان ص ۸۰۶- ۸۰۸)

حوالہ دفعہ(۳۰۷):

(وصفته ما نطق النص) الشرعى (به) من كتاب وسنة.

کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ بیوی پر جو میں نے زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں، پھر پانچویں دفعہ کہے: ''خدا کی لعنت ہو مجھ پر اگر میں جھوٹا ہوں''۔ اس کے بعد عورت چار دفعہ یوں کہے: ''میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ میرا شوہر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے''۔ پانچویں دفعہ کہے: ''مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر میرا شوہر اپنی بات میں سچا ہے''۔

دفعہ (۳۰۸):

مذکورہ بالا شہادتوں کے بعد قاضی دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا، اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔

شرائط وجوب لعان

زنا کی تہمت کے بعد وجوب لعان کے لئے درج ذیل شرائط ہیں: (۱) شوہر بیوی دونوں کا عاقل بالغ ہونا، (۲) دونوں میں سے کسی کا تہمت کی حد کا سزا یافتہ نہ ہونا، (۳) دونوں کے درمیان نکاح صحیح کا موجود ہونا، (۴) بیوی کا پاک دامن ہونا، (۵) ملک کا دارالاسلام ہونا۔

تشریح:

تہمت کی حد کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے کبھی کسی پر زنا کی تہمت

(قوله من كتاب وسنة) .... وهو ان القاضى يقيمهما متقابلين ويقول له التعن فيقول الزوج أشهد بالله انى لمن الصادقين فيما رميتها به من الزنا وفى الخامسة لعنة الله عليه ا ن كان من الكاذبين فيما رماها به من الزنا يشير ا ليها فى كل مرة، ثم تقول المرأة أربع مرات أشهد بالله انه من الكاذبين فيما رمانى به من الزنا وفى الخامسة غضب الله عليها ا ن كان من الصادقين فيما رماها به من الزنا، كذا فى النهر۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۸۱۰ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۰۸):

(فان التعنا) ولو اكثره (بانت بتفريق الحاكم فيتوارثان قبل تفريقه الذى وقع اللعان عنده) ويفرق (وان لم يرضيا) بالفرقة شمنى. (قوله بتفريق الحاكم) اى تكون الفرقة تطليقة بائنة عندهما وقال أبو يوسف هو تحريم مؤبد، هداية۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۸۱۰-۸۱۱ ج ۲)

لگائی ہو اور اسے ثابت نہ کر سکا ہو جس کے نتیجہ میں اس پر تہمت لگانے کی شرعی سزا جاری ہو چکی ہو، اگر میاں بیوی میں سے کوئی بھی تہمت لگانے کی سزا بھگت چکا ہوگا تو پھر لعان نہیں ہوگا۔ اسی طرح دونوں کے درمیان نکاح فاسد ہو یا بیوی مطلقہ بائنہ ہو تب بھی لعان واجب نہ ہوگا۔ عورت کے پاک دامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زنا، وطی بالشبہ اور وطی بنکاح فاسد سے محفوظ ہو۔

لعان کا حکم

دفعہ (۳۰۹):

اگر لعان کے بعد جب میاں بیوی میں تفریق ہو جائے اور شوہر اپنے دعویٰ پر اور عورت اپنے انکار پر تفریق کے بعد بھی قائم رہیں تو دونوں میں باہم نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر تفریق کے بعد شوہر اپنے دعویٰ سے انکار کر دے یا بیوی اپنے انکار کو واپس لے لے تو دونوں کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے۔

حوالہ دفعہ (۳۰۹):

(وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحا) لا فاسداً (قوله وشرطه قيام الزوجية) فلا لعان بقذف المنكوحة فاسداً أو المبانة ولو بواحدة بخلاف المطلقة رجعية ولا بقذف زوجته الميتة ويشترط أيضا الحرية والعقل والبلوغ والاسلام والنطق وعدم الحد فى قذف، وهذه شروط راجعة ا ليهما، ويشترط فى القاذف خاصة عدم ا قامة البينة علىٰ صدقه وفى المقذوف خاصة ا نكارها وجود الزنا منها عفتها عنه ويشترط ايضا كون القذف بصريح الزنا وكونه فى دار الاسلام هذا حاصل ما فى البحر عن البدائع، ونفى الولد بمنزلة صريح الزنا ويأتى اكثر هذه الشروط فى غضون كلامه۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب اللعان ص ۸۰۵ ج ۲)

دفعہ (۳۱۰):

اگر لعان کے بعد کسی اور شخص کے ساتھ عورت کا زنا ثابت ہوجائے یا شوہر کسی اور پر زنا کی تہمت لگائے اور اسے ثابت نہ کرسکے تو ایسی صورت میں لعان کا اثر ختم ہوجائیگا اور ان دونوں کے درمیان از سرنو نکاح کرنا درست ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۳۱۰):

ولا يجتمعان ماداما متلاعنين ولم يبق التلاعن ولا حكمه بعد الاكذاب فيجتمعان۔

(ہدایہ علی فتح القدیر ص ۲۵۵ ج ۳)

(فان التعنا) ولو اكثره (بانت بتفريق الحاكم فيتوارثان قبل تفريق الذى وقع اللعان عنده) ويفرق (وا ن لم يرضيا) بالفرقة شمنى .... (فلو لم يفرق) الحاكم (حتى عزل أومات استقبله الحاكم الثانى) خلافا لمحمد اختيار (ولو أخطأ الحاكم ففرق بينهما بعد وجود الاكثر من كل منهما صح ولو بعد الاقل) اى مرة أو مرتين (لا) ولوفرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فيه، تتارخانية وقيده فى البحر بغير القاضى الحنفى اما هو فلا ينفذ (وحرم وطؤها بعد اللعان قبل التفريق) لما مرّ ولها نفقة العدة............ (وا ن أكذب نفسه) .... (حد) للقذف (وله) بعد ما كذب نفسهُ (ان ينكحها) حد أو لا (وكذا ا ذا قذف غيرها فحد أو) صدقته أو (زنت) وا ن لم تحد لزوال العفة، والحاصل أن له تزوجها ا ذا خرجا أو أحدهما عن أهلية اللعان۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۸۱۰ - ۸۱۲ ج ۲)

مجموعه قوانین اسلامی

قانون ایلاء

﴿لِّلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآؤُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، وَإِنْ عَزَمُواْ الطَّلاَقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

(جولوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیویوں سے، ان کے لئے چار مہینہ تک کی مہلت ہے، سو اگر یہ لوگ رجوع کرلیں تب تو اللہ تعالی معاف کردیں گے رحمت فرماویں گے، اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالی سنتے ہیں، جانتے ہیں)

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۲۶-۲۲۷)

قانون ایلاء

دفعہ (۳۱۱):

چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے لئے یا مدت کی تعیین کے بغیر بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا، یا بیوی سے صحبت کرنے پر کسی ایسے کام کو اپنے اوپر لازم کرنا جو فی نفسہ بہت مشکل ہو، ایلاء ہے۔

تشریح:

ایلاء بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے سے بھی ہوتا ہے، مثلاً یوں کہے: ''خدا کی قسم میں تم سے چار مہینے تک صحبت نہیں کروں گا''۔ اسی طرح صحبت کرنے سے کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرنے سے بھی ایلاء ہو جاتا ہے جس کا کرنا عام طور پر بہت دشوار ہو، مثلاً کوئی یوں کہے: ''اگر میں تم سے وطی کروں تو مجھ پر حج یا ایک مہینہ کا روزہ لازم ہوگا'' وغیرہ، لیکن اگر ایسی جزاء کا ذکر کرے جسے انجام دینا عموماً بہت دشوار

حوالہ دفعہ (۳۱۱):

والایلاء لغة الیمین .... وفی الشرع هو الیمین عن ترک قربان الزوجة أربعة أشهر فصاعدا باللّٰه أو بتعلیق ما یستشقه علی القربان۔ (فتح القدیر، باب الایلاء ص ۱۸۲ ج ۲)

(هو) لغة الیمین و شرعا (الحلف علی ترک قربانها مدته) ....

(الدر المختار علی ہامش رد المختار، باب الایلاء ص ۷۴۹ - ۷۵۰ ج ۲)

(ا لابشیٔ) مشق (یلزمه) .... و رکنه الحلف.

(قوله ا لابشیٔ مشق یلزمه) الشرط کونه مشقا نفسه کالحج و نحوه کما یأتی فخرج غیره کالغزو و صلوٰة رکعتین وا ن عرض ا شقاقه لجبن أو کسل کما مر عن الفتح۔

(رد المختار، باب الایلاء ص ۷۵۰ ج ۲)

نہ ہوتو ایلاء نہ ہوگا، مثلاً یوں کہے: ''اگر میں تم سے صحبت کروں تو مجھ پر چار رکعت نماز یا ایک دن کا روزہ لازم ہوگا''۔

انعقاد ایلاء کی شرطیں

دفعہ (۳۱۲):

(الف) ایلاء کرنے والے کا عاقل بالغ ہونا، (ب) بوقت ایلاء عورت کا حقیقتاً یا حکماً شوہر کے نکاح میں ہونا، (ج) اگر ایلاء کسی اجنبیہ سے کیا گیا ہے تو وہ اس وقت صحیح ہوگا جب کہ ایلاء کو اس عورت سے نکاح پر موقوف رکھا گیا ہو، (د) صحبت نہ کرنے کو کسی جگہ کے ساتھ مقید نہ کرنا، (ہ) چار ماہ سے کسی دن کا استثناء نہ کرنا۔

تشریح:

(الف) اگر شوہر عاقل وبالغ نہیں ہے تو اس کا ایلاء معتبر نہیں ہے۔

(ب) ایلاء کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ ایلاء کی نسبت منکوحہ کی طرف کی گئی ہو، منکوحہ خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً، منکوحہ حقیقۃً تو ظاہر ہے، منکوحہ حکماً وہ عورت ہے جو طلاق رجعی کی عدت میں ہے۔ لہٰذا اگر عدت کے طویل ہونے کے باعث

حوالہ دفعہ (۳۱۲):

(وشرطه محلية المرأة بكونها منكوحة وقت تنجيز الايلاء) ومنه ا ن تزوجتك فوالله لا أقربك...... (وأهلية الزوج للطلاق) .... ومن شرائطه عدم النقص عن المدة...... قوله (بكونها منكوحة) اى ولو حكما كمعتدة الرجعى كما قدمناه، وشمل ما لو ابانها بعده ثم مضت مدته فى العدة كما مر وبه علم أنه لا يبطل بالا بانة بما دون الثلاث، قال فى البدائع: والايلاء لا ينعقد فى غير الملك ابتداء وا ن كان يبقى بدون الملك اهـ فخرجت الأجنبية والمبانة .... قوله (ومن شرائطه الخ) ومنها أن لا يقيد بمكان لأنه يمكن قربانها فى غيره............

نعم يشترط أن لا يستثنى بعض المدة مثل لا أقربك سنة ا لا يوما على تفصيل فيه سيأتى۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الایلاء ص ۷۵۰-۷۵۱ ج ۲)

ایلاء کی مدت عدت کے اندر گزر گئی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اور جو عورت طلاق بائن (خفیفہ ہو یا غلیظہ) یا فسخ نکاح کی عدت میں ہے اس سے ایلاء صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ وہ نہ حقیقۃً منکوحہ ہے نہ حکماً۔

(ج) مثلاً کسی نے اجنبی عورت سے کہا: ''اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو بخدا تم سے چار مہینے وطی نہیں کروں گا'' تو اس صورت میں نکاح ہوتے ہی ایلاء منعقد ہو جائے گا۔

(د) اگر کسی نے ایلاء میں جگہ کی قید لگا دی، مثلاً بیوی سے کہا: ''خدا کی قسم میں تم سے چار ماہ تک فلاں جگہ صحبت نہیں کروں گا'' تو یہ ایلاء نہیں ہے بلکہ یہ قسم ہوگی۔

(ہ) مثلاً کسی نے بیوی سے کہا: ''خدا کی قسم میں تم سے چار ماہ تک صحبت نہیں کروں گا مگر ایک دن'' تو یہ ایلاء نہ ہوگا۔

دفعہ (۳۱۳):

ایلاء کی دو قسمیں ہیں: ایلاء مؤقت یعنی مدت معینہ کے لئے (جو چار ماہ سے کم نہ ہو) بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا، اور ایلاء مؤبد یعنی بغیر تعیین مدت یا ہمیشہ کے لئے بیوی سے صحبت نہ

(هو) لغة اليمين و شرعا (الحلف على ترك قربانها) مدته. قوله (على ترك قربانها) اى الزوجة حالا أو مآلا كقوله لاجنبية ا ن تزوجتك فوالله لا أقربك لأن المعتبر وقت تنجيز الايلاء كما يأتى.......... ودخل فى الزوجة حالا معتدة الرجعى وما لوآلى من زوجته الحرة ثم أبانها بطلقة ثم مضت مدة الايلاء وهى معتدة فا نه يقع عليها أخرىٰ كما سيأتى..........
(الدر المختار مع رد المختار، باب الایلاء ص ۷۵۰ ج ۲)

(آلى من المطلقة رجعيا صح) لبقاء الزوجية ويبطل بمضى العدة (ولو آلى من مبانته أو أجنبية نكحها بعده) اى بعد الايلاء ولم يضفه للملك كما مر (لا) يصح لفوات محله ولو وطئها كفر لبقاء اليمين ولو آلى فأبانها ا ن مضت مدته وهى فى العدة بانت بأخرى وا لا لا، خانية۔ (الدر المختار علی ہامش رد المختار ص ۷۵۷-۷۵۸ ج ۲)

کرنے کی قسم کھانا۔

دفعہ(۳۱۴):

ایلاء مؤقت میں چار ماہ کے اندر صحبت کرنے سے کفارہ یا وہ مشکل کام لازم ہو جاتا ہے جو اس نے اپنے اوپر لازم کیا تھا۔ اور چار ماہ تک صحبت نہ کرنے سے اس مدت کے گزرتے ہی طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ایلاء ختم ہوجاتا ہے۔

دفعہ(۳۱۵):

ایلاء مؤبد میں اگر شوہر نے چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو کفارہ لازم ہوکر ایلاء ختم ہوجائیگا۔ اور چار ماہ تک صحبت نہ کی تو طلاق بائن ہو جائیگی، مگر ایلاء ختم نہ ہوگا اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا، حتیٰ کہ وہ عورت پھر اس کے نکاح میں آئے اور چار ماہ کے اندر اس سے صحبت کرلے تو کفارہ لازم آئیگا اور ایلاء ختم ہوجائیگا، اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو پھر طلاق بائن واقع ہوجائیگی یہاں تک کہ تین طلاق واقع ہوجائے تو طلاق کی حد تک ایلاء ختم ہوجائے گا، اب اگر عورت حلالہ کے بعد پھر ایلاء کرنے والے سابق شوہر کے نکاح میں آئے تو ترک وطی سے طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ وطی سے کفارہ لازم ہوگا۔

حوالہ دفعہ(۳۱۴) و (۳۱۵):

(وحكمه وقوع طلقة بائنة ا ن بر) ولم يطأ (و) (لزوم الكفارة أو الجزاء) المعلق ان حنث) بالقربان (و) المدة (أقلها للحرة أربعة أشهر) ...... ولا حد لاكثرها فلا ا يلاء بحلفه على أقل من الاقلين (قوله فلا ايلاء) اى فى حق الطلاق بدائع اى لا فى حق الحنث فلو قال لحرة واللّٰه لا أقربك شهرين ولم يقربها فيهما لم تطلق ولو قربها حنث۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۷۵۱- ۷۵۲ ج ۲)

(فان قربها فى المدة)ولو مجنونا (حنث) وحينئذ (ففى الحلف باللّٰه وجبت الكفارة وفى غيره وجب الجزاء وسقط الايلاء) لانتهاء اليمين (والا) يقربها (بانت بواحدة) بمضيها...... (وسقط الحلف لو) كان (مؤقتا) ...... (لا لو كان مؤبدا) ...... (فلو نكحها ثانيا وثالثا ومضت المدتان بلافئ) اى قربان (بانت بأخريين) والمدة من وقت التزوج (فان نكحها بعد زوج آخر لم تطلق) لانتهاء هذا الملك ...... (وان وطئها) بعد زوج آخر (كفر) لبقاء اليمين للحنث ـ

(الدر المختار على هامش رد المحتار، باب ایلاء ص ۷۵۴- ۷۵۶ ج ۲)

دفعہ(۳۱۶):

ایلاء کے سلسلہ میں صریح ہر وہ لفظ کہلائے گا جس سے سنتے ہی ترک جماع کا مفہوم ذہن میں آئے، اور جو لفظ ایسا نہ ہو وہ ایلاء کے سلسلہ میں کنائی کہلائے گا، اور شوہر کی نیت پر اس کا حکم موقوف رہے گا، اگر اس نے ترک جماع مراد لیا ہے تو ایلاء ہوگا ورنہ نہیں۔

دفعہ(۳۱۷):

اگر کوئی شخص ایلاء سے رجوع کرنا چاہتا ہو اور صحبت پر قادر ہو تو ایلاء کی مدت کے اندر صحبت

حوالہ دفعہ(۳۱۶):

(الالفاظ التی یقع بها الایلاء نوعان) صریح و کنایة (اما الصریح) فکل لفظ یسبق الیٰ الفهم معنی الوقاع منه کقوله لا أقربك لا أجامعك لا أطؤك .... (واماالکنایة) فکل لفظ لا یسبق الی الفهم معنی الوقاع منه ویحتمل غیره فمالم ینو لا یکون ایلاء کقوله لا أمسها لا آتیها لا أدخل بها لا أغشاها لا یجمع رأسها ورأسی الخ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ، الباب السابع فی الایلاء ص ۴۷۷ ج ۱)

حوالہ دفعہ(۳۱۷):

(عجز) عجزا حقیقیًا لا حکمیاً کاحرام لکونه باختیاره (عن وطئها لمرض بأحدهما أو صغرها أو رتقها) أو جبه أو عنته (أو بمسافة لا یقدر علی قطعها فی مدة الایلاء أو لحبسه) اذا لم یقدر علی وطئها فی السجن کما فی البحر عن الغایة...... ففیؤه (نحو) قوله بلسانه (فئت الیها) أو راجعتك أو أبطلت الایلاء أو رجعت عما قلت ونحوه لانه آذاها بالمنع فیرضیها بالوعد (فان قدر علی الجماع فی المدة ففیؤه الوطء فی الفرج) لانه الاصل (فان وطی فی غیره) کدبر (لا یکون فیئا ومفاده اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدته وبه صرح فی الملتقیٰ وفی الحاوی آلی وهو صحیح ثم مرض لم یکن فیؤه الا الجماع وبقی شرط ثالث ذکره فی البدائع وهو قیام النکاح وقت الفیئ باللسان فلو أبانها ثم فاه بلسانه بقی الایلاء......

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷۵۸-۷۶۰) (وہکذا فی کنز الدقائق علی البحر الرائق وحاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر الرائق للعلامۃ ابن عابدین شامی البحر الرائق ص ۶۷ ج ۲)

هذه المسئلة علی ثلثة أوجه أحدها أنه آلی وهو صحیح وبقی بعد ایلائه صحیحا مقدار مایستطیع فیه أن یجامعها ثم مرض بعد ذلك وفیئه بالجماع عندنا .... الثانی أنه آلی وهو

کرلے، کفارہ لازم ہوگا، اور ایلاء ختم ہوجائے گا، صحبت پر قادر ہونے کی صورت میں زبان سے رجوع کافی نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص کسی عارضی یا مستقل مرض یا کسی اور قوی مانع کے سبب چار ماہ تک مسلسل صحبت پر قادر نہ ہو تو اس کا زبان سے رجوع کرلینا کافی ہوگا، طلاق واقع نہیں ہوگی، اور کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

❁❁❁

مریض وتم أربعة أشهر وهو مریض وفیئه أن یقول بلسانه فئت ا لیها فان قال ذلك سقط الایلاء عندنا............ والثالث أنه آلی وهو مریض وقدر علی الجماع فی المدة وفیئه بالجماع۔
(شرح العنایہ علی الہدایہ علی ہامش فتح القدیر ص ۱۹۵-۱۹۶ ج ۳)

مجموعه قوانين اسلامى

⊖ ——— قانون خلع

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

(سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے، تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے، یہ خدائی ضابطے ہیں، سو تم ان سے باہر مت نکلنا، اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے، سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں)

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۲۹)

قانون خلع

دفعہ (۳۱۸):

شوہر کی طرف سے کسی عوض کے مقابلہ میں جس پر زوجین کا اتفاق ہوگیا ہو رشتہ نکاح ختم کرنا خلع ہے۔ خواہ لفظ خلع کے ذریعہ ہو یا مبارأت کے ذریعہ، یا لفظ طلاق یا اس کے ہم معنی الفاظ میں سے کسی لفظ کے ذریعہ۔

تشریح:

خلع ایک طرح کا معاہدہ ہے جس میں شوہر نکاح سے حاصل ہونے والے اپنے اختیارات کسی طے شدہ بدل کے عوض ختم کر دیتا ہے اس لئے یہ طلاق بائن کے حکم میں ہے، اور چونکہ اس میں عوض زوجہ کو ادا کرنا پڑتا ہے اس لئے اس کی رضامندی ضروری ہے۔ خلع کی پیش کش (ایجاب) زوجین میں سے کسی کی طرف سے ہوسکتی ہے مثلاً شوہر کہے کہ میں نے مہر کے عوض تم کو خلع دیا، اور عورت کہے کہ میں نے قبول کیا۔ یا

حوالہ دفعہ (۳۱۸):

باب الخلع (هو لغة الا زالة واستعمل فی ا زالة الزوجية بالضم وفی غيره بالفتح وشرعا كما فی البحر (ا زالة ملك النكاح) ...... (المتوقفة علی قبولها) .... (بلفظ الخلع) .... (أو ما فی معناه) ليدخل لفظ المبارأة .... ولفظ البيع والشراء .... (ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعد الوفاق (بمايصلح للمهر)۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷٦٦ ج ۲، وہٰکذا فی الفتح ص ۲۲۳ ج ۳)

يشترط فی قبولها علمها بمعناه لانه معاوضة بخلاف طلاق وعتاق وتدبير لانه اسقاط والاسقاط يصح مع الجهل۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الخلع ص ۷٦۹ ج ۲، وہٰکذا فی الفتح ص ۲۲۳ ج ۳)

(أكرهها) الزوج (عليه تطلق بلا مال) لأن الرضا شرط للزوم المال وسقوطه۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷۷۲ ج ۲)

عورت کہے کہ مجھے مہر کے عوض خلع دے دو، اور شوہر کہے کہ میں نے خلع دے دیا۔ کبھی یہ عمل لفظ ''مبارأت'' کے ذریعہ بھی ہوتا ہے کہ مرد کہے کہ میں نے تجھے نکاح سے اس شرط پر علیحدہ کردیا کہ تو مجھے جملہ حقوق سے بری کردے، عورت کہے کہ میں نے تجھے بری کردیا۔ اور کبھی طلاق کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، مثلاً زوج نے کہا کہ میں نے تجھے دو ہزار روپے کے عوض طلاق دی، اور زوجہ نے کہا میں نے قبول کیا۔ پس خلع کی مذکورہ بالا تعریف میں خلع بلفظ خلع، خلع بلفظ مبارأت، اور خلع بلفظ طلاق بالمال سب ہی شامل ہیں۔

دفعہ (۳۱۹):

خلع کے ذریعہ وہی حقوق ساقط ہوں گے اور وہی عوض واجب الادا ہوگا جن کے اسقاط اور جن کی ادائیگی پر باہم اتفاق ہوگیا ہو۔

دفعہ (۳۲۰):

خلع میں اگر عورت صراحۃً نفقۂ عدت کو ساقط کردے تو ساقط ہوجائیگا، لیکن عدت کا سکنیٰ اور

حوالہ دفعہ (۳۱۹):

(والمبارأة كالخلع كلاهما يسقطان كل حق لكل واحد من الزوجين على الآخر مما يتعلق بالنكاح عند أبى حنيفةؒ) وقال محمد لا يسقط فيهما ا لا ماسمياه...... لمحمدؒ ان هذه معاوضة وفى المعاوضات يعتبر المشروط لا غيره (وجه قول محمد رحمه الله ان هذه معاوضة) وأثر المعاوضة ليس ا لا فى وجوب المسمى لا فى ا سقاط غيره وصار كما ا ذا وقع بلفظ الطلاق على مال ولذا لا يسقط دين آخر ولا نفقة العدة و ا ن كانت من آثار النكاح مع أن النفقة أضعف من المهر۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ص ۲۱۵- ۲۱۶ ج۳)

حوالہ دفعہ (۳۲۰):

(ويسقط الخلع) .... (والمبارأة) ...... (كل حق) ثابت وقتهما (لكل منهما على الآخر مما يتعلق بذلك النكاح) .... (ا لا نفقة العدة) وسكناها فلا يسقطان (ا لا ا ذا نص عليها) فتسقط النفقة لا السكنى لأنها حق الشرع ا لا ا ذا أبرأته عن مؤنة السكنى فيصح فتح

مستقبل طور پر بچوں کا نفقہ ساقط کرنے سے بھی ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح:

نفقۂ عدت چونکہ عورت کا حق ہے اس لئے اس کو ساقط کرنے کا اختیار ہے، مگر سکنیٰ حق شریعت ہے اور بچوں کا نفقہ حق غیر ہے، اس لئے مطلقہ کو اس کے معاف کرنے کا اختیار نہیں۔

دفعہ (۳۲۱):

خلع میں مال کی جو مقدار طے ہو جائے درست ہے، لیکن مقدار مہر سے زیادہ مال متعین کرنا اور لینا بہرحال ناپسندیدہ ہے۔

وهو مستغن عنه بما ذكرنا ا ذ النفقة والسكنىٰ لم تجبا وقتهما بل بعدهما .... (شرط البراء ة من نفقة الولد ان وقتا) كسنة (صح ولزم وا لا لا) بحر، وفيه عن المنتقىٰ وغيره لو كان الولد رضيعا صح وا ن لم يؤقتا وترضعه حولين .... (ولو خالعته على نفقة ولده شهرا) مثلا (وهى معسرة فطالبته بالنفقة يجبر عليها) وعليه الاعتماد فتح. (قوله يجبر عليها لأن بدل الخلع دين عليها فلا تسقط نفقة الولد بدين له عليها .... قال وعليه الاعتماد لا على ما أجاب به سائر المفتين انه تسقط، كذا فى القنية والحاوى ونحوه فى الفتح وغيره، وأفاد هذا أن الأب يرجع عليها بعد يسارها۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الخلع ص ۷۷۷-۷۸۲ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۲۱):

ان كان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له أخذ شئ من العوض على الخلع وهذا فى حكم الديانة فا ن أخذ جاز ذلك فى الحكم ولزم حتى لا تملك استرداده كذا فى البدائع، وا ن كان النشوز من قبلها كرهنا له أن يأخذ أكثر مما أعطاها من المهر ولكن مع هذا يجوز أخذ الزيادة فى القضاء كذا فى غاية البيان۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ص ۴۸۸ ج ۱)

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ═══ قانون فسخ وتفریق

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

(سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے، تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے، یہ خدائی ضابطے ہیں، سو تم ان سے باہر مت نکلنا، اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے، سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں)

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۲۹)

قانون فسخ وتفریق

دفعہ(۳۲۲):

تفریق رشتۂ ازدواج کوختم کرنے کا نام ہے، درج ذیل صورتوں میں زوجین کے درمیان تفریق کے لئے قضائے قاضی شرط ہے:

(۱) غیر کفو میں نکاح، (۲) مہر کے اندر غیر معمولی کمی، (۳) خیار بلوغ، (۴) شوہر کا حقوق زوجیت ادانہ کرنا، (۵) شوہر کا وطی پر قادر نہ ہونا، (٦) شوہر کا جذام، برص یا اس جیسے کسی موذی مرض میں مبتلا ہونا، (۷) شوہر کا مجنون ہونا، (۸) شوہر کا مفقود الخبر ہونا، (۹) شوہر کا غائب غیر مفقود ہونا، (۱۰) شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہیں دینا، (۱۱) شوہر کا ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونا، (۱۲) شوہر کا بیوی کو سخت مار پیٹ کرنا، (۱۳) زوجین میں شقاق کا پایا جانا، (۱۴) مرد کا اپنی حالت کے بارے میں عورت کو دھوکے میں ڈال کر نکاح کرنا، (۱۵) تفریق بسبب حرمت مصاہرت، (۱٦) تفریق بسبب فساد نکاح۔

غیر کفو میں نکاح

دفعہ(۳۲۳):

غیر کفو میں نکاح کی مندرجہ ذیل مختلف صورتیں ہیں، جن میں پہلی دوصورتوں میں نکاح

حوالہ دفعہ(۳۲۲) و (۳۲۳):

(وللولی) الآتی بیانه (ا نکاح الصغیر والصغیرة) جبراً (ولوثیبا) کمعتوه ومجنون شهرا (ولزم النکاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزیادة مهره (أو) زوجها (بغیر کفء ا ن کان

منعقد ہوگا اور لازم بھی رہیگا، اور اخیر کی دوصورتوں میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا:

(الف) باپ یا دادا پورے ہوش وحواس کی حالت میں اور پوری خیر خواہی، دور بینی اور عاقبت اندیشی کے ساتھ، نابالغ اولاد کے مصالح اور اس کی بھلائی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا نکاح ایسی جگہ کر دیں جو معاشرت میں اس کا ہم پلہ نہ ہو۔

الولی) المزوج بنفسه بغبن (أبا أوجدا) ...... (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا (وا ن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق أو شرير أوفقير أوذى حرفة دنيئة لظهور سوء اختياره فلا تعارضه شفقته المظنونة بحر (وا ن كان المزوج غيرهما)...... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش أصلا)........... (وا ن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) اى لصغير و صغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده). (قوله لا يصح النكاح من غير كفء) مثله قول الكنز ولو زوج طفله غير كفء أو بغبن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الأب والجد ومقتضاه انه لو زوج أخاه الصغير امرأة أدنى منه لايصح، وفيه ما مر عن الشرنبلالية من أن الكفاء ة لا تعتبر للزوج كما سيأتى فى بابها أيضاً. وقدمنا أن الشارح أشارا لى ذلك أيضاً و قد راجعت كثيرا فلم أر شيئا صريحا فى ذلك، نعم رأيت فى البدائع مثل ما فى الكنز حيث قال واما ا نكاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاء ة فيه ليست بشرط عند أبى حنيفة لصدوره ممن له كمال النظر لكمال الشفقة بخلاف ا نكاح الأخ والعم من غير كفء فانه لا يجوز بالاجماع لأنه ضرر محض اهـ فقوله بخلاف الخ ظاهر فى رجوعه ا لىٰ كل من الصغير والصغيرة وعلى هذا فمعنى عدم اعتبار الكفاء ة للزوج أن الرجل لو زوج نفسه من امرأة أدنى منه ليس لعصباته حق الاعتراض بخلاف الزوجة وبخلاف الصغيرين ا ذا زوجهما غير الأب والجد، هذا ما ظهر لى و سنذكره فى الأول باب الكفاء ة مايؤيده والله اعلم۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی ص ۴۱۷ - ۴۲۰ ج ۲)

(الكفاء ة معتبرة) فى ابتداء النكاح للزومه أو لصحته (من جانبه) اى الرجل لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشا للدنى، ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دنائة الفراش وهذا عند الكل فى الصحيح كما فى الخبازية، لكن فى الظهيرية وغيرها هذا عنده وعندهما تعتبر فى جانبها أيضاً. (قوله ولذا لا تعتبر) تعليل للمفهوم وهو أن الشريف لايأبى أن يكون مستفرشا للدنيئة كالأمة والكتابية لأن ذلك لا يعد عارا فى حقه بل فى حقها لأن النكاح رق للمرأة والزوج مالك۔

(تنبيه) تقدم أن غير الأب والجد لو زوج الصغير أو الصغيرة غير كفوء لا يصح ومقتضاه

(ب) بالغ لڑکا ایسی جگہ نکاح کرلے جو معاشرت میں اس سے بہت نیچے ہو۔ ان دونوں صورتوں میں نکاح منعقد ہوگا اور لازم بھی رہے گا۔

(ج) باپ دادا کے علاوہ دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ایسی جگہ کردے جو معاشرت میں اس کے مساوی نہ ہو۔

(د) باپ دادا اپنی بے غیرتی، لاپرواہی یا لالچ وغیرہ کی وجہ سے نابالغ اولاد کے مصالح اور اس کی بھلائی کو پیش نظر رکھے بغیر یا نشہ کی حالت میں اس کا نکاح ایسی جگہ کردے جو اس کے ہم پلہ نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

دفعہ(۳۲۴):

درج ذیل صورتوں میں عدم کفاءت کی بنیاد پر تفریق کا حق حاصل ہوگا:

(الف) بالغہ اپنا نکاح ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں کرلے تو ولی عصبہ کو حق تفریق حاصل ہوگا۔

أن الكفاءة للزوج معتبرة أيضا وقدمنا أن هذا فی الزوج الصغير لأن ذلك ضرر عليه فما هنا محمول على الكبير ويشير ا ليه ما قد مناه آنفًا عن الفتح من أن معنى اعتبار الكفاء ة اعتبارها فی اللزوم على الأولياء الخ. فان حاصله أن المرأة ا ذا زوجت نفسها من كفوء لزم على الأولياء وا ن زوجت من غير كفوء لايلزم أولا يصح بخلاف جانب الرجل فانه ا ذا تزوج بنفسه مكافئة له أولا فانه صحيح لازم، وقال القهستانی الكفاء ة لغة المساواة وشرعا مساواة الرجل للمرأة فی الأمور الآتية، وفيه ا شعار بأن نكاح الشريف الوضيعة لازم فلا اعتراض للولی بخلاف العكس اهـ فقد أفاد أن لزومه فی جانب الزوج ا ذا زوج نفسه كبيرا لا ا ذا زوجه الولی صغيرا كما أن الكلام فی الزوجة ا ذا زوجت نفسها كبيرة فثبت اعتبار الكفاء ة من الجانبين فی الصغيرين عند عدم الأب والجد كما حررناه فيما تقدم۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

(الدر المختار مع رد المحتار، اوائل باب الکفاءۃ ص ۴۳۵ - ۴۳۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۲۴) شق (الف):

(وهو) أی الولی (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لا مكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضاء (ولی) والأصل أن كل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا، (وله) ای للولی (ا ذا كان عصبة) ولو غير محرم كابن عم فی الأصح خانية. وخرج

(ب) بالغہ اور ولی دونوں نے بشرط کفاءت نکاح کیا، یا شوہر کے ایسے بیان پر جس میں اس نے اپنے کو کفو ظاہر کیا، اس کو کفو سمجھ کر نکاح کیا گیا، اور بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ کفو نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں ولی اور اس بالغہ دونوں کو خیار کفاءت حاصل ہوگا اور قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرایا جاسکے گا۔

(ج) باپ یا دادا نابالغ اولاد کا نکاح کفاءت کی شرط پر یا کفاءت کے بارے میں فریق ثانی کے بیان پر اعتماد کر کے اس کے ساتھ کردیں، پھر اس کے خلاف ظاہر ہو تو باپ دادا کو عدم کفاءت کی بنیاد پر قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ بلکہ اولاد (جس کا نکاح باپ دادا نے کیا ہے) اگر بالغ ہوچکی ہے اور اس کے بلوغ سے پہلے باپ دادا نے عدم کفاءت ظاہر

ذووالأرحام والأم والقاضی (الاعتراض فی غیر الکفء) فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح (ما لم) یسکت حتی (تلد منه) لئلا یضیع الولد وینبغی ا لحاق الحبل الظاهر به۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی ص ۴۰۷- ۴۰۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۲۴) شق (ب):

(و) الکفاءة (هی حق الولی لا حقها) فلو نکحت رجلا ولم تعلم حاله فا ذا هو عبد لا خیار لها بل للأولیاء، ولو زوجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا لاخیار لأحد ا لا ا ذا شرطوا الکفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذلك ثم ظهر انه غیر کفوء کان لهم الخیار و الوالجیة فلیحفظ ۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار باب الکفاءة ص ۴۳۶- ۴۳۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۲۴) شق (ج):

فلو نکحت رجلا ولم تعلم حاله فا ذا هو عبد لا خیار لها بل للأولیاء، ولو زوجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا لا خیار لأحد. (قوله لا خیار لأحد) هذا فی الکبیر کما هو فرض المسئلة بدلیل قوله نکحت رجلا وقوله برضاها فلا یخالف ماقدمناه فی الباب المار عن النوازل لو زوج بنته الصغیرة ممن ینکر أنه یشرب المسکر فاذا هو مدمن له وقالت بعد ما کبرت لا أرضی بالنکاح ا ن لم یکن یعرفه الأب بشربه و کان غلبة أهل بیته صالحین فالنکاح باطل لأنه ا نما زوج علی ظن أنه کفوء اهـ خلفا لما ظنه المقدسی من ا ثبات المخالفة بینهما کما نبه علیه الخیر الرملی، قلت ولعل وجه الفرق أن الأب یصح تزویجه الصغیرة من غیر الکفوء لمزید شفقته وانه ا نما فوت الکفاءة لمصلحة تزید علیها، وهذا ا نما یصح ا ذا علمه غیر کفوء أما ا ذا لم یعلمه فلم یظهر منه أنه زوجها للمصلحة المذکورة کما ا ذا کان الأب ماجنا أوسکران لکن کان الظاهر أن یقال لا یصح العقد أصلاً کما فی الأب

ہونے کے بعد اس نکاح پر رضا مندی ظاہر نہیں کی تو اولاد کو بھی عدم کفاءت کی بنیاد پر قاضی کے ذریعہ حق تفریق حاصل ہوگا۔

(د) عدم کفاءت کی بنیاد پر تفریق کا حق اس وقت تک رہے گا جب تک اس سے ولادت نہ ہوئی ہو یا حمل ظاہر نہ ہوا ہو۔

مہر میں غیر معمولی کمی

دفعہ (۳۲۵):

بالغہ نے اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ایسے مہر پر کر لیا جو مہر مثل سے بہت کم ہے تو ولی

الماجن والسكران مع أن المصرح به أن لها ا بطاله بعد البلوغ وهو فرع صحته فليتأمل۔
(الدر المختار مع رد المحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۳۷ ج ۲)

(ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) .... (أو) زوجها (بغير كفء ا ن كان الولى) المزوج بنفسه بغبن (أبا أوجدا) .... (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا (وا ن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق أو شرير أو فقير أو ذى حرفة دنيئة الخ۔

(قوله وا ن عرف لا يصح النكاح) ...... فى النوازل لو زوج بنته الصغيرة ممن ينكر انه يشرب المسكر فا ذا هو مدمن له وقالت لا أرضى بالنكاح اى بعد ما كبرت ا ن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل لانه، انما زوج على ظن انه كفء اھ۔ ثم اعلم أن ما مر عن النوازل من أن النكاح باطل معناه أنه سيبطل كما فى الذخيرة الخ۔
(الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی ص ۴۱۸ - ۴۱۹ ج ۲ (وہکذا فی فتاوی قاضیخاں علی ہامش الہندیۃ ص ۳۵۳ ج ۱، والتفصیل فی الحیلۃ الناجزۃ ص ۹۱) (رد المحتار باب الکفاءۃ ص ۴۳۶ ج ۲ وباب الولی ص ۴۱۹ - ۴۲۰ ج ۲ بھی دیکھئے)

حوالہ دفعہ (۳۲۴) شق (د):

(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولى)...... (وله) اى للولى (ا ذا كان عصبة) الاعتراض فى غير الكفوء) فيفسخه القاضى ويتجدد بتجدد النكاح (مالم يسكت حتى (تلد منه) لئلا يضيع الولد وينبغى ا لحاق الحبل الظاهر به۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الولی ص ۴۰۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۲۵):

(ولو نكحت بأقل من مهرها فللولى) العصبة (الاعتراض حتى يتم) مهر مثلها (أو يفرق)

عصبہ کو حق ہوگا کہ مہر مثل پورا کرائے، اگر شوہر مہر مثل پورا کرنے پر راضی نہ ہو تو ولی قاضی کے ذریعہ تفریق کرا سکتا ہے۔

خیار بلوغ

دفعہ(۳۲۶):

نابالغ یا نابالغہ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی کفو میں بھی کردے تو بالغ ہونے پر دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، خواہ نکاح باقی رکھیں یا قاضی کے ذریعہ فسخ کرالیں۔

شوہر کا حقوق زوجیت ادا نہ کرنا

دفعہ(۳۲۷):

ترک مجامعت اور بیوی کو معلقہ بنا کر رکھنا بھی تفریق کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، کیونکہ حقوق زوجیت کی ادائیگی واجب ہے۔ حقوق زوجیت ادا نہ کرنا اور بیوی کو معلقہ بنا کر رکھنا ظلم ہے، اور رفع ظلم قاضی کا فرض ہے، نیز صورت مذکورہ میں عورت کا معصیت میں مبتلا ہونا بھی ممکن ہے،

القاضی بینهما دفعا للعار...... (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الکفاءۃ ص ۴۴۶ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۲۶):

(و ا ن كان المزوج غيرهما) ...... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا) ...... (وا ن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما)...... (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الولی)

حوالہ دفعہ(۳۲۷):

وسيأتى فى باب الظهار أن على القاضى ا لزام المظاهر بالتكفير دفعا للضرر عنها بحبس أو ضرب ا لى أن يكفر أو يطلق، وهذا ربما يؤيد القول المار بأنه تجب الزيادة عليه فى الحكم فتامل۔ (رد المحتار، باب القسم ص ۵۴۸ ج ۲)

وا ذا ثبت لها التطليق بذلك فبخشية الزنا أولى لأن ضرر ترك الوطئ أشدمن ضرر عدم النفقة، ألاترى ان ا سقاط النفقة يلزمها وا ن أسقطت حقها فى الوطء فلها الرجوع فيه ولأن

قاضی کا فرض ہے کہ ایسے امکانات کو بند کردے۔ اس لئے اگر عورت قاضی کے یہاں مذکورہ بالا شکایت کے ساتھ مرافعہ کرے تو قاضی تحقیق حال کے بعد لازمی طور پر رفع ظلم کریگا اور معصیت سے محفوظ رکھنے کے مواقع پیدا کریگا۔ مذہب مالکی میں بھی ترک مجامعت وجہ تفریق ہے۔

شوہر کا وطی پر قادر نہ ہونا

دفعہ (۳۲۸):

وطی پر قادر نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً شوہر مقطوع الذکر ہے، یا آلہ تناسل اتنا چھوٹا ہے کہ اس کے باعث وہ صحبت پر قادر نہیں ہے، یا آلہ تناسل موجود ہے لیکن کسی مرض کے باعث عورت سے جماع پر قادر نہیں ہے، تو ان تمام صورتوں میں عورت کو قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ پہلی اور دوسری صورت میں قاضی فوراً نکاح ختم کردیگا، اور تیسری صورت میں ایک قمری سال تک علاج کی مہلت دیگا، علاج کے بعد بھی جماع پر قادر نہ ہوسکا تو عورت کے مطالبہ پر فوراً قاضی نکاح فسخ کردیگا۔

النفقة يمكن تحصيلها بنحو تسلف وسؤال بخلاف الوطء۔
(فتویٰ علامہ سعید ابن صدیق فلاتی مالکی بحوالہ الحیلۃ الناجزہ ص ۱۲۲)

حوالہ دفعہ (۳۲۸):

لو وجدت المرأة زوجها مجبوبا خيرها القاضى للحال ولا يؤجل كذا فى فتاوى قاضيخان ويلحق بالمجبوب من كان ذكره صغيرا جدا كالزر۔ (عالمگیری باب العنین ص ۵۲۵ ج۱)

(ا ذا وجدت المرأة زوجها مجبوبا) أو مقطوع الذكر فقط أو صغيرا جدا كالزر .... (فرق) الحاكم بطلبها ...... (بينهما فى الحال).
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب العنین ص ۸۱۶ ج ۲)

(ولو وجدته عنينا ...... (أو خصيا) لا ينتشر ذكره ...... (أجل سنة) ...... (قمرية) (فا ن وطئ مرة) فبها (وا لا بانت بالتفريق) من القاضى ا ن أبى طلاقها (بطلبها)۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب العنین ص ۸۱۸ - ۸۲۰ ج ۲)

شوہر کا جذام، برص یا اس جیسے کسی موذی مرض میں مبتلا ہونا

دفعہ (۳۲۹):

اگر شوہر جذام، برص یا اس جیسے کسی موذی مرض میں نکاح کے بعد مبتلا ہوا تو عورت کی درخواست پر قاضی تحقیق حال اور ثبوت شرعی کے بعد شوہر کو ایک قمری سال علاج کی مہلت دیگا، اس کے بعد بھی اگر افاقہ نہ ہوا اور بیوی پھر تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی تفریق کر دیگا۔

تشریح:

اگر شوہر نکاح کے پہلے سے ان امراض میں مبتلا تھا اور عورت کو بھی پہلے سے اس کا علم تھا، اس کے باوجود عورت نے نکاح کیا تو اب اسے مطالبہ تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۳۲۹):

وا ذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام ...... قال محمد ا ن كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول ا ذا لم يبرأ، وا ن كان مطبقا فهو كالجب وبه نأخذ كذا فى الحاوى القدسى۔

(الفتاوی الہندیہ، باب العنین ص ۵۲۶ ج ۱)

(ولا يتخير) أحد الزوجين (بعيب الآخر) ولو فاحشا كجنون وجذام وبرص ورتق وقرن، و خالف محمدؒ فى الثلا ثة الأول وخالف الائمة الثلا ثة فى الخمسة، لو بالزوج (قوله فى الثلا ثة الاول) وهى الجنون والجذام والبرص وألحق بها القهستانى كل عيب لا يمكنها المقام معه ا لا بضرر ونقله المؤلف فى شرح الملتقى۔(الطحطاوی علی الدر المختار، باب العنین ص ۲۱۳ ج ۲)

(ولا خيار لها) اى لزوجة (ا ن وجدت به) عيبا ولو فاحشا (جنونا أو جذاما أو برصا) أو جربا أو جدريا أو زمانة أو سوء خلق أو غير ذلك سوى العنانة والجب والخصى كما مر (خلافا لمحمد) ا ذا كانت بحال لا تطيق المقام معه ذكره فى الحقائق لكن عبارة القهستانى أنها تتخير عند محمد بالثلاثه الأول وبكل عيب لا يمكنها المقام معه ا لا بضرر۔

(الدر المنتقی فی شرح الملتقی، باب العنین ص ۴۷۱ - ۴۷۲ ج ۱)

شوہر کا مجنون ہونا

دفعہ(۳۳۰):

شوہر کے جس جنون سے بیوی کے جسم وجان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے وہ جنون موجب تفریق ہے۔ لیکن شوہر کو قاضی علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیگا، اس کے بعد بھی اگر افاقہ نہ ہو اور بیوی علیحدگی چاہے تو قاضی تفریق کر دے گا۔

شوہر کا مفقود الخبر ہونا

دفعہ(۳۳۱):

مفقود الخبر اس غائب کو کہتے ہیں جس کا کوئی پتہ نہ ہو، اور نہ اس کی موت وحیات کی کوئی خبر ہو۔ اگر کسی خاتون کا شوہر اس طرح لاپتہ ہو تو اس کو قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔

حوالہ دفعہ(۳۳۰):

قال محمد ا ن كان بالزوج عيب لا يمكنه الوصول ا لى زوجته فالمرأة مخيرة بعد ذلك ينظر ا ن كان العيب كالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والعنة سواء فينظر حولا وا ن كان الجنون أصليا أو به مرض ولا يرجى برئه فهو والجب سواء وهي بالخيار ا ن شاء ت رضيت بالمقام معه و ا ن شاء ت رفعت الأمر ا لىٰ الحاكم حتى يفرق بينهما۔

(الفتاوی الحمادیہ للعلامہ رکن الدین ناگوری ص ۶۷، نقلا من المضمرات بحوالہ الحیلۃ الناجزۃ ص ۳۹)

لیکن چونکہ جنون حادث کی تفسیر نہ اس جگہ لکھی ہے اور نہ کہیں دوسرے مواقع میں دستیاب ہوئی، جس کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں مطبق کی تفسیر بھی پوری طرح واضح نہیں ہوسکتی، اور دوسرے مواضع میں جو مطبق کی تفسیر بمقابلہ غیر مطبق لکھی ہے اس کو محض قیاس سے اس جگہ جاری کرنا احتیاط کے خلاف ہے.................اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس تفصیل سے قطع نظر کرکے ہر حال میں سال بھر کی مہلت دی جاوے، اس کے بعد حکم کیا جاوے۔

(الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ ص ۶۲-۶۳، زیر عنوان حکم زوجہ مجنون)

حوالہ دفعہ(۳۳۱):

هو ...... غائب لم يدر أحيّ هو فيتوقع أم ميت أودع اللحد البلقع ۔

(تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار، ص ۴۵۳ ج ۳)

زوجہ مفقود کیلئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا

تشریح:

صورت مذکورہ میں مدعیہ اپنی زوجیت کا اور شوہر کے مفقود ہونے کا ثبوت شرعی پیش کرے پھر قاضی پہلے اس مفقود کی پوری تلاش وجستجو کرے گا، اگر پتہ نہ چل سکے اور شرعی طور پر ثابت ہو جائے کہ عورت کے نان ونفقہ کا کوئی نظم نہیں ہے یا اس کے معصیت میں مبتلا ہونے کا شدید خطرہ ہو تو قاضی دعویٰ کے ایک سال بعد عورت کے مطالبہ پر تفریق کردے گا۔ اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائیگی۔ اور اگر اس کے نان و نفقہ کا نظم شوہر کے مال سے ہوسکتا ہے یا بیوی شوہر سے نفقہ کو ساقط کر کے اپنے طور پر نفقہ کا نظم کرسکتی ہے اور اس کے معصیت میں مبتلا ہونے کا بھی اندیشہ نہیں ہے تو قاضی اس کو تفتیش وجستجو کے بعد چار سال تک شوہر کے انتظار کا حکم دے گا۔ اگر اس مدت کے اندر لاپتہ شوہر آ گیا تو عورت کا دعویٰ خارج کردیگا، ورنہ قاضی عورت کے مطالبہ تفریق پر عورت کو چار ماہ دس دن کی عدت گزار کر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دے دے گا۔

تھا...........اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے، بعدازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس مدت کے ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جاوے گا۔ اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا........... احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہوچکیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کرلیا جائے۔..........اشہب نے (جو امام مالک کے ممتاز شاگردوں میں ہیں اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دارالحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گزر چکا۔.......... الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے تو اس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے...........(فائدہ) زوجۂ مفقود کیلئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں بالاتفاق ضروری ہے جب کہ عورت اتنی مدت تک صبر وتحمل اور عفت کے ساتھ گزار سکے، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشہ ابتلاء ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصۂ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہوگئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش

شوہر کا غائب غیر مفقود ہونا

دفعہ (۳۳۲):

غائب غیر مفقود وہ ہے جس کا زندہ ہونا معلوم ہو، لیکن اس کا پتہ معلوم نہ ہو، یا پتہ بھی معلوم ہو لیکن نہ بیوی کے پاس آتا ہو نہ اس کو بلاتا ہو اور نہ اس کا نفقہ ادا کرتا ہو، جس سے عورت سخت تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو، ایسی صورت میں عورت اس ظالم شوہر سے نجات کیلئے قاضی کے یہاں تفریق کی درخواست دے سکتی ہے، درخواست کی وصولی کے بعد:

(الف) بیوی کو قاضی حکم کرے گا کہ وہ گواہوں اور حلف کے ذریعہ غائب شوہر سے اپنا نکاح اور اس پر نفقہ کا وجوب ثابت کرے بایں طور کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا ہے اور نہ اس نے نفقہ بھیجا ہے، نہ یہاں کوئی انتظام کیا ہے نہ میں نے معاف کیا ہے۔

(ب) نکاح اور وجوب نفقہ کے ثبوت کے بعد قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو بلا لو (بشرطیکہ عورت کے وہاں جانے میں کوئی خطرہ نہ ہو) یا وہیں سے انتظام کر دو ورنہ اس کو طلاق دیدو، اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔

ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جائے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے، .... یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی۔ اور اس صورت میں زوجہ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق گزارنے ہوں گے۔

(الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزۃ، زیر عنوان حکم زوجہ مفقود ص ۶۹-۸۰)

حوالہ دفعہ (۳۳۲):

(الحيلة الناجزة ص ٦٣-٦٤) ومثل المفقود من علم موضعه وشكت زوجته عدم النفقة يرسل ا ليه الحاكم اما أن تحضر أو ترسل النفقة أو تطلقها وا لا طلقها الحاكم بل ولو كان حاضرا و عدمت النفقة۔ (فتوی علامہ سعید ابن صدیق الفلاتی مالکی مدینہ منورہ بحوالہ الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۱۱)

طريق تطليق زوجة المفقود أو الغائب الذى تعذر الا رسال ا ليه أو أرسل ا ليه فتعاند ان كان لعدم النفقة فان الزوجة تثبت بشاهدين ان فلانا زوجها وغاب عنها ولم يترك لها نفقه ولا وكيلا بها ولا اسقطتها عنه وتحلف على ذلك فيقول الحاكم فسخت نكاحه أو طلقتك

قاضی اپنا یہ حکم دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ اس کے پاس بھیجے اس طور پر کہ حکم نامہ حوالہ کرنے سے پہلے ان کو پڑھ کر سنا دے اور حوالہ کرتے ہوئے کہے کہ غائب کے پاس لے جاؤ اور اس سے جواب طلب کرو۔ جو کچھ وہ تحریری یا زبانی جواب نفی یا اثبات میں دے اس کو خوب محفوظ رکھنا تا کہ واپس آ کر اس پر شہادت دے سکو، اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دینا (زبانی جواب احتیاطاً لکھ لے تا کہ اس پر شہادت دے سکے)۔ اگر غائب ایسی جگہ رہتا ہو جہاں آدمی بھیجنے کا انتظام ممکن نہ ہو تو مجبوری کے وقت ڈاک کے ذریعہ حکم بھیجنا بھی کافی ہے۔ اب اگر شوہر نے قاضی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیوی کے نفقہ کی ادائیگی شروع کر دی یا کسی عزیز وقریب یا اجنبی شخص نے عورت کے نفقہ کی کفالت کر لی تو فبہا، ورنہ قاضی اب سے مزید ایک ماہ یا اپنی صوابدید پر اس سے کچھ زیادہ دن کی مہلت دینے کے بعد عورت کے مطالبہ پر تفریق کر دے، اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائیگی۔

شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا

دفعہ (۳۳۴):

اگر شوہر نفقہ پر قدرت کے باوجود زوجہ کا نفقہ ادا نہ کرتا ہو اور نہ عورت عزت وآبرو کی حفاظت کے ساتھ خود نفقہ کا انتظام کر سکتی ہو اور نہ کوئی دوسرا شخص اس کے نفقہ کا کفیل ہو، یا دقت وپریشانی سے نفقہ کا انتظام تو ہو سکتا ہو لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو اور شوہر خلع یا طلاق پر بھی راضی نہ ہو تو ایسی سخت مجبوری کی حالت میں زوجہ قاضی کے یہاں تفریق کی درخواست دے سکتی

منه أو يأمره بذلك ثم يحكم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر أو باجتهاده عند المالكية۔

(فتوی علامہ الفاہاشم مالکی بحوالہ الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۱۴)

حوالہ دفعہ (۳۳۳):

واما المتعنت الممتنع على الانفاق ففى مجموع الأمير مانصهٗ ان منعها نفقة الحال فلها القيام فا ن لم يثبت عسره أنفق أو طلق وا لّا طلق عليه قال محشيه قوله والا طلق عليه الحاكم من غير تلوم ا لیٰ أن قال وان تطوع بالنفقة قريب أو أجنبى...... قال ابن عبدالرحمن لا مقال لها لأن سبب الفراق هو عدم النفقة قدانتفى۔

(فتویٰ علامہ سعید ابن صدیق الفلاتی مالکی بحوالہ الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۲۳)

ہے، قاضی شہادت وغیرہ کے ذریعہ معاملہ کی پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو قاضی شوہر کو حکم کرے کہ بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ ہم خود تفریق کردیں گے، اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کردے، اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائے گی۔

شوہر کا ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونا

دفعہ(۳۳۴):

اگر شوہر مفلسی (جس میں اس کی کوتاہی کو دخل نہیں ہے) کی بنیاد پر نفقہ دینے سے عاجز ہے تو اولاً قاضی مناسب مہلت دے گا۔ اور اس کے بعد بھی عورت نفقہ سے محروم رہی اور ایسے موقعہ پر فقہ حنفی میں عورت کے گزارہ کے لئے بتلائی ہوئی تمام تدبیریں ممکن العمل نہ ہوں، یا ناکام ہو جائیں اور حالات کے پیش نظر قاضی یہ محسوس کرے کہ نفقہ سے محرومی عورت کو ضرر شدید ہی نہیں فتنہ میں مبتلا کرسکتی ہے تو ایسی حالت میں قاضی عورت کے مطالبہ پر نکاح فسخ کرسکتا ہے۔

بیوی کو سخت مار پیٹ کرنا

دفعہ(۳۳۵):

اگر شوہر زوجہ کو برا بھلا کہے، گالی دے جو عورت کیلئے انتہائی تحقیر اور اذیت کا باعث ہو، یا

حوالہ دفعہ(۳۳۵):

اما الجواب عن امرأة المعسر الذى لا يجد ماينفق عليها ففى المدونة قال لنا مالك وكل من لم يقوعلى نفقة امرأته فرق بينهما۔ (فتویٰ سعید بن صدیق الفلاتی مالکی بحوالۃ الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۲۱)

وقد اختلف القائلون بالفسخ فى تاجيله بالنفقة فقال مالك يؤجل شهرا أو شهرين وقال الشافعى ثلثة أيام۔ (بحوالہ سابق ص ۱۲۳)

حوالہ دفعہ(۳۳۵):

ومذهب المالكية أن للزوجة فى هذه الحالة أن تطلب ا لى القاضى أن يطلق منه وقد

شدید زدوکوب کرے تو اس کو حق تفریق حاصل ہوگا۔

تشریح:

قرآن مجید میں "ولا تمسکو ھن ضراراً لتعتدوا ومن یفعل ذلك فقد ظلم نفسه" (سورہ بقرہ: ۲۳۱) وارد ہوا ہے کہ ظاہر ہے کہ ضرب شدید اور گالی گلوچ سے بڑھ کر ضرر رساں بات اور کیا ہوگی، جناب نبی کریم ﷺ نے ضرب مبرح سے منع فرمایا ہے، اور یہ مار پیٹ، گالی گلوچ "لاضرر ولا ضرار فی الا سلام" کے مسلمہ اصول کے بھی خلاف ہے، اس لئے ایسی حالت میں اس ضرر کے تدارک کے لئے عورت کو قاضی کے یہاں درخواست دینے کا حق حاصل ہوگا۔ قاضی تحقیق حال کے بعد مناسب فیصلہ صادر کرے گا خواہ افہام وتفہیم کرکے چھوڑ دے یا شوہر سے ضمانت و مچلکہ لے کر چھوڑ دے، یا میاں بیوی میں تفریق کرکے اس ضرر کا تدارک کرے۔

زوجین میں شقاق کا پایا جانا

دفعہ (۳۳۶):

اگر زوجین کے درمیان شدید نفرت پیدا ہوجائے کہ دونوں کا اللہ کے حدود کو قائم رکھتے ہوئے ازدواجی زندگی گزارنا ممکن نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں: (الف) قاضی حکمین مقرر کرے گا

أخذ المشروع المصری أخیرا بمذھب المالکیة فی ھذہ المسئلة۔
(الاحوال الشخصیۃ ص ۱۵۴ بحوالہ کتاب الفسخ والتفریق للعلامۃ عبدالصمد الرحمانی ص ۱۰۵)

ومذھب المالکیة ان الزوج ا ذا کان یضار زوجته بالضرب ونحوہ کالا کراہ علی فعل أمر حرام کان لھا أن ترفع أمرھا ا لی القاضی وکان لھا أن تطلب من القاضی تأدیبه وزجرہ لیکف أذاہ عنھا کما أن لھا أن تطلب التطلیق منه۔
(الاحوال الشخصیۃ ص ۴۰۷ بحوالہ کتاب الفسخ والتفریق للعلامۃ عبدالصمد الرحمانی ص ۱۰۵)

حوالہ دفعہ (۳۳۶):

وا ن خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من أھله وحکما من أھلھا ا ن یریدا ا صلاحا یوفق

تا کہ اصلاح کی صورت نکل سکے، (ب) اگر تحکیم کے باوجود اصلاح حال یا باہمی رضامندی سے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں نکل سکے تو قاضی بربنائے شقاق، زوجہ کے مطالبہ کی صورت میں تفریق کردیگا۔

تشریح:

اگر زوجین میں اختلاف و شقاق پیدا ہوجائے یعنی کسی وجہ سے زوجین کے درمیان ایسی شدید نفرت پیدا ہوجائے کہ حسن معاشرت کی گنجائش باقی نہ رہے اور اللہ کے حدود پر قائم رہنا مشکل ہوجائے تو ایسی صورت میں ابتداءً اصلاح کی کوشش کی جائے گی اور اس کے لئے حکمین مقرر کئے جائیں گے، حکمین کی کوشش ہوگی کہ یہ منافرت دور ہوجائے یا دونوں کی رضامندی سے علیحدگی ہوجائے، لیکن اگر اس کوشش میں بھی ناکامی ہوتو قاضی کے ذریعہ تفریق کردی جائیگی۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم معاشرت بالمعروف کا ہے، اس کے لئے دونوں طرف سے محبت ضروری ہے، معاشرت بالمعروف کے امکانات اس وقت ختم ہوجائیں گے جب زوجین ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں یا زوجین میں سے کوئی ایک نفرت کرنے لگے تو بھی

اللّٰہ بینهما۔ (سورۃ نساء)

روی البغوی بسنده من طریق الشافعیؒ عن عبیدة أنه قال فی هذه الآیة أنه جاء رجل وامرأة ا لیٰ علی بن أبی طالب ومع كل واحد منهما فئام من الناس فأمرهم علي فبعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها ثم قال للحكمين تدريان ما عليكما، عليكما ا ن رأيتما أن تجمعا تجمعا وا ن رأيتما أن تفرقا، تفرقا قالت المرأة رضيت بكتاب الله بما علي فيه ولی قال الرجل اما الفرقة فلا فقال علي كذبت والله حتى تقر بمثل الذی أقرت به۔ (تفسیر مظہری ص ۱۰۱ ج ۲)

ويشترط فی الحكمين عندهم أربعة شروط وهی الذكورة والعدالة والرشد والعلم بما مما بسبيله فلا يجوز تحكيم النساء ولا الصبيان ولا العبيد ولا المجانين ولا الكفار ولا الفسقة ولا السفهاء ولا من لا علم عندهم بأحكام النشوز والصلح، ثم ا ن وجد حكمان من أهل الزوجين وأمكن تحكيمهما وجب تحكيمهما ولم يجز للقاضی أن يبعث أجنبيين ويندب كون الحكمين من جيران الزوجين ولا يشترط رضاء الزوجين بما يحكمان به۔
(الاحوال الشخصیہ ص ۴۰۷ بحوالہ الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۱۲)

شقاق قرار دیا جائیگا کہ دونوں کی رضا معاشرت بالمعروف کے لئے ضروری ہے، اور ایک کی طرف سے بھی محبت و رضا کا فقدان معاشرت بالمعروف کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے، پس دونوں ہی ایک دوسرے سے نفرت کریں یا کسی بھی وجہ سے عورت شدید نفرت میں مبتلا ہو تو قاضی کو چاہیے کہ حکمین مقرر کرے جو اصلاح حال کی صورت نکالیں، اور اگر باوجود ان کوششوں کے اصلاح حال ممکن نہ ہو اور نکاح اپنے مقاصد سے خالی ہو جائے یعنی امساک بالمعروف سخت دشوار ہو جائے تو شوہر کی ذمہ داری تسریح بالاحسان ہے، لیکن اگر شوہر اس سے گریز کرے تو قاضی نیابۃً عن الزوج تفریق کردے گا۔

مرد کا اپنی حالت کے بارے میں عورت کو دھوکے میں ڈال کر نکاح کرنا

دفعہ (۳۳۷):

اگر کسی نے اپنے خاندان، عقیدہ یا اپنی مالی حالت یعنی مہر و نفقہ پر قدرت کے بارے میں غلط بیانی کی اور لڑکی والوں کو دھوکہ میں ڈال کر نکاح کر لیا تو عورت کو قاضی کے ذریعہ فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہوگا، اور قاضی اس بنیاد پر ثبوت شرعی کے بعد تفریق کرسکتا ہے۔

حوالہ دفعہ (۳۳۷):

وأفاد البهنسی أنه لو تزوجته علی أنه حر أو سنی أو قادر علی المهر والنفقة فبان بخلافه أو علی أنه فلان بن فلان فا ذا هو لقیط أو ابن زنا کان لها الخیار فلیحفظ (قوله کان لها الخیار) ای لعدم الکفاء ة واعترضه بعض مشائخ مشائخنا بان الخیار للعصبة، قلت وهو موافق لما ذکره الشارح أول باب الکفاء ة من أنها حق الولی لا حق الامرأة لکن حققنا هناك أن الکفاء ة حقهما ونقلنا عن الظهیریة لو انتسب الزوج لها نسبا غیر نسبه فا ن ظهر دونه وهو لیس بکفوء فحق الفسخ ثابت للکل وا ن کان کفوا فحق الفسخ لها دون الأولیاء وا ن کان ما ظهر فوق ما أخبر فلا فسخ لأحد و عن الثانی وأن لها الفسخ لأنها عسی تعجز عن المقام معه، وتمامه هناك لکن ظهر لی الآن أن ثبوت حق الفسخ لها للتعزیر لا لعدم الکفاء ة بدلیل انه لو ظهر کفوء ا یثبت لها حق الفسخ لأنه غرها ولا یثبت للأولیاء لأن التغریر لم یحصل لهم وحقهم فی الکفاءة وهی موجودة وعلیه فلا یلزم من ثبوت الخیار لها فی هذه المسائل

تفریق بہ سبب حرمت مصاہرت

دفعہ(۳۳۸):

اگر بیوی نے دعویٰ کیا کہ شوہر کے مرد اصول وفروع میں سے کسی نے اسے شہوت کے ساتھ چھوا ہے، یا شوہر نے میرے اصول وفروع مؤنث میں سے کسی کوشہوت کے ساتھ مس کیا ہے، اور شوہر نے بیوی کے اس بیان کی تصدیق کردی یا شوہر کے انکار کی صورت میں بیوی نے قاضی کی عدالت میں گواہوں کے ذریعہ دعویٰ کو ثابت کر دیا تو زوجین کے درمیان دائمی حرمت پیدا ہوگئی، اب شوہر کی ذمہ داری ہے کہ بیوی کو یہ کہہ کر کہ ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا'' علیحدہ کردے۔ اس طرح چھوڑ دینے کو شریعت میں ''متارکت'' کہتے ہیں، اگر شوہر اپنی تصدیق یا بیوی کے گواہ پیش کردینے کے باوجود متارکت سے گریز کرے تو قاضی نیابۃً عن الزوج تفریق کردے گا، اور یہ تفریق ظاہراً و باطناً دونوں طرح نافذ ہوگی۔ اور اگر شوہر نے بیوی کے دعویٰ حرمت مصاہرت کو تسلیم نہیں کیا اور عورت گواہ بھی نہ پیش کرسکی تو قاضی مقدمہ کو خارج کردے گا۔

ظهوره غير كفء والله سبحانه أعلم۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب العنین ص ۸۴۲- ۸۴۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۳۸):

(وا ن ادعت الشهوة) فی تقبيله أو تقبيلها ابنه (وأنكرها الرجل فهو مصدق) لا هی (ا لا أن يقوم ا ليها منتشرا) آلته (قوله فهو مصدق) لانه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر...... (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات ص ۳۸۹)

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج بآخر ا لا بعد المتاركة وانقضاء العدة (قوله ا لا بعد المتاركة) ای وان مضى عليها سنون كما فی البزازية وعبارة الحاوی ا لا بعد تفريق القاضی أو بعد المتاركة اهـ وقد علمت أن النكاح لايرتفع بل يفسد وقد صرحوا فی النكاح الفاسد أن المتاركة لا تحقق ا لا بالقول...... كتركتك أو خليت سبيلك۔ (الدر المختار مع رد المحتار فصل فی المحرمات ص ۳۸۹ ج ۲، وحوالہ دفعہ ۸۳)

وفی البزازية عن الأوزجندی أنها ترفع الأمر للقاضی فان حلف ولا بينة لها فالاثم عليه اهـ۔ (رد المحتار، باب الصریح ص ۵۹۴ ج ۲ نیز دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ)

تشریح:

(الف) شہوت کے ساتھ چھونے سے مراد یہ ہے کہ اگر چھونے والا مرد ہے تو چھونے کے عمل کے ساتھ ساتھ اس کے آلہ تناسل میں تحریک وانتشار بھی ہو رہا ہو تو حرمت پیدا ہوگی، اور اگر تحریک وانتشار قبل سے موجود ہے تو چھونے کے عمل سے اس میں مزید انتشار ہو تو حرمت پیدا ہوگی، اور اگر چھونے والا عنین یا شیخ فانی یا عورت ہے تو حرمت کے لئے قلب میں انتشار اور اگر انتشار پہلے سے ہو تو اس میں اضافہ ضروری ہے۔ واضح رہے کہ انتشار قلب میلان قلب سے آگے کی چیز ہے، اس لئے اگر چھونے سے صرف میلان قلب ہوا ہے تو وہ حرمت کے لئے کافی نہیں ہے۔

(ب) بوسہ اور مس بالشہوت سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے شرط ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے۔ اگر کسی نے ایسے کپڑے کے اوپر سے بوسہ لیا یا مس بالشہوت کیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

حوالہ تشریح دفعہ (۳۳۸) شق (الف):

والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما وحدها فيهما تحرك آلته أو زيادته به يفتى وفى امرأة ونحو شيخ كبير تحرك قلبه أو زيادته (قوله وفى امرأة ونحو شيخ كبير الخ) قال فى الفتح ثم هذا الحد فى حق الشاب، أما الشيخ والعنين فحدهما تحرك قلبه أو زيادته ان كان متحركا لا مجرد ميلان النفس فانه يوجد فيمن لا شهوة له أصلا كالشيخ الفانى، ثم قال ولم يحدوا الحد المحرم منها اى من المرأة واقله تحرك القلب علي وجه يشوش الخاطر۔

(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات ص ۳۸۵-۳۸۶ ج ۲)

حوالہ تشریح دفعہ (۳۳۸) شق (ب):

(قوله بحائل لايمنع الحرارة) ...... فلو كان مانعا لاتثبت الحرمة۔

(رد المحتار، فصل فی المحرمات ص ۳۸۵)

(ج) حرمت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مس یا تقبیل سے انزال نہ ہوا ہو، اگر انزال ہو گیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

(د) گواہی میں تفصیل یہ ہے کہ دہن اور رخسار کا بوسہ لینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعویٰ میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی، شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا، اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہوگا۔ اور پیشانی یا سر وغیرہ کا بوسہ لینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم انتشار آلہ اور دیگر قرائن سے شاہدین کو ہوسکتا ہے) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے، اس کی بنا پر تفریق کا حکم نہ کیا جائے گا بلکہ خاوند سے حلف لیا جائے گا کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے، اگر اس نے حلف لے لیا تو قاضی تفریق نہیں کریگا، ورنہ تفریق کر دیگا۔

(ہ) مس اور تقبیل کے وقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہو گئی تب بھی حرمت

حوالہ تشریح دفعہ (۳۳۸) شق (ج):

هذا ا ذا لم ينزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة به يفتىٰ۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، فصل فی المحرمات ص ۳۸۶ ج ۲)

حوالہ تشریح دفعہ (۳۳۸) شق (د):

(وا ن ادعت الشهوة) فى تقبيله او تقبيلها ابنه (وانكرها الرجل فهو مصدق) لا هى (ا لا أن يقوم ا ليها منتشرا) آلته (فيعانقها) لقرينة كذبه (أو يأخذ ثديها أو يركب معها) أو يمسها على الفرج أو يقبلها على الفم قاله الحدادى، وفى الفتح يتراء ى ا لحاق الخدين بالفم...... (وتقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل عن شهوة و كذا) تقبل (على نفس اللمس والتقبيل) والنظر ا لى ذكره أو فرجها (عن شهوة فى المختار) تجنيس ، لأن الشهوة مما يوقف عليها فى الجملة بانتشار أو آثار۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، فصل فی المحرمات ص ۳۸۹- ۳۹۰ ج ۲)

حوالہ تشریح دفعہ (۳۳۸) شق (ہ، و):

وتكفى الشهوة من أحدهما (قوله وتكفى الشهوة من أحدهما) هذا ا نما يظهر فى

ثابت ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا یا تقبیل کی تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا حرمت کے لئے کافی ہے۔

(و) شرمگاہ کے اندرونی حصہ یا آلہ تناسل کو شہوت کے ساتھ صرف دیکھنے سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے، لیکن اس میں حرمت مصاہرت کے لئے ضروری ہے کہ جو دیکھے اس کو شہوت ہو، صرف دوسری طرف سے شہوت کا ہونا موجب حرمت نہیں ہے۔

تفریق بسبب فساد نکاح

دفعہ(۳۳۹):

نکاح فاسد کی صورت میں زوجین پر متارکت لازم ہے، اگر دونوں باہم جدا نہ ہوں تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کردے گا۔

تشریح:

متارکت یہ ہے کہ شوہر بیوی میں سے کوئی بھی دوسرے کے بارے میں کہے کہ

المس أما فی النظر فتعتبر الشهوة من الناظر سواء وجدت من الآخر أم لا اهـ.
(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات ص ۳۸۹ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۳۹):

(و) يثبت (لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها أولا) فی الأصح خروجا عن المعصية فلا ينافی وجوبه بل يجب علی القاضی التفريق بينهما (قوله بل يجب علی القاضی) ای ان لم يتفرقا۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر ص ۴۸۳)

(و) مبدؤها (فی النكاح الفاسد بعد التفريق) من القاضی بينهما ...... (أو) المتاركة ای ا ظهار العزم) من الزوج (علی ترك وطئها) بأن يقول بلسانه تركتك .... لا مجرد العزم لو مدخولة وا لا فيكفی تفريق الأبدان. (قوله من الزوج) قيد به لأن ظاهر كلامهم أنها لا تكون من المرأة، قال فی البحر ورجحنا فی باب المهر أنها تكون من المرأة أيضاً ولذا ذكر مسكين من صورها ان تقول فارقتك اهـ ورجحه باتفاقهم علی أن لكل منهما فسخ هذا النكاح والفسخ متاركة اهـ۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب العدة ص ۸۴۱- ۸۴۲ ج ۲)

میں نے چھوڑ دیا، یا اس کے ہم معنی کوئی اور جملہ کہے۔

فرقت کی وہ صورتیں جن میں قضاء قاضی شرط نہیں ہے

دفعہ(۳۴۰):

(۱) ثبوت مصاہرت کے بعد شوہر متارکت کر لے، (۲) نکاح فاسد ہونے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی متارکت کر لے، (۳) فرقت بسبب ایلاء، (۴) فرقت بسبب ارتداد زوج۔

دفعہ(۳۴۱):

حرمت مصاہرت کی صورت میں شوہر کا متارکت کر لینا نکاح ختم ہونے کے لئے کافی ہے۔

دفعہ(۳۴۲):

نکاح فاسد کی صورت میں مرد وعورت میں سے کسی کا متارکت کر لینا نکاح ختم ہونے کے لئے کافی ہے۔

دفعہ(۳۴۳):

اگر کسی نے بیوی سے ایلاء کیا اور مدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو ایلاء کے باب میں بیان

حوالہ دفعہ(۳۴۰) کے لئے حوالہ دفعہ(۳۳۸) و (۳۳۹) دیکھئے۔

حوالہ دفعہ(۳۴۱) کے لئے حوالہ دفعہ(۳۳۸) و (۳۳۹) دیکھئے۔

حوالہ دفعہ(۳۴۲):

(و) يثبت (لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها أولا) فى الأصح خروجا عن المعصية فلا ينافى وجوبه بل يجب على القاضى التفريق بينهما (قوله بل يجب على القاضى) اى ا ن لم يتفرقا۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر ص ۴۸۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۴۳):

(وحمكه وقوع طلقة بائنة ان بَرَّ) ولم يطأ (و) لزوم (الكفارة و الجزاء) المعلق (ان

کی ہوئی تفصیل کے مطابق نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

دفعہ(۳۴۴):

اگر شوہر مرتد ہو جائے تو نکاح خود بخود ختم ہو جائیگا۔

حنث) بالقربان (قوله ولم يطأ) عطف تفسير والمراد بالوطء حقيقته عند القدرة أو مايقوم مقامه كالقول عند العجز فالمراد ولم يفیء ای لم يرجع ا لی ماحلف عليه۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الایلاء ص ۵۱۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۴۴):

فلو ارتد مرارا وجدد الا سلام فی كل مرة وجدد النكاح ...... تحل امرأته من غير ا صابة زوج ثان كما فی الخانية وا نما كانت فسخا ولم تكن طلاقا لأن الردة منافية للنكاح لكونها منافية للعصمة، والطلاق رافع فتعذر ان تجعل طلاقا بحر۔
(الطحطاوی علی الدرالمختار، باب نکاح الکافر ص ۸۴ ج ۲)

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ——— قانون عدت

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوَءٍ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ .... وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكُيمٌ﴾

(اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک، اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالی نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہو، اس کو پوشیدہ کریں، اگر وہ عورتیں اللہ تعالی پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں، اور ان عورتوں کے شوہر ان کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں، اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں، اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق، اور مردوں کے ان کا مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے، اور اللہ تعالی زبردست ہیں، حکیم ہیں)

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۲۸)

قانون عدت

دفعہ(۳۴۵):

آ ثار نکاح ختم ہو جانے کے لئے شریعت نے عورت کے واسطے جو مدت مقرر کی ہے اس کا نام عدت ہے۔

شرائط وجوب عدت

دفعہ(۳۴۶):

نکاح صحیح کی صورت میں اگر وطی یا خلوت سے پہلے علیحدگی ہوگئی تو عدت واجب نہیں ہے، لیکن اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بہر حال عدت واجب ہے۔

دفعہ(۳۴۷):

مطلقاً خلوت سے عدت واجب ہو جاتی ہے خواہ خلوت صحیحہ ہو یا فاسدہ۔

حوالہ دفعہ(۳۴۵):

وعرفها فى البدائع بأنها أجل ضرب لانقضاء مابقى من آثار النكاح ۔

(ردالمحتار، باب العدۃ ص ۸۲۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۴۶) تا (۳۴۸):

باب العدة (هى) .... (تربص يلزم المرأة) ...... (عند زوال النكاح) ...... (أو شبهته......) (وسبب وجوبها) عقد (النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه) من موت أو خلوة اى صحيحة فلا عدة بخلوة الرتقاء وشرطها الفرقة. (قوله وما جرى مجراه) عطف على التسليم والضمير يعود ا ليه والأولى العطف بأو لأن التاكد يكون بأحدهما، وهذا خاص بالنكاح الصحيح، أما الفاسد فلا تجب فيه العدة ا لا بالوطء كما مر فى باب المهر ويأتى

دفعہ(۳۴۸):

نکاح فاسد میں خلوت یا زوج کی موت سے عدت واجب نہیں ہوگی، بلکہ اس صورت میں وجوب عدت کے لئے وطی کا ہونا ضروری ہے۔

مدت عدت

دفعہ(۳۴۹):

عدت وفات قمری چار مہینے دس دن ہیں، اور اگر زوجہ حاملہ ہوتو وضع حمل ہے۔

دفعہ(۳۵۰):

مطلقہ کی عدت اگر اسے حیض آتا ہوتو مکمل تین حیض ہے، اور اگر کم عمری یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہوتو قمری تین مہینے ہیں۔

(قوله اى صحيحة) فيه نظر، فان الذى تقدم فى باب المهر ان المذهب وجوب العدة للخلوة صحيحة أو فاسدة۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب العدة ص ۸۲۳- ۸۲۵ ج ۲)

ا ن الموطوءة بنكاح فاسد سواء فارقها أو مات عنها تجب عليها العدة التى هى عدة الطلاق وهى ثلاث حيض لا عدة موت وهى أربعة أشهر وعشر .... اى ا ن كانت تحيض وا لا فثلاثة أشهر أو وضع الحمل فافهم۔ (رد المحتار، باب المهر ص ۴۸۳ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۴۹):

عدة الحرة فى الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام سواء كانت مدخولاً بها أو لا مسلمة أو كتابية تحت مسلم صغيرة أو كبيرة أو آئسة وزوجها حر أوعبد حاضت فى هذه المدة أو لم تحض ولم يظهر حبلها كذا فى فتح القدير هذه العدة لاتجب ا لا فى نكاح صحيح كذا فى السراج الوهاج۔ (فتاویٰ ہندیہ، الباب الثالث عشر فی العدة ص ۵۲۹، وحوالہ دفعہ ۹۷)

حوالہ دفعہ(۳۵۰):

ا ذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو ثلاثا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية كذا فى السراج الوهاج، والعدة لمن لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن ولم تحض ثلاثة أشهر كذا فى النقاية۔ (فتاویٰ ہندیہ، باب العدة ص ۵۲۶ ج ۱)

دفعہ(۳۵۱):

اگر مطلقہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

دفعہ(۳۵۲):

نکاح فاسد اور وطی بالشبہ میں عدت مکمل تین حیض ہے، اور اگر کم عمری یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو عدت تین ماہ قمری ہے، اور حاملہ ہونے کی صورت میں عدت وضع حمل ہے۔

دفعہ(۳۵۳):

تفریق، طلاق، خلع، متارکت یا موت کے بعد سے عدت شروع ہو جاتی ہے، خواہ عورت کو ان باتوں کا علم ہو یا نہ ہو۔

حوالہ دفعہ(۳۵۱):

وعدة الحامل أن تضع حملها كذا فى الكافى...... سواء كانت عن طلاق أووفاة أومتاركة أو وطء بشبهة كذا فى النهر الفائق. (فتاویٰ ہندیۃ، باب العدۃ ص ۵۲۸ ج۱)

حوالہ دفعہ(۳۵۲):

وا ذا دخل الرجل بالمرأة علىٰ وجه شبهة أو نكاح فاسد فعليه المهر وعليها العدة ثلاث حيض ا ن كانت حرة وحيضتان ا ن كانت أمة سواء مات عنها أو فرق بينهما وهى حية فا ن كانت لا تحيض من صغر أو كبر فعدة الحرة ثلاثة أشهر ......

(فتاوی ہندیۃ، باب العدۃ ص ۵۲۷، نیز حوالہ دفعہ ۹۶ دیکھئے)

حوالہ دفعہ(۳۵۳):

(ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت) يعنى ابتداء عدة الطلاق من وقته وابتداء عدة الوفاة من وقتها سواء علمت بالطلاق والموت أو لم تعلم حتى لو لم تعلم ومضت مدة العدة فقد انقضت، لأن سبب وجوبها الطلاق أوالوفاة فيعتبر ابتداؤها من وقت وجود السبب كذا فى الهداية الخ۔ (البحر الرائق مع الکنز، باب العدۃ ص ۱۴۱ ج۴)

دفعہ(۳۵۴):

اگر عدت کا آغاز قمری مہینہ کی پہلی تاریخ سے نہیں ہورہا ہے تو ہر مہینہ تیس دنوں کا شمار ہوگا، اس صورت میں عدت وفات کے ایام ایک سوتیس دن ہوں گے، اور طلاق، تفریق، متارکت میں عدت کے ایام نوے دن ہوں گے۔

عدت کے احکام

دفعہ(۳۵۵):

وقوع طلاق کے وقت یا کسی بھی طرح جدائیگی کے وقت مکلفہ عورت کا جو رہائشی مکان تھا اسی مکان میں عدت گزارنا اس پر واجب ہے، بغیر کسی عذر شرعی (عذر شرعی کا بیان دفعہ ۴۰۱ میں آرہا ہے) اس مکان سے کسی وقت نکلنا جائز نہیں ہے، نیز طلاق رجعی کے علاوہ علاحدگی کی تمام صورتوں

حوالہ دفعہ(۳۵۴):

ا ذا وجبت العدة بالشهور فى الطلاق والوفاة فان اتفق ذلك فى غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة وا ن نقص العدد عن ثلاثين يوما وا ن اتفق ذلك فى خلاله فعند أبى حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ وا حدى الروايتين عن أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ يعتبر فى ذلك عدد الأيام تسعون يوما فى الطلاق وفى الوفاة يعتبر مأة وثلاثون يوما كذا فى المحيط۔

(فتاویٰ ہندیہ، باب العدۃ ص ۵۲۷ ج۱)

(و) العدة (فى) حق (من لم تحض)...... (ثلاثة أشهر) بالأهلة لو فى الغرة وا لا فبالأيام بحر وغيره۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب العدۃ ص ۸۲۷- ۸۲۹ ج۲)

حوالہ دفعہ(۳۵۵):

(ولا تخرج معتدة رجعى وبائن) بأى فرقة كانت ....(لو......) ...... (مكلفة من بيتها أصلا) لا ليلا ولا نهارا .... ولو با ذنه لأنه حق اللّٰه تعالىٰ ...... (قوله بأى فرقة كانت الخ) اى ولو بمعصية كتقبيلها ابن زوجها (قوله مكلفة) أخرج الصغيرة و المجنونة (قوله من بيتها) متعلق بقوله ولا تخرج والمراد به مايضاف ا ليها بالسكنىٰ حال وقوع الفرقة والموت هداية، سواء كان مملوكا للزوج أو غيره حتى لو كان غائبا وهى فى دار بأجرة قادرة علىٰ

میں مرد سے سخت پردہ اور احتیاط لازم ہے، اور اگر عورت کی عصمت کو مرد سے خطرہ لاحق ہو تو قاضی مرد کو گھر سے باہر رہنے کا حکم دے۔

دفعہ(۳۵۶):

عدت وفات بھی عورت اسی گھر میں گزارے گی جو شوہر کی موت کے وقت اس کا رہائشی گھر تھا، البتہ اگر نفقہ کا انتظام نہ ہو یا اس کی جائداد کی دیکھ ریکھ کرنے والا کوئی نہ ہو تو بقدر ضرورت گھر سے باہر جا سکتی ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ گزارنا بہر صورت اسی گھر میں واجب ہے۔

دفعہ(۳۵۷):

جس مکان میں عدت گزارنا ضروری تھا اگر وہ مکان منہدم ہو جائے، یا اس کے انہدام کا خطرہ ہو، یا اس مکان میں عورت کو خوف شدید لاحق ہو، یا کرایہ کا مکان تھا اور معتدہ اس مکان کا

دفعها فليس لها أن تخرج بل تدفع وترجع ا ن كان با ذن الحاكم ـ
(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی الحداد ص ۸۵۲-۸۵۳ ج۲)

(ولا بد من سترة بينهما فی البائن) .... (وا ن ضاق المنزل عليها أو كان الزوج فاسقا فخروجه أولى) لأن مكثها واجب لا مكثه ومفاده وجوب الحكم به ذكره الكمال۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، فصل فی الحداد ص ۸۵۵ ج۲)

حوالہ دفعہ(۳۵۶):

(و معتدة موت تخرج فی الجديدين وتبيت) أكثر الليل (فی منزلها) لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلايحل لها الخروج فتح، وجوز فی القنية خروجها لا صلاح ما لا بد لها منه كزراعة ولا وكيل لها (قوله لأن نفقتها عليها)...... قال فی الفتح والحاصل ان مدارحل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها اهـ.
(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی الحداد ص ۸۵۳-۸۵۴ ج۲)

حوالہ دفعہ(۳۵۷):

(تعتدان) ای معتدة طلاق وموت (فی بيت وجبت فيه) ولا تخرجان منه (ا لا أن تخرج أويتهدم المنزل أو تخاف) انهدامه أو (تلف مالها أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات تخرج لأقرب موضع ا ليه وفی الطلاق ا لى حيث شاء الزوج (قوله أولا تجد كراء

کرایہ نہ ادا کر سکتی ہو، یا وہ مکان شوہر کا ترکہ بن کر وارثوں میں تقسیم ہوا اور معتدہ کا حصہ اس کی رہائش کے لئے کافی نہ ہو تو یہ اور اس جیسی دوسری مجبوری کی صورت میں معتدہ مکان سے نکل سکتی ہے، اب اگر وہ غائب شخص یا مرحوم کی معتدہ ہے تو وہ اپنے پسند کی دوسری قریب جگہ میں منتقل ہو جائیگی، اور طلاق یا دوسری بینونت کی صورت میں اگر وہ موجود شخص کی معتدہ ہے تو وہ شخص جو مکان پسند کرے اس میں منتقل ہوگی۔ اور بہر صورت دوسرا مکان پہلے کے حکم میں ہوگا۔

دفعہ(۳۵۸):

کسی بھی طرح کی عدت کے زمانہ میں معتدہ کو پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں ہے، البتہ وفات کی عدت گزارنے والی خاتون سے نکاح کی تعریض (نہ کہ تصریح) جائز ہے، اسی طرح وطی بالشبہ یا نکاح فاسد میں وطی کی عدت گزارنے والی خاتون جو دوسرے کی منکوحہ نہ ہو، اس سے نکاح کی تعریض جائز ہے۔

البیت) أفاد أنها لو قدرت علیه لزمها من مالها وترجع به المطلقة على الزوج ا ن كان با ذن الحاكم كما مر (قوله ونحو ذلك) منه ما فى الظهيرية لو خافت بالليل من أمر الميت و الموت ولا أحد معها لها التحول والخوف شديداً وا لا فلا (قوله فتخرج) اى معتدة الوفاة كما دل عليه ما بعده ، (قوله وفى الطلاق الخ) عطف على محذوف تقديره هذا فى الوفاة، وتعيين المنزل الثانى للزوج فى الطلاق ولها فى الوفاة فتح و كذا ا ذا طلقها وهو غائب فالتعيين لها معراج وفيه أيضا عين انتقالها ا لى أقرب المواضع مما انهدم فى الوفاة وا لى حيث شاء ت فى الطلاق بحر، فأفاد ان تعيين الأقرب مفوض اليها فافهم وحكم ما انتقلت ا ليه حكم المسكن الأصلى فلا تخرج منه بحر۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل فی الحداد ص ۸۵۴ ج ۲)

حوالہ دفعہ(۳۵۸):

(والمعتده) اىّ معتدة كانت عينى فتعم معتدة .... نكاح فاسد واما الخالية فتخطب ا ذا لم يخطبها غيره وترضى به .... (تحرم خطبتها) .... (وصح التعريض) .... (لو معتدة الوفاة) لا المطلقة اجماعا لا فضائه ا لى عداوة المطلق ومفاده جوازه لمعتدة ...... و نكاح فاسد ووطء بشبهة نهر۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، فصل فی الحداد ص ۸۵۱-۸۵۲ ج ۲)

دفعہ(۳۵۹):

موت یا طلاق بائن یا کسی بھی طرح علاحدگی کے بعد عدت گزارنے والی عاقلہ بالغہ خاتون بغیر کسی مجبوری کے تیل، سرمہ، مہندی، کنگھی، ریشم کا یا شوخ رنگ کا کپڑا یا اس طرح دوسری زینت کی چیزیں استعمال نہ کرے۔

دفعہ(۳۶۰):

نکاح فاسد، وطی بالشبہ اور طلاق رجعی کی عدت گزارنے والی خاتون نیز ایسی معتدہ جو نابالغہ یا مجنونہ ہو اس پر ترک زینت لازم نہیں ہے۔

❁❁❁

حوالہ دفعہ(۳۵۹) و (۳۶۰):

(تحد) (مكلفة مسلمة منكوحة) بنكاح صحيح ودخل بها بدليل قوله (ا ذا كانت معتدة بت أو موت) وا ن أمرها المطلق أو الميت بتركه لأنه حق الشرع ا ظهارا للتأسف على فوات النكاح (بترك الزينة) بحلى أو حرير أو امتشاط ...... (والطيب) ...... (والدهن) .... (والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ...... (ا لا بعذر) راجع للجميع ا ذ الضرورات تبيح المحظورات ...... (لا) حداد على .... صغيرة و مجنونة...... (و) معتدة (نكاح فاسد) أو وطء بشبهة أو طلاق رجعى۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، فصل فی الحداد ص ۸۴۸-۸۵۱ ج ۲)

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ═══ قانون ثبوت نسب

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْراً﴾

(اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے)

(سورۂ فرقان، آیت ۵۴)

قانون ثبوت نسب

دفعہ (۳۶۱):

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہےاور زیادہ سے زیادہ دو سال۔

دفعہ (۳۶۲):

نکاح صحیح کے بعد اگر منکوحہ کو چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوگا تو وہ بچہ شوہر سے ثابت النسب نہیں ہوگا، اور پورے چھ ماہ یا اس سے زائد پر جو بچہ پیدا ہوگا وہ ثابت النسب ہوگا۔ اس کے ثابت النسب ہونے کے لئے شوہر کا دعویٰ ضروری نہیں ہے۔ اگر شوہر بچہ کا باپ ہونے سے انکار کرے تو لعان کے بغیر بچہ کا نسب اس سے منقطع نہیں ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۳۶۱):

أکثر مدة الحمل سنتان) ...... (وأقلها ستة أشهر)

(الدر المختار علی ہامش رد المختار، فصل فی ثبوت النسب ص ۸۵۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۶۲):

وا ذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه وا ن جاء ت به لستة أشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت۔

(فتاوی ہندیہ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ص ۵۳۶ ج ۱)

قال أصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب (الاولی) النكاح الصحيح وما هو فی معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه انه يثبت النسب من غير دعوة ولا ينتفی بمجرد النفی وانما ينتفی باللعن فا ن كانا ممن لا لعان بينهما لا ينتفی نسب الولد كذا فی المحيط۔

(فتاوی ہندیہ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ص ۵۳۶ ج ۱)

دفعہ (۳۶۳):

نکاح فاسد میں جس دن وطی ہوگی، اس کے بعد چھ مہینے یا زائد پر پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا، اور بچہ کے ثابت النسب ہونے کے لئے شوہر کی طرف سے دعویٰ ضروری نہیں ہے۔

دفعہ (۳۶۴):

جس عورت سے وطی بالشبہہ ہوگئی ہو اور اس وطی کے چھ مہینے یا زائد پر بچہ پیدا ہو تو جب تک وطی کرنے والا یہ دعویٰ نہ کرے کہ یہ میرا بچہ ہے اس وقت تک اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

دفعہ (۳۶۵):

اگر معتدہ رجعیہ کو عدت گزر جانے کے اقرار سے پہلے بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ ثابت النسب قرار

حوالہ دفعہ (۳۶۳):

ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالیٰ وعلیه الفتویٰ قاله أبو اللیث کذا فی التبیین والنکاح الفاسد لا حکم له قبل الدخول۔ (فتاویٰ ہندیۃ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامہ ص ۳۳۰ ج ۱)

(ویثبت النسب) احتیاطا بلا دعوة (وتعتبر مدته) وهی ستة أشهر (من الوطء فا ن کانت منه ا لیٰ الوضع أقل مدة الحمل) یعنی ستة أشهر فاکثر (یثبت) النسب (وا لا) بأن ولدته لأقل من ستة أشهر (لا) یثبت، وهذا قول محمد وبه یفتی۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب المہر ص ۴۸۴ ج ۲)

(تنبیه) ذکر فی الفتح انه یعتبر ابتداء المدة من وقت التفریق ا ذا وقعت فرقة وا لا فمن وقت النکاح أو الدخول...... والحاصل انه قبل التفریق یثبت النسب ولو ولدته بعد العقد أو الدخول لأکثر من سنتین کما مر. اما بعد التفریق فلا یثبت ا لا ا ذا کان أقل من سنتین من حین التفریق بشرط أن لا یکون بین الولادة .... والدخول أقل من ستة أشهر۔

(ردالمحتار، باب المہر ص ۴۸۷ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۶۴):

ا ن من وطی امرأة أجنبیة زفت ا لیه وقیل له ا نها امرأتك فهی شبهة فی الفعل وان النسب یثبت ا ذا ادعاه۔ (البحر الرائق، باب ثبوت النسب ص ۱۵۸-۱۵۹ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۳۶۵):

ویثبت نسب ولد المطلقة الرجعیه ا ذا جاء ت به لسنتین أو أکثر ما لم تقر بانقضاء

پائیگا، گرچہ دوسال کے بعد ہی پیدا ہوا ہو۔ اور اگر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار کرلیا اور اس کے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہو تو یہ بھی ثابت النسب ہوگا، ورنہ نہیں۔

دفعہ (۳۶۶):

مطلقہ بائنہ یا مغلظہ کو اگر بعد طلاق چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہو تو وہ بھی ثابت النسب ہوگا۔ چھ مہینہ سے زائد مگر دوسال کے اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو یہ بھی ثابت النسب ہوگا۔ بلکہ اگر دوسال پر یا دوسال کے بعد بچہ پیدا ہوا اور عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو اور شوہر دعویٰ کرے تو یہ بھی ثابت النسب ہوگا، ورنہ نہیں۔

عدتها لاحتمال العلوق فى حالة العدة لجواز انها تكون ممتدة الطهر وا ن جاء ت به لأقل من سنتين بانت من زوجها بانقضاء العدة ويثبت نسبه لوجود العلوق فى النكاح أو فى العدة ولا يصير مراجعا لانه يحتمل العلوق قبل الطلاق ويحتمل بعده فلا يصير مراجعا بالشك۔

(ہدایہ، باب ثبوت النسب ص ۴۱۰ ج ۲)

(أكثر مدة الحمل سنتان) .... (وأقلها ستة أشهر) اجماعا (فيثبت نسب) ولد (معتدة الرجعى) ...... (وا ن ولدت لاكثر من سنتين) ...... (مالم تقر بمضى العدة) والمدة تحتمله (وكانت) الولادة (رجعة) لو (فى الأكثر منهما) أو لتمامهما لعلوقها فى العدة (لا فى الأقل) للشك وا ن ثبت نسبه (قوله والمدة تحتمله) .... وعبارة الفتح وغيره مالم تقر بانقضاء العدة فا ن أقرت بانقضائها والمدة تحتمله بأن تكون ستين يوما على قول الامام وتسعة وثلاثين على قولهما ثم جاء ت بولد لا يثبت نسبه ا لا ا ذا جاء ت به لأقل من ستة أشهر من وقت الا قرار فا نه يثبت نسبه للتيقن بقيام الحمل وقت الاقرار فيظهر كذبها، وكذا هذا فى المطلقة البائنة والمتوفى عنها ا ذا ادعت انقضاء ها ثم جاء ت بولد لتمام ستة أشهر لا يثبت نسبه ولاقل يثبت اهـ.

(الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی ثبوت النسب ص ۸۵۷-۸۵۸ ج ۲)

حوالہ دفعہ (۳۶۶):

(والمبتوتة يثبت نسب ولدها ا ذا جاء ت به لأقل من سنتين) .... وا ذا جاء ت به لتمام سنتين من وقت الفرقة لم يثبت لأن الحمل حادث بعد الطلاق فلا يكون منه لأن وطأها حرام ا لا أن يدعيه لأنه التزمه وله وجه بأن وطئها بشبهة فى العدة۔

(ہدایہ، باب ثبوت النسب ص ۴۱۰ ج ۲)

(كما يثبت بلا دعوة احتياطا (فى مبتوتة جاء ت به لاقل منهما) ومن وقت الطلاق

دفعہ(۳۶۷):

اگر شوہر کی وفات کے بعد چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو وہ ثابت النسب ہوگا۔ اور اگر دو سال کے اندر پیدا ہوا اور اس نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو، یا اقرار کرلیا ہو مگر وقت اقرار کے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہو تو یہ بچہ ثابت النسب ہوگا، ورنہ نہیں۔

۞۞۞

لجواز وجود وقته (ولم تقر بمضيها) كما مر (ولتمامها لا يثبت النسب............ (ا لا بدعوته).

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب العدۃ ص ۸۵۸ ج ۲)

(نیز حوالہ دفعہ (۳۶۵) بھی دیکھئے)

حوالہ دفعہ(۳۶۷):

ويثبت نسب المتوفى عنها زوجها مابين الوفاة و بين السنتين .... وا ذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جاء ت بالولد لاقل من ستة أشهر يثبت نسبه لأنه ظهر كذبها بيقين فبطل الاقرار وا ن جاء ت به لستة أشهر لم يثبت لأنا لم نعلم ببطلان الاقرار لاحتمال الحدوث بعده............

(ہدایہ، باب ثبوت النسب ص ۴۱۱ ج ۲)

(نیز حوالہ دفعہ (۳۶۶) بھی دیکھئے)

مجموعه قوانین اسلامی

قانون هبه

﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾

(اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں)

(سورۂ بقرہ، آیت/۱۷۷)

کتاب الہبۃ

دفعہ(۳۶۸):

کسی شخص کا اپنی منقولہ یا غیر منقولہ شئ کا دوسرے کو فی الحال مالک بنادینا اوراس دوسرے شخص کا خود یااس کی اجازت سے کسی اور شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کر لینا ''ہبہ'' کہلاتا ہے۔

تشریح:

(الف) شئ منقولہ عین ہو یا دین، بہرصورت اس کی تملیک ہبہ ہے، عین کی تملیک کی صورت

حوالہ دفعہ(۳۶۸) مع تشریح:

أما تفسيرها شرعا فهي تمليك عين بلا عوض، كذا في الكنز، وأما ركنها فقول الواهب وهبت، لأنه تمليك، وإنما يتم بالمالك وحده، والقبول شرط ثبوت الملك للموهوب له حتى لو حلف أن لا يهب فوهب ولم يقبل الآخر حنث، كذا في محيط السرخسي، وأما شرائطها فأنواع، يرجع بعضها إلي نفس الركن، وبعضها يرجع إلي الواهب، وبعضها يرجع إلي الموهوب، أما ما يرجع إلي نفس الركن فهو أن لا يكون معلقا بما له خطر الوجود والعدم من دخول زيد وقدوم خالد ونحو ذلك، ولا مضافا إلي وقت بأن يقول وهبت هذا الشئ منك غدا أو رأس شهر، كذا في البدائع۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الہبۃ، الباب الاول ص ۳۷۴ ج ۴، وہکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الہبۃ ص ۳۹۳ ج ۳)

كتاب الهبة ...... (هي) لغة التفضل على الغير، ولو غير مال، وشرعا (تمليك العين مجانا) أي بلا عوض، لا أن عدم العوض شرط فيه، وأما تمليك الدين من غير من عليه الدين، فإن أمره بقبضه صحت، لوجودها إلي هبة العين (قوله أما تمليك الدين الخ) ....ولا ترد هبة الدين ممن عليه، فإنه مجاز عن الإبراء والفرد المجازي لا ينقض، والله سبحانه أعلم ١هـ۔

(قوله صحت) أي ويكون وكيلا عنه فيه، قال في البحر المحيط: ولو وهب دينا له على

رجل، وأمره أن يقبضه فقبضه، جازت الهبة استحسانا، فيصير قابضا للواهب بحكم النيابة، ثم يصير قابضا لنفسه بحكم الهبة، وإن لم يأذن بالقبض لم يجز ١هـ ـ

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الهبة ص ٦٩٩ـ ٧٠٠ ج ٤)

...... (كما لا يصح) تعليق الإبراء عن الدين بشرط محض كقوله لمديونه إذا جاء غدا وإن مت بفتح التاء فأنت بريء من الدين، أو إن مت من مرضك هذا، أو إن مت من مرضي هذا، فأنت في حل من مهري، فهو باطل، لأنه مخاطرة وتعليق (إلا بشرط كائن) ليكون تنجيزا كقوله لمديونه: إن كان لي عليك دين أبرأتك عنه صح، وكذا إن مت بضم التاء، فأنت بريء منه، أو في حل جاز، وكان وصية خانية۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الهبة، فصل فی مسائل متفرقہ ص ١٥ـ ١٦ ج ٤)

(هبة الدين ممن عليه الدين وإبراؤه عنه يتم من غير قبول) ...... لكن يرتد بالرد في المجلس وغيره، لما فيه من معنى ا لإسقاط، وقيل يتقيد بالمجلس، كذا في العناية، لكن في الصيرفية لو لم يقبل ولم يرد حتى افترقا ثم بعد أيام رد لا يرتد في الصحيح ...... (تمليك الدين ممن ليس عليه الدين باطل إلا) ...... (إذا سلطه) أي سلط المملك غير المديون (على قبضه) أي الدين (فيصح) حينئذ، ومنه ما لو وهبت من ابنها ما على أبيه فالمعتمد الصحة للتسليط۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقہ ص ١٧ ج ٤)

وأما الشرائط فأنواع ...... ومنها القبض ...... و ...... شرائط صحة القبض فأنواع (منها) أن يكون القبض بإذن المالك ...... ومنها أن لا يكون الموهوب مشغولا بما ليس بموهوب ...... ومنها أن لا يكون الموهوب متصلا بما ليس بموهوب اتصال الأجزاء ...... ومنها أهلية القبض وهي العقل ...... ومنها الولاية في أحد نوعي القبض، وجملة الكلام فيه أن القبض نوعان: قبض بطريق الأصالة، قبض بطريق النيابة، أما القبض بطريق الأصالة، فهو أن يقبض بنفسه، وشرط جوازه العقل فقط على ما بيناه وأما القبض بطريق النيابة فالنيابة في القبض نوعان نوع يرجع إلي القابض، ونوع يرجع إلي نفس القبض، أما الأول الذي يرجع إلي القابض، فهو القبض للصبي، وشرط جوازه الولاية بالحجر، والعيلة عند عدم الولاية، فيقبض للصبي وليه، أو من كان الصبي في حجره، وعياله عند عدم الولي فيقبض له أبوه، ثم وصى أبيه بعده، ثم جده، أبو أبيه بعد أبيه ووصيه، ثم وصى جده بعده، سواء كان الصبي في عيال هؤلاء أو لم يكن، فيجوز قبضهم على هذا الترتيب حال حضرتهم ...... فإن لم يكن أحد من هؤلاء الأربعة، جاز قبض من كان الصبي في حجره وعياله استحسانا، والقياس أن لا يجوز لعدم الولاية، ولا يجوز قبض من لم يكن في عياله، أجنبيا كان أو ذا رحم محرم منه، قياسا واستحسانا ...... وأما الثاني الذي يرجع إلي نفس القبض فهو أن القبض الموجود في

تیسرے کو مالک بنادے، اوراسے قرض وصول کرنے اوراس پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دے، یا قرض خواہ خود قرض دار ہی کو مالک بنادے تو یہ بھی ہبہ ہے، لیکن اصطلاح فقہ میں اسے بالعموم ''ابراء'' کہتے ہیں، اورابراء سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے۔

(ب) اگر فی الحال مالک نہیں بنایا، بلکہ تملیک کو مستقبل پر معلق کر دیا، تو ہبہ منعقد نہیں ہوگا، مثلاً یہ کہا ''اگر تم فلاں کام کروگے تو میں نے سوروپے ہبہ کئے'' ...... یا...... ''زید کل آئے گا تو سوروپیہ ہبہ کیا''، تو اس طرح کہنے سے ہبہ منعقد نہیں ہوگا...... یا...... یہ کہ ''میں نے اپنے مرنے کے بعد سوروپیہ ہبہ کیا''، تو یہ ہبہ نہیں وصیت ہوگی۔

(ج) مالک بنانا خواہ اس شرط کے ساتھ ہو کہ موہوب لہ (جس کو کوئی چیز ہبہ کی جارہی ہے) بھی واہب (ہبہ کرنے والا) کو شئی موہوبہ (ہبہ کی جانے والی چیز) کے عوض کوئی متعین چیز ہبہ کرے یا واہب نے اس قسم کی کوئی شرط ذکر نہ کی ہو، یا عوض کی نفی کردی ہو۔

(د) یہ مالک بنانا ابتداءً ہو، یا اس بنیاد پر ہو کہ موہوب لہ نے پہلے کوئی چیز واہب کو ہبہ کی ہے، جس کے عوض میں واہب بھی موہوب لہ کو کوئی چیز ہبہ کر رہا ہے، خواہ واہب اس کے عوض ہونے کی صراحت لفظوں میں کردے، یا قرائن سے اس کا

الهبة ينوب عن قبض الهبة، سواء كان الموجود وقت العقد مثل قبض الهبة أو أقوى منه۔
(بدائع الصنائع، کتاب الهبة ص ۱۱۸ تا ۱۲۶ ج ٦)

(وإذا وقعت الهبة بشرط العوض المعين، فهي هبة ابتداء، فيشترط التقابض في العوضين ويبطل) العوض (بالشيوع) فيما يقسم (بيع انتهاء فترد بالعيب وخيار الرؤية وتؤخذ بالشفعة) هذا إذا قال وهبتك على أن تعوضني، كذا ما لو قال وهبتك بكذا، فهو بيع ابتداء وانتهاء، وقيد العوض بكونه معينا، لأنه لو كان مجهولا، بطل اشتراطه، فيكون هبة ابتداء وانتهاء۔
(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الهبة ص ۷۰۰، ۷۱۵ ج ۴)

(ويمنع الرجوع فيها) حروف د مع خزقة يعني الموانع السبعة الآتية (فالدال الزيادة) ...... (والعين العوض بشرط أن يذكر لفظا، يعلم الواهب أنه عوض كل هبته (فإن قال خذه عوض) هبتك أو بدلها) أو في مقابلتها ونحو ذلك (فقبضه الواهب سقط الرجوع) ولو لم يذكر أنه عوض، رجع كل بهبته (و) لذا (يشترط شرائط الهبة) كقبض و إفراز وعدم شيوع ولو العوض مجانسا أو يسيرا۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب الرجوع فی الهبة ص ۷۰۹ تا ۷۱۲ ج ۴)

عوض ہونا معلوم ہوجائے۔

دفعہ(۳۶۹):

ہبہ ایک عقد ہے جو ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے۔

تشریح:

جس طرح دوسرے عقود ایجاب وقبول سے منعقد ہوتے ہیں، اسی طرح ہبہ بھی

حوالہ دفعہ(۳۶۹) مع تشریح:

(وركنها) هو (الإيجاب والقبول) كما سيجيء (قوله هو الإيجاب) وفي "خزانة الفتاوى" إذا دفع لابنه مالا، فتصرف فيه الابن، يكون للأب إلا إذا دلت دلالة التمليك ...... كمن دفع لفقير شيئا، وقبضه ولم يتلفظ واحد منهما بشيء وكذا يقع في الهدية و نحوها، فاحفظه، ومثله ما يدفعه لزوجته أو غيرها قال وهبت منك هذه العين فقبضها الموهوب له بحضرة الواهب، ولم يقل قبلت صح، لأن القبض في باب الهبة جاري مجرى الركن فصار كالقبول ولوالوجية، وفي شرح المجمع لابن ملك عن المحيط لو كان أمره بالقبض حين وهب لا يتقيد بالمجلس ويجوز قبضه بعده (قوله والقبول) فيه خلاف، ففي القهستاني وتصح الهبة كوهبت، وفيه دلالة على أن القبول ليس بركن، كما أشار إليه في الخلاصة وغيرها، وذكر الكرماني أن الإيجاب في الهبة عقد تام وفي المبسوط أن القبض كالقبول في البيع، ولذا لو وهب الدين من الغريم لم يفتقر إلي القبول، كما في الكرماني، لكن في الكافي والتحفة أنه ركن، وذكر في الكرماني أنها تفتقر إلي الإيجاب، لأن ملك الإنسان لا ينقل إلي الغير بدون تمليكه، وإلي القبول لأنه إلزام الملك على الغير، وإنما يحنث إذا حلف أن لا يهب فوهب ولم يقبل لأن الغرض عدم إظهار الجود، وقد وجد الإظهار، ولعل الحق الأول فإن في التأويلات التصريح بأنه غير لازم ولذا قال أصحابنا لو وضع ماله في الطريق ليكون ملكا للرافع جاز. ١هـ وسيأتي تمامه قريبا۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الہبۃ ص۷۰۰-۷۰۱ج۴)

(و) تصح (بقبول) أي في حق الموهوب له، أما في حق الواهب فتصح بالإيجاب وحده، لأنه متبرع ...... (و) تصح (بقبض بلا إذن في المجلس) فإنه هنا كالقبول فاختص بالمجلس (وبعده به) أي بعد المجلس بالإذن، وفي المحيط لو كان أمره بالقبض حين وهبه لا يتقيد بالمجلس، ويجوز القبض بعده ...... (وتتم) الهبة (بالقبض) الكامل (قوله وتصح بقبول) أي ولو فعلا، ومنه وهبت جاريتي هذه لأحد، كما فليأخذها من شاء، فأخذها رجل منهما تكون له، وكان أخذه قبولا، وما في المحيط من أنها تدل على أنه لا يشترط في الهبة

ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے، یہ دونوں (ایجاب وقبول) انعقاد ہبہ کے لئے ضروری ہیں، ہبہ کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے، ایجاب واہب کی طرف

القبول مشكل، بحر قلت يظهر لي أنه أراد بالقبول قولا، وعليه يحمل كلام غيره أيضا وبه يظهر التوفيق بين القولين باشتراط القبول وعدمه، والله الموفق، وقدمنا نظيره في العارية، وانظرما كتبناه على البحر، نعم القبول شرط لو كان الموهوب في يده، كما يأتي ...... (قوله بالقبض الكامل) وكلّ الموهوب له رجلين بقبض الدار فقبضاها جاز خانية۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۳ ج ۴)

(وملك) بالقبول (بلا قبض جديد لو الموهوب في يد الموهوب له) ولو بغصب أو أمانة، لأنه حينئذ عامل لنفسه، والأصل أن القبضين إذا تجانسا ناب أحدهما عن الآخر إذا تغايرا ناب الأعلى عن الأدنى لا عكسه (قوله بالقبول) إنما اشترط القبول نصا، لأنه إذا لم يوجد كذلك، يقع الملك فيها بغير رضاه، لأنه لا حاجة إلي القبض، ولا يجوز ذلك، لما فيه من توهم الضرر، بخلاف ما إذا لم يكن في يده، وأمره بقبضه، فإنه يصح إذا قبض ولا يشترط القبول، لأنه إذا قدم على القبض، كان ذلك قبولا ورضى منه بوقوع الملك له فيملكه، ط ملخصا، وهذا معنى قوله بعد،لأنه حينئذ عامل لنفسه، أي حين قبل صريحا۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۵ ج ۴)

(وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة) وهو كل من يعوله ...... فدخل الأخ والعم عند عدم الأب لو في عيالهم (تتم بالعقد) لو الموهوب معلوما وكان في يده أو يد مودعه، لأن قبض الولي ينوب عنه، والأصل إن كل عقد يتولاه الواحد يكتفي فيه بالإيجاب (وإن وهب له أجنبي يتم بقبض وليه) وهو أحد أربعة، الأب ثم وصيه ثم الجد ثم وصيه، و إن لم يكن في حجرهم وعند عدمهم، تتم بقبض من يعوله كعمه (وأمه وأجنبي) ولو ملتقطا (لو في حجرهما) وإلا لا، لفوات الولاية (ويقبضه لو مميزا) يعقل التحصيل (ولو مع وجود أبيه)۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۶ ج ۴، وہکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الہبۃ ص ۱۲۱ ج ۶)

وهبة الأب لطفله تتم بالعقد، وشمل ما إذا لم يشهد، فإن الإشهاد ليس بشرط لصحتها، وما في الكافي للحاكم من إشهاد الأب عليها، فللاحتياط للتحرز عن جحوده أو جحود ورثته۔ (کنز الدقائق مع البحر الرائق ص ۲۸۷ ج ۷)

وتجوز الوكالة بقضاء الدين ...... وتجوز بالهبة والصدقة و الإعارة والإيداع والرهن والاستعارة والاستيهاب والارتهان لما قلنا ...... (بدائع الصنائع ص ۳۲ ج ۶)

(وہکذا فی الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الوکالۃ ص ۵۵۳ تا ۵۵۵ ج ۴)

الهبة عقد مشروع ...... وتصح بالإيجاب والقبول والقبض ۔ (ہدایۃ ص ۲۸۲ ج ۳)

سے ہوگا، اور قبول موہوب لہ یا اس کے ولی یا وصی یا وکیل کی طرف سے، عقد ہبہ میں قبضہ بھی قائم مقام قبول کے ہے، اسی طرح اگر ہبہ کا کوئی قرینہ موجود ہو تو صراحۃً ایجاب وقبول کے بغیر بھی لینا دینا ایجاب وقبول کے قائم مقام ہوگا۔

دفعہ(۳۷۰):

ہبہ کے صحیح اور مکمل ہونے کی شرطیں حسب ذیل ہیں:

(الف) ہبہ کرنے والا (واہب) عاقل وبالغ ہو اور جس مال کو ہبہ کر رہا ہے اس مال کا وہ مالک ہو۔

حوالہ دفعہ(۳۷۰) شق (الف):

(وشرائط صحتها (في الموهوب أن يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول) كما سيتضح۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۰ ج ۴)

(وتتم) الهبة (بالقبض) الكامل (ولو الموهوب شاغلا لملك الواهب لا مشغولا به) والأصل أن الموهوب إن مشغولا بملك الواهب منع تمامها و إن شاغلا لا، فلو وهب جرابا فيه طعام الواهب أو دارا فيها متاعه أو دابة عليها سرجه وسلمها، كذلك لا يصح، وبعكسه تصح في الطعام والسرج فقط، لأن كلا منهما مشاغل لملك الواهب لا مشغولا به، لأن شغله بغير ملك واهبه لا يمنع، وتمامها كرهن وصدقة لأن القبض شرط تمامها ...... (في) متعلق بتتم (محوز) مفرغ (مقسوم ومشاع لا) يبقى منتفعا به بعد أن (يقسم) كبيت وحمام صغيرين لأنها (لا) تتم بالقبض (فيما يقسم ولو) وهبه (لشريكه) أو لأجنبي لعدم تصور القبض الكامل، كما في عامة الكتب، فكان هو المذهب، وفي الصيرفية عن العتابي، وقيل يجوز لشريكه وهو المختار، (فإن قسمه وسلمه صح) لزوال المانع (ولو سلمه شائعاً لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه) ...... وينفذ صرف الواهب .... (ولا تصح هبة لبن في ضرع، وصوف على غنم، ونخل في أرض، وتمر في نخل) لأنه كمشاع (ولو فصله وسلمه جاز) لزوال المانع، وهل يكفى فصل الموهوب له بإذن الواهب الدرر نعم، (بخلاف دقيق في بر ودهن في سمسم وسمن في لبن) حيث لايصح أصلا لأنه معدوم فلا يملك إلا بعقد جديد۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۲ تا ۷۰۵ ج ۴)

وأما الشرائط فأنواع بعضها يرجع إلي نفس الركن، وبعضها يرجع إلي الواهب، وبعضها يرجع إلي الموهوب، وبعضها يرجع إلي الموهوب له، أما الأول فهو أن لا يكون معلقا بما له خطر الوجود والعدم ...... وأما ما يرجع إلي الواهب فهو أن يكون ممن يملك التبرع ...... فلا تجوز هبة الصبي والمجنون ...... وأما ما يرجع إلي الموهوب فأنواع ......

(ب) شئ موہوب ہبہ کے وقت موجود ہو۔

(ج) شئ موہوب اگر قابل تقسیم ہے تو وہ منقسم وممیّز ہو۔

منها: أن يكون موجودا وقت الهبة فلا تجوز هبة ما ليس بموجود وقت العقد ...... ومنها: أن يكون مملوكا للواهب فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه ...... ومنها: أن يكون محوزا فلا تجوز هبة المشاع فيما يقسم، وتجوز فيما لا يقسم، كالعبد والحمام والدن ونحوها، وهذا عندنا، وعند الشافعي رحمه الله ليس بشرط، وتجوز هبة المشاع فيما يقسم وفيما لا يقسم عنده، ...... ومنها: القبض، وهو أن يكون الموهوب مقبوضا ...... والكلام في هذا الشرط في موضعين في بيان أصل القبض أنه شرط أم لا، وفي بيان شرائط صحة القبض، أما الأول فقد اختلف فيه ...... والثاني في شرائط صحة القبض فأنواع، منها: أن يكون القبض بإذن المالك ...... والإذن نوعان: صريح ودلالة ...... ومنها: أن لا يكون الموهوب مشغولاً بما ليس بموهوب، ومنها: أن لا يكون الموهوب متصلا بما ليس بموهوب اتصال الأجزاء ...... ومنها: أهلية القبض وهي العقل ...... ومنها: الولاية في أحد نوعي القبض، وجملة الكلام فيه أن القبض نوعان: قبض بطريق الأصالة وقبض بطريق النيابة۔

(بدائع الصنائع، کتاب الهبۃ ص ۱۱۸ تا ۱۲۶ ج ۶)

حوالہ دفعہ (۳۷۰) شق (ب):

وأما ما يرجع إلي الموهب فأنواع: منها أن يكون موجودا وقت الهبة، فلا يجوز هبة ما ليس بموجود وقت العقد، بأن وهب ما تثمر نخيله العام، وما تلد أغنامه السنة، ونحو ذلك، وكذلك لو وهب ما في بطن هذه الجارية أو ما في بطن هذه الشاة، أو ما في ضرعها، وإن سلطه على القبض عند الولادة والحلب، وكذلك لو وهب زبدا في لبن، أو دهنا في سمسم، أو دقيقا في حنطة لا يجوز، وإن سلطه على قبضه عند حدوثه، لأنه معدوم للحال، فلم يوجد محل حكم العقد، وهو الأصح، كذا في جواهر الاخلاطي ...... (فتاوی ہندیہ ص ۳۷۴ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۳۷۰) شق (ج):

وتصح في محوز مفرغ عن أملاك الواهب، وحقوقه، ومشاع لا يقسم، ولا يبقى منتفعا به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذي كان قبل القسمة، كالبيت الصغير، والحمام الصغير، ولا تصح في مشاع يقسم ويبقى منتفعا به قبل القسمة وبعدها، هكذا في الكافي ويشترط أن يكون الموهوب مقسوما ومفرزاً وقت القبض، لا وقت الهبة، بدليل أنه لو وهب له نصف الدار شائعا ولم يسلم، حتى وهب النصف الآخر، وسلم الكل، تجوز، كذا في الظهيرية ولو وهب نصف الدار لرجل وسلم، ثم وهب النصف الباقي وسلم، لا تجوز، وكلتاهما فاسدتان، هكذا في النهاية۔ (فتاوی ہندیہ ص ۳۷۶ ج ۴)

(لا) تتم بالقبض (فيما يقسم ولو) وهبه (لشريكه) أو لأجنبي .... (فإن قسمه

(د) شئ موہوب مال متقوم ہو، یعنی ایسا مال ہو جس سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز ہو۔

(ہ) شئ موہوب غیر موہوب کے ساتھ مشغول نہ ہو، یعنی ایسی اشیاء سے خالی ہو جو ہبہ نہیں کی گئی ہیں۔

(و) شئ موہوب پر خود موہوب لہ یا اس کے وکیل یا ولی یا وصی کا قبضہ ہو جانا۔

وسلمه صح) لزوال المانع (ولو سلمه شائعا لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه) فيضمنه وينفذ تصرف الواهب درر۔
(الدر المختار علی ہامش رد المختار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۳)

حوالہ دفعہ (۳۷۰) شق (د):

ومنها أن يكون مالا متقوما، فلا تجوز هبة ما ليس بمال أصلا، كالحر والميتة والدم وصيد الحرم والخنزير، وغير ذلك، ولا هبة بمال مطلق كأم الولد والمدبر المطلق والمكاتب ولا هبة ما ليس بمال متقوم كالخمر، كذا في البدائع۔

حوالہ دفعہ (۳۷۰) شق (ہ):

والأصل في جنس هذه المسائل، أن اشتغال الموهوب بملك الواهب يمنع تمام الهبة، لأن القبض شرط، وأما اشتغال ملك الواهب بالموهوب فلا يمنع تمام الهبة، مثاله وهب جرابا، فيه طعام لا تجوز، ولو وهب طعاما في جراب جازت، وعلى هذا نظائره۔
(فتاوی ہندیہ ص ۳۸۰ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۳۷۰) شق (و):

والقبض الذي يتعلق به تمام الهبة، وثبوت حكمها القبض بإذن المالك، والإذن تارة يثبت نصا وصريحا وتارة يثبت دلالة، فالصريح أن يقول أقبضه، إذا كان الموهوب له حاضرا في المجلس، ويقول اذهب واقبضه إذا كان غائبا عن المجلس، ثم إذا كان الموهوب حاضرا، وقال له الواهب اقبضه فقبضه في المجلس أو بعد الافتراق عن المجلس، صح قبضه وملكه قياسا واستحسانا، ولو نهاه عن القبض بعد الهبة لا يصح قبضه، لا في المجلس ولا بعد الافتراق عن المجلس، وإن لم يأذن له بالقبض صريحاً، ولم ينهه عنه إن قبضه في المجلس، صح قبضه استحسانا لا قياسا، وإن قبضه بعد الافتراق عن المجلس لا يصح قبضه قياسا واستحسانا، ولو كان الموهوب غائبا فذهب وقبض، إن كان القبض بإذن الواهب جاز استحسانا لا قياسا وإن كان بغير إذنه لا يجوز قياسا واستحسانا، هكذا في الذخيرة۔
(فتاوی ہندیہ ص ۳۷۷ ج ۴)

وتصح (بقبض بلا إذن في المجلس) فإنه هنا كالقبول فاختص بالمجلس (وبعده به) أي بعد المجلس با لإذن، وفي المحيط لو كان أمره بالقبض حين وهبه، لا يتقيد بالمجلس، ويجوز القبض بعده (قوله بالقبض) فيشترط القبض قبل الموت، ولو كانت في مرض الموت

تشریح:

(متعلق ب) کسی معدوم شئ کا یا ایسی شئ کا جو معدوم کے حکم میں ہے، ہبہ صحیح نہیں ہے، اگر ہبہ کیا جائے گا تو ہبہ منعقد نہیں ہوگا، جیسے باغ میں آئندہ سال آنے والا پھل، یا دودھ سے نکلنے والا گھی، یا تل سے نکلنے والا تیل۔

(متعلق ج) قابل تقسیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہبہ کی جانے والی چیز میں اتنی وسعت ہو کہ تقسیم کے بعد بھی اس کی اصل منفعت باقی رہے، جیسے بڑا مکان کھیت وغیرہ، اور نا قابل تقسیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شئ موہوب میں اتنی وسعت نہ ہو کہ تقسیم کے بعد اس کی اصل منفعت سے استفادہ کیا جا سکے، جیسے مکان کی سیڑھی، دال دلنے کی چکی وغیرہ۔

اگر قابل تقسیم اشیاء مثلاً کھیت، تقسیم سے پہلے ہبہ کی گئی تو ہبہ مکمل نہیں ہوگا، لیکن اگر واہب کی زندگی میں اس کی مرضی سے تقسیم کر کے قبضہ کر لیا گیا، تو ہبہ مکمل ہو جائے گا، اور اگر نا قابل تقسیم اشیاء مثلاً چھوٹا مکان ہبہ کیا گیا تو تقسیم کئے بغیر ہبہ مکمل ہو جائے گا۔

(متعلق ہ) مثلاً وہ گھر ہبہ کیا جس میں واہب کا سامان بھرا ہوا ہے، یا کرایہ دار بسا ہوا ہے تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوگا۔

(متعلق و) واضح رہے کہ مختلف چیزوں کے ہبہ کرنے کا، اور ان پر قبضہ کا طریقہ مختلف ہوگا، اشیاء منقولہ پر ہبہ کی مجلس میں قبضہ دلایا جا سکتا ہے، اور بعد میں بھی۔ اشیاء غیر منقولہ کے سلسلہ میں دو شکلیں ہیں، اگر موہوب واہب کے قبضہ وتصرف میں نہیں ہے، غیر کے قبضہ وتصرف میں ہے تو اس پر قبضہ دلائے بغیر، یا غیر منقسم ہے تو تقسیم کئے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوگا، اور یہ ساری کارروائی واہب کی زندگی میں اس کی اجازت سے ہونی چاہئے۔

للأجنبي ـ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۵۰۷ ج ۴)

(والتمكن من القبض كالقبض، فلو وهب لرجل ثيابا في صندوق مقفل، ودفع إليه الصندوق، لم يكن قبضا) لعدم تمكنه من القبض (وإن مفتوحا كان قبضا لتمكنه منه) فإنه

دفعہ(۳۷۱):

ہر عاقل وبالغ اپنے مال یا اپنی جائیداد کا کل یا جز کسی کو ہبہ کرسکتا ہے۔

تشریح:

لیکن پوری جائیداد ہبہ کر کے وارثوں کو محروم کرنا گناہ ہے۔

دفعہ(۳۷۲):

ہبہ طرفین کی رضامندی یا قضاء قاضی سے فسخ ہوسکتا ہے، اگر زبردستی واہب نے مال واپس

كالتخلية في البيع .... والمختار صحته بالتخلية في صحيح الهبة لا فاسدها ......
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷۰۲ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۳۷۱):

وفي الخانية لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة، لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، إن قصده يسوّى بينهم يعطى البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى، ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم، وفيها لا يجوز أن يهب شيئا من مال طفله، ولو بعوض، لأنها تبرع ابتداء ـ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷۰۷ ج ۴)

ولو وهب رجل شيئا لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض في ذلك، لا رواية لهذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم، يعطى الابنة مثل ما يعطى للابن وعليه الفتوى، هكذا في فتاوى قاضي خان، وهو المختار، كذا في الظهيرية رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون آثما فيما صنع، كذا في فتاوى قاضي خان، و إن كان في ولده فاسق لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته، كيلا يصير معينا له في المعصية، كذا في خزانة المفتيين، ولو كان ولده فاسقا وأراد أن يصرف ماله إلي وجوه الخير، ويحرمه عن الميراث، هذا خير من تركه، كذا في الخلاصة، ولو كان الولد مشتغلا بالعلم لا بالكسب، فلا بأس بأن يفضله على غيره كذا في الملتقط۔

(الفتاوی الہندیہ، الباب السادس فی الہبۃ للصغیر ص ۳۹۱ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۳۷۲):

(ولا يصح الرجوع إلا بتراضيهما أو بحكم الحاكم) للاختلاف فيه، فيضمن بمنعه بعد

لیا تو مالک نہ ہوگا۔

دفعہ(۳۷۳):

درج ذیل صورتوں میں ہبہ سے رجوع صحیح نہیں ہوگا:

(الف) شئ موہوب کا ہلاک ہوجانا۔

القضاء لا قبله (و إذا رجع بأحدهما) بقضاء أو رضا (كان فسخا) لعقد الهبة (من الأصل وإعادة لملكه) القديم لا هبة للواهب (ف) لهذا (لا يشترط فيه قبض الواهب وصح) الرجوع (في الشائع) ولو كان هبة لما صح فيه (قوله لا يصح الخ) قال قاضي خان: وهب ثوبا لرجل ثم اختلسه منه فاستهلكه ضمن الواهب قيمة الثوب للموهوب له، لأن الرجوع في الهبة لا يكون إلا بقضاء أو رضا سائحاني۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۱۴ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۳۷۳):

(صح الرجوع فيها بعد القبض) أما قبله فلم تتم الهبة (مع انتفاء مانعه) الآتي (وإن كره) الرجوع (تحريما) وقيل تنزيها نهاية (ولو مع إسقاط حقه من الرجوع) فلا يسقط بإسقاطه، خانية، وفي الجواهر لا يصح الإبراء عن الرجوع، ولو صالحه من حق الرجوع على شئ صح، وكان عوضا عن الهبة، لكن سيجيئ اشتراطه في العقد (ويمنع الرجوع فيها) حروف دمع خزقة يعني الموانع السبعة الآتية (فالدال الزيادة) في نفس العين الموجبة لزيادة القيمة (المتصلة) .... (كبناء وغرس) ...... (وسمن) وجمال وخياطة وصبغ وقصر ثوب وكبر صغير وسماع أصم و إبصار أعمى و إسلام عبد ومداواته وعفو جناية وتعليم قرآن وكتابة أو قراءة ...... (لا) تمنع الزيادة (المنفصلة كولد وأرش وعقر) وثمرة، فيرجع في الأصل لا الزيادة .... (والميم موت أحد العاقدين) بعد التسليم فلو قبله بطل ....(والعين العوض) بشرط أن يذكر لفظا يعلم الواهب أنه عوض كل هبته (فإن قال خذه عوض هبتك أو بدلها) أو في مقابلتها ونحو ذلك فقبضه الواهب سقط الرجوع) ولو لم يذكر أنه عوض رجع كل بهبته (و) لذا (يشترط فيه شرائط الهبة) كقبض وإفراز وعدم شيوع ولو العوض مجانسا أو يسيرا .... (ويشترط أن لا يكون العوض بعض الموهوب فلو عوضه البعض عن الباقي) لا يصح (فله الرجوع في الباقي) (............ وصح) العوض (من أجنبي ويسقط حق الواهب في الرجوع إذا قبضه) كبدل الخلع (ولو) التعويض بغير إذن والموهوب له).

(وإن استحق نصف الهبة رجع بنصف العوض، وعكسه لا ما لم يرد ما بقى) لأنه يصلح عوضا ابتداء، فكذا بقاء، لكنه يجبر ليسلم العوض ومراده العوض الغير المشروط، أما المشروط فمبادلة، كما سيجيئ، فيوزع البدل على المبدل نهاية (كما لو استحق كل العوض

حيث يرجع في كلها، إن كانت قائمة لا إن كانت هالكة) كما لو استحق العوض وقد ازدادت الهبة لم يرجع خلاصة (و إذا استحق جميع الهبة كان له أن يرجع في جميع العوض إن كان قائما وبمثله إن) العوض (هالكا وهو مثلي وبقيمته إن قيميا) غاية (ولو عوض النصف رجع بما لم يعوض) ولا يضر الشيوع لأنه طارئ۔

(تنبيه) نقل في المجتبى أنه يشترط في العوض أن يكون مشروطا في عقد الهبة، أما إذا عوضه بعده فلا، ولم أر من صرح به غيره، وفروع المذهب مطلقة كما مر فتدبر (قوله ولم أر من صرح الخ) قائله صاحب المنح أقول صرح به في غاية البيان ونصه قال أصحابنا أن العوض الذي يسقط به الرجوع ما شرط في العقد فأما إذا عوضه بعد العقد لم يسقط الرجوع .... ومفاده أنهما قولان أو روايتان: الأول لزوم اشتراطه في العقد، والثاني لا بل لزوم الإضافة إلي الأول، وهذا الخلاف في سقوط الرجوع وأما كونه بيعا انتهاء فلا نزاع في لزوم اشتراطه في العقد تأمل (والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له) ولو بهبة إلا إذا رجع الثاني فللأول الرجوع سواء كان بقضاء أو رضا كما سيجيئ أن الرجوع فسخ ....
(والزاء الزوجية وقت الهبة فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع ولو وهب لامرأته لا) كعكسه) .... (والقاف القرابة فلو وهب لذي رحم محرم منه) نسبا (ولو ذميا أو مستأمنا لا يرجع) شمني (ولو وهب لمحرم بلا رحم كأخيه رضاعا) ولو ابن عمه (ولمحرم بالمصاهرة كأمهات النساء والربائب .... رجع ......) ....

(والهاء هلاك العين الموهوبة ولو ادعاه) أي الهلاك (صدق بلا حلف) لأنه ينكر الرد (فإن قال الواهب هي هذه) العين (حلف) المنكر (أنها ليست هذه) خلاصة۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الرجوع فی الہبۃ ص ۷۰۹ تا ۷۱۴ ج ۴)

(وإذا تصدق بعشرة) دراهم (أو وهبها لفقيرين صح) لأن الهبة للفقير صدقة، والصدقة يراد بها وجه الله تعالى، وهو واحد، فلا شيوع (لا لغنيين) لأن الصدقة على الغني هبة فلا تصح للشيوع أي لا تملك حتى لو قسمها وسلمها صح۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۸ ج ۴)

(والصدقة كالهبة بجامع التبرع وحينئذ (لا تصح غير مقبوضة ولا في مشاع يقسم ولا رجوع فيها) ولو على غني لأن المقصود فيها الثواب لا العوض ولو اختلفا، فقال الواهب هبة، والآخر صدقة، فالقول للواهب خانية (قوله غير مقبوضة) فإن قلت قدم إن الصدقة لفقيرين جائزة فيما يحتمل القسمة بقوله وصح تصدق عشرة لفقيرين، قلت المراد هنا من المشاع أن يهب بعضه لواحد فقط فحينئذ هو مشاع، يحتمل القسمة بخلاف الفقيرين فإنه لا شيوع كما تقدم بحر، (قوله ولو على غني) اختاره في الهداية مقتصرا عليه لأنه قد يقصد بالصدقة على الغني الثواب لكثرة عياله بحر، وهذا مخالف لما مر قبيل باب الرجوع من أن

تشریح:

یہ نکلنا بذریعہ بیع ہو یا ہبہ یا اور کسی ذریعہ سے، واضح رہے کہ اگر کچھ حصہ موہوب لہ کی ملکیت سے نکل گیا ہے، اور کچھ حصہ موہوب لہ کی ملکیت میں باقی ہے تو اس باقی حصہ میں رجوع صحیح ہے۔

(ج) شئ موہوب پر قبضہ کے بعد واہب وموہوب لہ میں سے کسی ایک کا مرجانا، اگر قبضہ سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک مرگیا تو ہبہ باطل قرار پائے گا۔

(د) میاں بیوی میں سے ایک کا دوسرے کو ہبہ کرنا گرچہ بعد میں دونوں کے درمیان تفریق ہوجائے۔

(ہ) ایسے ذی رحم محرم کو ہبہ کرنا جن سے نکاح کرنا حرام ہو۔

(و) موہوب لہ کی ملکیت میں جانے کے بعد شئ موہوب کی نوعیت میں تبدیلی یا ایسا اضافہ جو اس سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، خواہ موہوب لہ کے کسی عمل کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، یا کسی دوسرے کی وجہ سے، مثلاً زید نے بکر کو زمین ہبہ کی، بکر نے اس زمین پر مکان بنالیا یا باغ لگادیا، اسی طرح کسی نے کپڑا ہبہ کیا، موہوب لہ نے اس کپڑے کو سی لیا، یا رنگ لیا، تو اب واپسی کا حق نہیں ہے۔

اسی طرح مثلاً کسی نے کسی کو گائے ہبہ کی، موہوب لہ نے کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کیا، تو اب واہب کو رجوع کرنے کا حق نہیں ہے۔

(ز) ہبہ بشرط العوض ہو یا ہبہ بالعوض ہو۔

الصدقة على الغني هبة ولعلهما قولان تأمل۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الرجوع فی الہبۃ ص ۷۱۸ ج ۴)

(وسببها إرادة الخير للواهب) دنيوي كعوض ومحبة وحسن ثناء وأخروي، قال الإمام أبو منصور يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان، كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان إذحب الدنيا رأس كل خطيئة نهاية۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، أوائل کتاب الہبۃ ص ۷۰۰ ج ۴)

تشریح:

ایک شخص نے دوسرے کو کوئی مال (منقولہ یا غیر منقولہ) عوض کی شرط کے ساتھ یا بغیر شرط عوض کے ہبہ کیا اور موہوب لہ نے یا اس کی طرف سے دوسرے شخص نے عوض کے طور پر کوئی دوسری چیز واہب کو دی، اور دونوں نے قبضہ کرلیا تو اب دونوں میں سے کسی کے لئے ہبہ سے رجوع کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

(ح) کسی نادار محتاج کو ہبہ کرنا صدقہ کے حکم میں ہے، اس سے بھی رجوع جائز نہیں ہے۔

دفعہ (۳۷۴):

جن صورتوں میں ہبہ سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، ان میں قاضی بھی رجوع کا فیصلہ نہیں دے سکتا ہے۔

دفعہ (۳۷۵):

جن صورتوں میں ہبہ سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، ان میں باہمی رضامندی سے واپس لینا دینا بھی رجوع اور فسخ ہبہ کے حکم میں نہیں ہوگا، بلکہ موہوب لہ کی طرف سے واہب کو مستقلاً ہبہ کرنا کہلائے گا۔

حوالہ دفعہ (۳۷۴) و (۳۷۵):

(اتفقا) الواهب والموهوب له على الرجوع في (موضع لا يصح) رجوعه من المواضع السبعة السابقة (كالهبة لقرابته جاز) هذا الاتفاق منهما جوهرة، وفي المجتبى لا تجوز الإقالة في الهبة والصدقة في المحارم إلا بالقبض لأنها هبة، ثم قال وكل شئ يفسخه الحاكم إذا اختصما إليه فهذا حكمه (قوله لأنها هبة) أي الإقالة هبة، أي مستقلة، وعبارة البزازية استقال المتصدق عليه بالصدقة فإقاله لم يجز حتى يقبض لأنه هبة مستقلة، وكذا إذا كانت الهبة لذي رحم محرم، وكل شئ لا يفسخه الحاكم إليه اختصما إليه فهذا حكمه وتمامه فيها فراجعها في نسخ صحيحة ـ

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۱۶ ج ۴)

دفعہ(۳۷۶):

ہبہ میں کوئی ایسی شرط لگانا جو موہوب لہ کے مالکانہ اختیار کے منافی ہو، قطعاً بے اثر رہے گا۔

تشریح:

مثلاً زید نے کہا کہ یہ پانچ سو روپے میں نے تم کو ہبہ کئے، مگر ان روپیوں سے کپڑے نہ بنوانا، تو کپڑے نہ بنوانے کی شرط بے اثر رہے گی، اور ہبہ قبضہ کے بعد مکمل ہو جائے گا، اور زید ان روپیوں سے حسب منشا استفادہ کر سکے گا۔

دفعہ(۳۷۷):

ہبہ کے بعد واہب نے موہوب لہ کو شئی موہوب پر قبضہ کرنے سے روک دیا تو موہوب لہ کا

حوالہ دفعہ(۳۷۶):

فإن وهبها لـه على أن يردها عليه أو على أن يعتقها أو يتخذها أم ولد أو وهب له داراً أو تصدق عليه بدار على أن يرد عليه شيئا منها فالهبة جائزة والشرط باطل، لأن هذه الشروط تخالف مقتضى العقد فكانت فاسدة والهبة لا تبطل بها۔

(ہدایہ کتاب الہبۃ ص ۲۷۶ ج ۳، وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۱۶ ج ۴)

(وما لا يبطل بالشروط الفاسده ستة وعشرون) الطلاق، والخلع بمال، وبغير مال، والرهن، والقرض، والهبة، والصدقة، والوصاية، والوصية، والشركة الخ۔

(وہکذا فی فتاوی ہندیہ الباب الثامن حکم الشرط فی الہبۃ ص ۳۹۶ ج ۴)

(وما) يصح و (لا يبطل بالشرط الفاسد) لعدم المعاوضة المالية سبعة وعشرون على ما عده المصنف تبعا للعيني وزدت ثمانية (القرض والهبة والصدقة ...... (قوله والهبة والصدقة) كوهبتك هذه المأة أو تصدقت عليك بها على أن تخدمني سنة نهر، فتصح ويبطل الشرط لأنه فاسد، وفي جامع الفصولين ويصح تعليق الهبة بشرط ملائم كوهبتك على أن تعوضني كذا ولو مخالفا تصح الهبة لا الشرط ١هـ۔ (وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب المتفرقات ص ۳۱۶ ج ۴)

ويصح تعليق هبة، وحوالة، وكفالة، وإبراء عنها بملائم (قوله ويصح تعليق هبة) في البزازية من البيوع تعليق الهبة بإن باطل وبعلى إن ملائم كهبته على أن يعوضه يجوز، وإن مخالفا بطل الشرط وصحت الهبة ١هـ بحر۔ (وہکذا الدر المختار مع رد المحتار ص ۲۲۳ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۳۷۷):

(ولو نهاه) عن القبض (لم يصح) قبضه (مطلقا) ولو في المجلس، لأن الصريح أقوى

اس پر اب قبضہ کرنا صحیح نہیں ہے، اگرچہ وہ مجلس ایجاب ہی کیوں نہ ہو۔

دفعہ(۳۷۸):

نابالغ کے مال وجائیداد کو ہبہ کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا۔

دفعہ(۳۷۹):

نابالغ کے باپ یا اس کے دیگر ولی یا وصی نے کوئی مال وجائیداد حاصل کی اور کہا کہ یہ میں نے فلاں نابالغ کے لئے حاصل کی ہے، تو اس کا صرف یہ کہنا نابالغ کے حق میں ہبہ ہوجائے گا۔

دفعہ(۳۸۰):

ایک چیز چند اشخاص کے درمیان مشترک ہو اور یہ سب مل کر کسی ایک شخص کو بلاتقسیم ہبہ کردیں تو یہ ہبہ صحیح ہے۔

من الدلالة۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۲)

حوالہ دفعہ(۳۷۸):

وفيها لا يجوز أن يهب شيئا من مال طفله ولو بعوض لأنها تبرع ابتداء۔
(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۷ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۳۷۹):

(وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة) وهو كل من يعوله ...... (تتم بالعقد) لو الموهوب معلوما، وكان في يده أو يد مودعه، لأن قبض الولي ينوب عنه والأصل أن كل عقد يتولاه الواحد يكتفي فيه بالإيجاب (قوله معلوما) قال محمد رحمه الله كل شئ وهبه لابنه الصغير وأشهد عليه، وذلك الشئ معلوم في نفسه فهو جائز والقصد أن يعلم ما وهبه له، والإشهاد ليس بشرط لازم لأن الهبة تتم بالإعلام، تاتارخانية۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۶ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۳۸۰):

(وهب اثنان داراً لواحد صح) لعدم الشيوع (قوله دارا) المراد بها ما يقسم۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۷۰۸ ج ۴)

تشریح:

مثلاً ایک مکان جس کے دو مالک تھے، دونوں نے وہ مکان ایک شخص کو ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ صحیح ہے۔

دفعہ(۳۸۱):

شادی کے موقعہ پر جو تحفے اقرباء اور احباب ایک دوسرے کو دیتے ہیں، ان کی حیثیت ہبہ کی ہے، جس کو دیا جائے اس کی ملک ہے، دلہن کو والدین یا زوج کی طرف سے زیورات یا دیگر اشیاء دی جاتی ہیں، وہ دلہن کی ملک ہیں، بشرطیکہ یہ ساری چیزیں عاریۃً نہ دی گئی ہوں، جو اشیاء یا نقد رقم دولہے کو اس کے مطالبہ پر دی جاتی ہیں، یا رواج میں جن چیزوں کو شرط کا درجہ حاصل ہے ان کی

حوالہ دفعہ(۳۸۱):

وضعوا هدايا الختان بين يدي الصبي، فما يصلح له كثياب الصبيان، فالهدية له، و إلا فإن المهدي من أقرباء الأب أو معارفه فللأب، أو من معارف الأم فللأم، قال هذا للصبي أولا ولو قال أهديت للأب أو للأم، فالقول له وكذا زفاف البنت خلاصة (قوله وكذا زفاف البنت) أي على هذا التفصيل، بأن كان من أقرباء الزوج أو المرأة أو قال المهدي أهديت للزوج أو المرأة، كما في التتارخانية، وفي الفتاوى الخيرية سئل فيما يرسله الشخص إلي غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا، أجاب إن كان العرف بأنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به، إن مثليا فبمثله، و إن قيميا فبقيمته، و إن كان العرف خلاف ذلك، بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة، ولا ينظرون في ذلك إلي إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه، فلا رجوع فيه بعد الهلاك أو الاستهلاك، والأصل فيه أن المعروف عرفا كالمشروط شرطا ١هـ، قلت: والعرف في بلادنا مشترك، نعم في بعض القرى يعدونه قرضا، حتى أنهم في كل وليمة يحضرون الخطيب يكتب لهم ما يهدى، فإذا جعل المهدي وليمة يراجع المهدي الدفتر فيهدي الأول إلى الثاني مثل ما أهدى إليه۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الہبۃ ص ۷۰۷ ج ۴)

(أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ص ۵۰۳ ج ۲)

الرشوة لا تملك بالقبض۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ ص ۳۷۴ ج ۵)

حیثیت ہبہ کی نہیں رشوت کی ہے، اس لئے وہ دولہا کی ملک نہیں ہوں گی، ان کا لینا ناجائز ہے، اور واپس کرنا واجب ہوگا، اسی طرح اگر کسی علاقہ میں مہر ونفقہ کے علاوہ زر نقد یا کچھ اور، لڑکی کے اولیاء بطور شرط نکاح، دولہا سے لیں تو یہ بھی رشوت ہوگا۔

تشریح:

مختلف مواقع پر لین دین کی صورت میں کوئی صراحت نہیں کی جاتی کہ یہ شئ عاریۃً دی گئی ہے یا بطور ہبہ، نیز یہ کہ کس کے حق میں ہبہ ہے، اوراس سلسلہ میں مختلف علاقوں کا عرف مختلف ہوتا ہے، ایسے حالات میں ہر علاقہ کے معاملہ کا فیصلہ اس علاقہ کے عرف کی روشنی میں کیا جائے گا۔

☆☆☆

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ═══ قانون وصیت

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوفِ
حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾

(تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے، بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑ رہا ہو، تو والدین اور اقارب کے لئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے، جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری ہے)

(سورۂ بقرہ، آیت/۱۸۰)

کتاب الوصیة

وصیت کی تعریف

دفعہ (۳۸۲):

اپنی کسی چیز کا یا اس کے منافع یا آمدنی کا اپنی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے دوسرے کو بلاعوض مالک بنا دینا ''وصیت'' ہے۔

تشریح:

(الف) یہ مالک بنانا ہمیشہ کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور خاص زمانہ تک کے لئے بھی، مثلاً کوئی

حوالہ دفعہ (۳۸۲):

(هي تمليك مضاف إلي ما بعد الموت) عينا كان أو دينا ...... بطريق التبرع ليخرج نحو الإقرار بالدين فإنه نافذ من كل المال كما سيجئ ولا ينافيه وجوبها لحقه تعالى فتأمله (قوله عينا كان أو دينا) عبارة المنح وغيره عينا أو منفعة ١هـ ح (قوله ليخرج نحو الإقرار بالدين) ...... والتحقيق أن قيد التبرع لإخراج التملك بعوض كالبيع بالإجارة وإنه احترز بقوله مضاف إلي ما بعد الموت عن نحو الهبة فا ـه تمليك تبرع للحال۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصیة ص۵۶۸ ج۵)

باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة ...... (صحت الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدة معلومة وأبدا) ويكون محبوسا على ملك الميت في حق المنفعة كما في الوقف كما بسط في الدرر (وبغلتهما ......)۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الوصیة بالخدمة والسکنی والثمرة ص۶۰۶ ج۵، وہکذا في بدائع الصنائع، کتاب الوصیة ص ۳۵۲ ج۷)

حوالہ تشریح دفعہ (۳۸۲) شق (الف):

(وصحت الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدة معلومة وأبدا) (قوله مدة معلومة

اس طرح وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد تم دو سال تک میرے فلاں مکان میں رہنا، یا اس طرح وصیت کرے کہ میری وفات کے بعد میری فلاں زمین کی آمدنی ہمیشہ غریبوں کو دی جائے۔

(ب) اس تملیک کو مطلق بھی رکھا جاسکتا ہے اور کسی شرط کے ساتھ مشروط بھی کیا جاسکتا ہے، مثلاً میرے مرنے کے بعد میرا فلاں مکان تمہارے لئے وصیت ہے، یہ مطلق کی مثال ہے، اور یہ کہنا کہ اگر تم اگلے سال حج کرلو تو میں اپنے مرنے کے بعد فلاں مکان کی تمہارے لئے وصیت کرتا ہوں، یہ مشروط کی مثال ہے، پس اگر اس نے حج کرلیا تو وصیت کرنے والے کی موت کے بعد جس کی وصیت کی گئی اس کا وہ مالک ہوجائے گا۔

(ج) وصیت کرنے والے کو ''موصی'' اور جس کے لئے وصیت کی جائے اسے ''موصی لہ'' اور جس چیز کی وصیت کی جائے اسے ''موصی بہ'' کہتے ہیں۔

دفعہ(۳۸۳):

وصیت کے دو رکن ہیں: موصی کی جانب سے ایجاب، اور موصی لہ کی طرف سے قبول یا کوئی

وأبدا) وإن أطلق فعلى الأبد وإن أوصى بسنين فعلى ثلاث وكذا الوصية بغلة العبد والدار ١هـ مسكين۔
(وهكذا في بدائع الصنائع، كتاب الوصية ص٣٥٣ ج ٧)
(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة ص٦٠٦ ج٥)

حوالہ تشریح دفعہ(۳۸۲) شق (ب):

بقي مما يصح تعليقه دعوة الولد كان كانت جاريتي حاملا فمني وكذا الوصية والإيصاء والوكالة الخ۔
(رد المحتار، مطلب ما تصح اضافته وما لا تصح ص ٣٢٢ ج٤)

(وما تصح إضافته إلي) الزمان (المستقبل الإجارة وفسخها والمزارعة والمعاملة والمضاربة والوكالة والكفالة والإيصاء والوصية۔
(الدر المختار على هامش رد المحتار، مطلب ما تصح إضافته وما لا تصح ص ٣٢٣ ج٤)

حوالہ دفعہ(۳۸۳):

(وركنها قوله أوصيت بكذا لفلان وما يجري مجراه من الألفاظ المستعملة فيها) وفي البدائع ركنها الإيجاب والقبول وقال زفر الإيجاب فقط، قلت والمراد بالقبول ما يعم الصريح

ایسا عمل جو قبول پر دلالت کرتا ہو۔

تشریح:

واضح رہے کہ موصی لہ کی طرف سے وہ قبول یا سکوت وغیرہ معتبر ہوگا جو موصی کی موت کے بعد ہو، موصی کی زندگی میں موصی لہ کی طرف سے قبول یا سکوت وغیرہ وصیت کے نفاذ میں موثر نہیں ہوگا۔

وصیت کے شرائط

دفعہ (۳۸۴):

(الف) موصی عاقل و بالغ ہو، (ب) موصی کا پورا مال قرض میں گھرا ہوا نہ ہو، (ج) موصی

والدلالة بأن يموت الموصى له بعد موت الموصى بلا قبول كما سيجئ (قوله في البدائع الخ) عبارتها على ما في الشرنبلالية وأما ركن الوصية فقد اختلف فيه قال أصحابنا الثلاثة أي الإمام وصاحباه هو الإيجاب والقبول الإيجاب من الموصى والقبول من الموصى له فما لم يوجدا جميعا لا يتم الركن و إن شئت قلت ركن الوصية الإيجاب من الموصى وعدم الرد من الموصى له وهو أن يقع اليأس عن رده وهذا أشمل لتخريج المسائل (قوله قلت الخ) عزاه في الشرنبلالية إلي الخلاصة والظاهر أن المراد بالقبول دلالة عدم الرد فهي بمعنى ماقدمناه عن البدائع من قوله إن شئت قلت الخ ثم المعتبر في القبول والرد ما بعد الموت لا ما قبله كما سيأتي (قوله بأن يموت الخ) تصوير للدلالة ومثله الوصية للحمل وبقي لو الموصى له غير معين كالفقراء والظاهر أن القبول غير شرط أو هو موجود دلالة تأمل۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصیۃ ص ۵۷۰ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۳۸۴):

(سببها) ما هو (سبب التبرعات وشرائطها كون الموصى أهلا للتمليك) فلم تجز من صغير ومجنون ...... (وعدم استغراقه بالدين) لتقدمه على الوصية كما سيجئ (و) كون (الموصى له حيا وقتها) تحقيقا أو تقديرا ليشمل الحمل الموصى له ...... (و) كونه (غير وارث) وقت الموت (ولا قاتل) وهل يشترط كونه معلوما قلت نعم كما ذكره ابن سلطان وغيره في الباب الآتي (و) كون (الموصى به قابلا للتمليك بعد موت الموصى) بعقد من العقود مالا أو نفعا موجودا للحال أم معدوما وأن يكون بمقدار الثلث (قوله أهلا للتمليك) الأولى قوله النهاية أهلا للتبرع (قوله وعدم استغراقه) أي الموصى به بالدين أي بإبراء الغرماء

نے جبر واکراہ، تفریح ومذاق اور سبقت لسانی سے وصیت نہ کی ہو، (د) موصی لہ حقیقۃً یا حکماً موجود ہو اور موصی کی موت کے بعد بھی موجود رہے، (ہ) موصی لہ معلوم ومتعین ہو، (و) موصی لہ موصی کا اس کی موت کے وقت وارث نہ ہو، (ز) عاقل بالغ موصی لہ موصی کا ناحق قاتل نہ ہو، (ح) موصی بہ مال متقوم ہو یا مال متقوم کی منفعت یا آمدنی ہو، (ط) وصیت تہائی مال تک کی ہو۔

تشریح:

(متعلق ب) اگر موصی کا پورا مال اور اس کی ساری جائیداد قرض میں گھری ہوئی ہے تو اس

قهستاني (قوله وقتها) أقول في التتارخانية الموصى له إذا كان معينا من أهل الاستحقاق يعتبر صحة الإيجاب يوم أوصى، ومتى كان غير معين يعتبر صحة الإيجاب يوم موت الموصى، فلو أوصى بالثلث لبني فلان ولم يسمهم ولم يشر إليهم فهي للموجودين عند موت الموصى وإن سماهم أو أشار إليهم فالوصية لهم حتى لو ماتوا بطلت الوصية لأن الموصى له معين فتعتبر صحة الإيجاب يوم الوصية ١هـ ملخصا (قوله يشمل الحمل) أي قبل أن تنفخ فيه الروح إذ بعد النفخ يكون حيا حقيقة ١هـ (قوله وكونه غير وارث) أي إن كان ثمة وارث آخر و إلا تصح كما لو أوصى أحد الزوجين للآخر ولا وارث غيره كما سيجئ. (قوله وقت الموت) أي لا وقت الوصية حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث ثم ولد له ابن صحت الوصية للأخ ولو أوصى لأخيه وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصى بطلت الوصية زيلعي (قوله ولا قاتل) أي مباشرة كالخاطي والعامد بخلاف المتسبب لأنه غير قاتل حقيقة وهذا إذا كان ثمة وارث وإلا صحت وكان القاتل مكلفا و إلا فتصح للقاتل لو صبيا أو مجنونا كما سيأتي (قوله وهل يشترط كونه) أي كون الموصى له معلوما أي معينا شخصا كزيد أو نوعا للمساكين فلو قال أوصيت بثلثي لفلان أو فلان بطلت عنده للجهالة كما سيذكره قبيل وصايا الذمي. (قوله بعقد) متعلق بالتمليك (قوله مالا أو نفعا الخ) تعميم للموصى به (قوله أم معدوما أي هو قابل للتمليك بعقد من العقود قال في النهاية ولهذا قلنا بأن الوصية بما تثمر نخيله العام أو أبدا تجوز وإن كان الموصى به معدوما لأنه يقبل التمليك حال حياة الموصى بعقد المعاملة (قوله وأن يكون بمقدار الثلث) أي كان ثمة وارث ولم يجزها بالأكثر وبما قررناه ظهر أن هذه الشروط بعضها شروط لزوم وهي ما توقفت لحق الغير ونفذت بإجازته وبعضها شروط صحة۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۶۹۔ ۵۷۰ ج ۵۔ ص ۵۷۵۔ ۵۷۶ ج ۵، وباب الوصیۃ بثلث المال ص ۵۹۰۔ ۵۹۱ ج ۵، باب الوصیۃ للأقارب وغیرہم ص ۴۰۶ ج ۵، ہکذا فی الہدایۃ، کتاب الوصایا ص ۶۴۲، باب الوصیۃ بالسکنی والخدمۃ والثمرۃ ص ۶۷۱۔ ۶۷۲ ج ۴)

کے لئے وصیت کرنا درست نہیں لیکن چونکہ ملکیت موصی ہی کو حاصل ہے اس لئے اگر اس نے اسی جائیداد کے متعلق وصیت کی اور موصی کی موت سے پہلے کوئی شکل جائیدا کے قرض سے بری ہونے کی نکل آئی تو وصیت نافذ ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔

(متعلق د) حقیقۃً موجود ہونا تو واضح ہے، اور حکماً موجود ہونے کی مثال کسی عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے، اگر وہ موصی کے انتقال کے بعد زندہ پیدا ہوا تو وہ موصی بہ کا مالک ہوگا، خواہ اس کی زندگی کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو۔

(متعلق ہ) شوہر نے بیوی کے لئے وصیت کی درانحالیکہ شوہر کے دوسرے ورثہ بھی ہیں تو یہ وصیت دوسرے ورثہ کی رضا کے بغیر نافذ نہیں ہوگی، لیکن شوہر نے مرض الموت سے پہلے اس بیوی کو طلاق بائن دے دی اور مرگیا تو اب وہ وصیت اس مطلقہ کے حق میں نافذ ہوگی، اس لئے کہ اب وہ موصی کی موت کے وقت وارث نہیں رہی۔ یا کسی شخص نے بیٹا اور بیٹی کی موجودگی میں پوتے کے لئے وصیت کی جو وارث نہیں ہے تو وصیت صحیح ہوئی، مگر موصی کی موت سے پہلے بیٹے کی موت واقع ہوگئی اور اب یہی پوتا موصی کے موت کے وقت وارث ہوگیا، تو اس کے حق میں کی گئی وصیت دوسرے وارث کی رضا کے بغیر نافذ نہیں ہوگی، اور پوتے کو اب میراث ملے گی۔ واضح رہے کہ اگر موصی لہ موصی کا تنہا وارث ہو تو اس کے حق میں کی گئی وصیت بلا تامل نافذ ہوگی۔

(متعلق ز) موصی لہ نے موصی کو ظلماً قتل کردیا تو وصیت منسوخ قرار پائے گی، اور اگر قاتل بچہ یا پاگل ہے تو وصیت نافذ ہوگی۔

وصیت کے احکام

دفعہ(۳۸۵):

موصی لہ، موصی بہ پر قبضہ کرنے یا قبول کرنے کے بعد اس کا مالک ہوگا۔

دفعہ(۳۸۶):

وصیت صحت کی حالت میں کرے یا مرض الموت میں، عام حالات میں وصیت ایک تہائی مال میں جاری ہوگی اِلا یہ کہ موصی کا کوئی وارث نہ ہو، یا وارث ہو اور وہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی اجازت دے دے۔

تشریح:

اگر کسی نے ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کردی، اور وصیت کرنے والے کا کوئی وارث نہیں تو یہ وصیت نافذ ہوگی، یا اگر کئی وارث ہیں اور انہوں نے ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کو بخوشی تسلیم کرلیا تو بھی نافذ ہوگی، اور اگر کسی وارث نے تسلیم کیا اور کسی نے نہیں تو صرف تسلیم کرنے والوں کے حق میں نافذ ہوگی، بقیہ ورثہ کے حق میں نافذ نہیں ہوگی۔

حوالہ دفعہ(۳۸۵):

والموصی به يملك بالقبول۔ (ہدایہ، کتاب الوصایا ص ۶۴۲ ج ۴)

(وإنما يصح قبولها بعد موته) لأن ثبوت حكمها بعد الموت (فبطل قبولها وردها قبله) وإنما تملك بالقبول)۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الوصایا ص ۵۷۷ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۳۸۶):

(وتجوز بالثلث للأجنبي) عند عدم المانع (وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته) (قوله إلا أن تجيز ورثته الخ) أي بعد العلم بما أوصى به أما إذا علموا أنه أوصى بوصايا ولا يعلمون ما أوصى به فقالوا أجزنا ذلك لا تصح إجازتهم خانية عن المنتقى، ونقل السائحاني عن المقدسي إذا أجاز بعض الورثة جاز عليه بقدر حصته ...... (تنبيه) إذا صحت الإجازة بعد الموت يتملكه المجاز له من قبل الموصى ...... (وصحت بالكل عند عدم ورثته)۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوصایا ص ۶۵۱-۶۵۲ ج ۵)

دفعہ(۳۸۷):

مسنون طریقے پر تجہیز وتکفین کے اخراجات اور ادائے دین کے بعد بچے ہوئے مال میں وصیت جاری ہوگی۔

دفعہ(۳۸۸):

موصی بہ پر موصی کے ورثہ کا قبضہ بطور امانت ہے، لہذا اگر موصی بہ اجرائے وصیت سے پہلے ورثہ کی تعدی کے بغیر ضائع ہوجائے تو ان پر اس کا تاوان لازم نہیں ہوگا۔

دفعہ(۳۸۹):

اگر موصی نے چندلوگوں کے لئے ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی اور ورثہ نے تہائی سے زیادہ کی اجازت نہیں دی تو یہ وصیت تمام موصی لہم کے لئے تہائی مال میں ہی موصی کی وصیت کے تناسب سے جاری ہوگی۔

حوالہ دفعہ(۳۸۷):

(یبدأ من ترکة المیت الخالیة عن تعلق حق الغیر بعینها ....) (بتجهیزه) .... (ثم) تقدم (دیونه التي لها مطالب من جهة العباد) ...... (ثم) تقدم (وصیته) .... (من ثلث ما بقی)۔

(تنویر الأبصار مع الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الفرائض ص ۶۶۳ تا ۶۶۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۳۸۸):

واعلم أن الوصیة في ید الموصی أو ورثته بمنزلة الودیعة سراج (قوله بمنزلة الودیعة) فلا ضمان علی الموصی أو ورثته إذا هلکت في أیدیهم من غیر تعد أما إذا استهلکت فإن وقع من الموصی فهو رجوع وإن من الورثة قبل القبول أو بعده یکون ضمانه علیه ط۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۸۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۳۸۹):

(إذا أوصی بثلث ماله لزید ولآخر بثلث ماله ولم تجز) الورثة (فثلث لهما) نصفین اتفاقا (وإن أوصی) بثلث ماله لزید والآخر بسدس ماله فالثلث بینهما) أ ثلاثا اتفاقا لهما) نصفین اتفاقا۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الوصیة بثلث المال ص ۵۸۵ ج ۵، ہکذا فی الہدایہ)

دفعہ(۳۹۰):

مرض الموت میں ہبہ کرنا یا اپنی کوئی چیز رائج قیمت سے بہت کم میں فروخت کرنا، یا کوئی

حوالہ دفعہ(۳۹۰):

(يعتبر حال العقد في تصرف منجز) هو الذي وجب حكمه في الحال (فإن كان في الصحة فمن كل ماله و إلا فمن ثلثه) والمراد التصرف الذي هو إنشاء ويكون فيه معنى التبرع حتى أن الإقرار بالدين في المرض ينفذ من كل المال والنكاح فيه ينفذ بقدر مهر المثل من كل المال (والمضاف إلي موته) وهو ما أوجب حكمه بعد موته كانت حر بعد موتى أو هذا لزيد بعد موتى (من الثلث وإن كان في الصحة) ومرض صح منه كالصحة والمقعد والمفلوج والمسلول إذا تطاول ولم يقعده في الفراش كالصحيح مجتبى ثم رمز حد التطاول سنة وفي المرض المعتبر المبيح لصلاته قاعدا (إعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه) كل ذلك حكمه (ك) حكم (وصيته فيعتبر من الثلث) كما قدمنا في الوقف إن وقف المريض المديون بمحيط باطل فليحفظ وليحرر (قوله ومحاباته) أي في الإجازة والاستئجار والمهر والشراء والبيع بأن باع مريض مثلاً من أجنبي ما يساوي مائة بخمسين كما في النتف قهستاني أي أو يشتري ما يساوي خمسين بمأة فالزائد على قيمة المثل في الشراء والناقص في البيع محاباة أو مسامحة ...... وقيد المحاباة في البزازية وغيرها بما لا يتغابن فيه (قوله وهبته) أي إذا اتصل بها القبض...... قبل موته أما إذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية لأن هبة المريض هبة حقيقة و إن كانت وصية حكما كما صرح به قاضي خان وغيره ١هـ ط عن المكي (قوله حكمه كحكم وصية) أي من حيث الاعتبار من الثلث لا حقيقة الوصية لأن الوصية إيجاب بعد الموت وهذه التصرفات منجزة في الحال زيلعي۔ *(الدر المختار مع رد المحتار، باب العتق فی المرض ص۶۹۵۔۶۹۷ ج۵)*

(وتبطل هبة المريض ووصيته لمن نكحها بعدها) أي بعد الهبة والوصية لما تقرر أنه يعتبر لجواز الوصية كون الموصى له وارثا أو غير وارث وقت الموت لا وقت الوصية بخلاف الا قرار لأنه يعتبر كون المقر له وارثا أو غير وارث يوم الا قرار فلو أقر لها فنكحها فما جاز (ويبطل ا قراره ووصيته وهبته لابنه كافرا) أو عبدا أو مكاتبا (ا ن أسلم أو أعتق بعد ذلك) لقيام البنوة وقت الا قرار فيورث تهمة الا يثار۔ *(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، الوصایا ص۵۷۸۔۵۷۹ ج۵)*

قال: ومن أعتق في مرضه عبدا أو باع وحابى أو وهب فذلك كله جائز وهو معتبر من الثلث ويضرب به مع أصحاب الوصايا وفي بعض النسخ فهو وصية مكان قوله جائز والمراد الاعتبار من الثلث والضرب مع أصحاب الوصايا لا حقيقة الوصية لأنها ا يجاب بعد الموت وهذا منجز غير مضاف واعتباره من الثلث لتعلق حق الورثة وكذلك ما ابتداء المريض ا يجابه على نفسه كالضمان والكفالة في حكم الوصية لأنه يتهم فيه كما في الهبة وكل ما أوجبه بعد

سامان رائج قیمت سے بہت زیادہ میں خرید لینا، یا کوئی چیز اجرت مثل سے بہت زیادہ کرایہ پر لے لینا، یا اس حال میں کیئے ہوئے نکاح کے اندر مہر مثل سے زائد مہر مقرر کرنا، یا مرض الموت سے پہلے کیئے ہوئے نکاح کے مقررہ مہر پر کوئی اضافہ کرنا، یا اس قسم کا اور کوئی بھی تبرع اور احسان کا معاملہ کرنا وصیت کے حکم میں ہے۔

تشریح:

لہذا اگر کوئی مریض اسی مرض میں مرجائے اور جس شخص کے حق میں ہبہ یا مذکورہ کمی زیادتی کی گئی ہے وہ مریض کی موت کے وقت اس کا وارث ہو اور دوسرے ورثہ ہبہ یا مذکورہ کمی زیادتی سے راضی نہ ہوں تو ہبہ کو چھوڑ کر مذکورہ دیگر معاملات گرچہ منعقد رہیں گے، لیکن ہبہ اور کمی زیادتی باطل قرار پائے گی، اور اگر وہ شخص مریض کی موت کے وقت اس کا وارث نہ ہو تو ہبہ اور کمی زیادتی کا نفاذ ہوگا، لیکن صرف ایک تہائی ترکہ تک، زائد میں وارثوں کا اِذن ضروری ہوگا، جیسا کہ اس کی تفصیل دفعہ (۵) میں گذر چکی۔

دفعہ (۳۹۱):

پراویڈنٹ فنڈ، لائف انشورنس، کوآپریٹو سوسائٹی جیسے معاملات میں ان کے ضوابط کے

الـمـوت فهو من الثلث وا ن أوجبه في حال صحته اعتبارا بحال الا ضافة دون حال العقد ...... وما نفذه من التصرف فالمعتبر فيه حالة العقد فا ن كان صحيحا فهو من جميع المال وا ن كان مريضا فمن الثلث و كل مرض صح منه فهو كحال الصحة لأن بالبرء تبين أنه لا حق لأحد في ماله۔ (ہدایہ، باب العتق فی مرض الموت ص ۶۵۷۔۶۵۸ ج ۴)

(ومثلہ أوقریب منہ فی الہدایۃ، کتاب الوصایا ص ۶۴۱، باب الوصیۃ بثلث المال ص ۶۵۶۔۶۵۷ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۳۹۱):

واعـلـم أن دية المقتول خطأ كسائر أمواله حتى تقضى منها ديونه وتنفذ وصاياه ويرثها كل من يرث سائر أمواله وقال مالك لا يرث الزوجات من الدية لانقطاع الزوجية بالموت ولا وجوب لـلـدية ا لا بـعده ولنا أنه عليه السلام أمر بتوريث امرأة أشيم الضبابي من عقل زوجها قال الزهري كان قتل أشيم خطأ كذا يثبت عندنا حق الزوجين في القصاص بقوله عليه السلام

مطابق اگر کسی شخص نے اپنی رقم کے لئے دوسرے کو نامزد کر دیا تو نامزد شخص خواہ وارث ہو یا غیر وارث، اس کی حیثیت نہ موصی لہ کی ہوگی اور نہ موہوب لہ کی، بلکہ صرف امین کی ہوگی، لہٰذا نامزد کرنے والے شخص کی جمع کردہ اور وضع شدہ رقم اس کی موت کے بعد حسب سہام شرعی اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی، اور سود کی رقم بلانیت ثواب فقراء کو دے دینا ضروری ہوگا۔ اسی طرح نامزد کرنے والے شخص کی

من ترك مالا أو حقا فلورثته، ولاشك أن القصاص حقه لأنه بدل نفسه فيستحقه جميع الورثة بحسب ا رثهم كالدية .... هكذا ذكره الا مام السرخسي في شرح كتاب الديات۔

(شریفیہ شرح سراجی، مطبع العلوی لکھنؤ ص ۱۵)

يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها ...... (قوله من تركة الميت) التركة في اللغة بمعنى المتروك كالطلبة بمعنى المطلوب وفي الاصطلاح هو ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال فما تركه من أهله وعياله لا يسمى تركة انتهى روح الشروح، والأولى أن يقول المصنف من مال الميت كما فعل ابن كمال قال ا ذ لا اختصاص لتعلق تلك الحقوق بالتركة فا نهما تتعلق بالدية الواجبة بعد موته وهي من جملة ماله دون تركته ا ذ لم يتركها حيث حصل له بعد موته انتهى۔

(الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الفرائض ص ۳۶۵ ج ۴)

(باب الوصي) وهو الموصى ا ليه (أوصى ا لى زيد) أي جعله وصيا (قوله أوصى ا لى زيد) ضمنه معنى فوض فعداه بالى .... ويصح هذا التفويض بكل لفظ يدل عليه ففي الخانية أنت وكيلي بعد موتي يكون وصيا أنت وصي في حياتي يكون وكيلا لأن كلا منهما ا قامة للغير مقام نفسه فينعقد كل منهما بعبارة الآخر اهـ وفي الخانية والخلاصة وغيرهما أنت وصي أو أنت وصي في مال أو سلمت ا ليك الأولاد بعد موتي أو تعهد أولادي بعد موتي أو قم بلوازمهم بعد موتى أو ما جرى مجرى هذه الألفاظ يكون وصيا۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۶۸ ج ۵)

كتاب الهبة أما تفسيرها شرعا فهي تمليك عين بلا عوض .... وأما شرائطها فأنواع ...... أما ما يرجع ا لى نفس الركن فهو أن لا يكون معلقا بماله خطر الوجود والعدم من دخول زيد وقدوم خالد ونحو ذلك ولا مضافا ا لى وقت بأن يقول وهبت هذا الشئ منك غدا أو رأس شهر كذا في البدائع۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الہبۃ: الباب الاول ص ۳۷۴ ج ۴)

وترك شروط العقد وقد ذكرها فيها (أي في الهندية) وهو أن لا يكون معلقا بماله خطر الوجود والعدم كدخول زيد وقدوم خالد وأن لا يكون مضافا ا لى وقت بأن يقول وهبت منك الشئ غدا أو رأس شهر ولذا كانت الرقبى باطلة وهي أن يقول داري لك رقبى ومعناه ا ن مت فهي لي وا ن مت فهي لك كأن كل واحد منهما يراقب موت الآخر۔

(طحطاوی علی الدر المختار، کتاب الہبہ ص ۳۹۳ ج ۳)

جان یا مال ضائع ہوجانے کی صورت میں معاوضہ میں ملی ہوئی رقم اس کے وارثوں میں حسب سہام شرعی تقسیم ہوگی۔

دفعہ(۳۹۲):

مرنے والے پر موت سے پہلے ان فرائض وواجبات کے فدیہ، کفارہ اور بدل کی وصیت واجب ہے جنہیں وہ ادا نہیں کرسکا۔

تشریح:

مثلاً چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا فدیہ، جو نماز و روزہ کے لئے نصف صاع گیہوں (ایک کیلو چھ سو اکانوے (۱,۶۹۱) گرام) یا اس کی قیمت ہے، اس کی وصیت کرنا واجب ہے، یا قسم کا کفارہ یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا، اس کی وصیت بھی واجب ہے، یا اگر کسی شخص پر حج فرض ہوا اور ادا نہ کرسکا تو اس کے لئے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کرنا جسے حج بدل کہتے ہیں، واجب ہے، اسی طرح اگر زکوٰۃ اس پر واجب الادا ہو تو اسے ادا کرنے کی وصیت کرنا بھی واجب ہے، (ان سب کی تفصیلات کتب فقہ میں دیکھی جائیں)۔

حوالہ دفعہ(۳۹۲):

(وهـي) على ما في المجتبى أربعة أقسام (واجبة بالزكوة) والكفارات (و) فدية (الصيام والصلـوة التي فرط فيها) ومباحة لغني ومكروهة لأهل فسوق (وا لا فمستحبة) (قوله وهي علـى مـا فـي المجتبى) .... في البدائع الوصية بما عليه من الفرائض والواجبات كالحج والزكوة والكفارات واجبة ١هـ ...... وفـي المواهب تجب على مديون بما عليه لله تعالى أو لـلعبـاد ...... ومـا مر من سقوط ما وجب لحقه تعالى بالموت لا يدل على عدم الوجوب لأن المراد سقوط أدائها وا لا فهي في ذمته۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۶۸ ج ۵)

دفعہ(۳۹۳):

اگر کسی نے ایسے کاموں کے لئے وصیت کی جو حرام یا مکروہ تحریمی ہیں، تو یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایسے کاموں کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

دفعہ(۳۹۴):

(الف) اگر ورثاء نابالغ ہیں تو کسی کے لئے وصیت نہیں کرنی چاہئے۔

حوالہ دفعہ(۳۹۳):

(أوصى بأن يطين قبره أو يضرب عليه قبة فهي باطلة) كما في الخانية وغيرها وقدمناه عن السراجية وغيرها لكن قدمنا فيها في الكراهية أنه لا يكره تطيين القبور في المختار فينبغي أن يكون القول ببطلان الوصية بالتطيين مبنيا على القول بالكراهة لأنها حينئذ وصية بالمكروه قاله المصنف ١هـ (قوله لأنها حينئذ وصية بالمكروه) مقتضاه أنه يشترط لصحة الوصية عدم الكراهة وقدم أول الوصايا أنها أربعة أقسام وأنها مكروهة لأهل فسوق ومقتضى ما هنا بطلانها اللهم ا لا أن يفرق بأن الوصية ا ما صلة أو قربة وليست هذه واحدة منهما فبطلت بخلاف الوصية لفاسق فا نها صلة لها مطالب من العباد فصحت وا ن لم تكن قربة كالوصية لغني لأنها مباحة وليست قربة كما مر هذا ما ظهر لي وسيأتي في أول فصل وصايا الذمي ما يوضحه۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم ص ۶۰۵ ج ۵)(وقریب منہ فی الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الاوصیاء ص ۵۶۹ ج ۵)(ومایوضحہ ویؤیدہ فی الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل فی وصایا وغیرہ ص ۶۵۱ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۳۹۴):

(وندب أقل منه) ولو (عند غنى ورثته أو استغنائهم بحصتهم كتركها) أي كما ندب تركها (بلا أحدهما) أي غنى واستغناء لأنه حينئذ صلة وصدقة (وتؤخر عن الدين) لتقدم حق العبد. (قوله ولو عند غنى ورثته الخ) أشار بزيادة لو الوصلية ا لى أن الوصية بما دون الثلث عند عدم الغنى أو الاستغناء مستحبة أيضا وهو كذلك لما قال في الهداية ويستحب أن يوصى بدون الثلث سواء كانت الورثة أغنياء أو فقراء لأن في التنقيص صلة القريب بترك ماله عليهم بخلاف استكماله الثلث لأنه استيفاء تمام حقه فلا صلة ثم هل الوصية بأقل من الثلث أولى أم تركها قالوا ا ن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون فالترك أولى لما فيه من الصدقة على القريب، وقد قال عليه الصلوة والسلام أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح، ولأن فيه رعاية حق الفقر والقرابة جميعا وا ن كانوا أغنياء أو يستغنون بنصيبهم فالوصية أولى

(ب) اگرورثاء بالغ ہیں مگر نادار، جب بھی کسی کے لئے وصیت نہیں کرنی چاہئے۔

(ج) پوتا، نواسہ اور دوسرے نادار اقرباء جو کسی وجہ سے ترکہ نہیں پا رہے ہیں، دوسروں کے مقابلہ میں ان کے لئے وصیت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

دفعہ(۳۹۵):

اگر ایک شخص کی حقوق اللہ سے متعلق کئی وصیتیں جمع ہوگئیں جن میں کوئی فرض اور کوئی واجب

لأنه يكون صدقة على الأجنبي والترك هبة من القريب والأول أولى لأنه يبتغي بها وجه الله تعالى، وقد قيل في هذا الوجه يخير لاشتمال كل على فضيلة وهو الصدقة أو الصلة ا هـ كلام الهداية، وحاصله أنه لا تنبغي الوصية بتمام الثلث بل المستحب التنقيص عنه مطلقا لأنه عليه الصلوة والسلام قد استكثر الثلث بقوله والثلث كثير لكن التنقيص عند فقر الورثة وا ن كان مستحبا ا لا أن ثمة ما هو أولى منه وهو الترك أصلا فا ن المستحب تتفاوت درجاته وكذا المسنون والمكروه وغيرهما وبهذا ظهر لك أن ا تيان الشارح المحقق بلو الوصلية موافق للهداية فافهم هذا، وفي القهستاني ا ذا كان المال قليلا لا ينبغي أن يوصى على ما قال أبو حنيفة وهذا ا ذا كان الأولاد كبارا فلو صغارا فالترك أفضل مطلقا على ما روي عن الشيخين كما في قاضي خان ا هـ فالتفصيل ا نما هو في الكبار، أما الصغار فترك المال لهم أفضل ولو كانوا أغنياء (تنبيه) قال في الحاوي القدسي من لا وارث له ولا دين عليه فالأولى أن يوصى بجميع ماله بعد التصدق بيده (قوله أو استغنائهم بحصتهم) أي صيرورتهم أغنياء بأن يرث كل منهم أربعة آلاف درهم على ما روي عن الا مام أو يرث عشرة آلاف درهم على ما روي عن الفضلي قهستاني عن الظهيرية واقتصر الاتقاني على الأول (قوله أي غنى واستغناء) عبر بالواو ا شارة ا لى أن المراد بقوله بلا أحدهما عدمها معا ا ذ لو وجد أحدهما دون الآخر كان المندوب الفعل لا الترك فيناقض ما قبله فتدبر۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۷۱-۵۷۲ ج ۵)

(وأما) الكلام فى الاستحباب فقد قالوا ا ن كان ماله قليلا وله ورثة فقراء فالأفضل أن لا يوصى ...... وا ن كان ماله كثيرا فا ن كان ورثته فقراء فالأفضل أن يوصى بما دون الثلث ...... والوصية بالخمس أفضل من الوصية بالربع والوصية بالربع أفضل من الوصية بالثلث ...... ثم الوصية بالثلث لأقاربه الذين لا يرثون أفضل من الوصية به للأجانب۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا ص ۳۳۱ ج ۷)

حوالہ دفعہ (۳۹۵) و (۳۹۶):

(وا ذا اجتمع الوصايا قدم الفرض وا ن أخره الموصى وا ن تساوت) قوة (قدم ما قدم) ا ذا

اور کوئی نفل ہے، اور تہائی مال سے وصیتوں کو پورا کرنا ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں فرض کو واجب پر اور واجب کو نفل پر مقدم کیا جائے گا، اور تمام وصیتیں ایک ہی درجہ کی ہیں تو جو پہلے کی گئی ہیں وہ مقدم ہوں گی، اگر مقدم وصیتوں کو پورا کرنے میں تہائی مال ختم ہو جائے تو بقیہ وصیتیں پوری نہیں ہو سکیں گی۔

دفعہ (۳۹۶):

اگر موصی نے حقوق اللہ اور تبرعاً حقوق العباد دونوں سے متعلق وصیتیں کیں تو یہ کل وصیتیں ایک تہائی مال ہی میں پوری کی جائیں گی، موصی بہ کا جو حصہ حقوق العباد کی طرف آئے گا اس میں کسی کو مقدم ومؤخر کئے بغیر ہر شخص کو اس کا حصہ ملے گا۔ اور موصی بہ کا جو حصہ حقوق اللہ کی طرف آئے گا اس میں نوافل پر واجبات کو اور واجبات پر فرائض کو مقدم کیا جائے گا۔

تشریح:

جیسے کسی نے نماز کا فدیہ، قربانی اور کسی کار خیر میں کچھ دینے کی وصیت کی اور ساتھ ساتھ زید، عمرو، بکر کے لئے بھی وصیت کی، اس طرح چھ وصیتیں جمع ہو گئیں تو

ضاق الثلث عنها) (قوله وا ذا اجتمع الوصايا الخ) اعلم أن الوصايا ا ما أن تكون كلها لله تعالى أو للعباد أو يجمع بينهما وا ن اعتبار التقديم مختص بحقوقه تعالى لكون صاحب الحق واحدا، وأما ا ذا تعدد فلا يعتبر فما للعباد خاصة لا يعتبر فيها التقديم كما لو أوصى بثلثه لا نسان ثم به لآخر ا لا أن ينص على التقديم أو يكون البعض عتقا أو محاباة على ما سيأتي وما لله تعالى فا ن كان كله فرائض كالزكوة والحج أو واجبات كالكفارات والنذور وصدقة الفطر أو تطوعات كالحج التطوع والصدقة للفقراء يبدأ بما بدأ به الميت وا ن اختلطت يبدأ بالفرائض قدمها الموصى أو أخرها ثم بالواجبات وما جمع فيه بين حقه تعالى وحق العباد فا نه يقسم الثلث على جميعها ويجعل كل جهة من جهات القرب مفردة بالضرب ولا تجعل كلها جهة واحدة لأنه وا ن كان المقصود بجميعها وجه الله تعالى فكل واحدة منها في نفسها مقصودة فتفرد كوصايا الآدميين ثم تجمع فيقدم فيها الأهم فالأهم فلو قال ثلث ما لي في الحج والزكوة ولزيد والكفارات قسم على أربعة أسهم ولا يقدم الفرض على حق الآدمي لحاجته وا ن كان الآدمي غير معين بأن أوصى بالصدقة على الفقراء فلا يقسم بل يقدم الأقوى فالأقوى لأن الكل يبقى حقا لله تعالى۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۸۰ ج ۵، وہکذا فی الفتاوی الہندیہ، فصل الوصایا اذا اجتمعت ص ۱۱۴ و ۱۱۵ ج ۶) (وہکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الوصایا ص ۳۷۱ تا ۳۷۳ ج ۷)

زید، عمرو، بکر کو تو ان کا حصہ دے دیا جائے گا، باقی تین وصیتوں کے مال کو جمع کر کے پہلے نماز کا فدیہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد مال بچے تو قربانی کی وصیت پوری کی جائے گی، پھر کار خیر کی۔

دفعہ(۳۹۷):

اگر اشخاص کے اپنے اوپر قرض کی ادائیگی کی وصیت کی ہے تو یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لئے کی گئی تمام وصیتوں پر مقدم ہوگی۔

دفعہ(۳۹۸):

اگر کوئی قرض خواہ قرض دار سے کہے کہ میں اپنی موت کے بعد تمہیں اپنے قرض سے بری کرتا ہوں تو اس کا حکم وصیت کا ہوگا۔

دفعہ(۳۹۹):

موصی نے اپنی وصیت میں جن الفاظ کا استعمال کیا ہے ان کے معنی کی تعیین مقامی عرف کے

حوالہ دفعہ(۳۹۷):

(يبدأ من تركة الميت ......) ......(بتجهيزه) ......(ثم) تقدم (ديونه التي لها مطالب من جهة العباد) ...... (ثم) تقدم (وصيته) ...... (من ثلث ما بقى) بعد تجهيزه وديونه ۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض ص ۶۶۴۔۶۶۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۳۹۸):

قال لمديونه اذا مت فأنت برئ من ديني الذي عليك صحت وصيته (قوله صحت وصيته) أي لأن تعليق الوصية بالشرط جائز كما في القنية هذا والذي رأيته في القنية صح وصية فوصية بالتنوين منصوب على التمييز أي أنه ليس با براء بل هو وصية لتعليقه على موت نفسه۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۸۴۔۵۸۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۳۹۹):

(وصهره كل ذي رحم محرم من عرسه) كآبائها وأعمامها وأخوالها وأخواتها وغيرهم

ذریعہ ہوگی۔

تشریح:

اگر موصی نے اولاد، ہمسایہ، خاندان، اہل وعیال وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو ان کے معانی کی تعیین مقامی عرف سے ہوگی، وہاں کے عرف میں اگر اولاد کے لفظ میں بیٹا بیٹی دونوں داخل ہیں تو وصیت دونوں کے لئے ہوگی، اور اگر عرف میں اولاد کا اطلاق صرف بیٹے کے لئے ہوتا ہے تو صرف بیٹے کے لئے وصیت ہوگی۔

اسی طرح عرف میں پڑوسی کے لفظ کا اطلاق اگر ان پڑوسیوں پر ہوتا ہے جو اپنا ذاتی مکان رکھتے ہوں اور ان پر بھی جو پڑوس کے مکان میں کرایہ دار ہوں، تو وصیت دونوں کے لئے ہوگی، بہرحال موصی نے جن الفاظ کے ذریعہ وصیت کی ہے ان الفاظ کے معنی اور مصداق کی تعیین مقامی عرف سے ہوگی۔

(بشـرط مـوتـه) وهي منكوحته أو معتدته من رجعي فلو من بائن لا يستحقها وا ن ورثت مـنـه قـال الـحـلـوانـي هـذا في عرفهم، أما في زماننا فيختص بأبويها عناية وغيرها وأقره القهستاني قلت لكن جزم في البرهان وغيره بالأول وأقره في الشرنبلالية (قوله قلت لكن الخ) أقول الظاهر اعتبار العرف في ذلك لما في جامع الفصولين من أن مطلق الكلام فيما بيـن الـناس ينصرف ا لى المتعارف١هـ حتـى لـو تعورف خلاف ذلك كله يعتبر كأهل دمشـق ليـطـلـقـون الـصـهـر عـلـى الختن ولا يفهمون منه غيره وهي لغة كما مر وأما في البـرهـان وغيـره فهـو نـقل لما دونه صاحب المذهب فلا دلالة فيه على أن العرف هنا لا يعتبر، هذا ما ظهر لي فتدبر۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم ص ۵۹۹ ج ۵)

(أوصـى بثـلـث مـاله ا لى الفقهاء دخل فيه من يدقق النظر في المسائل الشرعية وا ن عـلـم ثلاث مسائل مع أدلتها) كذا في القنية قال حتى قيل من حفظ ألوفا من المسائل لم يـدخـل تـحـت الوصية (قوله حتى قيل من حفظ ألوفا من المسائل) أي من غير أدلة وفيه أنهم قد اعتبروا العرف في كثير من مسائل الوصية فلماذا لم يعتبروا عرف الموصى أقول الـظـاهر ا ن ذلك عرفهم في زمانهم وقدمنا عن جامع الفصولين أن مطلق الكلام فيما بين الـنـاس يـنـصـرف ا لـى الـمتعارف، وفي الأشباه من قاعدة العادة محكمة ألفاظ الواقفين تبتـنـى عـلى عرفهم كما في وقف فتح القدير و كذا لفظ الناذر والموصى والحالف ١هـ عـلـى أنـه قـدم الشـارح فـي صدر الكتاب في تعريف الفقه أنه عند الفقهاء حفظ الفروع

دفعہ(۴۰۰):

موصی نے کسی خاص شہر کے فقراء کے لئے وصیت کی ہے تو موصی بہ اسی شہر کے فقراء پر تقسیم کیا جائے گا۔

دفعہ(۴۰۱):

مکان میں رہنے یا اس کی آمدنی کی وصیت کرنا صحیح ہے، خواہ ہمیشہ کے لئے ہو یا مدت معینہ کے لئے۔

دفعہ(۴۰۲):

موصی اپنی وصیت سے رجوع کرسکتا ہے، اور رجوع کے تحقق کی بہت سی شکلیں ہوسکتی ہیں،

وأقله ثلاث ١هــ وعزاه في البحر ا لى المنتقى ثم قال وذكر في التحرير أن الشائع ا طلاقه على من يحفظ الفروع مطلقا يعني سواء كانت بدلائلها أو لا ١هـ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوصیۃ للا قارب وغیرہم ص ۶۰۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۴۰۰):

وفي الوصية لفقراء الكوفة جاز لغيرهم (قوله جاز لغيرهم) قال في الخلاصة الأفضل أن يصرف ا ليهم وا ن أعطى غيرهم جاز وهذا قول أبي يوسف وبه يفتى وقال محمد لا يجوز ١هــ قلت والأول موافق لقولهم في النذر با لغاء تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوصایا ص ۵۸۳۔ ۵۸۴ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۴۰۱):

(صحت الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدة معلومة وأبدا) ۔

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب الوصیۃ والسکنی والثمر ۃ ص ۶۰۶، وہکذا فی الہدایۃ، باب الوصیۃ بالسکنی والخدمۃ والثمر ۃ ص ۶۶۷ ج ۴)

حوالہ دفعہ(۴۰۲):

(وله) أي للموصي (الرجوع عنها بقول صريح أو فعل يقطع حق المالك عن الغصب بأن يزيل اسمه وأعظم منافعه كما عرف في الغصب (أو) فعل (يزيد في الموصى به ما يمنع

جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(الف) صاف لفظوں میں رجوع کرے کہ میں اپنی وصیت ختم کرتا ہوں۔

(ب) موصی بہ میں ایسا تغیر کردے جس سے اس کا نام بدل جائے یا اس کی بنیادی صفت ومنفعت زائل ہوجائے، یا ایسا اضافہ کردے کہ اس زیادتی کو موصی بہ سے آسانی کے ساتھ جدا نہ

تسليمه إلا به كلت السويق) الموصى به (بسمن والبناء) في الدار الموصى بها بخلاف بتجصيصها وهدم بنائها لأنه تصرف في التابع (وتصرف) عطف على بقول صريح وعطف ابن الكمال تبعا للدرر بأو وعليه فهو أصل ثالث في كون فعله يفيد رجوعه عنها كما يفيده متن الدرر فتدبر۔

(يزيل ملكه) فإنه رجوع عاد لملكه ثانيا أم لا (كالبيع والهبة) وكذا إذا خلطه بغيره بحيث لا يمكن تمييزه (قوله وله الرجوع عنها) لأن تمامها بموت الموصى ولأن القبول يتوقف على الموت والإيجاب المفرد يجوز إبطاله في المعاوضات كالبيع ففي التبرع أولى عناية، واعلم أن الرجوع في الوصية على أنواع ما يحتمل الفسخ بالقول والفعل كالوصية بعين وما لا يحتمله إلا بالقول كالوصية بالثلث أو الربع فإنه لو باع أو وهب لم تبطل وتنفذ الوصية من ثلث الباقي وما لا يحتمله إلا بالفعل كالتدبير المقيد فلو باعه صح لكن لو اشتراه عاد لحاله الأول وما لا يحتمله بهما كالتدبير المطلق ١هـ ملخصا من الاتقاني والقهستاني۔

(قوله أو فعل الخ) هذا رجوع دلالة والأول صريح وقد يثبت ضرورة بأن يتغير الموصى به ويتغير اسمه كما إذا أوصى بعنب في كرمه فصار زبيبا أو ببيضة فحضنتها دجاجة حتى أفرخت قبل موت الموصى وتمامه في الكفاية (قوله بأن يزيل اسمه الخ) كما إذا اتخذ الحديد سيفا أو الصفر آنية لأنه لما أثر في قطع ملك المالك فلأن يؤثر في المانع أولى زيلعي أي في المنع عن حصول الملك للموصى له، وإذا ذبح الشاة الموصى بها كان مجرد الذبح رجوعا وكان ينبغي عدمه لأنه نقصان كقطعة الثوب ولم يخطه وهدم بناء الدار ولكن نقول الذبح دليل على استبقائه على ملكه فكان دليل الرجوع لأنه اللحم فلما يبقى عادة إلى وقت الموت اتقاني۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۷۷۔۵۷۸ ج۵)

(أوصى بوصية ثم جن إن أطبق الجنون) حتى بلغ ستة أشهر (بطلت وإلا لا) وكذا أوصى ثم أخذ بالوسواس فصار معتوها حتى مات بطلت خانية۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۸۲ ج۵)

(...... بخلاف) قوله (تركتها و) بخلاف (قوله كل وصية أوصيتها فهي باطلة أو الذي وصيت به لزيد فهو لعمرو أو لفلان وارثي فكل ذلك رجوع عن الأول وتكون لوارثه بالإجازه كما مر۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الوصایا ص ۵۷۸ ج۵)

کیا جاسکے۔

(ج) موصی، موصی بہ میں ایسا تصرف کردے جس سے اس کی ملکیت ختم ہوجائے۔

(د) اگر وصیت کرنے کے بعد موصی چھ مہینوں تک پاگل رہا تو وصیت باطل قرار پائے گی، اور یہ بھی رجوع کے حکم میں ہوگا۔

(ہ) موصی کا یہ کہنا کہ میری وصیت باطل ہے، رجوع کے حکم میں ہے۔

تشریح:

(متعلق ب) تغیر کی مثال جیسے کپڑے کی وصیت کرنے کے بعد اس کا کرتا، پائجامہ وغیرہ سلوانا، بنیادی صفت زائل ہونے کی مثال جیسے وصیت کے بعد مکان کو ڈھادینا، اضافہ کرنے کی مثال جیسے دودھ کو چائے میں ملادینا۔

(متعلق ج) جیسے وصیت کی ہوئی چیز کا فروخت کردینا یا ہبہ کردینا۔

دفعہ (۴۰۳):

موصی کا وصیت سے انکار کرنا رجوع کے حکم میں نہیں ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۴۰۳):

(لا) يكون راجعا (بغسل ثوب أوصى به) لأنه تصرف في التبع واعلم أن التغير بعد موت الموصى لا يضر أصلا (ولا بجحودها) درر وكنز ووقاية وفي المجمع به يفتى ومثله في العيني، ثم نقل عن العيون أن الفتوى على أنه رجوع وفي السراجية وعليه الفتوى وأقره المصنف (وكذا) لا يكون راجعا (بقوله كل وصية أوصيت بها فحرام أو رياء أو أخرتها ......) (قوله وأقره المصنف) قال في شرح الملتقى ولكن المتون على الأول ولذا قدمه المصنف على عادته ١ هـ أقول وأخر في الهداية دليله فكان مختارا له، قال في النهاية وجزم به في المواهب والا صلاح قال في قضاء الفوائت من البحر وا ذا اختلف التصحيح والا فتاء فالعمل بما وافق المتون أولى۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا ص ۵۷۸ ج ۵)

دفعہ (۴۰۴):

اگر موصی لہ کا قبول موصی کے ایجاب کے مطابق ہے تو قبول معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

تشریح:

مثلاً دو شخصوں کے لئے ایک شئ کی اجتماعی طور پر وصیت کی اور دونوں میں سے ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے رد کر دیا تو قبول کرنے والے کے حق میں بھی وہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ قبول ایجاب کے مطابق نہیں ہے۔

وصی کے احکام

دفعہ (۴۰۵):

وصی وہ شخص ہے جس کو موصی نے اپنے نابالغ یا مجنون اولاد کی اپنے مرنے کے بعد نگرانی،

حوالہ دفعہ (۴۰۴):

(فصل: وأما شرائط الركن فبعضها يرجع ا لى نفس الركن وبعضها يرجع ا لى الموصى وبعضها يرجع ا لى الموصى له وبعضها يرجع ا لى الموصى به (أما) الذي يرجع ا لى نفس الركن فهو أن يكون القبول موافقا للا يجاب فا ن خالف الا يجاب لم يصح القبول لأنه ا ذا خالفه لم يرتبط فبقي الا يجاب بلا قبول فلا يتم الركن، وبيان ذلك ا ذا قال لرجلين أوصيت بهذه الجارية لكما فقبل أحدهما بعد موت الموصى ورد الآخر لم يصح القبول لأنه أوصى لهما جميعا فكان وصية لكل واحد منهما بنصف الجارية وكانت الجارية بينهما لو قبلا، فا ذا رد أحدهما لم يوجد الشرط وهو قبولهما جميعا فبطلت الوصية ولو أوصى بها لا نسان ثم أوصى بها لآخر فقبل أحدهما الوصية بعد موت الموصى ورد الآخر فالنصف للموصى له والنصف لورثة الموصى لأنه أوصى لكل واحد منهما على حدة فلا يشترط اجتماعهما في القبول، فا ذا رد أحدهما بعد موت الموصى لم يتم الركن في حقه بل بطل الا يجاب في حقه فعاد نصيبه ا لى ورثة الموصى فصح القبول من الآخر فاستحق نصف الوصية كالشفيعين ا ذا سلم أحدهما الشفعة بعد قضاء القاضي بالشفعة ا ن ذلك النصف يكون للمشتري ولا يكون للشفيع الآخر۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا ص ۳۳۴ ج ۷)

حوالہ دفعہ (۴۰۵):

(باب الوصي وهو الموصى ا ليه (أوصى ا لى زيد) أي جعله وصيا (قوله أوصى ا لى زيد)

تقسیم ترکہ، اجرائے وصیت اور مال ومتاع کی حفاظت وغیرہ کے لئے نامزد کیا ہو۔

دفعہ (۴۰۶):

اگر کسی نے وصی مقرر نہ کیا ہو تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ وہ دفعہ (۴۰۵) میں لکھے گئے مقاصد پورا کرنے کے لئے کسی کو وصی مقرر کر دے، موصی کے مقرر کردہ شخص کو ''وصی اصلی'' یا ''وصی موصی'' اور قاضی کے مقرر کردہ وصی کو ''وصی قاضی'' کہا جاتا ہے۔

ضمنه معنى فوض فعداه با لى ...... ويصح هذا التفويض بكل لفظ يدل عليه ففي الخانية أنت وكيلي بعد موتي يكون وصيا، أنت وصي في حياتي يكون وكيلا لأن كلا منهما ا قامة للغير مقام نفسه فينعقد كل منهما بعبارة الآخر وفي الخانية والخلاصة وغيرهما أنت وصي أو أنت وصي في مال أو سلمت ا ليك الأولاد بعد موتي أو تعهد أولادي بعد موتي أو قم بلوازمهم بعد موتي أو ما جرى مجرى هذه الألفاظ يكون وصيا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوصی ص ۶۱۲ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۴۰۶):

(وتصرف الصبي والمعتوه) الذي يعقل البيع والشراء (ا ن كان نافعا) محضا (كالا سلام والاتهاب صح بلا ا ذن وا ن ضارا كالطلاق والعتاق) والصدقة والقرض (لا وا ن أذن به وليهما وما تردد) من العقود (بين نفع وضرر كالبيع والشراء توقف على الا ذن) حتى لو بلغ فأجازه نفذ (فا ن أذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون) في كل أحكامه (والشرط) لصحة الا ذن (أن يعقلا البيع سالبا للملك) عن البائع (والشراء جالبا له) زاد الزيلعي وان يقصد الربح ويعرف الغبن اليسير من الفاحش وهو ظاهر. (ووليه أبوه ثم وصيه) بعد موته ثم وصى وصيه كما في القهستاني عن العمادية (ثم) بعدهم (جده) الصحيح وا ن علا (ثم وصيه) ثم وصى وصيه قهستاني زاد القهستاني والزيلعي ثم الوالي بالطريق الأولى (ثم القاضي أو وصيه) أيهما تصرف يصح فلذا لم يقل ثم (دون الأم أو وصيها) هذا في المال بخلاف النكاح كما مر في بابه (رأى القاضي الصبي والمعتوه أو عبدهما) أو عبد نفسه كما مر (يبيع ويشتري فسكت لا يكون) سكوته (ا ذنا في التجارة و) القاضي (له أن يأذن لليتيم والمعتوه ا ذا لم يكن له ولي ولعبدهما ا ذا كان لكل واحد منهما) من الصبي والمعتوه (ولي وامتنع) الولي (من الا ذن عند طلب ذلك منه) أي من القاضي زيلعي، قلت وفي البرجندي عن الخزانة لو أبى أبوه أو وصيه صح ا ذن القاضي له زاد شارح الوهبانية ولا ينحجر بعد ذلك أصلا لأنه حكم ا لا بحجر قاض آخر فتدبر۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الماذون ص ۱۵۰ تا ۱۵۳ ج ۵)

شرائط وصی

دفعہ(۴۰۷):

وصی اس شخص کو بنایا جائے گا جس میں درج ذیل اوصاف موجود ہوں:

(۱)اسلام(۲)عقل(۳)بلوغ(۴)امانت(۵)اہلیت۔

دفعہ(۴۰۸):

اگرکسی نے شرائط مذکورہ بالا کے خلاف وصی بنایا تو قاضی پر لازم ہوگا کہ کسی دوسرے شخص کو وصی بنائے جس میں مذکورہ شرائط پوری طرح پائی جارہی ہوں۔

دفعہ(۴۰۹):

وصی،موصی کا قرابت دار بھی ہوسکتا ہے اور غیر بھی۔

حوالہ دفعہ(۴۰۷) و (۴۰۸):

(ولو) أوصى (ا لى صبي وعبد غيره و كافر وفاسق بدل) أي بدلهم القاضي (بغيرهم) ا تماما للنظر ولفظ بدل يفيد صحة الوصية فلو تصرفوا قبل الا خراج جاز سراجية (فلو بلغ الصبي وعتق العبد وأسلم الكافر) أو المرتد وتاب الفاسق مجتبى (لم يخرجهم القاضي عنها) أي عن الوصايا لزوال الموجب للعزل ا لا أن يكون غير أمين اختيار۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوصی ص ۶۱۳۔۶۱۴ ج ۵)

الأوصياء ثلاثة: أمين قادر على القيام بما أوصى ا ليه فا نه يقرر وليس للقاضي عزله، وأمين عاجز فالقاضي يضم ا ليه من يعينه، وفاسق أو كافر أو عبد فيجب عزله وا قامة غيره مقامه كذا في خزانة المفتين۔ (الفتاوی الہندیہ، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ ص ۱۳۷ ج ۶)

ومن أوصى ا لى من يعجز عن القيام بالوصية ضم ا ليه القاضي غيره ولو شكى ا ليه الوصي ذلك لا يجيبه حتى يعرف ذلك حقيقة فا ن ظهر عند القاضي عجزه أصلا استبدل به غيره ولو كان قادرا على التصرف أمينا فيه فليس للقاضي أن يخرجه۔ (أیضاص ۱۳۸ ج ۶)

حوالہ دفعہ(۴۰۹):

رجل أوصى ا لى وارثه جاز۔ (الفتاوی الہندیہ، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ ص ۱۴۱ ج ۶)

دفعہ(۴۱۰):

موصی کے ایجاب کے بعد اگر وصی نے وصایہ (وصی ہونے) کو رد نہیں کیا بلکہ موصی کے سامنے یا اس کے علم میں لاکر قبول کرلیا، یا موصی کی غیر موجودگی اور لاعلمی میں یا اس کی موت کے بعد چند آدمیوں کے سامنے قبول کرلیا تو قبولیت کی ان سب صورتوں میں وصی اب اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتا ہے، سوائے اس کے کہ موصی کے علم میں لاکر رد کرے، اور اگر موصی کی موت واقع ہوچکی ہے تو قاضی کے سامنے رد کرے اور قاضی اس رد کو منظور بھی کرے۔

دفعہ(۴۱۱):

وصی نے موصی کی زندگی میں رد قبول نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کئے رہا، اور جب موصی کی موت واقع ہوگئی تو اس نے رد کردیا، لیکن ابھی قاضی نے اس کے رد کو منظور نہیں کیا تھا کہ اس نے قبول کرلیا، تو اس کا یہ قبول کرنا معتبر ہوگا اور وہ وصی قرار پائے گا۔

دفعہ(۴۱۲):

وصی، موصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کئے رہا، لیکن موصی کی موت کے بعد اس نے

حوالہ دفعہ(۴۱۱) و (۴۱۲):

رجل أوصى ا لى رجل فقبل في حياة الموصى فقد لزمه وا ن ردها في حياته في غير وجهه لم يكن ردا أو ا ن رد في وجهه فهو رد وا ن لم يقبل حتى مات الموصى فقال لا أقبل ثم قال أقبل فله ذلك ا ن لم يكن القاضي أخرجه حين قال لا أقبل۔

(الجامع الصغیر، باب بیع الاوصیاء والوصیۃ إلیہم ص۱۷۳)

وا ن أوصى ا ليه وهو غائب فبلغ ذلك الوصي بعد الموت فقال لا أقبل ثم قال بعد ذلك قبلت فهو جائز ما لم يخرجه السلطان من الوصية قبل أن يقول قبلت كذا في السراج الوهاج، قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير في رجل يوصى ا لى رجل فقبله في حياة الموصى فالوصاية لازمة حتى لو أراد الخروج منها بعد موت الموصى ليس له ذلك، وا ن رده في حياته، ا ن رده في وجهه صح الرد وا ن رده في غير وجهه لا يصح الرد ومعنى قوله في وجهه بعلمه ومعنى قوله في غير وجهه بغير علمه كذا في المحيط ...... ولو أن الموصى ا ليه

ذمہ داریوں کی انجام دہی شروع کردی، یہ اس کی طرف سے عملاً قبول ہے۔

دفعہ (۴۱۳):

موصی کی اولاد کی پرورش اور اس کی تعلیم وتربیت وصی کا اولین فریضہ ہوگا۔

دفعہ (۴۱۴):

موصی اپنے مقرر کردہ وصی کو کسی بھی وقت معزول کرسکتا ہے۔

سكت ولم يقل في وجهه لا أقبل ثم قال في غيبته في حياة الموصى أو بعد موته بحضرة الجماعة قد قبلت كان قبوله جائزا ويكون وصيا سواء كان ذلك بحضرة القاضي أو بغير حضرته ...... ولو أن الوصي رد الوصية حال غيبة الموصى فرده باطل عندنا، ولو أن رجلا أوصى ا لى رجل ولم يعلم الوصي بذلك فباع الوصي شيئا بعد موت الموصى من تركة الموصى جاز بيعه ويلزمه الوصية كذا في فتاوى قاضي خان ...... قال الكرخي ا ذا قبل الوصي أو تصرف بعد الموت وأراد أن يخرج نفسه من الوصية لم يجز ذلك ا لا عند الحاكم، وقد قالوا ا ن الوصي ا ذا التزم ثم حضر عند الحاكم فأخرج نفسه، نظر الحاكم في حاله فا ن كان مأمونا قادرا على التصرف لم يخرجه وا ن عرف عجزه وكثرة اشتغاله يخرجه كذا في السراج الوهاج ۔ (الفتاوی الہندیہ، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ ص ۱۳۷ ج ۶)

(...... ولزم) عقد الوصية (ببيع شئ من التركة وا ن جهل به) أي بكونه وصيا فا ن علم الوصي بالوصايا ليس بشرط في صحة تصرفه (بخلاف الوكيل) فا ن علمه بالوكالة شرط (فا ن سكت ثم رد بعد موته ثم قبل صح ا لا ا ذا نفذ قاض رده) فلا يصح قبوله بعد ذلك. (قوله ببيع شئ) أي بعد موت الموصى وينفذ البيع لصدوره من الأصل عن ولاية وكذا ا ذا اشترى شيئا يصلح للورثة أو قضى مالا أو اقتضاه اختيار۔ (الدر المختار مع رد المختار ص ۶۱۳ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۴۱۳):

وصي أنفق من مال اليتيم على اليتيم في تعليم القرآن والأدب ان كان الصبي يصلح لذلك جاز ويكون الوصي مأجورا وا ن كان الصبي لا يصلح لذلك لابد للوصي أن يتكلف مقدار ما يقرأ في صلوته وينبغي للوصي أن يوسع على الصبي في النفقة لا على وجه الا سراف ولا على وجه التضييق وذلك متفاوت بقلة مال الصغير وكثرته واختلاف حاله فينظر في ماله وحاله وينفق عليه قدر ما يليق به۔ (الفتاوی الہندیہ، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ ص ۱۵۰ ج ۶)

حوالہ دفعہ (۴۱۴):

ويصح ا خراجه عنها ولو في غيبته عند الا مام خلافا للثاني بزازية (قوله ويصح ا خراجه)

دفعہ(۴۱۵):

اگر وصی امور مفوضہ کو پورے طور پر انجام نہیں دے پارہا ہے، تو قاضی حسب ضرورت کاموں کی انجام دہی کے لئے مزید افراد کا اضافہ کردے گا۔

دفعہ(۴۱۶):

اگر وصی امور مفوضہ کوانجام دینے سے بالکل عاجز ہے تو قاضی اسے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے شخص کو وصی بنادے گا۔

دفعہ(۴۱۷):

میت کے مقرر کردہ وصی کے موجود رہتے ہوئے قاضی کا دوسرے شخص کو بلاضرورت وصی مقرر کرنا معتبر نہ ہوگا۔

أي بعد قبوله كما في البزازية (قوله ولو في غيبته) ظاهره أنه ينعزل وا ن لم يبلغه العزل بخلاف الوكيل تأمل۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الوصی ص ۶۱۳)

حوالہ دفعہ(۴۱۵) و (۴۱۶):

(ومن عجز عن القيام بها) حقيقة لا بمجرد ا خباره (ضم) القاضي (ا ليه غيره) رعاية لحق الموصى والورثة (ولو ظهر للقاضي عجزه أصلا استبدل غيره ولو عزله) أي الوصي المختار (القاضي مع أهليته لها نفذ عزله وا ن جار) القاضي (وأثم)۔
(وہکذا فی الہندیۃ باب الوصی ص ۱۳۸۔ ۱۳۹، الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الوصی ص ۶۱۴ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۴۱۷):

وفي وصايا السراج لو لم يعلم القاضي أن للميت وصيا فنصب له وصيا ثم حضر الوصي فأراد الدخول في الوصية فله ذلك ونصب القاضي الآخر لا يخرج الأول، (قوله ونصب القاضي الآخر لا يخرج الأول) والوصي هو الأول دون وصي القاضي لأنه اتصل به اختيار الميت كما ا ذا كان القاضي عالما۱ھ كذا في حاشية أبي السعود على الأشباه عن المحيط، أقول بقى أن تصرف الثاني بغيبة الأول هل هو نافذ والظاهر نفاذه لو الغيبة منقطعة وفي الأشباه ولا ينصب القاضي وصيا مع وجوده أي وصي الميت ا لا ا ذا غاب غيبة منقطعة أو أقر لمدعي الدين ۱ھ۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۶۱۶ ج ۵)

دفعہ (۴۱۸):

میت کے مقرر کردہ دو وصی میں سے ایک کا انتقال ہوگیا اور انتقال کرنے والے نے دوسرے زندہ وصی کو یا کسی تیسرے شخص کو اپنی طرف سے وصی نہیں بنایا تو ایسی صورت میں قاضی زندہ وصی کے ساتھ ایک اور وصی نامزد کردے گا۔

دفعہ (۴۱۹):

میت نے یا قاضی نے دو وصی مقرر کئے یا ایک وصی میت کا مقرر کردہ ہے اور ایک قاضی کا (جن صورتوں میں قاضی کے لئے وصی مقرر کرنا درست ہے) تو سوائے چند مخصوص صورتوں کے کسی بھی وصی کا دوسرے وصی کی رائے کے بغیر تصرف معتبر نہ ہوگا۔

حوالہ دفعہ (۴۱۸):

(وا ن مات أحدهما فا ن أوصى ا لى الحي أو ا لى آخر فله التصرف في التركة وحده) ولا يحتاج ا لى ثبوت القاضي وصيا (وا لا) يوص (ضم) القاضي (ا ليه غيره). (قوله فله التصرف في التركة وحده) هذا ا نما يستقيم فيما ا ذا أوصى ا لى الحي وأما ا ذا أوصى ا لى آخر فا نه يجب اجتماعهما ١هـ ح ونحوه في الغرمية۔ (الدر المختار مع رد المختار، باب الوصی ص ٦١٧ ج ٥)

حوالہ دفعہ (۴۱۹):

(وبطل فعل أحد الوصيين كالمتوليين) فا نهما في الحكم كالوصيين أشباه ووقف القنية ومفاده أنه لو آجر أحدهما أرض الوقف لم تجز بلا رأي الآخر وقد صارت واقعة الفتوى (ولو) وصلية (كان ا يصاؤه لكل منهما على الانفراد) وقيل ينفرد، قال أبو الليث وهو الأصح وبه نأخذ لكن الأول صححه في المبسوط وجزم به في الدرر وفي القهستاني أنه أقرب ا لى الصواب، قلت وهذا ا ذا كانا وصيين أو متوليين من جهة الميت أو الواقف أو قاض واحد أما لو كانا من جهة قاضيين من بلدتين فينفرد أحدهما بالتصرف لأن كلا من القاضيين لو تصرف جاز تصرفه فكذا نائبه، ولو أراد كل من القاضيين عزل منصوب القاضي الآخر جاز ا ن رأى فيه المصلحة وا لا لا .... (ا لا بشراء كفنه وتجهيزه والخصومة في حقوقه وشراء حاجة الطفل الاتهاب له ....) ....(وبيع ما يخاف تلفه وجميع أموال ضائعة) وقال أبو يوسف ينفرد كل بالتصرف في جميع الأموال ولو نص على الانفراد أو الاجتماع اتبع اتفاقا شرح وهبانية۔

(الدر المختار علی ہامش رد المختار، باب الوصی ص ٦١٥ تا ٦١٧ ج ٥، وہکذا فی الہندیہ، باب الوصی ص ١٣٩ ج ٦)

دفعہ(۴۲۰):

موصی کا ترکہ کس کی امانت میں رہے، اگر اس سلسلہ میں دونوں وصی کے درمیان اتفاق رائے ہو کہ فلاں وصی کے پاس رہے یا کسی تیسرے شخص کے پاس رہے تو فبہا، ورنہ اختلاف کی صورت میں قابل تقسیم مال میں سے نصف نصف ہر ایک اپنی امانت میں لے لے گا، اور جو مال قابل تقسیم نہ ہو اس کو دونوں یکے بعد دیگرے باہم طے شدہ مدت تک اپنی اپنی امانت میں رکھیں گے۔

دفعہ(۴۲۱):

وصی نے ایک شخص سے کہا کہ میں تم کو اپنا وصی بناتا ہوں تو یہ دوسرا وصی، موصی اول کے مال وجائیداد اور اس کے معاملات کا بھی نگراں ہوگا، اور جس نے اس کو وصی بنایا ہے یعنی موصی ثانی، اس کے مال ومتاع میں بھی تصرف کا حقدار ہوگا، اور اگر وصی نے صراحت کردی تو پھر جس کے لئے کہا ہے صرف اسی کے مال وجائیداد میں اسے تصرف کا حق حاصل ہوگا۔

حوالہ دفعہ(۴۲۰):

وا ذا اختلف الوصيان في المال عند من يكون فا ن كان المال قابلا للقسمة فا نهما يقسمانه ويكون عند كل واحد منهما نصفه وا ن لم يكن المال قابلا للقسمة تهاياه وا ن أحبا استودعا رجلا وا ن أحبا أن يكون المال كله عند أحدهما جاز۔

(الفتاوی الہندیہ، باب الوصی ص ۱۴۲ ج ۶، وہکذا فی ردالمحتار، باب الوصی ص ۶۱۸ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۴۲۱):

قال الرملي المسئلة على أقسام أربعة لأنه ا ما أن يبهم فيقول جعلتك وصيا من بعدي أو وصيا نحوه أو تبين فيقول في تركتي أو يقول في تركة موصى أو يقول في التركتين فا ذا أبهم أو بين وقال في التركتين فهو وصي فيهما عندهم وا ن قال في تركتي فعن أبي حنيفة روايتان ظاهر الرواية عنه أنه يكون وصيا فيهما خلافا للشافعي وزفر لأن تركة موصيه تركته كما صرح به في الاختيار، وعنهما أيضا روايتان أظهرهما أنه يقتصر على تركته وا ن قال في تركة الأول فهو كما قال عندهم كما في التتارخانية عن شرح الطحاوى وكما يرشد ا ليه تعليل الاختيار ا ذ ليست تركة الأول بخلاف قوله تركتي لأن تركة موصيه تركته فتناولها اللفظ فاغتنم هذا التحرير فا نه مفرد اهـ۔ (ردالمحتار، باب الوصی ص ۶۱۸۔۶۱۹ ج ۵)

دفعہ (۴۲۲):

وصی، موصی کے مال ومتاع خواہ وہ منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، کو شدید ضرورت کے بغیر فروخت نہیں کرسکتا، اور شدید ضرورت کے وقت فروختگی کی ابتداء اشیاء منقولہ سے کی جائے گی۔

تشریح:

شدید ضرورت سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جو موصی کے مال ومتاع اور اس کے اہل وعیال سے متعلق ہوں۔

دفعہ (۴۲۳):

مرنے والے پر نہ دَین ہے اور نہ اس نے وصیت کی ہے، اور اس کے ورثاء سب بالغ اور

حوالہ دفعہ (۴۲۲) و (۴۲۳):

(وصح بيعه وشراؤه من أجنبي بما يتغابن الناس) لا بما لا يتغابن وهو الفاحش ...... (وا ن باع) الوصي (أو اشترى) مال اليتيم (من نفسه فا ن كان وصي القاضي لا يجوز ذلك مطلقا) لأنه وكيل (وا ن كان وصي الأب جاز بشرط منفعة ظاهرة للصغير) وهي قدر النصف زيادة أو نقصا وقالا لا يجوز مطلقا (وبيع الأب مال صغير من نفسه جائز بمثل القيمة وبما يتغابن فيه) وهو اليسير وا لا لا وهذا كله في المنقول أما في العقار فسيجئ۔

(وجاز بيعه) أي الوصي (على الكبير) الغائب (في غير العقار) ا لا لدين أو خوف هلاكه ذكره عزمي زاده معزيا للخانية، قلت وفي الزيلعي والقهستاني الأصح لا لأنه نادر وجاز بيعه عقار صغير من أجنبي لا من نفسه بضعف قيمته أو لنفقة الصغير أو دين الميت أو وصية مرسلة لا نفاذ لها ا لا منه أو لكون غلاته لا تزيد على مؤنته أو خوف خرابه أو نقصانه أو كونه في يد متغلب درر وأشباه ملخصا، قلت وهذا لو البائع وصيا لا من قبل أم أو أخ فا نهما لا يملكان بيع العقار مطلقا ولا شراء غير طعام وكسوة ولو البائع أبا فا ن محمودا عند الناس أو مستور الحال يجوز ابن كمال (قوله وجاز بيعه) بيان المسئله أنه ا ذا لم يكن عن الميت دين ولا وصية فا ن الورثة كبارا حضورا لا يبيع شيئا ولو غيبا له بيع العروض فقط وا ن كلهم صغارا يبيع العروض والعقار وا ن البعض صغار أو البعض كبار فكذلك عنده وعندهما يبيع نصيب الصغار ولو من العقار دون الكبار ا لا ا ذا كانوا غيبا فيبيع العروض وقولهما القياس وبه نأخذ وا ن كان على الميت دين أو أوصى بدراهم ولا دراهم في التركة والورثة كبار حضور فعنده يبيع جميع التركة وعندهما لا يجوز ا لا بيع حصة الدين١ھ ملخصا من غاية البيان عن نكث

موجود ہیں تو اس صورت میں وصی، موصی کے مال وجائیداد سے متعلق تمام کاموں میں موصی کے ورثاء کی صریح اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ کر سکے گا، ہاں اگر ورثاء موصی پر لازم دَین کی ادائیگی اور اس کی جائز وصیت کے اجراء میں لیت ولعل کر رہے ہیں تو وصی ان دونوں کاموں کو انجام دے گا۔

دفعہ(۴۲۴):

ماں کا مقرر کردہ وصی صرف ان اشیائے منقولہ کو حسب ضرورت فروخت کر سکتا ہے جو نابالغوں کو ماں کے ترکہ سے ملی ہوں، بشرطیکہ باپ دادا نے کوئی وصی نہ بنایا ہو۔

دفعہ(۴۲۵):

ماں کا مقرر کردہ وصی ماں کے ترکہ سے ملی اشیاء غیر منقولہ کو صرف ادائے دیون اور اجرائے

الـوصـايـا لأبـي الليث (قوله ا لا لدين) أي فله بيع العقار لكنه يوهم أنه مقيد بكون الكبير غائبا وليس كذلك كما مر وفي العناية قيد بالغيبة لأنهم ا ذا كانوا حضورا ليس للوصي التصرف في التـركة أصلا ا لا ا ذا كان على الميت دين أو أوصى بوصية ولم تقض الورثة الديون ولم ينفذوا الـوصية مـن مـالهم فا نه يبيع التركة كلها ا ن كان الدين محيطا وبمقدار الدين ا ن لم يحط وله بيع ما زاد على الدين أيضا عند أبي حنيفة خلافا لهما۔

ويـنـفـذ الوصية بمقدار الثلث ولو باع لتنفيذها شيئا من التركة جاز بمقدارها بالا جماع وفي الزيادات الخلاف المذكور في الدين ١هـ قال في أدب الأوصياء وبقولهما يفتي كذا في الحافظية والغنية وسائر الكتب ١هـ ومثله في البزازية ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوصایا: باب الوصی ص ۶۲۰ تا ۶۲۲ ج ۵، وہکذا فی الفتاوی الہندیہ، فی باب الوصی ص ۱۴۳۔ ۱۴۴ ج ۶)

حوالہ دفعہ(۴۲۴) و (۴۲۵):

وأمـا وصـي الأم ووصـي الأخ ا ذا مـاتـت الأم وتـركـت ابنا صغيرا وأوصت ا لى رجل أو مـات الـرجـل وتـرك أخا صغيرا وأوصى ا لى رجل يجوز بيع هذا الوصي فيما سوى العقار من تركة هذا الميت ولا يملك بيع العقار ولا يجوز لهذا الوصي أن يشتري شيئا للصغير ا لا الطعام والـكسـوة لأن ذلك من جملة حفظ الصغير كذا في فتاوى قاضى خان، وصي الأم لا يملك على الصغير بيع ما ورثه الصغير من الأب العقار والمنقول المشغول بالدين والخالى عن الدين عـلـى السـواء ومـا كـان مـوروثـا لـلصغير من جهة الأم ا ن كان خاليا عن الدين والوصية يبيع الـمـنـقـول ولا يبيع العقار وا ن كانت التركة مشغولة بالدين أو بالوصية ا ن كان الدين مستغرقا

وصیت کے بقدر ضرورت فروخت کرسکتا ہے۔

دفعہ (۴۲۶):

موصی کے مال سے کسی طرح کا انتفاع خود وصی کے لئے یا وصی کے اہل وعیال کے لئے

فلـه أن يبيـع الـكل ودخل بيع العقار تحت ولايته وا ن لم يكن الدين مستغرقا يبيع بقدر الدين وهـل يبيـع الـزيـادة على قدر الدين فعلى الاختلاف الذي مر قبل هذا، وكل جواب عرفته في وصي الأم فهو الجواب في وصي الأخ والعم وا ن كانت الورثة كبارا كلهم الخ۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الاوصیاء: الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ ص ۱۴۴ ج ۶)

حوالہ دفعہ (۴۲۶):

(ولا يتـجر) الوصي (في ماله) أي اليتيم (لنفسه) فا ن فعل تصدق بالربح (وجاز) لو اتجر مـن مـال اليتيـم (لـليتيـم) وتمامه في الدرر (قوله فا ن فعل تصدق بالربح) أي عندهما ويضمن رأس الـمال، وعند أبي يوسف يسلم له الربح ولا يتصدق بشيء، خانية وفيها ولا يملك ا قراض مـال اليتيـم فـا ن أقرض ضمن والقاضي يملكه والصحيح ا ن الأب كالوصي لا كالقاضي ولو أخـذه الـوصـي قـرضـا لنفسه لا يجوز ويكون دينا عليه، وقال محمد وأما أنا أرجو أنه لو فعل ذلك هو قادر على القضاء لا بأس ١هـ ۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوصایا: باب الوصی ص ۶۲۲۔ ۶۲۳ ج ۵)

ولو آجر لابنه لم يجز خلافا لهما كعبده اتفاقا هذا لو باشر بنفسه فلو القاضي صح وكذا الـوصـي بـخـلاف الـوكيل (قوله وآجر لابنه) أي الكبير ا ذا الصغير تبع له شرح الوهبانية وفي جـامـع الـفـصـولـيـن لـو باع القيم مال الوقف أو آجر ممن لا تقبل شهادته له لم يجز عند أبي حـنفية وكذا الوصي وقيل الوصي كمضارب وفيه المتولي ا ذا آجر دار الوقف من ابنه البالغ أو أبيـه لـم يـجـز عند أبي حنفية ا لا بأكثر من أجر المثل كبيع الوصي لو بمثل قيمته صح عندهما ولـو خيـرا ليتيـم صـح عـنـد أبي حنيفة وكذا متول آجر من نفسه لو خيرا صح وا لا لا، ومعنى الـخير مر في بيع الوصي من نفسه وبه يفتى ١هـ والذي مر هو قوله في شراء مال الصغير جاز لـلـوصـي ذلك لـو خيرا وتفسيره أن يأخذ بخمسة عشر ما يساوي عشرة أو يبيع منه بعشرة ما يسـاوي خمسة عشر وبه يفتى ١هـ (قـولـه كـعبده اتفاقا) وكذا لو لنفسه (قوله هذا لو باشر بـنفسه) أما لو ذهب ا لى القاضي فآجره صح شرح الوهبانية عن الخانية، قلت ويشكل عليه ما مـر عـنـد قـولـه ولاية نـصـب القيم ا لى الواقف ثم لوصيه ثم للقاضي من أن القاضي لا يملك التـصـرف مـع وجـود الـمـتـولـي والجواب أنه لا يملك ذلك على ما فيه من النزاع عند صحة تـصـرف المتولي بنفسه وما لا يصح وقدمنا عند الكلام على قطع الجهات للتعمير أن المتولي لو عمل كالفاعل والبناء فله قدر أجرته لو أمره الحاكم وا لا فلا ا ذ لا يصلح مؤجرا أو مستأجرا

جائز نہیں ہے، خواہ موصی کے مال سے قرض لے کر فائدہ اٹھائے یا موصی کے مال کو کاروبار میں لگا کر نفع اٹھائے۔

دفعہ (۴۲۷):

وصی کا کسی شخص کو اپنی طرف سے تصرفات کے لئے وکیل مقرر کر دینا جائز ہے، وصی کا مقرر کردہ

وهـذه الـعـلة جارية هنا وقدمنا أيضا أول الفصل ا ذا شرط الواقف أن لا تؤجر الأرض أكثر من سنة وكـانـت ا جـارتهـا أكثر أنفع للفقراء فليس للقيم أن يوجرها أكثر بل يرفع الأمر للقاضي ليوجرها لأن له ولاية النظر للفقراء فافهم۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف: مطلب لوآجر المتولي لابنه أو ابيه لم يجز إلا بأكثر من أجر المثل ص ۵۹۴ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۴۲۷):

(أراد الـمتولي ا قامة غيره مقامه في حياته) وصحته (ا ن كان التفويض له) بالشرط (عام صـح) ولا يـمـلك عزله ا ذا كان الواقف جعل له التفويض والعزل (وا لا) فا ن فوض في صحته (يـصـح) وا ن فـي مـرض مـوتـه صح وينبغي أن يكون له العزل والتفويض ا لى غيره كالا يصاء أشباه (قـوله أراد المتولي ا قامة غيره مقامه) أي بطريق الاستقلال أما بطريق التوكيل فلا يتقيد بمرض الموت، وفي الفتح للناظر أن يؤكل من يقوم بما كان ا ليه من أمر الوقف ويجعل له من جعله شيئا وله أن يعزله ويستبدل به أو لا يستبدل ولو جن انعزل وكيله ويرجع ا لى القاضي في النصب، وشمل كلام المصنف المتولي من جهة القاضي أو الواقف كما في أنفع الوسائل عن التتـمة وقـال وهـو أعـم مـن قوله في القنية للمتولي أن يفوض فيما فوض ا ليه أن عمم القاضي التفويض ا ليه وا لا فلاهـ فا ن ظاهره أن هذا الحكم في المتولي من جهة القاضي فقط (قوله وا لا) ...... وا نـمـا صـح ا ذا فـوض في مرض موته وا ن لم يكن التفويض له عاما لها في الخانية من أنه بمنزلة الوصي وللوصي أن يوصى ا لى غيره اهـ وسيذكر الشارح في كتاب الا قرار عن الاشباه الفعل في المرض أحط رتبة من الفعل في الصحة ا لا في مسئلة اسناد الناظر النظر لغيره بـلا شرط. فا نه في مرض الموت صحيح لا في الصحة كما في التتمة وغيرها اهـ ووجهه ما عـلـمتـه من أنه بمنزلة الوصي ولما كان الوصي له عزل من أوصى ا ليه ونصب غيره اتجه قوله وينبغي أن يكون له العزل والتفويض كالا يصاء بخلاف الاسناد في حال الصحة لأنه في حال الصحة كالوكيل ولا يملك الوكيل العزل كما مر۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۲۹ ج ۳)

(التـوكيـل صـحيح) ...... (وهو ا قامة الغير مقام نفسه) ترفها أو عجزا (في تصرف جائز معلوم) ...... (ممن يملك) التصرف۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوکالۃ ص ۵۵۳۔ ۵۵۴ ج ۴)

وکیل وصی کی موت سے اور موصی کی اولاد کے بالغ ہونے سے خود بخود معزول ہو جائے گا۔

دفعہ (۴۲۸):

وصی کا موصی پر دَین یا وصیت موجود ہونے کا اقرار کرنا صحیح نہ ہوگا۔

دفعہ (۴۲۹):

اگر کسی وارث نے میت کی وصیت کا اقرار کیا اور دوسرے ورثاء نے انکار کیا تو اقرار کرنے والے وارث کے اقرار کا اثر صرف اسی کے حصہ تک محدود رہے گا، دوسرے ورثاء کے حصوں پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔

(الوكالة من العقود الغير اللازمة) ...... (فللمؤكل العزل متى شاء ما لم يتعلق به حق الغير) ...... (و) ينعزل (بموت أحدهما أو جنونه مطبقا) بالكسر أي مستوعبا سنة على الصحيح درر وغيرها، لكن في الشرنبلالية عن المضمرات شهرا وبه يفتى وكذا في القهستاني والباقاني وجعله قاضي خان في فصل فيما يقضي بالمجتهدات قول أبي حنيفة وان عليه الفتوى فليحفظ۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب عزل الوکیل ص ۵۷۶۔۵۷۷ ج ۴)

حوالہ دفعہ (۴۲۸) و (۴۲۹):

(ولا يجوز ا قراره بدين على الميت ولا بشئ من تركته أنه لفلان ا لا أن يكون المقر وارثا فيصح في حصته ......) (قوله ولا يجوز الخ) لأنه ا قرار على الغير منح فلا يجوز للمقر له أخذه حتى يقيم برهانا ويحلف يمينا ويضمن الوصي لو دفع ا لى المقر له ط فلو لا بينة له والوصي يعلم بالدين فالجملة ما في الخانية (قوله فيصح في حصته) أي يصح ا قراره فيها فيؤخذ جميع ما أقر به من حصته فافهم وهذا بخلاف ما ا ذا أقر بالوصية بالثلث حيث يلزمه في ثلث حصته كما تقدم قبيل باب العتق في المرض وقيل الدين كذلك فيلزمه قدر ما يخص حصته منه واختاره أبو الليث كما ذكره المصنف في كتاب الا قرار قبيل باب الاستثناء (فرع) تركة فيها دين لم يستغرق قسمت فجاء الغريم فا نه يأخذ من كل منهم حصته من الدين وهذا ا ذا أخذهم جملة عند القاضي أما لو ظفر بأحدهم أخذ منه جميع ما في يده جامع الفصوليين۔

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوصی ص ۶۲۵ ج ۵)

دفعہ(۴۳۰):

اگر وصی نے مرنے والے کا ایسا دَین ادا کردیا جس کے لئے مدعی کے پاس نہ کوئی شہادت تھی اور نہ کوئی ثبوت تھا، اور نہ اس کے متعلق قاضی کا فیصلہ تھا، اور نہ ورثاء نے اس دین کی تصدیق کی تھی، تو وصی پر ضمان لازم ہوگا۔

دفعہ(۴۳۱):

اگر موصی نے وصی کے لئے کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا ہو اور وصی محتاج ہو تو وصی کے لئے موصی

حوالہ دفعہ(۴۳۰):

ولـو صالح الوصي واحدا عن دين الميت ا ن كان للميت بينة على ذلك أو كان الخصم مـقـرا بـالدين أو كان القاضي علم بذلك الحق لا يجوز صلح الوصي، وا ن لم يكن على الحق بيـنة جـاز صـلح الوصي وا ن كان الصلح عن دين على الميت أو على اليتيم فا ن كان للمدعي بيـنة على حقه أو كان القاضي قضى له بحقه جاز صلح الوصي وا ن لم يكن للمدعي بينة على حقه ولا قـضـى الـقـاضـي بـذلك لا يجوز صلح الوصي لأنه ا تلاف لماله وهو نظير ما لو طمع السـلطان الجائر أو المتغلب في مال اليتيم فأخذ الوصي وهدده ليأخذ بعض مال اليتيم قال نصير رحـمـه الـلـه تـعـالى لا ينبغي للوصي أن يعطي فا ن كان أعطى كان ضامنا وقال الفقيه أبو الليث رحـمـه الـلـه تعالى ا ن خاف الوصي القتل على نفسه أو ا تلاف عضو من أعضائه أو خاف أن يأخذ كل مال اليتيم فدفع ا ليه شيئا من مال اليتيم لا يضم الخ۔

(الفتاوی الہندیہ، باب الوصی ص ۱۴۹ ج ۶، نیز حوالہ دفعہ(۴۲۸) و (۴۲۹) بھی دیکھئے)

حوالہ دفعہ(۴۳۱):

وصـي يـخـرج في عمل اليتيم استأجر دابة بمال اليتيم ليركب وينفق على نفسه من مال اليتيـم كـان لـه ذلك فيـما لابد له استحسانا، وعن نصير رحمه الله تعالى للوصي أن يأكل من مـال اليتيـم ويركب دوابه ا ذا ذهب في حوائج اليتيم قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى هذا ا ذا كـان الـوصـي مـحتـاجا وقال بعضهم لا يجوز له أن يأكل ويركب دابته وهو القياس وفي الاستحسان يجوز أن يأكل بالمعروف ا ذا كان محتاجا بقدر ما يسعى في ماله۔

(الفتاوی الہندیہ، باب الوصی ص ۱۵۰ ج ۶)

وأمـا وصي الميت فلا أجر له على الصحيح ...... وأما وصي القاضي فا ن نصبه بأجر مثله جاز ا هـ (قوله وأما وصي الميت فلا أجر له على الصحيح) تعقبه الرملي في فتاواه بما مر عن جـامـع الفصولين من أن الوصي لا يأكل من مال اليتيم ولو محتاجا ا لا ا ذا كان له أجرة فيأكل

کے نابالغ بچوں کے مال سے مروج طریقہ پر مناسب معاوضہ لینا درست ہوگا۔ معاوضہ کی تعیین اور وصی کے واقعی محتاج ہونے کی تحقیق کے سلسلہ میں محتاط اور محفوظ طریقہ قاضی کا فیصلہ ہے۔

ﷺ ﷺ ﷺ

بقدرها قال وفي الخانية والبزازية له ذلك لو محتاجا استحسانا وقد تقرر أن المأخوذ به الاستحسان ا لا في مسائل ليست هذه منها، ونقل القنية لا يعارض نقل قاضي خان فا نه من أهل الترجيح ١هـ ملخصا وقال في حاشيته على الأشباه أواخر كتاب الأمانات بعد كلام طويل ولا يخفى أن وصي الميت ا ذا امتنع عن القيام بالوصية ا لا بأجر لا يجبر على العمل لأنه متبرع ولا جبر على المتبرع، فا ذا رأى القاضي أن يعمل له أجرة المثل فما المانع منه وهي واقعة الفتوى وقد أفتيت به مرارا ١هـ وبه أفتى في الحامدية أيضا أقول وعبارة الخانية وعن نصير للوصي أن يأكل من مال اليتيم ويركب دوابه ا ذا ذهب في حوائج اليتيم وقال بعضهم لا يجوز وهو القياس وفي الاستحسان يجوز أن يأكل بالمعروف ا ذا كان محتاجا بقدر ما سعى١هـ أقول تقييده بالاحتياج موافقا لقوله تعالى: ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف لا يدل على جواز الأجرة لغير المحتاج، ويأتي تمام الكلام على الأكل في الفروع ولم يذكر ما ا ذا استأجره الميت، وفي الخانية أوصى ا لى رجل واستأجره بمائة درهم لا نفاذ وصيته قالوا لا يكون ا جارة لأنه ا نما يصير وصيا بعد الموت والا جارة تبطل به بل يكون صلة فيعطى له من الثلث، قال لك أجر مائة على أن تكون وصيي اختلفوا فيه قال نصير الا جارة باطلة ولا شئ له وقال أبو سلمة الشرط باطل والمائة وصية له ويكون وصيا وبه أخذ أبو جعفر وأبو الليث ١هـ (الدر المختار مع رد المختار، باب الوصی ص ۶۲۴ ج ۵)

للوصي الأكل والركوب بقدر الحاجة، قال تعالى: ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف (قوله للوصي الأكل الخ) قدمنا عن الخانية أنه استحسانا ا ذا كان محتاجا بقدر ما سعى، قال في أدب الأوصياء والقياس أن لا يأكل لعموم قوله تعالى: ا ن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما قال الفقيه ولعل قوله تعالى ومن كان فقيرا نسخ بهذه الآية، قلت فكأنه يميل ا لى اختيار الثاني وهو قول الا مام قال في القنية قال أبوذر وهو الصحيح لأنه شرع في الوصاية متبرعا فلا يوجب ضمانا ١هـ قال الاسبيجابي في شرحه ا لا ا ذا كان له أجر معلوم فيأكل بقدره۔
(الدر المختار مع رد المختار، باب الوصی ص ۶۳۴ ج ۵)

مجموعه قوانین اسلامی

⊖ ——— قانون وراثت

﴿يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاء فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ .... فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيما حَكِيماً﴾

(اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے، تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر، اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں، گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا، اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے، اگر میت کے کچھ اولاد ہو، اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے، اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، وصیت نکالنے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جاوے، یا دین کے بعد، تمہارے اصول وفروع جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں کا کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک آئے، یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا ہے، بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں)

(سورہ نساء، آیت/۱۱)

قانون وراثت

وراثت کی تعریف

دفعہ(۴۳۲):

میت (مورث) کی رضا و اختیار کے بغیر اس کے مال متروکہ یا حق متروکہ میں سے میت کے قرابت دار کو جو ملتا ہے اس کو اصطلاح میں ''وراثت'' کہتے ہیں۔

تشریح:

(الف) میت کے ترکہ سے خود میت کا حق بھی متعلق ہوتا ہے، جیسے تجہیز و تکفین، اور کبھی دوسروں کا ایسا حق بھی متعلق ہوتا ہے جس میں میت کے عمل اور اختیار کو

حوالہ دفعہ(۴۳۲) مع تشریح:

(کتاب الفرائض) هی علم بأصول من فقه وحساب تعرف حق کل من الترکة و الحقوق هھنا خمسة بالاستقراء لأن الحق ا ما للمیت أو علیه أو لا ولا، الأول التجهیز والثانی ا ما أن یتعلق بالذمة وهو الدَین المطلق اولا وهو المتعلق بالعین والثالث اما اختیاری وهو الوصیة أو اضطراری وهو المیراث وسمی فرائض لان اللّٰه تعالیٰ قسمه بنفسه وأوضحه وضوح النهار بشمسه، قلت ولذا سماه ﷺ نصف العلم لثبوته بالنص لا غیر واما غیره فبالنص تارة وبالقیاس أخری، وقیل لتعلقة بالموت وغیره بالحیاة أو بالضروری وغیره بالاختیاری.......... (یبدأ من ترکة المیت الخالیة عن تعلق حق الغیر بعینها کالرهن والعبد الجانی........ والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستأجرة، وانما قدمت علی التکفین لتعلقها بالمال قبل صیرورته ترکة (بتجهیزه) یعم التکفین (من غیرتقتیر ولا تبذیر)۔

(قوله الخالیة الخ) صفة کاشفة لأن الترکة فی الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال کما فی شروح السراجیة، واعلم انه یدخل فی الترکة الدیة الواجبة بالقتل الخطأ أو بالصلح عن العمد أو بانقلاب القصاص مالا یعفو بعض

دخل تھا، جیسے قرض ووصیت۔ وراثت ان سب سے جداگانہ حق ہے، جومیت کی رضا اور اختیار کے بغیر شریعت کی جانب سے اس کے ترکہ میں قرابت داروں کے لئے ثابت ہوتا ہے، اور یہ ایسا حق ہے جسے کوئی ختم نہیں کرسکتا، اور نہ کوئی مورث ہی اپنی زندگی میں عاق وغیرہ کے ذریعہ اس حق کو ثابت ہونے سے روک سکتا ہے۔

(ب) مال کے اندر عموم ہے کہ وہ خواہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ، نقد ہو یا جنس، خواہ میت کی موت کے وقت اس کے قبضہ میں ہو یا دوسروں کے، جیسے قرض، پراویڈنٹ فنڈ، یہ سب ہی ترکہ قرار پائیں گے۔

(ج) جس طرح میت کا مال ترکہ بنتا ہے اسی طرح اس کے بعض حقوق بھی ترکہ قرار پاتے ہیں، جیسے جان کے بدلے حاصل ہونے والا دیت کا مال یا بدل قصاص، جومیت کی زندگی میں اس کا صرف ایک حق ہی ہوتا ہے، مال نہیں۔

(د) میت کے ترکہ میں شریعت نے جن قرابت داروں کے حقوق کو متعلق کیا ہے انہیں ''وارث'' کہا جاتا ہے۔

الأولياء فتقضى منه ديون الميت وتنفذ وصاياه كما فى الذخيرة۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض ص ٦٦٢ تا ٦٦٤ ج ٥)

واعلم أن دية المقتول خطأ كسائر أمواله حتى تقضى منها ديونه وتنفذ وصاياه ويرثها كل من يرث سائر أمواله، وقال مالك لا يرث الزوجان من الدية لانقطاع الزوجية بالموت ولا وجوب للدية ا لا بعده، ولنا انه عليه السلام أمر بتوريث امرأة اشيم الضبابى من عقل زوجها، قال الزهرى كان قتل اشيم خطأ كذا يثبت عندنا حق الزوجين فى القصاص لقوله عليه السلام: من ترك مالا أو حقا فلورثته، ولا شك ان القصاص حقه لانه بذل نفسه فيستحقه جميع الورثة بحسب ا رثهم كالدية۔ هكذا ذكره الامام السرخسى فى شرح كتاب الديات۔
(شریفیہ شرح سراجی مطبع العلوی لکھنؤ).

والا رث فى اللغة البقاء وفى الشرع انتقال مال الغير ا لى الغير على سبيل الخلافة كذا فى خزانة المفتين۔ (الفتاوی الہندیہ، کتاب الفرائض ص ٤٤٧ ج ٦)

(يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغيربعينها......)۔

(قوله من تركة الميت) التركة فى اللغة بمعنى المتروك كالطلبة بمعنى المطلوب وفى

شرائط میراث

دفعہ(۴۳۴):

ترکہ پانے کی تین شرطیں ہیں:

(۱) مورث کی موت- حقیقی یا حکمی- کا یقین یا ظن غالب ہونا، (۲) مورث کی موت کے وقت وارثوں کی زندگی- حقیقی یا تقدیری- کا یقین یا ظن غالب ہونا، (۳) ارث کی جہت کا علم، یعنی اس بات کا علم کہ کون کس بنیاد پر وارث ہو رہا ہے۔

تشریح:

(الف) کبھی کسی کی موت بالمشاہدہ معلوم ہوتی ہے، اور اس طرح میت کی موت کا یقینی علم ہوجاتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص مفقود (لاپتہ) ہے، اس کی حیات وموت کے متعلق کچھ خبر نہیں ہوتی، تو جب تک اتنی مدت نہ گزر جائے جس میں اس مفقود (لاپتہ) شخص کے ہم عمر مرجائیں اس وقت

الاصطلاح هو ماتركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال فما تركه من أهله وعياله لا يسمى تركه انتهى روح الشروح والاولى أن يقول المصنف من مال الميت كما فعل ابن كمال قال ا ذ لا اختصاص لتعلق تلك الحقوق بالتركة فانها متعلق بالدية الواجبة بعد موته وهى من جملة ماله دون تركته ا ذ لم يتركها حيث حصل له بعد موته انتهى۔

(الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الفرائض ص ۳۶۵ ج۴)

حوالہ دفعہ(۴۳۴) مع تشریح:

وموضوعه التركات وغايته ا يصال الحقوقلأربابها، وأركانه ثلاثة: وارث ومورث وموروث، وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكما كمفقود أو تقديرا كجنين فيه غرة ووجود وارثه عند موته حياحقيقة أو تقديرا كالحمل والعلم بجهة ا رثه وأسبابه وموانعه ستأتى وأصوله ثلاثة الكتاب والسنة فى ا رث الأم بشهادة المغيرة وابن سلمة وا جماع الأمة فى ا رث أم الأب باجتهاد عمر رضى الله عنه الداخل فى عموم الاجماع وعليه الاجماع ولا مدخل للقياس هنا خلافا لمن زعمه فى أم الأب وقد علمت جوابه واستمداده من هذه الأصول أفاده فى الدرالمنتقى۔

(ردالمختار، اوائل کتاب الفرائض ص ۶۶۲ ج۵)

تک اس کی موت کا نہ یقین ہوسکتا ہے اور نہ ظن غالب، اس لئے اس کا مال وارثوں میں تقسیم نہیں ہوگا، لیکن اب اتنی مدت گزر جاتی ہے تو پھر اس مفقود شخص کی موت کا بھی ظن غالب ہوجاتا ہے، تو اب اس کا مال بھی اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی حادثہ کے موقع پر جس میں بہت سی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں کوئی شخص موجود تھا، حادثہ کے بعد انتظار اور تلاش وجستجو کے باوجود اس کا کچھ پتہ نہیں چلا، تو ایسی صورت میں یہی گمان غالب ہوتا ہے کہ اس حادثہ میں اس کی بھی موت ہوگئی، چنانچہ اسے میت قرار دے کر اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔

(ب) کوئی میت اپنی حاملہ بیوی کو چھوڑ کر مر جائے اور وہ عورت اس مدت میں زندہ بچہ کو جنم دے جس کے اندر بچہ ثابت النسب ہوا کرتا ہے، تو وہ بچہ اپنے متوفی باپ کا وارث ہوگا، اسی طرح وارث ومورث ایک ساتھ جل کر، ڈوب کر یا دب کر مر جائیں اور پتہ نہ چلے کہ ان میں کس کی موت پہلے اور کس کی بعد میں ہوئی تو ایسی صورت میں بھی کسی ایک کی موت کے وقت دوسرے کی زندگی کا ظن غالب نہیں ہوسکتا، اس لئے مرنے والوں میں سے کوئی کسی کا

فصل فی المفقود۔ المفقود حی فی ماله حتی لایرث منه أحد ومیت فی مال غیره حتی لا یرث من أحد، ویوقف ماله حتی یصح موته أو تمضی علیه مدة واختلفت الروایات فی تلك المدة ففی ظاهر الروایة انه اذا لم یبق أحد من أقرانه حکم بموته۔

(السراجی فی المیراث، مکتبہ رحیمیہ ص۵۶)

(کتاب المفقود) (هو) لغة المعدوم وشرعا (غائب لم یدر أحیّ هو فیتوقع) قدومه (أم میت أودع اللحد البلقع)............ (وهو فی حق نفسه حی) .... (فلا ینکح عرسه غیره ولا یقسم ماله) ...... (ولا یفرق بینه وبینها ولو بعد مضی أربع سنین) خلافا لمالك (ومیت فی حق غیره فلا یرث من غیره)............ (ولا یستحق ما أوصی له ا ذا مات الموصی بل یوقف قسطه ا لی موت أقرانه فی بلده علی المذهب) لانه الغالب واختار الزیلعی تفویضه للامام ....(فا ن ظهر قبله)قبل موت أقرانه (حیا فله ذلك) القسط (وبعده یحکم بموته فی

وارث نہیں ہوگا، بلکہ تمام مرنے والوں کا مال ان کے زندہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

(ج) چونکہ وارثوں کی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں، کسی میں قرابت نسبی ہوتی ہے، کسی میں قرابت سببی اور کسی میں حکمی، پھر قرابت نسبی رکھنے والوں میں بعض ذوی الفروض ہوتے ہیں بعض عصبہ، اور بعض ذوی الارحام، اوران میں بھی فرق مراتب اورتقدم وتأخر ہے، کہ بعض قرابت داروں کے حصے دوسرے کی موجودگی میں کبھی کم اور کبھی ختم ہوجاتے ہیں، اس لئے وارثوں کی ان بنیادی حیثیتوں کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، جن کی تفصیلات اپنے اپنے موقعوں پرآرہی ہیں۔

(د) وارث ومورث کے درمیان کبھی زوجیت کی بنیاد پرقرابت سببی ہوتی ہے، کبھی نسبی خاندان کی بنیاد پرقرابت نسبی، اور کبھی خاص شرطوں کے ساتھ معاہدہ کے نتیجہ میں قرابت حکمی ہوتی ہے، شریعت کی اصطلاح میں اس معاہدہ

حق مالہ یوم علم ذلك) ای موت اقرانه (فتعتد) منه (عرسه للموت ویقسم ماله بین من یرثه الآن و) یحکم بموته (فی) حق (مال غیره من حین فقده فیرد الموقوف له ا لی من یرث مورثه عند موته) لما تقرر ان الاستصحاب وهو ظاهر الحال حجة دافعة لا مثبتة (قوله واختار الزیلعی تفویضه للامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحة حکم بموته، قال فی النهر وفی الینابیع قیل یفوض ا لی رأی القاضی ولا تقدیر فیه فی ظاهر الروایة، وفی القنیة جعل هذا روایة عن الامام اهـ قلت والظاهر أن هذا غیر خارج عن ظاهر الرویة أیضا بل هو أقرب ا لیه من القول بالتقدیر لأنه فسره فی شرح الوهبانیة بأن ینظر ویجتهد ویفعل ما یغلب علی ظنه، فلایقول بالتقدیر لانه لم یرد به الشرع بل ینظر فی الاقران وفی الزمان والمکان ویجتهد، ثم نقل عن مغنی الحنابلة حکایته عن الشافعی ومحمد وانه المشهور عن مالك وأبی حنیفة وأبی یوسف، وقال الزیلعی لانه یختلف باختلاف البلاد وکذا غلبة الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملك العظیم ا ذا انقطع خبره یغلب علی الظن فی أدنی مدة انه قد مات اهـ ومقتضاه انه یجتهد ویحکم القرائن الظاهرة الدالة علی موته، وعلی هذا یبتنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال وا ذا فقد فی المهلکة فموته غالب فیحکم به کما ا ذا فقد فی وقت الملاقاة

کو ”عقد موالاۃ“ کہا جاتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے یہ کہے کہ ”تو میرا دوست ہے، اگر اپنی زندگی میں کبھی ایسا کام کروں جس پر دیت لازم آئے تو اس دیت کی ادائیگی تم پر لازم ہوگی، اور میرے مرنے کے بعد میرے تمام مال کے تم ہی وارث ہوگے“، اور دوسرے نے اسے قبول کرلیا، تو اس معاہدہ کے نتیجہ میں ان دونوں کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے، جسے شرعاً قرابت حکمی کہا جاتا ہے، اور اس طرح وارث بننے والے کو ”مولی الموالاۃ“ کہتے ہیں۔

اس معاہدہ کے صحیح ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ معاہدہ کی پیش کش کرنے والا

مع العدو أومع قطاع الطريق أو سافر على المرض الغالب هلاكه أو كان سفره فى البحر وما اشبه ذلك حكم بموته لأنه الغالب فى هذه الحالات وا ن كان بين احتمالين واحتمال موته ناشئ عن دليل لا احتمال حياته لأن هذا الاحتمال كاحتمال ما ا ذا بلغ المفقود مقدار ما لا يعيش على حسب ما اختلفوا فى مقداره نقل من الغنية اهـ مافى جامع الفتاوى وافتى به بعض مشائخ مشائخنا وقال ا نه أفتى به قاضى زادة صاحب بحر الفتاوى، لكن لا يخفى انه لا بد من مضى مدة طويله حتى يغلب على الظن موته لابمجرد فقده عند ملاقاة العدو أوسفر البحر ونحوه، ا لا ا ذا كان ملكا عظيما فانه ا ذا بقى حيا تشتهر حياته، فلذا قلنا ان هذا مبنى على ما قاله الزيلعى تأمل ـ

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب المفقود ۴۵۳ - ۴۵۸ ج ۳)

فصل فى الغرقى والحرقى والهدمى...... ا ذا ماتت جماعة ولا يدرى أيّهم مات أولا جعلوا كأنهم ماتوا معا فمال كل واحد منهم لورثته الاحياء ولايرث بعض الأموات من بعض هذا هو المختار۔

(السراجی فی المیراث ص ۵۹)

سبب استحقاق الا رث القرابة وما هو ملحق بها كالولاء أما القرابة فنوعان رحم و زوجية ونص الكتاب ناطق بهما، وهو قوله تعالىٰ يوصيكم الله فى أولادكم الآية ولأن الميت لما استغنى عن ماله ولو لم يستحقه أحد يبقى عاطلا سائبا والقريب أولى الناس به فيستحقه بالقرابة صلة كما يستحق النفقة حال حياة مورثه صلة والزوجية أصل القرابة وأساسها لأن القرابات تفرعت وتشعبت منها فالتحق قرابة السبب بقرابة النسب فى حق استحقاق الا رث وأما الولاء فلقوله عليه الصلوة والسلام الولاء لحمة كلحمة النسب يعنى فى حق استحقاق

شخص آزاد اور مجہول النسب ہو، اگر کوئی شخص اپنے کسی بھی نسبی رشتہ دار حتیٰ کہ اپنے ذوی الارحام میں سے بھی کسی کے ہوتے ہوئے ایسا معاہدہ کریگا تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور اس معاہدہ کے نتیجہ میں وہ دوست اس کا وارث نہیں بنے گا۔

واضح رہے کہ یہ معاہدہ دونوں طرف سے بھی ہوسکتا ہے، بشرطیکہ دونوں مجہول النسب اور آزاد ہوں، اور اس صورت میں دونوں ایک دوسرے کے ''مولی الموالاۃ'' کہلائیں گے۔

موانع ارث

دفعہ (۴۳۴):

مسلمانوں کے حق میں دو سبب ایسے ہیں کہ ان میں سے کسی بھی ایک کے پائے جانے کی

المیراث فقد التحق الولاء بالنسب ولأنه بالاعتاق تسبب ا لی احیائه حکما حین أزال عنه المالکیة والولایة التی هی من خاصة الانسانیة وکان السبب ا لی الاحیاء یعنی بالاعتاق، وکذا ولاء الموالاة لقوله علیه الصلوة والسلام لمن سأله عمن أسلم علی ید رجل هو أحق الناس به محیاه أو مماته...... وأما أصناف الوارثین فثلاثة اصحاب الفرائض الذین لهم سهام مقدرة وعصبة وهم الذین یأخذون ما فضل من أصحاب الفروض وذوی الارحام وهم الذین لیس لهم فروض مقدرة ولا لهم حقیقة تعصیب وانما لهم مجرد قرابة۔

(تکملۃ البحر، کتاب الفرائض ص ۴۸۷ - ۴۸۸ ج ۸)

وصورة مولی الموالاة شخص مجهول النسب قال لآخر أنت مولائی ترثنی ا ذا مت وتعقل عنی ا ذا جنیت، وقال الآخر قبلت فعندنا یصح هذا العقد ویصیر القابل وارثا عاقلا وا ذا کان الآخر أیضا مجهول النسب وقال للأول مثل ذلك وقبله فورث کل منهما صاحبه وعقل عنه، وللمجهول أن یرجع عن عقد الموالاة مالم یعقل عنه مولاه وکان ابراهیم النخعی یقول ا ذا أسلم الرجل علی یدی رجل ثم والاه صح، قال شمس الائمة السرخسی لیس الاسلام علی یدیه شرطا فی صحة عقد الموالاة وانما ذکره فیه علی سبیل العادة۔ (شریفیہ شرح سراجی ص ۷-۸)

حوالہ دفعہ (۴۳۴) مع تشریح:

المانع من الارث أربعة................ والثانی القتل الذی یتعلق به وجوب القصاص أو الکفارة، اما القتل الذی یتعلق به وجوب القصاص فهو القتل عمدا وذلك بأن یتعمد ضربه

صورت میں وارث ترکہ سے محروم ہو جائے گا:

(۱) وارث کا اپنے مورث کو قتل کر دینا، بشرطیکہ اس قتل سے قصاص واجب ہو، یا کفارہ واجب یا مستحب ہو جائے۔

(۲) وارث و مورث کے درمیان دین کا اختلاف۔

تشـریح:

(الف) قتل کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے بعض صورتوں میں قصاص یا کفارہ لازم آتا ہے، یا کفارہ مستحب ہوتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) قتل عمد، (۲) شبہ عمد، (۳) قتل خطا کی تمام صورتیں اور قتل جنین۔

بسلاح أو مايجرى مجراه فى تفريق الاجزاء كالمحدد من الخشب أو الحجر وموجبه الاثم والقصاص، ولا كفارة فيه وعند أبى يوسف ومحمدؒ ا ذا تعمد ضربه بما يقتل به غالبا وا ن لم يكن محددا كحجر عظيم فهو أيضا عمد، واما القتل الذى به وجوب الكفارة فهو اما شبه عمد كأن يتعمد ضربه بما لا يقتل غالبا وموجبه على قولين معا الدية على العاقلة والا ثم والكفارة ولا قود فيه، واما خطأ كأن رمى ا لىٰ صيد فأصاب ا نسانا أو انقلب فى النوم عليه فقتله أو وطئته دابة وهو راكبها أو سقط من سطح عليه أو سقط حجر من يده فمات فموجبه الكفارة والدية على العاقلة ولا ا ثم فيه، فعندنا يحرم القاتل عن الميراث فى هذه الصور كلها ا ذا لم يكن القتل بحق واما ا ذا قتل مورثه قصاصا أو حدا أو دفعا عن نفسه فلايحرم أصلا، وكذا قتل العادل مورثه الباغى وفى عكسه خلاف أبى يوسف، واما ا ذا كان القتل بالتسبيب دون المباشرة كحافر البئر أو واضع الحجر فى غير ملكه ففيه الدية على العاقلة ولا قصاص فيه ولا كفارة، وكذا الحال ا ذا كان القاتل صبيا أو مجنونا فلا حرمان عندنا بالقتل فى هذه الصور أيضا فا ن قلت أليس ا ذا قتل الاب ابنه عمدا لم يثبت به قصاص ولا كفارة أيضا مع أنه محروم اتفاقا، قلت هو موجب فى أصله للقصاص ا لا انه سقط بقوله عليه السلام لايقتل الوالد بولده ولا السيد بعبده، لا يقال يقتضى قوله عليه السلام القاتل لايرث من المقتول ان يحرم مطلقا كما ذهب ا ليه الشافعي فكيف أخرجت تلك الصور كلها لانا نقول اما ا خراج القاتل بحق فلان الحرمان شرع عقوبة على القتل المحظور واما ا خراج المسبب فلانه ليس بقاتل حقيقة......... واما ا خراج الصبى والمجنون فلأن الحرمان كما ذكرنا جزاء للقتل المحظور وفعلهما ممالا يصلح أن يوصف بالحظر شرعا ا ذلا يتصورتوجه خطاب الشارع ا ليهما بخلاف المخطى۔ (شریفیہ مع سراجی ص۹-۱۰)

اور بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں نہ قصاص لازم ہوتا ہے نہ کفارہ، اور وہ یہ ہیں: (۱) قتل بالسبب، (۲) قاتل کا پاگل یا بچہ ہونا، (۳) حق شریعت کی وجہ سے قتل کرنا (یعنی حدود وقصاص کے طور پر قتل کرنا)، اپنی جان کی حفاظت میں دفاعی قتل۔ قتل کی جن صورتوں میں قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے ان میں قاتل مقتول کے ترکہ کا وارث نہیں ہوگا، بقیہ صورتوں میں وارث ہوگا۔

واضح رہے کہ اگر اتفاقاً مقتول کی موت سے پہلے خود قاتل ہی کسی سبب سے مرجائے تو مقتول اپنے قاتل کے ترکہ کا وارث ہوگا، اگر کوئی باپ قتل کی ان صورتوں میں جن میں قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے، کسی صورت میں سے اپنے بیٹے کو قتل کردے تو وہ باپ بھی اپنے مقتول بیٹے کے ترکہ سے محروم ہوجائے گا، اگرچہ باپ پر احتراماً قصاص وکفارہ لازم نہیں آئے گا۔

والثالث اختلاف الدينين فلا يرث الكافر من المسلم اجماعا ولا المسلم من الكافر على قول على وزيد وعامة الصحابة، وا ليه ذهب علمائنا والشافعى لقوله عليه السلام لايتوارث أهل ملتين شتى، والقياس أن يرث لقوله عليه السلم الاسلام يعلوولا يعلى، ومن العلو أن يرث المسلم من الكافر ولايرث الكافر منه، وا ليه ذهب معاذ بن جبل ومعاوية بن أبى سفيان والحسن ومحمد بن الحنفية ومحمد بن على بن الحسين ومسروق رحمهم اللّٰه، والجواب ان المذكور فى هذا الحديث نفس الاسلام حتى ا ن ثبت الاسلام على وجه ولم يثبت على وجه آخر فانه يثبت ويعلو كالمولود بين المسلم والكافر فا نه يحكم باسلام الولد أو ان المراد العلو بحسب الحجة أو بحسب القهر و الغلبة اى النصرة فى العاقبة للمسلمين فاما ان المسلم يرث عندنا من المرتدمع أنه لا يرث من المسلم فلأن ا رث المسلم منه مستند ا لى حال الاسلام ولذلك قال أبوحنيفة انه يورث منه ما اكتسبه فى زمان ا سلامه ويكون ما اكتسبه فى زمان ردته فيئًا للمسلمين والوجه على قولهما ان الجميع لورثته ان المرتد لا يقر على ما اعتقده بل يجبر على العود ا لى الاسلام فيعتبر حكم الاسلام فى حقه لا فيما ينتفع هو به بل فيما ينتفع به وارثه، ثم ان الكفار يتوارثون فيما بينهم وان اختلف نحلهم لأن الكفر ملة واحدة كما ذكره المزنى فى مختصره عن الشافعى وذكره ابو القاسم عن مالك أيضا الخ۔

(شریفیہ مع سراجی ص ۱۱-۱۲)

(وموانعه) ...... (...... والقتل) الموجب للقود أو الكفارة وا ن سقطا بحرمة الابوة على

(ب) اختلاف دین کی بنیاد پر کسی مسلمان مورث کے ترکہ سے اس کے کافر وارثوں کو وراثت نہیں ملے گی، خواہ ان وارثوں کا یہ کفر پیدائشی ہو، یا ارتداد کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہوں، اسی طرح کافر مورث کا کوئی مسلمان وارث نہیں ہوسکتا، مگر شرط یہ ہے کہ مورث کا کفر پیدائشی ہو، لیکن اگر مورث پہلے مسلمان تھا، بعد میں مرتد ہو گیا، تو جس مال کا وہ ارتداد سے پہلے مالک تھا وہ مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا، اور اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کا کل مال خواہ ارتداد سے پہلے کا ہو یا بعد کا، اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

ما مر، وعند الشافعی لا یرث القاتل ولو مات القاتل قبل المقتول ورثه المقتول اجماعا (واختلاف الدین) اسلاما و کفراً وقال أحمد ا ذا أسلم الکافر قبل قسمة الترکة ورث واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی ...... (قوله الموجب للقود أو الکفارة) الاول هو العمد و هو أن یقصد ضربه بمحدد أو ما یجری مجراه فی تفریق الاجزاء والثانی ثلاثة أقسام شبه عمد وهو أن یتعمد قتله بما لا یقتل غالبا کالسوط وخطاء کأن رمی صیدا فأصاب ا نسانا وما جری مجراه کانقلاب نائم علی شخص أو سقوطه علیه من سطح فخرج القتل بسبب فانه لایوجبهما کما لو أخرج روشنا أوحفر بئرا او وضع حجرا فی الطریق فقتل مورثه أو أقاد دابة أو ساقها فوطئته أو قتله قصاصا أو رجما أو دفعا عن نفسه أو وجد مورثه قتیلا فی داره أو قتل العادل الباغی و کذا عکسه ا ن قال قتلته و أنا علی حق وأنا الآن علی الحق وخرج القتل مباشرة من الصبی والمجنون لعدم وجوب القصاص والکفارة وتمامه فی سکب الأنهر وغیره وفی الحاوی الزاهدی رمزا ا ذا قتل الزوج امرأته أو ذات رحم من محارمه المؤنث لأجل الزنا یرث عنها عندنا خلافا للشافعی اهـ یعنی مع تحقق الزناء، اما بمجرد التهمة فلا...... والتقیید بالموجب جری علی الغالب ا ذ الحکم فیما استحب فیه الکفارة کذلك کمن ضرب امرأة فألقت جنینا میتا ففیه الغرة وتستحب الکفارة مع انه یحرم الا رث منه (قوله مطلقا) ای بحق أو لا مباشرة ولو بشهادة أو تزکیة لشاهد یقتل (قوله ولومات القاتل قبل المقتول) بأن جرحه جرحا صار به ذا فرش فمات الجارح قبله (قوله ا سلاما و کفرا) قید به لأن الکفار یتوارثون فیما بینهم وا ن اختلفت مللهم عندنا لأن الکفر کله ملة واحدة (قوله وأما المرتد فیورث عندنا) ای من کسب ا سلامه فکسب ردته فئ للمسلمین قالا للوارث المسلم ککسب المرتدة (قوله خلافا للشافعی)فقال کسباه لبیت المال۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض ص ۶۷۰-۶۷۱ ج۵)

ترکہ سے متعلق حقوق کی ادائیگی میں ترتیب

دفعہ(۴۳۵):

میت کے مال متروکہ میں سے جس مال سے براہ راست کسی دوسرے کا حق متعلق ہو سب سے پہلے وہ حق ادا کیا جائے گا، اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ حقوق میت کی ذات سے وابستہ ہیں تو اس صورت میں مال متروکہ سے اولاً میت کی تجہیز و تکفین کی جائے گی۔ پھر میت کے ذمہ اس کی صحت یا بیماری کسی بھی دور کے جو قرض ہوں انہیں اس طرح ادا کیا جائے گا کہ دَین صحت، دَین مرض پر مقدم ہو، اس کے بعد باقی ماندہ مال کے تہائی حصہ سے میت کی وصیتیں پوری کی جائیں گی، اور آخر میں بچا ہوا مال وارثوں پر تقسیم ہوگا۔

تشریح:

(الف) کبھی دوسرے کا حق کسی کے مال سے براہ راست متعلق ہوتا ہے، مثلاً قرض لینے والا جو اپنی کوئی چیز قرض دہندہ کے پاس بطور رہن رکھتا ہے تو اس صورت میں قرض دہندہ کا حق بعینہ اس شئی مرہون سے متعلق ہو جاتا ہے، اور یہ حق

حوالہ دفعہ(۴۳۵):

(یبدأ من ترکة المیت الخالیة عن تعلق حق الغیر بعینها کالرهن والعبد الجانی) والمأذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستأجرة وانما قدمت علی التکفین لتعلقها بالمال قبل صیرورته ترکة (بتجهیزه)یعم التکفین (من غیر تقتیر و لاتبذیر) ککفن السنة اوقدرماکان یلبسه فی حیاته، ولو هلك کفنه فلو قبل تفسخه کفن مرة بعد أخری و کله من کل ماله (ثم) تقدم (دیونه التی لها مطالب من جهة العباد) ویقدم دین الصحة علی دین المرض ان جهل سببه وا لافسیان کمابسطه السید واما دین الله تعالیٰ فا ن اوصی به وجب تنفیذه من ثلث الباقی وا لا لا (ثم) تقدم (وصیته) ولو مطلقة علی الصحیح خلافا لما اختاره فی الاختیار (من ثلث مابقی) بعد تجهیزه ودیونه وانما قدمت فی الآیة اهتماما لکونها مظنة التفریط (ثم) رابعا بل خامسا (یقسم الباقی) بعد ذلك (بین ورثته) ای الذین ثبت ا رثهم بالکتاب أو السنة کقوله علیه الصلوة والسلام أعطوا الجدات السدس او الاجماع کجعل الجد کالأب وابن الابن کالا بن ...... (قوله کالرهن الخ) مثال للعین التی تعلق بها حق الغیر

دیگر تمام حقوق پر مقدم ہوتا ہے۔

اب اگر فرض کرلیا جائے کہ میت نے اپنی زندگی میں اپنا مال بطور رہن قرض دہندہ کے پاس رکھا اور قرض کی ادائیگی سے پہلے مرگیا، اور اس شئی مرہون کے علاوہ کوئی دوسرا مال اس نے نہ چھوڑا ہو تو اس مال مرہون سے اولاً قرض دہندہ (مرتہن) کا قرض ادا کیا جائے گا، اس کے بعد بچے مال سے میت کی تجہیز و تکفین پھر میت کا قرض ادا کیا جائیگا، بعد ازاں تہائی مال سے وصیت پوری کی جائیگی، اور سب سے آخر میں بچا ہوا ترکہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

(ب) دَین صحت سے مراد وہ دَین ہے جو بینہ سے ثابت ہو یا حالت صحت میں اس کا اقرار کر چکا ہو یا اس کا سبب معلوم ہو، اور دَین مرض وہ ہے جو ایسا نہ ہو۔

(ج) اگر میت کا ترکہ پورے قرض کی ادائیگی کے لئے کافی نہ ہو تو ہر قرض خواہ

فـا ذا رهـن شيـئـا وسـلمه ولم يترك غيره فدين المرتهن مقدم على التجهيز فان فضل بعده شئ صـرف ا ليـه (قـولـه والـمبيع المحبوس بالثمن) كمالو اشترى عبدا ولم يقبضه فمات قبل نقد الثـمـن فالبائع أحق بالعبد من تجهيز المشترى (قوله والدار المستأجرة) فا نه ا ذا أعطى الأجرة أوّلا ثـم مـات الآجر صارت الدار رهنا بالأجرة سيد قال ط، زاد فى روح الشروح على ماذكر الـعبد الذى جعل مهرا يعنى ا ذا مات الزوج وهو فى يده ولا مال له سوا فان الزوجة تقدم على تـجهيز الزوج والمقبوض بالبيع الفاسد ا ذا مات البائع قبل الفسخ اى فان المشترى مقدم على تـجهيـز البائع ...... (قوله ويقدم دين الصحة) هو ما كان ثابتا بالبينة مطلقا أو بالاقرار فى حال الصحةط۔

(قوله على دين المرض) هو ماكان سابقا باقراره فى مرضه أو فيما هو فى حكم المرض كاقرار من خرج للمبارزة أو أخرج للقتل قصاصا أو ليرجم ط عن عجم زاده۔

(قـولـه ا ن جهـل سببه) اما ا ذا علم بأن أقر فى مرضه بدين علم ثبوته بطريق المعاينة كما يـجـب بـدلا عـن مال ملكه أو استهلكه كان ذلك بالحقيقة من دين الصحة ا ذ قد علم وجربه بـغيـر ا قـراره فـلذلك ساواه فى الحكم اهـ سيد (قوله و اما دين الله تعالى الخ) محترز قوله من جهة الـعبـاد و ذلك كالزكوة و الكفارات ونحوها، قال الزيلعى فانها تسقط بالموت فلا يلزم الـورثة أداؤهـا ا لا ا ذا أوصـى بهـا أو تبـرعـوا بهـا هـم مـن عندهم لان الركن فى العبادات نية

کے قرض کی مقدار کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے حصہ کے تناسب سے ادا کیا جائے گا۔

(د) وصیت کبھی تبرعاً کی جاتی ہے جیسے کسی جگہ کنواں کھدوانے کی وصیت، اور کبھی اللہ تعالیٰ کے حق واجب کی ادائیگی کے لئے مثلاً فوت شدہ نمازوں کے فدیہ کی وصیت، دونوں ہی طرح کی وصیتیں ثلث مال ۱/۳ ہی سے پوری کی جائیں گی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''وصیت کا باب''۔

وارثوں کی قسمیں اوران کے حقوق کی ترتیب

دفعہ (۴۳۶):

وارثوں میں بعض وارث بعض پر مقدم ہوتے ہیں، اس طرح ان کے کئی درجات بنتے ہیں، لہٰذا درج ذیل ترتیب وتفصیل کے مطابق ان کو حصہ ملے گا:

المکلف وفعله وقد فات بموته فلا يتصور بقاء الواجب اهـ وتمامه فيه، أقول وظاهر التعليل ان الورثة لو تبرعوا بها لا يسقط الواجب عنه لعدم النية منه ولأن فعلهم لا يقوم مقام فعله بدون ا ذنه تأمل (قوله من ثلث الباقی) ای الفاضل عن الحقوق المتقدمة وعن دين العباد فانه يقدم لو اجتمع مع دين الله تعالىٰ لأنه تعالى هو الغنی ونحن الفقراء كما فی الدر المنتقی۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض ص ۶۶۳ تا ۶۶۶ ج ۵)

(وہٰکذا فی الشریفیہ مع السراجی، ص ۳ تا ۶)

وتفصيل المقام ان الدين ا ن كان للعباد فالباقی بعد تجهيز الميت ا ن وفی به فذلك وا ن لم يف فان كان الغريم واحدا يعطاه الباقی وما بقی له علی الميت ا ن شاء عفا وا ن شاء تركه ا لی دار الجزاء، وا ن كان متعددا فان كان الكل دين الصحة اعنی ماكان ثابتا بالبينة أو بالاقرار فی زمان الصحة أو كان الكل دين المرض أعنی ماكان ثابتا باقراره فی مرضه فانه يصرف الباقی ا ليهم علی حسب مقادير ديونهم فان اجتمعا الدينان معا يقدم دين الصحة لكونه أقوی الخ۔

(شریفیہ ص ۴-۵)

حوالہ دفعہ (۴۳۶):

فيبدأ شرع فيما يبين ا جمال الترتيب بين الورثة ای يبدأ فی تقسيم هذا الباقی بين الورثة بأصحاب الفرائض وهم الذين لهم سهام مقدرة فی كتاب الله تعالىٰ أو سنة رسوله عليه السلام

(۱) اصحاب فروض: یہ وہ وارث ہیں جن کے حصے قرآن مجید، حدیث رسولؐ یا اجماع امت سے متعین ہیں اور میت کے ترکہ سے اولا انہیں مقررہ حصہ ملے گا۔

(۲) عصبات: عصبہ وہ وارث ہیں جنہیں قرآن وحدیث میں مستحق ترکہ تو قرار دیا گیا ہے لیکن ان کے حصے متعین نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ اصحاب فروض کے معین حصے دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس کے وہ مستحق ہوتے ہیں، اور اصحاب فروض کی غیر موجودگی میں پورے ترکہ کے وارث قرار پاتے ہیں۔

(۳) اصحاب الرد: وہ اصحاب فروض ہیں جن کا میت سے نسبی رشتہ ہو اور وارثوں میں میت کا کوئی عصبہ نہ ہو تو باقی ماندہ ترکہ پھر دوبارہ سہام شرعی کے مطابق ان ہی اصحاب فروض پر تقسیم ہوگا۔

(۴) ذوی الارحام: یہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو نہ اصحاب فروض میں سے ہیں نہ عصبہ، یہ لوگ اسی وقت وارث ہوں گے جب کہ میت کے اصحاب فروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو، یا اصحاب فروض میں سے میت کی صرف بیوی یا شوہر ہو اور کوئی نہ ہو۔

أو الاجماع كما ذكره السرخسى وتقديمهم على العصبة لقوله عليه السلام ألحقوا الفرائض بأهلها فما أبقته الفرائض فلاولى رجل ذكر۔

ثم يبدأ بالعصبات من جهة النسب فا ن العصبة النسبية أقوى من السببية يرشدك ا لى ذلك ان أصحاب الفرائض النسبية يرد عليهم دون أصحاب الفرائض السببية أعنى الزوجين والعصبة مطلقا كل من يأخذ من التركة ما أبقته أصحاب الفرائض اى جنسها وعند الانفراد عن غيره فى الوراثة يحرز جميع المال بجهة واحدة فلا يرد ان صاحب الفرض ا ذا خلا عن العصوبة فقد يحرز جميع المال لأن استحقاقه لبعضه بالفرضية والباقى بالرد.

ثم يبدأ بالعصبة من جهة السبب وهو مولى العتاقة............ ثم عصبته........... ثم الرد اى يبدأ عند عدم العصبات السببية بالرد على ذوى الفروض النسبية...... بقدر حقوقهم اى يعتبر فيه نسبة مقادير السهام بعضها ا لى بعض ويرد الباقى عليهم بحسبها ثم ذوى الأرحام اى يبدأ عند عدم الرد لانتفاء ذوى الفروض النسبية بذوى الأرحام۔

وهم الذين لهم قرابة وليسوا بعصبة ولا ذوى سهم...... ثم مولى الموالاة اى عند عدم هؤلاء المذكورين يبدأ فى جميع الميراث بمولى الموالاة ا ن لم يوجد أحد الزوجين وا ن وجد

(۵) موصی لہ بجمیع المال: یعنی وہ شخص جس کے لئے میت اپنے پورے مال کی وصیت کر گیا ہو، مذکورہ بالا اوارثوں میں سے اگر کوئی بھی وارث نہ ہو تو اسی شخص کو میت کا پورا مال دے دیا جائے گا، بیت المال میں نہیں دیا جائے گا۔

(۶) اگر مندرجہ بالا مستحقین وراثت میں سے کوئی بھی وارث نہ ہو تو ترکہ شرعی اصولوں پر قائم نظام بیت المال میں جائے گا، اور اگر ایسا بیت المال بھی نہ ہو تو زوجین کو دیا جائے گا۔

تشریح:

(الف) اصحاب فروض کے مقررہ حصے دے دینے کے بعد اگر کچھ بچ رہا ہو اور میت کے قریب و بعید عصبہ میں سے کوئی نہ ہو جو اس باقی ماندہ مال کو لے سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس باقی ترکہ کو ان ہی اصحاب فروض کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر دوبارہ تقسیم کیا جائیگا، مگر ذوی الارحام کو نہیں دیا جائیگا، اسی دوبارہ تقسیم کو اصطلاحاً ''رد'' کہا جاتا ہے، اور یہ رد صرف اصحاب فروض نسبیہ پر ہی ہوگا، اصحاب فروض سببیہ یعنی شوہر، بیوی پر نہیں ہوگا، چنانچہ اگر میت کے ورثاء میں صرف بیوی یا شوہر ہو اور دوسرے عصبات یا اصحاب فروض نہ ہوں تو بیوی کو چوتھائی یا شوہر کو آدھا دے کر جو بچے گا وہ ذوی الارحام میں تقسیم ہوگا۔

يبدأ به أيضا لكن فى الباقى من فرضه كذا ذكر الفرائض العثمانية.......... ثم المقر له بالنسب على الغير بحيث لم يثبت نسبه باقراره من ذلك الغير ا ذا مات المقر على ا قراره يعنى ان هذا المقر له مؤخر فى الا رث عن مولى الموالاة ومقدم على الموصى له بجميع المال واعتبرت فيه قيود، الأول أن يكون الاقرار بنسبه من المقر متضمنا لا قراره بنسبه على غيره كما ا ذا أقر لمجهول النسب بأنه أخوه فا نه يتضمن ا قراره على أبيه بأنه ابنه، الثانى أن يكون ذلك الا قرار بحيث لا يثبت به نسبه من ذلك الغير كما ا ذا لم يصدقه أبوه فى هذا النسب، الثالث أن يموت المقر على اقراره وفوائد القيود ظاهرة اما لأول الخ۔

(ثم الموصى له بجميع المال) اى ا ذا عدم من تقدم ذكره يبدأ بمن أوصى له بجميع المال فتكمل له وصيته لأن منعه عما زاد على الثلث كان لأجل الورثة فا ذا لم يوجد منهم أحد

(ب) عصبات بنیادی طور پر دوطرح کے ہوتے ہیں، عصبہ نسبیہ اور عصبہ سببیہ، لیکن اب عصبہ سببیہ (مولی العتاقہ) نہیں پایا جاتا، اور عصبہ نسبیہ کی پھر مختلف قسمیں بنتی ہیں (جن کی تفصیل عصبات کی بحث میں آئیگی)۔

(ج) شرعی طور پر ذوی الارحام کے بعد مولیٰ الموالاۃ اور اس کے بعد مقرلہ بالنسب علی الغیر کو حق وراثت ملتا ہے، لیکن اس قسم کے حقداروں کا وجود بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، اس لئے وارثوں کی ترتیب میں انہیں ذکر نہیں کیا گیا، اگر کوئی میت ایسا ہو جس کے اصحاب فروض، عصبات اور ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو مگر اس کا وہ دوست ہے جس سے عقد ولاء ہو چکا ہے تو یہی دوست جسے مولی الموالاۃ کہا جاتا ہے ترکہ کا مستحق ہوگا، (اس عقد ولاء کی تفصیل اور شرط قانون میراث کی دفعہ (۴۳۳) کی تشریح (د) میں دیکھی جائے)، اور اس کے ہوتے ہوئے مقرلہ بالنسب کو کچھ نہیں ملے گا، اور اگر مولیٰ الموالاۃ بھی نہ ہوں تو اب یہ مقرلہ بالنسب پائے گا، یعنی وہ شخص جس کے چچا یا بھائی ہونے کا وہ میت اقرار کر چکا تھا، اور اسی اقرار پر وہ مرتے وقت

فلـه عـنـدنـا مـا عيـن لـه كملا وانما أخر ذلك عن المقر له بناء على أن له نوع قرابة بخلاف الـموصـى له ثم بيت المال اى ا ذا لم يوجد أحد من المذكورين توضع التركة فى بيت المال عـلـى أنهـا مـال ضائع فصارت لجميع المسلمين فتوضع هناك وليس ذلك بطريق الا رث بناء على أنهم ا خوته الخ ...... (شریفیہ مع السراجی فی المیراث ص۶ تا ۹)

(وہکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض ص ۶۶۲ تا ۶۷۰ ج ۵)

قـولـه ثم الرد اى عند عدم من تقدم ذكره من العصبات يرد الباقى من أصحاب الفرائض عـلـى ذوى الـفـروض النسبية دون ذوى الفروض السببية لأن سبب الرد هو القرابة الباقية بعد أخـذ الـفـرض وقـرابة الزوجية حكمية لا تبقى بعد أخذ الفرض وفى الأشباه والنظائر يرد على الزوجين بناء على أنه ليس فى زماننا بيت المال لأنهم لايضعونه موضعه وعليه المتأخرون منا، أقول وزل قدم بعض الأعلام فى فهم المراد من هذا المقام بأن فهموا ان الزوجين لما تقرر لهم الـرد فيرد عليهما عند عدم أصحاب الفرائض النسبية وهما مقدمان على ذوى الأرحام والحق ان الرد عليهما وضع موضع بيت المال فدرجتهما درجة بيت المال يعنى لو لم يكن الموصى لـه بـجميع المال فالآن يرد على الزوجين لفقد بيت المال فى زماننا كذا قال الاستاذ اليلمعى

تک رہا، اور اگر یہ بھی نہ ہوتب موصی لہٗ بجمیع المال کو دیدیا جائیگا، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

یہ بھی واضح رہے کہ بعض اصحاب فروض کی حیثیت کبھی دوہری ہوجاتی ہے کہ وہ صاحب فرض اور عصبہ دونوں حیثیتوں سے ترکہ میں حصہ پاتے ہیں، اور بعض کبھی اصحاب فروض کے بجائے عصبہ ہی بن جاتے ہیں جیسا کہ آئندہ تفصیل سے واضح ہوجائے گا۔

اصحاب فروض کا بیان

دفعہ(۴۳۷):

اصحاب فروض بارہ ہیں، چار مرد، آٹھ عورتیں۔

مرد: (۱) باپ، (۲) دادا، اوپر تک، (۳) شوہر، (۴) اخیافی بھائی۔

عورتیں: (۵) اخیافی بہن، (۶) بیوی، (۷) بیٹی، (۸) پوتی، (۹) حقیقی بہن، (۱۰) علاتی بہن، (۱۱) ماں، (۱۲) دادی، نانی۔

مولانا منفعت علی الدیوبندی وقال أفتی به أستاذنا اللوذعی مولانا سید أحمد المرحوم الدهلوی صدر المدرسین فی المدرسة الا سلامیة الدیوبندیة صانها الله عن الرزیة والبلیة۔

(الحاشیة السراجیة للعلامة محمد نظام الدین الکیرانوی المسماة دلیل الوراث)

حوالہ دفعہ(۴۳۷):

(وأصحاب هذه السهام) ای مستحقوها سواء علم استحقاقهم بالنص أو بغیره من الدلائل (اثنی عشر نفرا أربعة من الرجال وهم الأب والجد الصحیح) وهو أب الأب وا ن علا والأخ لأم والزوج قدم الأب علی الجد لکونه محجوبا بالأب وکذا یحجب الجد الأخ لأم اجماعا......... وثمان من النساء الزوجة والبنت وبنت الابن وا ن سفلت والأخت لأب وأم والأخت لأب والأخت لأم والأم والجدة الصحیحة وهی التی لایدخل فی نسبتها ا لی المیت جد فاسد .... وقید الجدة بالصحیحة وفسرها بالتی لایدخل فی نسبتها ا لی المیت جد فاسد وهو الذی تدخل فی نسبته ا لی المیت أم ضرورة انها تقابل الجد الصحیح المفسر کما سیأتی بالذی لا تدخل فی نسبته ا لی المیت أم فالجدة ا ذا دخلت نسبتها عن الجد الفاسد کانت صحیحة سواء کانت مدلیة بمحض الا ناث کأم الأم وأم أم الأم أو بمحض

تشریح:

(۱) باپ سے مراد صرف وہ شخص ہے جس سے میت کا نسب ثابت ہوا ہو، سوتیلا باپ اس میں داخل نہیں۔

(۲) دادا میں باپ کا باپ، دادا کا باپ، اسی طرح اوپر تک کے تمام اجداد شامل ہیں۔

(۳،۶) شوہر و بیوی سے مراد وہ مرد و عورت ہیں جن میں باہم نکاح صحیح ہوا ہو، اور اگر نکاح صحیح نہیں ہوا تھا تو ایسے مرد و عورت ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

(۴،۵) اخیافی بھائی بہن سے وہ مراد ہیں جن دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں۔

(۸) پوتی میں بیٹے کی لڑکی، پوتے کی لڑکی، پر پوتے کی لڑکی، اسی طرح نیچے تک کی تمام لڑکیاں شامل ہیں۔

(۹) حقیقی بہن وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہو۔

(۱۰) علاتی بہن وہ ہے جس کا باپ ایک ہو، اور ماں الگ الگ۔

(۱۱) ماں وہ ہے جس کے بطن سے پیدا ہوا، سوتیلی ماں اس میں داخل نہیں۔

(۱۲) دادی سے مراد میت کی دادی، پردادی، اور اوپر تک کی، اور ان دادیوں کی

الذكور كأم الأب وأم أب الأب أو بخلط منهما كأم أم الأب وهى صاحبة الفرض فى الجدات كالجد الصحيح فى الأجداد وا ذا دخل فى نسبتها الجد الفاسد كانت فاسدة منتمية بخلط الذكور والا ناث كأم أب الأم وأم أب أم الأب وليست هى بصاحبة فرض كالجد الفاسد بل هما من ذوى الأرحام الذين يرثون بالقرابة لا بالعصوبة ولا بالفرض۔

(شریفیۃ مع السراجی فی المیراث ص ۱۴-۱۵)

(ويستحق الا رث) (برحم ونكاح) صحيح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا (قوله ونكاح صحيح ولو بلا وطء ولاخلوة اجماعا درمنتقى (قوله فلاتوارث بفاسد) هو ما فقد شرطا من شروط الصحة كشهود ولا باطل كنكاح المتعة والمؤقت وا ن جهلت المدة أو طالت فى الأصح كما مر فى محله ۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض ص ۶۶۲ ج ۵)

مائیں اوران کی نانیاں بھی شامل ہیں، نانی میں ماں کی ماں اوراس کی ماں،
اوراس سے اوپر تک کی تمام نانیاں شامل ہیں۔

اصحاب فروض کے حصوں کا بیان

دفعہ(۴۳۸)___ باپ کے حصے:

(۱) باپ کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا، پوتا، پرپوتا وغیرہ بھی ہوتو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) باپ کے ساتھ میت کی اولاد ذکور نہ ہو،صرف بیٹی، پوتی، پرپوتی وغیرہ میں سے کوئی ہوتو اصحاب فروض میں ہونے کی وجہ سے اولاً ترکہ کا چھٹا پائے گا،اور پھر بیٹی پوتی وغیرہ کا حصہ دیدینے کے بعد بچا ہوا مال بھی بحیثیت عصبہ اسے ملے گا۔

(۳) اگر میت کی اپنی کوئی اولاد (مذکر یا مؤنث) یا لڑکے، پوتے، پرپوتے (نیچے تک) کی کوئی اولاد (مذکر یا مؤنث) نہ ہوتو باپ محض عصبہ ہونے کی حیثیت سے کل ترکہ پائے گا۔

دفعہ(۴۳۹)___ دادا کے حصے:

باپ کی غیر موجودگی میں دادا مذکورہ بالا تینوں شکلوں میں باپ ہی کی طرح حصہ پائے گا۔
واضح ہو کہ باپ کی موجودگی میں دادا اور دادا کی موجودگی میں پردادا (اوپر تک) محروم ہوجائیں گے۔

حوالہ دفعہ(۴۳۸) و (۴۳۹):

اما الأب فله أحوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذلك مع الابن أو ابن الابن وا ن سفل والفرض والتعصيب معا وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وا ن سفلت والتعصيب المحض وذلك عند عدم الولد وولد الابن وا ن سفل والجد الصحيح كالأب.......... ويسقط الجد بالأب لأن الأب أصل فى قرابة الجد ا لى الميت۔ (السراجی فی المیراث،مکتبہ رحیمیہ ص۶-۷)

الحجب على نوعين حجب نقصان.......... وحجب حرمان والورثة فيه فريقان فريق لا يحجبون بحال البتة.......... وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال وهذا مبنى على أصلين أحدهما هو ان كل من يدلى ا لى الميت بشخص لا يرث مع وجود ذلك سوى أولاد الأم فا نهم يرثون معها لانعدام استحقاقها جميع التركة والثانى الأقرب فالأقرب كما ذكرنا فى العصبات۔ (السراجی فی المیراث بالحجب ص۱۶-۱۷)

دفعہ (۴۴۰)۔۔۔ شوہر کے حصے:

اگر میت کی کوئی بھی اولاد لڑکا، لڑکی، پوتا، پوتی (نیچے تک) نہ ہو تو شوہر کو آدھا ملے گا، اور اگر ان میں سے کوئی ہو تو شوہر کو چوتھائی ملے گا۔

دفعہ (۴۴۱)۔۔۔ اخیافی بھائی بہن کے حصے:

(الف) اگر ایک ہے تو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا، (ب) اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو سب کو مجموعی طور پر تہائی ملے گا، (ج) میت کی کوئی اولاد لڑکا، لڑکی یا لڑکے کی کوئی اولاد یعنی پوتا، پر پوتا (نیچے تک) ہوں، یا میت کے باپ یا دادا (اوپر تک) ہوں تو اخیافی بھائی بہن محروم ہوں گے۔ واضح ہو کہ اگر میت کے اخیافی بھائی اور بہن دونوں ہوں تو خواہ جتنے ہوں گے سب اسی تہائی کے اندر برابر حصہ پائیں گے۔

دفعہ (۴۴۲)۔۔۔ بیوی کے حصے:

اگر شوہر کی کوئی اولاد لڑکا، لڑکی، یا لڑکے کی کوئی اولاد یعنی پوتا، پوتی (نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو بیوی کو ترکہ کا آٹھواں ملے گا، ورنہ چوتھائی پائے گی، بیوی خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ سب اسی مذکورہ حصے آٹھویں یا چوتھائی میں برابر کی حصہ دار ہوں گی۔

حوالہ دفعہ (۴۴۰):

واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد وولد الابن وا ن سفل والربع مع الولد وولد الابن وا ن سفل۔ (السراجی فی المیراث ص۷)

حوالہ دفعہ (۴۴۱):

وأما لأولاد الأم فأحوال ثلاث السدس للواحد والثلث للاثنين فصاعدا ذكورهم وا ناثهم فی القسمة والا ستحقاق سواء ويسقطون بالولد وولد الابن وا ن سفل وبالأب والجد بالاتفاق۔ (السراجی فی لمیراث ص۷)

حوالہ دفعہ (۴۴۲):

اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وا ن سفل والثمن مع الولد و ولد الابن وا ن سفل۔ (السراجی فی المیراث ص۷-۸)

دفعہ(۴۴۳)۔۔۔بیٹی کے حصے:

(الف) اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو، اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو ترکہ کا آدھا ملے گا۔

(ب) اگر دو یا دو سے زیادہ صرف بیٹیاں ہوں اور کوئی لڑکا نہ ہو تو دو تہائی کے اندر ساری لڑکیاں برابر برابر حصہ پائیں گی۔

(ج) اگر میت کے لڑکا، لڑکی دونوں ہوں تو لڑکی عصبہ ہو جائیگی، اور ہر لڑکی کو ہر لڑکے کے حصہ کا نصف ملے گا۔

دفعہ(۴۴۴)۔۔۔پوتی کے حصے:

(الف) اگر میت کا بیٹا، بیٹی نہ ہو اور صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ کا آدھا ملے گا۔

(ب) اگر میت کا بیٹا، بیٹی نہ ہو اور پوتیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو دو تہائی میں سب پوتیاں برابر حصہ پائیں گی۔

(ج) اگر میت کی ایک یا زائد پوتیاں ہوں اور لڑکی بھی ایک ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اسی چھٹے میں ساری پوتیاں بحصۂ برابر شریک ہوں گی۔

(د) اگر پوتی کے ساتھ اسی کے درجہ کا یا نیچے کسی درجہ کا کوئی پوتا بھی ہو تو پوتی عصبہ ہو جائے گی، اور ہر پوتی کو ہر پوتے سے آدھا حصے ملے گا۔

حوالہ دفعہ(۴۴۳):

واما لبنات الصلب فأحوال ثلاث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن۔ (السراجی فی المیراث ص۸)

حوالہ دفعہ(۴۴۴):

وبنات الابن كبنات الصلب فى ثبوت تلك الأحوال الثلاث ولهن أحوال ثلاث أخرى فلذلك قال ولهن أحوال ست النصف للواحدة والثلثان لاثنتين فصاعدة عند عدم بنات الصلب .... ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين فبنات الابن من ذوات الفروض مع الواحدة من الصلبيات ويصرن معها من العصبات ا ن كان معهن ابن الابن فا ن كان معهن ذكر أسفل منهن درجة فلهن فرضهن ولا يرثن مع الصلبيتين...... ا لا أن يكون

(ہ) اگر پوتی نیچے درجہ کی ہو (مثلاً پرپوتی) تو اپنے سے اوپر درجہ والے پوتے کی موجودگی کے سبب محروم ہوجائیگی۔

(و) میت کے بیٹے کی موجودگی میں تمام پوتے، پوتیاں محروم ہوں گی۔

(ز) میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں اور بیٹا نہ ہو اور پوتی کے مقابل درجہ یا نیچے درجہ میں کسی درجہ کا پوتا نہ ہو تو پوتی محروم ہوگی، اور اگر مقابل درجہ یا نیچے درجہ کا کوئی پوتا بھی ہوگا تو پھر پوتی عصبہ ہوجائیگی، اور پوتے کا نصف پائیگی، واضح ہو کہ بیٹی صرف میت کے بیٹے سے عصبہ ہوتی ہے، لیکن پوتی اپنے مقابل اور نیچے تک کے میت کے تمام پوتوں کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہے۔

دفعہ (۴۴۵) ـــ حقیقی بہن کے حصے:

(الف) اگر بہن ایک ہو تو آدھا اور دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دوتہائی حصہ ملے گا۔ اور اسی دوتہائی میں

بحذائهن أو أسفل منهن غلام فيعصبهن و حينئذ يكون الباقى بينهم للذكر مثل حظ الانثيين وهذه حالة ثالثة من الثلاث الاولى فا ن بنات الابن ا ذا كان بحذائهن غلام سواء كان أخاهن أو ابن عمهن فانه يعصبهن كما أن الابن الصلبى يعصب البنات الصلبية وذلك لأن الذكر من أولاد الابن يعصب الا ناث اللآتى فى درجته ا ذا لم يكن للميت ولد صلبى بالاتفاق فى استحقاق جميع المال فكذا يعصبها فى استحقاق الباقى من الثلثين مع الصلبيتين وا ليه ذهب عامة الصحابة وعليه جمهور العلماء .... هذا كله ا ذا كان الغلام بحذائهن اما ا ذا كان أسفل منهن فالحكم كذلك عندنا فى ظاهر المذهب قوله فالحكم كذلك الخ) اى فحكم بنات الابن التى مع الصلبيتين حين كون الذكر أسفل منهن مثل حكم بنات الابن المذكورة التى يكون الذكر بحذائهن اى يصرن عصبة به فيكون الباقى بينهن للذكر مثل حظ الانثيين (حاشیہ شریفیہ)

ويسقطن اى بنات الابن بالابن بخلاف بنات الصلب فهذه ثالثة من الأحوال الثلاث الأخرى وبها تتم الأحوال الست لبنات الابن۔ (شریفیہ مع السراجی فی المیراث وحاشیہ شریفیہ ص ۱۸ تا ۲۰)

حوالہ دفعہ (۴۴۵):

واما للأخوات لأب وأم فأحوال خمس النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع

ساری بہنیں برابر برابر حصہ پائینگی۔

(ب) اگر حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی ہوتو بہن عصبہ ہوکر بھائی کے حصہ کا آدھا پائیگی۔

(ج) اگر بہن کے ساتھ میت کی ایک یا ایک سے زیادہ بیٹی یا پوتی، پرپوتی (نیچے تک) ہوتو بہن عصبہ ہوکر ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ پائے گی۔

(د) اگر میت کا بیٹا، پوتا، پرپوتا (نیچے تک) یا باپ، دادا، پردادا (اوپر تک) میں سے کوئی ہوتو بہن محروم ہو جائیگی۔

دفعہ (۴۴۶)۔۔۔ علاتی بہن کے حصے:

(الف) اگر حقیقی بہنیں نہ ہوں اور علاتی بہن ایک ہوتو آدھا اور دو یا دو سے زائد ہوں تو دوتہائی حصہ ملے گا۔اور اسی دوتہائی میں سب ہی علاتی بہنیں بحصہٴ برابر شریک ہوں گی۔

(ب) اگر میت کی ایک سگی بہن ہوتو علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ، صرف چھٹا حصہ پائے گی۔

(ج) اگر علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہوتو بہن عصبہ ہوکر اپنے بھائی کے حصہ کا آدھا پائے گی۔

(د) اگر میت کی ایک یا ایک سے زیادہ بیٹی، پوتی، پرپوتی (نیچے تک) بھی ہوتو علاتی بہن عصبہ ہوکر بچا ہوا ترکہ پائے گی۔

الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الانثيين يصرن به عصبة لاستوائهم فى القرابة ا لى الميت ولهن الباقى مع البنات أو بنات الابن لقوله عليه السلام اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة۔
(السراجی فی المیراث ص ۱۰)

وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وا ن سفل وبالأب بالاتفاق وبالجد عند أبى حنيفة۔ (السراجی فی المیراث ص ۱۱)

حوالہ دفعہ (۴۴۶):

والأخوات لأب كالأخوات لأب وأم ولهن أحوال سبع النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم الأخوات لأب وأم ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملة للثلثين ولا يرثن مع الأختين لأب وأم ا لا أن يكون معهن أخ لأب فيعصبهن والباقى بينهم للذكر مثل حظ الانثيين والسادسة أن يصرن عصبة مع البنات أو بنات الابن لما ذكرنا

(ہ) اگر میت کا بیٹا، پوتا، پر پوتا (نیچے تک) یا میت کا باپ، دادا، پردادا (اوپر تک) یا سگا بھائی ہو تو علاتی بہن محروم ہو جائے گی۔

(و) اگر میت کی دو یا اس سے زیادہ سگی بہنیں ہوں اور علاتی بھائی نہ ہو تو علاتی بہن محروم ہو جائیگی، اور اگر علاتی بھائی ہوگا تو پھر عصبہ ہوکر اپنے بھائی کے حصہ سے آدھا پائیگی۔

(ز) اگر میت کی ایک سگی بہن اور ایک ایک علاتی بھائی بہن ہو تو علاتی بہن عصبہ ہوکر اپنے بھائی کے حصہ سے آدھا پائیگی۔

(ح) اگر میت کی بیٹی، پوتی، پر پوتی (نیچے تک) کے ساتھ سگی بہن بھی ہے تو علاتی بہن محروم ہو جائے گی۔

دفعہ (۴۴۷)ـــ ماں کے حصے:

(الف) اگر میت کی کوئی اولاد (لڑکا، لڑکی) یا پوتے، پر پوتے (نیچے تک) یا کسی بھی قسم کے (حقیقی، علاتی، اخیافی) بھائی بہنوں میں سے دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔

(ب) اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور لڑکے، پوتے، پر پوتے (نیچے تک) کی اولاد نہ ہو نیز بھائی بہن میں سے کوئی موجود نہ ہو یا صرف ایک بھائی یا صرف ایک بہن ہو تو ماں کو تہائی حصہ ملے گا۔

وبنوالأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وا ن سفل وبالأب بالاتفاق وبالجد عند أبى حنيفة ويسقط بنو العلات أيضا بالأخ لأب وأم وبالأخت لأب وأم ا ذا صارت عصبة. (السراجی فی المیراث ص ۱۱)

حوالہ دفعہ (۴۴۷):

واما للأم فأحوال ثلاث السدس مع الولد وولد الابن وا ن سفل ومع الاثنين من الا خوة والا خوات فصاعدا من أي جهة كانا وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين وثلث مابقى بعد فرض أحد الزوجين وذلك فى المسئلتين زوج وأبوين وزوجة وأبوين. ولو كان مكان الأب جد فللأم ثلث جميع المال ا لا عند أبى يوسف رحمه الله تعالى فا ن لها ثلث الباقى...... (السراجی فی المیراث ص ۱۱-۱۲)

(ج) اگر میت کی بیوی یا شوہر کے ساتھ میت کا باپ موجود نہ ہوتو اس صورت میں ماں کو کل ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔

(د) اگر میت کی بیوی یا شوہر کے ساتھ میت کا باپ بھی موجود ہوتو بیوی یا شوہر کا حصہ دیدینے کے بعد باقی ترکہ کا تہائی حصہ ماں کو ملے گا۔

دفعہ(۴۴۸)ــــ دادی، نانی کے حصے:

(الف) اگر صرف ایک دادی یا نانی ہوتو اسے ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔

(ب) دادی، نانی ایک ہی درجہ کی ہوں تو دونوں اسی چھٹے حصہ میں برابر حصہ پائیں گی۔

(ج) اور اگر درجہ میں برابر نہ ہوں تو قریب والی چھٹا حصہ پائے گی، اور دور والی محروم ہوجائیگی۔
اسی طرح اگر کئی درجہ کی دادیاں یا نانیاں ہوں تو قریب والی چھٹا حصہ پائے گی، اور دور والی محروم ہوجائے گی۔

(د) اگر میت کی ماں موجود ہے تو دادی، نانی محروم ہوجائے گی۔

(ہ) اگر میت کا باپ موجود ہے تو دادی محروم ہوجائے گی، اور نانی چھٹا حصہ پائے گی۔

(و) اگر میت کے کسی بھی درجہ کا دادا موجود ہے تو اس دادا کی ماں، دادی، پردادی وغیرہ محروم ہوجائے گی، لیکن اس دادا کی بیوی اور اس کی ماں اور اس ماں کی ماں اوپر تک محروم نہیں ہوں گی، اور اسی طرح دادا سے میت کی نانیاں بھی محروم نہیں ہوں گی، اور چھٹا حصہ پائیں گی۔

حوالہ دفعہ(۴۴۸):

وللجدة السدس لأم كانت لأم الأم أو لأب كأم الأب واحدة كانت أو أكثرا ذا كن ثابتات اى صحيحات كالمذكورتين فا ن الفاسدات من ذوى الأرحام كما سيأتى متحاذيات فى الدرجة لأن القربى تحجب البعدى كما ستحيط به علما...... ويسقطن اى الجدات كلهن سواء كانت أبويات أو امويات بالأم...... وتسقط الأبويات دون الأمويات أيضا بالأب......... وكذلك تسقط الأبويات بالجد ا لا أم الأب وا ن علت كأم أم الأب وهكذا

عصبات کا بیان

دفعہ (۴۴۹):

عصبہ کی تین قسمیں ہیں: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ کی تعریف: عصبہ بنفسہ ہر وہ مرد ہے جس کی میت سے قرابت میں عورت واسطہ نہ ہو، عصبہ بنفسہ کے چار درجات ہیں:

(الف) میت کی اولاد ذکور یعنی بیٹا، پوتا، پر پوتا، نیچے تک۔

(ب) میت کے باپ، دادا، پردادا، اوپر تک۔

(ج) میت کے باپ کی اولاد ذکور یعنی بھائی، بھائی کا بیٹا، پوتا، نیچے تک۔

(د) میت کے دادا (اوپر تک) کی اولاد ذکور یعنی چچا اور اس کی اولاد (نیچے تک)، یا اسی طرح میت کے باپ کا چچا اور اس چچا کی اولاد ذکور، یا میت کے دادا کا چچا اور اس چچا کی اولاد ذکور۔

فانها ترث مع الجد لأنها ليست من قبله اى ليست قرابتها من قبل الجد بل هى زوجته فهى لا تسقط به بل ترث معه كالأم مع الأب هذا ا ذا كان بعد الجد عن الميت بدرجة واحدة واما ا ذا بعد بدرجتين كأب الأب فا نه يرث معه أبويتان أم أب الأب التى هى زوجة الجد المذكور وأم الأب التى هى أم زوجة أب الأب .... وهكذا كلما ازدادت درجات بعد الجد ازداد بحسبها عدد الأبويات التى يرثن معه والجدة القربى من أى جهة كانت اى سواء كانت من قبل الأم أو من قبل الأب تحجب الجدة البعدى من أى جهة كانت............ وارثة كانت القربى كأم الأب عند عدمه مع أم أم الأم وكأم الأم مع أم أم الأب أو محجوبة كأم الأب عند وجوده فا نها محجوبة به ومع ذلك تحجب أم أم الأم ففى هذه الصورة أعنى أن يخلف الميت الأب وأم الأب وأم أم الأم يكون المال كله للأب عندنا لأن البعدى محجوبة بالقربى والقربى محجوبة بالأب۔ (الشریفیۃ مع السراجی فی المیراث ص ۴۲ تا ۴۶)

حوالہ دفعہ (۴۴۹) تا (۴۵۲):

العصبات النسبية ثلاثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره و عصبة مع غيره، أما العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل فى نسبته ا لى الميت أنثى وهم أربعة أصناف جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جده الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعنى أولهم بالميراث جزء الميت اى

دفعہ (۴۵۰):

عصبہ بغیرہ: نصف اور دو ثلث پانے والی وہ چار ذوی الفروض عورتیں جو اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوکر بھائی کا نصف پاتی ہیں، یعنی بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، اور علاتی بہن۔

دفعہ (۴۵۱):

عصبہ مع غیرہ: میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں ہیں جو میت کی بیٹی، پوتی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں۔

دفعہ (۴۵۲):

مذکورہ بالا تینوں قسموں کے عصبات میں سے قریب تر عصبہ کی موجودگی میں دور کا عصبہ اور دوہرے رشتہ والے عصبہ کی موجودگی میں اکہرے رشتہ کا عصبہ محروم ہو جائے گا۔

تشریح:

(الف) مثلاً عصبہ بنفسہ کے چار درجات میں سے درجہ اول کے عصبہ کی موجودگی میں درجہ دوم کے عصبہ، اور درجہ دوم کی موجودگی میں درجہ سوم کے عصبہ، اور درجہ سوم کی موجودگی میں درجہ چہارم کے عصبہ محروم ہو جائیں گے۔ اسی طرح ایک درجہ کے چند عصبات ہوں تو ان میں بھی باہمی قرب و بعد کا لحاظ رکھا جائے گا، مثلاً میت کا بیٹا اور پوتا دونوں موجود ہوں تو بیٹا عصبہ قریب ہونے کی وجہ سے حصہ پائے گا، اور پوتا عصبہ بعید ہونے کی وجہ سے محروم ہو جائیگا۔

البنون ثم بنوهم وا ن سفلوا ثم أصله اى الأب ثم الجد اى أب الأب وا ن علا ثم جزء أبيه اى الا خوة ثم بنوهم وا ن سفلوا ثم جزء جده اى الأعمام ثم بنوهم وا ن سفلوا ثم يرجحون بقوة القرابة اعنى به أن ذا القرابتين أولى من ذى قرابة واحدة ذكرا كان أو أنثى لقوله عليه السلام ا ن أعيان بنى الأم يتوارثون دون بنى العلات كالأخ لأب وأم والأخت لأب وأم ا ذا صارت عصبة مع البنت أولى من الأخ لأب والأخت لأب، وابن الأخ لأب وأم أولى من ابن الأخ لأب

(ب) عصبہ بغیرہ یا عصبہ مع غیرہ کے ساتھ اگر دور کے دوسرے عصبات بھی ہوں (خواہ وہ عصبہ بنفسہ کیوں نہ ہوں) تب بھی عصبہ بغیرہ یا عصبہ مع غیرہ ہی مقدم ہوں گے، اور میراث پائیں گے، اور دور والے دوسرے عصبات محروم ہوجائیں گے، مثلاً میت کی بیٹی کے ساتھ میت کی بہن عصبہ ہو اور میت کا چچا بھی ہو تو اس صورت میں چچا چونکہ بہن کے مقابلہ میں دور کا عصبہ ہے اس لئے وہ عصبہ بنفسہ ہونے کے باوجود محروم ہو جائے گا، اور بہن عصبہ مع غیرہ ہونے کے باوجود باقی ماندہ ترکہ کی حقدار ہوجائیگی۔

(ج) میت کا حقیقی بھائی یا حقیقی چچا ہو اور علاتی بھائی یا علاتی چچا بھی ہو تو چونکہ حقیقی بھائی یا حقیقی چچا کا رشتہ دوہرا ہے، اس لئے اس کی موجودگی میں علاتی بھائی یا علاتی چچا محروم ہوجائیں گے۔

ذوی الارحام کا بیان

دفعہ (۴۵۳):

میت کے وہ رشتہ دار جو نہ تو اصحاب فروض میں سے ہوں اور نہ عصبہ ہوں وہ ذوی الارحام کہلاتے ہیں۔

وكذلك الحكم فى أعمام الميت ثم فى أعمام أبيه ثم فى أعمام جده واما العصبة بغيره فأربع من النسوة وهن اللاتى فرضهن النصف والثلثان يصرن عصبة با خوتهن كما ذكرنا فى حالاتهن ومن لا فرض لها من الا ناث وأخوها عصبة لا تصير عصبة بأخيها كالعم والعمة المال كله للعم دون العمة واما العصبة مع غيره فكل أنثى تصير عصبة مع أنثى أخرى كالأخت مع البنت لماذكرنا. (السراجی فی المیراث، باب العصبۃ ص ۱۴-۱۵)

حوالہ دفعہ (۴۵۳) تا (۴۵۵):

"باب توريث ذوى الأرحام" (هو كل قريب ليس بذى سهم ولا عصبة) فهو قسم ثالث حينئذ (ولا يرث مع ذى سهم ولا عصبة سوى الزوجين) لعدم الرد عليهما (فيأخذ المنفرد جميع المال) بالقرابة (ويحجب أقربهم الأبعد) كترتيب العصبات فهم أربعة أصناف جزء

دفعہ(۴۵۴):

اگر میت کے رشتہ داروں میں اصحاب فروض نسبی اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تب ہی ذوی الارحام کو ترکہ میں حصہ ملے گا۔

دفعہ(۴۵۵):

شوہر و بیوی جو اصحاب فروض سببی کہلاتے ہیں ان کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ ملے گا۔

ذوی الارحام کے درجات

دفعہ(۴۵۶):

عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی بالترتیب چار درجات ہیں۔

(۱) میت کی بیٹی، پوتی، پرپوتی، (نیچے تک) کی اولاد۔

(۲) میت کے وہ اصول جو اصحاب فروض یا عصبہ نہ ہوں، مثلاً نانا، پرنانا، میت کی ماں کا نانا، دادا اور دادی، نانی۔

الميت ثم أصله ثم جزء أبويه ثم جزء جديه أو جدتيه (و) حينئذ (يقدم) جزء الميت وهم (أولاد البنات وأولاد بنات الابن) وا ن سفلوا (ثم) أصله وهم الجد الفاسد والجدات الفاسدات) وا ن علوا (ثم) جزء أبويه وهم (أولاد الأخوات لأبوين أولأب وأولاد الا خوة والأخوات لأم وبنات الا خوة لأبوين أولأب وا ن نزلوا ويقدم الجد عليهم خلافا لهما) (ثم) جزء جديه أو جدتيه وهم (الأخوال والخالات والأعمام لأم والعمات وبنات الأعمام وأولاد هؤلاء) ثم عمات الآباء والأمهات وأخوالهم وخالاتهم وأعمام الآباء لأم وأعمام الأمهات كلهم وأولاد هؤلاء) وا ن بعدوا بالعلوأوالسفول ويقدم الأقرب فى كل صنف۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الفرائض ص ۶۹۳ تا ۶۹۸ ج ۵، باب توریث ذوی الارحام)

حوالہ دفعہ(۴۵۶) تا (۴۵۸):

(و) .... (يقدم) جزء الميت وهم (أولاد البنات وأولاد بنات الابن) و ا ن سفلوا (قوله يقدم جزء الميت الخ) هذا هو الصنف الأول وجملة القول فى هذا الصنف انه اما أن

(۳) میت کے بھائی بہن کی وہ اولاد جو ذوی الفروض یا عصبہ نہ ہوں، مثلاً بھانجہ، بھانجی، بھتیجی، اور پھران کی اولاد، اسی طرح اخیافی بھائی بہن کی اولاد۔

(۴) میت کے دادا، دادی، نانا، نانی کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں، مثلاً پھوپھی، خالہ، ماموں، اخیافی چچا اور ان کی اولاد۔

دفعہ(۴۵۷):

عصبات کی طرح ذوی الارحام میں اوپر درجہ کے ذوی الارحام کی موجودگی میں نیچے درجہ کے ذوی الارحام محروم ہوں گے۔

دفعہ(۴۵۸):

پہلی قسم کے ذوی الارحام کا حکم یہ ہے کہ:

(الف) اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوجائے گا، خواہ اقرب مذکر ہو یا مؤنث۔

تشریح:

مثلاً نواسی کی موجودگی میں نواسی کا لڑکا محروم ہوجائے گا۔

(ب) اگر سبھی ذوی الارحام میت سے برابر درجے کا قرب رکھتے ہوں، لیکن ان میں سے بعض

یتفاوتوا فی الدرجة أولا فا ن تفاوتوا قدم أقربهم ولو أنثی کبنت بنت و ابن بنت بنت وا لا فاما بعضهم ولد وارث دون البعض أو کلهم ولد وارث أو کلهم ولد غیره ففی الأول قدم ولد الوارث اتفاقا کبنت بنت ابن تقدم علی ابن بنت بنت وفی الأخیرین اما أن تتفق صفة الأصول فی الذکورة أو الأنوثة أو تختلف فا ن اتفقت فالقسمة علی أبدان الفروع اتفاقا بالسویة ا ن کانوا ذکورا فقط أو ا ناثا فقط کابن بنت ابن مع مثله ای مع ابن بنت ابن آخر و کبنت بنت بنت مع مثلها وللذکر کالأ نثیین ا ن کانوا مختلفین کابن بنت وبنت بنت وا ن اختلفت صفة الأصول فی بطن أو أکثر فاما ان تتوحد الفروع بأن یکون لکل أصل فرع واحد واما أن تتعدد وعلی کل فاما أن یکون فی الفروع ذو جهتین أولا فا ن توحدت ولیس فیهم ذو جهتین کبنت ابن بنت و ابن بنت بنت فأبو یوسف قسم المال علی أبدان الفروع هنا أیضا فثلثه للأنثی وثلثاه للذکر ومحمد یقسم علی أعلی بطن اختلف وهو البطن الثانی۔

ذوی الفروض کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الارحام کی، تو ذوی الفروض کی اولاد ترکہ پائے گی، اور ذوی الارحام کی اولاد محروم ہو جائے گی۔

تشریح:

مثلاً پوتی کی لڑکی کی موجودگی میں نواسی کی لڑکی محروم ہو جائے گی، اس لئے کہ پوتی کی لڑکی ذوی الفروض کی اور نواسی کی لڑکی ذوی الارحام کی اولاد ہے۔

(ج) اگر مرحوم نے درجے میں برابر ایسے متعدد ذوی الارحام چھوڑے جو صرف ذوی الفروض یا صرف ذوی الارحام کی اولاد ہیں، اور ہر ایک کے میت تک پہونچنے والے واسطے ہر پیڑھی کے اندر مذکر ومؤنث میں ایک دوسرے کے مانند ہیں تو مرحوم کا ترکہ براہ راست ذوی الارحام پر برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر ذوی الارحام میں مذکر ومؤنث دونوں ہوں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے اپنے دولڑکوں میں سے ہر ایک کے ایک ایک نواسے کو چھوڑا تو یہ دونوں لڑکے ذوی الفروض (پوتی) کی اولاد ہیں، اور ان کے میت تک پہونچنے والے واسطے ہر پیڑھی کے اندر مذکر ومؤنث میں ایک دوسرے کے مانند ہیں اس لئے

ویجعل ما أصاب کل أصل لفرعه ا ن لم یقع بعده اختلاف کما فی المثال المذکور وحینئذ فثلثاه للأنثی نصیب أبیها وثلثه للذکر نصیب أمه عکس ماقسمه أبویوسف اما ا ذا وقع بعده اختلاف بالذکورة والأنوثة فی بطن آخر أو أکثر فا ن محمدا بعد ماقسم علی أعلی بطن اختلف جعل الذکور طائفة والا ناث طائفة وقسم نصیب کل طائفة علی أعلی بطن اختلف منهم هکذا کما سیظهر و ا ن تعددت فروع الأصول المختلفین کلهم أو بعضهم ولیس فیهم ذوجهتین أیضا وذلك کابنی بنت بنت وبنت ابن بنت بنت وبنتی بنت ابن بنت فأبو یوسف جری علی أصله من القسمة علی أبدان الفروع فیقسم المال علیهم أسباعا ومحمد یجعل الأصل موصوفا بصفته متعددا بعدد فروعه فیقسم علی أعلی الخلاف اعنی فی البطن الثانی أسباعا لأن البنت الأولی فی البطن الثانی کبنتین لتعدد فرعها لأن فرعها الأخیر ابنان والبنت الثانیة فیه علی حالها لعدم تعدد فرعها والابن فیه کابنین لتعدد فرعه الأخیر فهو کأربع

ترکہ براہ راست ان دونوں مذکر ذوی الارحام پر برابر برابر تقسیم ہوگا۔اسی طرح اگر مرحوم نے اپنی لڑکیوں میں سے ہر ایک کی لڑکی کی لڑکی کو چھوڑا تو یہ دونوں لڑکیاں ذوی الارحام کی اولاد (نواسی کی اولاد) ہونے کے ساتھ درجے میں برابر ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے میت تک پہونچنے والے واسطے بھی ہر پیڑھی کے اندر مذکر ومؤنث میں ایک دوسرے کے مانند ہیں لہٰذا ترکہ ان دونوں مؤنث ذوی الارحام پر براہ راست برابر برابر تقسیم ہوگا۔اوراگر مذکورہ صورت میں مذکر مؤنث دونوں قسم کے ذوی الارحام ہوں ،مثلاً مرحوم نے ایک لڑکی کے نواسہ کواور دوسری لڑکی کی نواسی کو چھوڑا تو مذکر ذی رحم کو دو تہائی اور مؤنث ذی رحم کو ایک تہائی ملے گا۔

(د) شق ''ج'' کی صورت میں اگر میت تک پہونچنے والے ذوی الارحام کے واسطے صرف کسی ایک پیڑھی کے اندر مذکر ومؤنث میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ہر واسطے سے صرف ایک ایک ذی رحم ہے اور میت سے ہر ذی رحم کا رشتہ صرف ایک جہت سے ہے (اکہرا رشتہ ہے) تو ایسی صورت میں مرحوم کا ترکہ اولاً اس بطن مختلف کے اوپر'' للذکر مثل حظ الانثیین'' کے اصول کے مطابق تقسیم ہوگا، پھر اس بطن مختلف کے ہر فرد کے نام کا حصہ اس کے فرع کو مل جائے گا۔

تشریح:

مثلاً نواسہ کی لڑکی اورنواسی کا لڑکا ہو تو نواسہ کے نام کا دو تہائی اورنواسی کے نام کا

بنات فله أربعة أسباع وللبنتين ثلاثة أسباع ثم جعلنا الذكور طائفة والا ناث طائفة أخرى۔ فأعطينا أربعة أسباع الابن لبنتي بنته و ثلاثة أسباع البنتين لولديهما وهما البنت والابن في البطن الثالث سوية بينهما لأن البنت كبنتين لتعدد فرعها فقد ساوت الابن وصارت معه كأربعة رؤوس وقسمة الثلاثة على أربعة لا تصح وتباين فتضرب الأربعة عدد الرؤوس في السبعة أصل المسئلة يحصل ثمانية وعشرون وقد كان لبنتي بنت ابن البنت أربعة فتضرب في الأربعة المذكوره يحصل ستة عشر فهي لهما وتضرب الثلاثة التي للبنتين في البطن الثاني في الأربعة المذكورة أيضا يحصل اثنا عشر تقسيمها بين البنت والابن في البطن الثالث سوية

ایک تہائی حصہ ہوا، لہٰذا یہی حصہ دونوں کی اولاد کو مل جائے گا، اس طرح نواسہ کی لڑکی کو دو تہائی اور نواسی کے لڑکا کو ایک تہائی ملا، یعنی مؤنث ذی رحم کو مذکر ذی رحم سے دوگنا مل گیا۔

(ہ) اگر شق ''ج'' کی صورت میں کئی پیڑھیوں میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو اور باقی صورتیں مثلاً شق ''د'' کی ہوں تو اس صورت میں اختلاف جس بطن میں واقع ہوا ہے، ترکہ پہلے اس بطن کے ہر فرد پر باقاعدہ '' للذکر مثل حظ الانثیین'' تقسیم ہوگا۔ اور مذکر و مؤنث کی جماعت علیحدہ بنادی جائے گی، اس کے بعد جس جماعت کے نیچے کی پیڑھیوں میں پھر تذکیر و تانیث کا کہیں اختلاف نہیں ہے، اس جماعت کا مجموعی حصہ اس کے آخری فروع (جو میت کے ذی رحم ہیں) کو برابر اور اگر فروع میں مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو ہر مذکر کو ہر مؤنث سے دوگنا حساب سے مل جائے گا۔ اور جس جماعت کے نیچے کے بطنوں میں پھر تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو اس جماعت کا مجموعی حصہ پہلے اس دوسرے بطن مختلف کے اوپر مذکر و مؤنث کی رعایت کے ساتھ تقسیم ہوگا، اور مذکر و مؤنث کی پھر علیحدہ جماعت بنادی جائے گا اور ہر جماعت کا مجموعی حصہ اس کے آخری فروع میں (جو میت کے ذوی الارحام ہیں) برابر برابر اور مذکر و مؤنث دونوں ہونے کی صورت میں ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے

بینهما لما تقدم فیکون للبنت ستة تدفع لابنیها وللابن ستة تدفع لبنته۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، باب توریث ذوی الارحام ص ۶۹۳ - ۶۹۴ ج ۵) (وہکذا فی الطحطاوی علی الدر المختار، باب توریث ذوی الارحام ص ۳۱۷ - ۳۱۸) (وہکذا السراجی فی المیراث، فصل فی الصنف الاول ص ۳۶ تا ۴۰)

علمائنا رحمهم الله یعتبرون الجهات فی التوریث غیر أن أبا یوسف رحمه الله تعالی یعتبر الجهات فی أبدان الفروع و محمد رحمه الله تعالی یعتبر الجهات فی الأصول كما اذا ترك بنتی بنت بنت وهما أیضا بنتا ابن بنت وابن بنت بنت بهذه الصورة۔

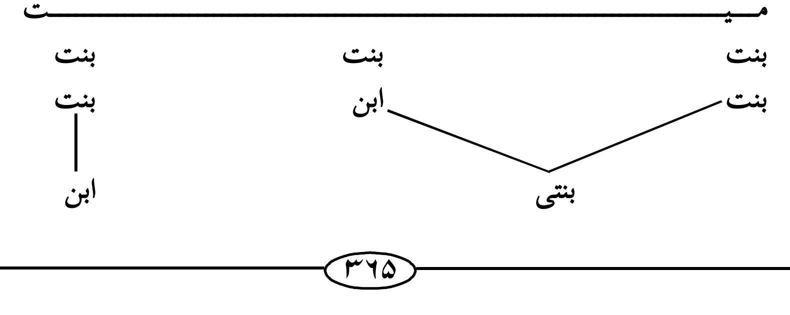

ضابطہ کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا بشرطیکہ پھر نیچے کی پیڑھیوں میں مذکر ومؤنث کا اختلاف واقع نہ ہوا ہو، ورنہ جماعت در جماعت کرتے ہوئے نیچے تک آنا ہوگا، یہاں تک کہ ہر آخری جماعت کے نام کا حصہ اس کے فروع (جو میت کے ذوی الارحام ہیں) کو مل جائے گا۔

تشریح:

اس کی مثال سراجی میں "فصل في الصنف الأول" کے تحت اور مثال کی وضاحت شریفیہ میں ص ۱۰۰ و ص ۱۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(و) اگر مرحوم نے اپنی بعض شاخوں سے چند ذوی الارحام اور بعض سے ایک ہی ذی رحم چھوڑا ہے تو ہر شاخ کو اپنی اصلی صفت ذکوریت وانوثیت پر باقی رکھتے ہوئے اس شاخ سے موجود ذوی الارحام کی تعداد کے مطابق قرار دیا جائے گا، اور مرحوم کا ترکہ اولاً ان ہی شاخوں پر مذکورہ صفت وتعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقسیم کیا جائے گا پھر مذکر ومؤنث کی جماعت علیحدہ بنادی جائے گی اور ہر جماعت کا حصہ اس کے فروع میں شق (د، ہ) کی تفصیل کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔

تشریح:

مثلاً میت نے ایک نواسی کے دونواسے کو اور ایک دوسرے نواسی کی ایک پوتی کو اور ایک نواسہ کی دونواسی کو چھوڑا اس نقشہ کے مطابق:

عند أبی یوسف رحمه الله تعالی یکون المال بینهم أثلاثا وصار کأنه ترك أربع بنات و ابنا ثلثاه للبنتین وثلث للابن وعند محمد رحمه الله تعالیٰ یقسم المال بینهم علی ثمانیة وعشرین سهما للبنتین اثنا وعشرون سهما ستة عشر سهما من قبل أبیهما وستة أسهم من قبل أمهما وللابن ستة أسهم من قبل أمه۔ (السراجی فی المیراث، باب توریث ذوی الارحام ص ۴۰)

وا ن کان فی الفروع ذو جهتین کبنتی بنت بنت هما أیضا بنتا ابن بنت ومعهما ابن بنت بنت أخری فأبو یوسف اعتبر الجهات فی أبدان الفروع فجعل البنتین کأربع بنات بنتین من جهة الأم وبنتین من جهة الأب فیکون لهما الثلثان وللابن الثلث ومحمد اعتبر الجهات فی

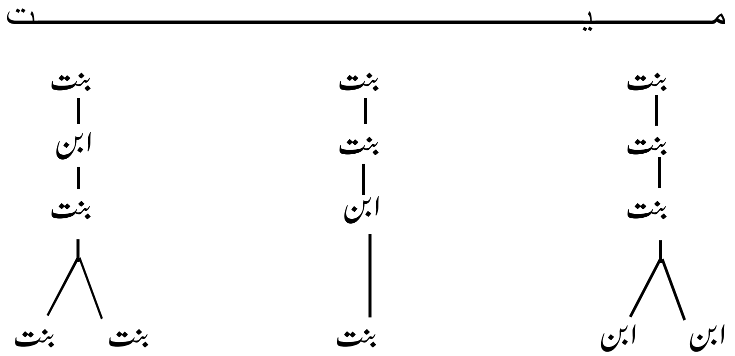

تو ترکہ اولاً بطن ثانی مختلف پر تقسیم ہوگا، لیکن عدد فروع کے لحاظ سے یعنی ترکہ سات حصوں میں تقسیم ہوگا اور نواسہ کو چار حصے اور دونوں نواسیوں کو تین حصے ملیں گے، پھر مذکو مؤنث کی جماعت علیحدہ بنادی جائے گی، اور مذکر یعنی نواسہ کے نام کا چار حصہ اس کے آخری فروع یعنی اس کی دونوں نواسیوں کو مل جائے گا، اور دونواسیوں کا تین حصہ اس کی اولاد پر برابر برابر تقسیم ہوگا۔ اس لئے کہ پہلی نواسی کی لڑکی اپنے آخری فروع کے لحاظ سے دولڑکی کے برابر ہے، اور دوسری نواسی کا لڑکا اگرچہ اپنے فرع کے لحاظ سے بھی ایک ہی ہے لیکن مذکر ہونے کی وجہ کر دومؤنث کے برابر حصے کا حقدار ہے، اس لئے دونوں کا حصہ برابر ہوا، پھر ہر ایک کی جماعت علیحدہ بناکر اس کا اپنا حصہ اس کے فروع کو دیدیا گیا، اس طرح پہلی نواسی کے دونوں نواسوں کو جتنا ملا اتنا دوسری نواسی کی نواسی کو تنہا مل گیا۔

(ز) اگر مرحوم نے وارثوں میں بعض ایسے ذوی الارحام بھی چھوڑے ہیں جن کا رشتہ ولدیت مرحوم کی دو یا دو سے زیادہ شاخوں سے ہے تو ہر شاخ کو اپنی اصل صفت ذکورت وانوثت پر باقی رکھتے ہوئے اس شاخ سے موجود ذوی الارحام کی تعداد کے مطابق قرار دیا جائے گا،

أعلى الخلاف مع أخذه العدد من الفروع كما مر فيقسم على البطن الثانى وفيه ابن مثل ابنين وبنتان أحدهما كبنتين فصار المجموع كسبع بنات فالمسئلة من عدد رؤوسهن فللابن أربعة أسهم لأنه كابنين لتعدد فرعه فيصير كأربع بنات وللبنت التى فى فرعها تعدد سهمان وللأخرى سهم واحد فا ذا جعلنا الذكور فى هذا البطن طائفة والا ناث طائفة ودفعنا نصيب

اور مرحوم کا ترکہ اولاً ان ہی شاخوں پر مذکورہ صفت وتعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقسیم کیا جائے گا، پھر مذکر ومؤنث کی جماعت علیحدہ بنادی جائے گی اور ہر جماعت کا حصہ اس کے فروع میں شق (د،ہ) کی تفصیل کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔

تشریح:

مثلاً میت کے ایک نواسہ اور ایک نواسی میں شادی ہوئی جس سے دولڑکیاں میت نے چھوڑے اور تیسری نواسی سے ایک لڑکا چھوڑا اس نقشہ کے مطابق:

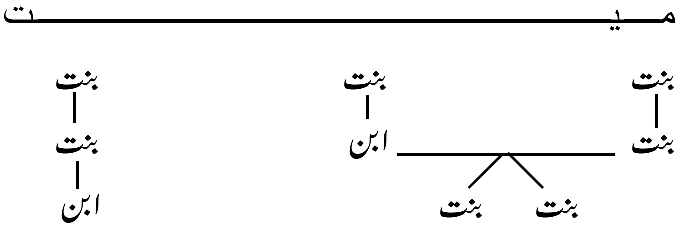

توشق ''د'' کے مطابق اولاً تقسیم ترکہ بطن ثانی پر ہوگا، اور شق ''د'' کے مطابق ایک نواسی اور ایک نواسہ (جن سے دولڑکیاں ہیں) کو دونواسی اور دونواسہ کے درجے میں قرار دیا جائے گا، اس طرح ترکہ سات حصوں میں تقسیم ہوکر چار حصے نواسہ کے نام پر اور تین حصے دونوں نواسیوں کے نام پر ہوئے، اور پھر مذکر ومؤنث کی جماعت علیحدہ علیحدہ بنادی گئی، اور مذکر کا حصہ یعنی ''چار'' اس کی دونوں لڑکیوں کو دو دو کرکے مل گیا، اور دونوں نواسیوں کے نام کا مجموعہ تین حصہ ان کے نیچے بطن مختلف پر ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے مطابق تقسیم کردیا گیا، یعنی ایک نواسی کے دونوں لڑکیوں کو جتنا ملا اتنا دوسری نواسی کے لڑکا کو تنہا ملا۔

الابن ا لی البنتین اللتین فی البطن الثالث أصاب کل واحدة منهما سهمان وا ذا دفعنا نصیب طائفة الا ناث ا لی من با زائهن فی البطن الثالث لم ینقسم علیهن لأن نصیبهن ثلاثة أسباع ومن با زائهن ابن وبنتان فالمجموع کأربع بنات وبین الثلاثة والأربعة مباینة فضربنا الأربعة التی هی عدد الرؤوس فی أصل المسئلة وهو سبعة صار ثمانیة وعشرین ومنها تصح الخ۔
(ردالمختار، باب توریث ذوی الارحام ص ۶۹۴ ج ۵، وہکذا فی الطحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۹۸ ج ۴)

دفعہ(۴۵۹):

دوسرے درجے کے ذوی الارحام کا حکم یہ ہے کہ:

(الف) اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوجائے گا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے نانا کو اور باپ کے نانا اور ماں کے دادا اور ماں کی دادی اور ماں کے نانا کو چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ اس کے نانا کو مل جائے گا، باقی لوگ محروم ہوجائیں گے۔

(ب) اگر مرحوم نے صرف ماں (اصول مونث) کی طرف سے قرابت رکھنے والے یا صرف باپ (اصول مذکر) کی طرف سے قرابت رکھنے والے درجے میں برابر ایسے متعدد ذوی الارحام چھوڑے کہ مرحوم اور ذوی الارحام کے درمیان کے سارے واسطے ہر پیڑھی کے اندر مذکر و مؤنث میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں تو مرحوم کا ترکہ براہ راست ذوی الارحام پر برابر برابر تقسیم ہوگا، اور اگر ذوی الارحام میں مذکر و مؤنث دونوں ہیں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا۔

حوالہ دفعہ(۴۵۹):

(قوله ثم أصله وهم الجد الفاسد الخ) المراد بالجد الجنس فيعم المتعدد وهذا شروع فى الصنف الثانى وجملة القول فيه انه اما أن يتفاوت درجاتهم أو لا فا ن تفاوتت كأم أبى أم وأبى أبى أم قدم الأقرب سواء كان من جهة الأب أو الأم ولوأنثى مدلية بغير وارث والأبعد ذكرا مدليا بوارث وا ن استوت درجاتهم فاما أن يكون بعضهم مدليا بوارث أو كلهم أولاولا ففى الاول قيل يقدم المدلى بوارث كما فى الصنف الأول فأبو أم الأم أولى من أبى أبى الأم لا دلاء الأول بالجدة الصحيحة والثانى بالجد الفاسد وقيل هما سواء وهو الأصح كما فى الاختيار وسكب الانهر وغيرهما وفى روح الشروح ان الروايات شاهدة عليه وفى الأخيرين كأبى أم أب وأبى أم أم وكأبى أبى أم وأم أبى أم فاما ا ن تختلف قرابتهم اى بعضهم من جانب الأب وبعضهم من جانب الأم كالمثال الأول واما ا ن تتحد كالمثال الثانى فا ن اختلفت قرابتهم فالثلثان لقرابة الأب والثلث لقرابة الأم كأنه مات عن أب وأم ثم ما أصاب قرابة الأب

تشـریح:

مثلاً مرحوم نے ماں کے دادا اور ماں کی دادی کو چھوڑا تو ترکہ براہ راست ماں کے دادا اور دادی پر اس طور پر تقسیم ہوگا کہ دادا کو دو تہائی اور دادی کو ایک تہائی ملے گا۔

(ج) شق ''ب'' کی صورت میں اگر درمیان کے واسطوں میں کسی پیڑھی کے اندر مذکر و مؤنث کا اختلاف ہے تو ترکہ اولاً اسی پیڑھی پر دو تہائی اور ایک تہائی کے لحاظ سے تقسیم ہوگا، اور قسم اول کی طرح مذکر و مؤنث کی جماعت علیحدہ بنادی جائے گی، اور پھر ہر جماعت کا حصہ اس سلسلہ کے ذی رحم کو برابر برابر اور مذکر و مؤنث دونوں ہونے کی صورت میں مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی کے حساب سے دے دیا جائے گا۔

تشـریح:

مثلاً مرحوم نے ماں کے دادا، ماں کی دادی اور ماں کے نانا کو چھوڑا تو ترکہ اولاً ماں کے والد اور والدہ پر دو تہائی اور ایک تہائی کے لحاظ سے تقسیم ہوگا، اور قسم اول کی طرح مذکر و مؤنث کی جماعت علیحدہ بنادی جائے گی، پھر ماں کی والدہ کے نام کا تہائی حصہ اس کے والد (ماں کے نانا) کو مل جائے گا، اور ماں کے والد کے نام کا تہائی حصہ

يقسم بينهم على أول بطن وقع فيه الخلاف وكذا ما أصاب قرابة الأم وا ن لم يختلف فيهم بطن فالقسمة على أبدان كل صنف وا ن اتحدت قرابتهم اى كلهم من جانب الأم أو الأب فاما ا ن تتفق صفة من أدلوا به فى الذكورة والأنوثة أو تختلف فا ن اتفقت الصفة اعتبر أبدانهم وتساووا فى القسمة لو كانوا كلهم ذكورا أو ا ناثا وا لا فللذكر كالأنثيين وا ن اختلفت الصفة فالقسمة على أول بطن اختلف للذكر ضعف الأنثى ثم تجعل الذكور طائفة والا ناث طائفة على قياس ماتقرر فى الصنف الأول اتفاقا وقد اعتبر أبو يوسف هنا اختلاف البطون وا ن لم يعتبره فى الصف الأول والفرق له فى المطولات. (ردالمحتار، باب توریث ذوی الارحام ص ۶۹۵ ج ۵)

فصل فى الصنف الثانى: من ذوى الأرحام وهم الساقطون من الأجداد والجدات أولهم بالميراث أقربهم ا لى الميت من أي جهة كان .... وا ن استوت منازلهم اى درجاتهم فى القرب والبعد .... واتفقت صفة من يدلون بهم فى الذكورة والأنوثة...... واتحدت أيضا قرابتهم بأن يكون كلهم من جانب أب الميت أو من جانب أمه...... فالقسمة ح، على أبدانهم

اس کے والد و والدہ (ماں کے دادا، دادی) پر دو تہائی اور ایک تہائی کے لحاظ سے تقسیم کر دیا جائے گا۔

(د) اگر مرحوم نے کچھ ماں کی طرف سے قرابت رکھنے والے اور کچھ باپ کی طرف سے قرابت رکھنے والے درجے میں برابر متعدد ذوی الارحام چھوڑے تو ماں کی طرف سے قرابت رکھنے والوں کا ایک تہائی حصہ اور باپ کی طرف سے قرابت رکھنے والوں کا دو تہائی حصہ ہوگا، پھر ہر جہت کا حصہ اس جہت کے افراد پر شق ''ب'' اور ''ج'' کے مطابق تقسیم ہوگا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے باپ کے نانا اور ماں کے دادا اور ماں کے نانا کو چھوڑا تو ترکہ کا حصہ دو تہائی باپ کے نانا کو مل جائے گا، اور ایک تہائی حصہ ماں کی طرف سے قرابت رکھنے والوں کا ہوگا، پھر یہ ایک تہائی حصہ ان میں باہم اس طور پر تقسیم ہوگا کہ اولا ماں کے والد و والدہ پر دو تہائی اور ایک تہائی کے لحاظ سے تقسیم ہوگا، اور قسم اول کی طرح مذکر و مؤنث کی علیحدہ جماعت بنادی جائے گی۔ پھر ماں کی والدہ کا ایک تہائی حصہ اس کے والد (مرحوم کے نانا) کو اور ماں کے والد کا دو تہائی حصہ اس کے والد (مرحوم کی ماں کے دادا) کو دیدیا جائے گا۔

.... للذكر مثل حظ الأنثيين........... وا ن اختلفت مع استواء الدرجة صفة من يدلون بهم فى الذكورة والأنوثة يقسم المال على أول بطن اختلف كما فى الصنف الأول اى يقسم بينهم على أن للذكر ضعف نصيب الأنثى ثم يجعل الذكور طائفة والا ناث طائفة على قياس ماتقرر فى الصنف الأول و ا ن اختلفت قرابتهم مع استواء درجاتهم.......... فالثلثان لقرابة الأب وهو نصيب الأب والثلث لقرابة الأم وهو نصيب الأم...... ثم ما أصاب لكل فريق يقسم بينهم كما لو اتحدت قرابتهم اى يقسم الثلثان على ذوى قرابة الأب والثلث على ذوى قرابة الأم على قياس ما عرف فى اتحاد القرابة . (السراجی مع الشریفیہ ص ۱۲۶)

دفعہ(۴۶۰):

تیسرے درجے کے ذوی الارحام (یعنی حقیقی یا علاتی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی بہن کی اولاد اور حقیقی یا علاتی بھائی کی مؤنث اولاد) کا حکم یہ ہے کہ:

(الف) اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوجائے گا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے بھانجی اور بھتیجی کے لڑکے کو چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ بھانجی کو ملے گا، بھتیجی کا لڑکا محروم ہوجائے گا۔

(ب) ذوی الفروض اور عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد پر مقدم ہوگی۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے حقیقی یا علاتی بھائی میں سے کسی کے لڑکے کی لڑکی کو اور حقیقی یا علاتی بہن یا اخیافی بھائی بہن میں سے کسی کی لڑکی کے لڑکے کو چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ حقیقی یا علاتی بھائی کے لڑکے کی لڑکی کو ملے گا۔ اور حقیقی یا علاتی بہن یا اخیافی بھائی بہن کی لڑکی کا لڑکا محروم ہوجائے گا۔

(ج) اور اگر سبھی ذوی الارحام ''بلاواسطہ'' ذوی الفروض کی یا ''بلاواسطہ'' عصبہ کی یا ذوی الارحام

حوالہ دفعہ(۴۶۰):

(قوله ثم جزء أبويه) شروع في الصنف الثالث (قوله وهم أولاد الأخوات لأبوين أولأب) سواء كان الأولاد ذكورا أو ا ناثا (قوله وأولاد الا خوة والأخوات لأم سواء كان الأولاد ذكورا أو ا ناثا (قوله وبنات الا خوة لأبوين أولأب) قيد بالبنات لأن الذكور من أولادهم عصبات وحاصل ما فيه أن أولهم بالميراث أقربهم ا لى الميت فبنت الأخت أولى من ابن بنت الأخ لأنها أقرب وا ن استووا في درجة القرب وكانوا كلهم أولاد عصبة أو أولاد ذي فرض أو أولاد ذي رحم أو بعضهم أولاد عصبة و بعضهم أولاد ذي فرض فأبو يوسف يعتبر الأقوى فمن كان أصله أخا لأب وأم أولى ممن كان أصله أخا لأب ومن كان أصله أخا لأب أولى ممن كان أصله أخا لأم واختلف الشراح في هذا القول لأبي يوسف فقال بعضهم ا نه

کی اولاد ہیں، یا بعض ''بلاواسطہ'' ذوی الفروض کی اور بعض ''بلاواسطہ'' عصبہ کی اولاد ہیں اور قرابت کے قرب و بعد کے لحاظ سے بھی سبھی برابر ہیں تو حجب کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے مرحوم کا ترکہ اولاً ذوی الارحام کے اصول (مرحوم کے بھائی بہن) پر فرع کے عدد اور اس کے تعدد جہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقسیم ہوگا، پھر مذکر و مؤنث کی جماعت علیحدہ بنائے بغیر ہر اصل کا حصہ اس کی فرع میں برابر تقسیم ہوگا، اور اگر فرع میں مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا، لیکن اخیافی بھائی بہن کا حصہ اس کی اولاد میں بہر صورت برابر برابر تقسیم ہوگا خواہ اولاد مذکر و مؤنث دونوں ہوں۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیوں میں سے ہر ایک کے ایک ایک لڑکی کو اور حقیقی، علاتی اخیافی بہنوں میں سے ہر ایک کے ایک ایک لڑکے اور ایک ایک لڑکی کو چھوڑا تو ایک تہائی ترکہ اخیافی بھائی بہن کے نام پر آیا جو ذوی الفروض ہیں، اور باقی دو تہائی حقیقی بھائی بہن کے نام پر چلا آیا جو عصبہ ہیں، اور علاتی بھائی بہن اس وقت چونکہ محجوب ہیں اس لئے ان کے نام پر کچھ نہیں آیا اور اس کے فرع کو بھی کچھ نہیں مل سکا، پھر اخیافی بھائی بہن میں وہ ایک تہائی اس طور پر تقسیم ہوا کہ ایک تہائی کا دو تہائی اخیافی بہن کو ملا اس لئے کہ اس کی فرع دو ہیں، اور باقی ایک ایک تہائی کر کے

رواية مشهورة عن الا مام وقال بعضهم ا نه رواية شاذة عنه والأول مخالف لما اختار سراج الدين فانه عند أبی یوسف يقسم المال بين فروع بنی الأعيان ثم بين فروع بنی العلات ا ن لم يكن فروع بنى الاعيان ثم بين فروع بنی الأخياف للذكر مثل حظ الأنثيين أرباعا باعتبار الأبدان وعند محمد يقسم ثلث المال بين فروع بنی الأخياف على السوية أثلاثا لاستواء أصولهم فی القسمة فا ذا اعتبر عدد الفروع فی الأخت لأم صارت كأنها أختان لأم فتأخذ هی ثلثی ثلث جميع المال ويأخذ الأخ لأم ثلثه ثم ينتقل نصيبهما ا لی فروعهما والباقی بين فروع بنی الأعيان انصافا باعتبار عدد الفروع فی الأصول نصفه لبنت الأخ نصيب أبيها والنصف الآخر بين ولدی الأخت للذكر مثل حظ الأنثيين باعتبار الأبدان وتصح من تسعة ولو ترك ثلاث بنات بنی ا خوة متفرقين المال كله لبنت ابن الأخ الشقيق لأنها ولد العصبة ولها أيضا قوة القرابة ولو ترك بنت ابن الأخ لأم وابن بنت الأخت لأم المال بينهما للذكر مثل حظ

برابر برابر تقسیم ہوگیا، جیسا کہ خود اخیافی بھائی بہن میں برابر برابر تقسیم ہوتا ہے، اور حقیقی بھائی بہن کا دوتہائی ان میں باہم اس طور پر تقسیم ہوا کہ اس سے آدھا بہن کو ملا، اس لئے کہ اس کی فرع دو ہیں، اور باقی آدھا بھائی کو مل کر اس کی لڑکی کو مل گیا، اور بہن کے آدھے سے دوتہائی اس کے لڑکے کو اور ایک تہائی اس کی لڑکی کو مل گیا۔

دوسری مثال: اگر مرحوم نے حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیوں میں سے ہر ایک کے لڑکے کی ایک ایک لڑکی کو چھوڑا تو پورا ترکہ حقیقی بھتیجا کی لڑکی کو مل جائے گا، اس لئے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے، اور علاتی بھائی کے لڑکے کی لڑکی بھی گرچہ عصبہ کی اولاد ہے لیکن اس کو وہ قوت قرابت حاصل نہیں ہے جو حقیقی بھتیجا کی لڑکی کو حاصل ہے، اور اخیافی بھتیجا کی لڑکی تو ذوی الارحام کی لڑکی ہے اس لئے عصبہ قوی کی لڑکی کے مقابلہ میں اس کو بدرجہ اولیٰ حصہ نہیں ملے گا۔

نوٹ: اگر کسی ذوی الارحام کو میت سے دو جہت سے قرابت حاصل ہو تو اس کی مثال ردالمحتار ص ۶۹۴ و ۶۹۵ ج ۵ میں قسم ثالث کے تحت دیکھی جائے۔

دفعہ (۴۶۱):

چوتھی قسم کے ذوی الارحام میں اول درجہ کے مستحق میت کے ماموں، خالہ، پھوپھی، اور

الأنثيين عند أبی يوسف باعتبار الأبدان وعند محمد انصافا باعتبار الأصول وفی الفرائض العثمانية وشرح مبسوط شيخ الا سلام ان أبا يوسف يقول بما قال محمد من القسمة انصافا وما تقدم من باعتبار الأبدان رواية شاذة عنه وصورة اعتبار الجهات وعدد الفروع فی الأصول ذكرها السيد فمن رامها فليراجع ا ليه۔

(الطحطاوی علی الدر المختار، باب توریث ذوی الارحام ص ۳۹۹-۴۰۰)

(وہکذا فی السراجی فی المیراث، فصل فی الصنف الثالث ص ۴۲ تا ۵۰)

(وہکذا فی ردالمحتار مع الدر المختار، باب توریث ذوی الارحام ص ۶۹۵-۶۹۶)

حوالہ دفعہ (۴۶۱) و (۴۶۲):

(.........ثم) جزء جديه أو جدتيه وهم (الأخوال والخالات والأعمام لأم والعمات وبنات الأعمام وأولاد هؤلاء ثم عمات الآباء والأمهات وأخوالهم وخالاتهم وأعمام الآباء

اخیافی چچا ہیں، اور یہ سبھی میت سے قرب قرابت رکھنے میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، اور دوسرے درجہ کے مستحق ان مذکورہ ذوی الارحام کی اولاد اور میت کے چچا کی اولاد دختری ہیں اور تیسرے درجہ کے مستحق میت کے ماں باپ کی پھوپھیاں، خالائیں، ماموں اور میت کی ماں کے سبھی چچا اور میت کے باپ کے اخیافی چچا ہیں، اور چوتھے درجہ کے مستحق ان سب کی اولاد ہیں۔

دفعہ(۴۶۲):

چوتھی قسم کے اول مستحقین کا حکم یہ ہے کہ:

(الف) اگر مرحوم نے ان ذوی الارحام میں سے صرف ایک شخص کو وارث چھوڑا تو تنہا وہی پورے ترکہ کا حقدار ہوگا۔

(ب) اگر مرحوم نے ان ذوی الارحام میں سے ایسے متعدد افراد چھوڑے کہ میت سے ہر ایک کی قرابت صرف مذکر یا صرف مؤنث کے واسطے سے ہے تو ان میں سے بعض پر بعض کو صرف قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح ہوگی، اور اگر قوت قرابت رکھنے والوں میں مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا، اور اگر سبھی مذکر یا مؤنث ہوں تو ترکہ ہر ایک پر برابر تقسیم ہوگا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے اصل مذکر کے واسطے سے حقیقی علاتی، اور اخیافی سبھی قسم کی پھوپھیاں چھوڑیں تو حقیقی پھوپھی وارث ہوگی اور علاتی واخیافی پھوپھی محروم ہوجائے گی۔

وأعمام الأمهات كلهم وأولاد هؤلاء) وا ن بعدوا بالعلو والسفول (قوله والأعمام لأم) ....وحاصل مافى الصنف الرابع ان المعتبر أولا الأخوال والخالات والعمات والأعمام لأم وهؤلاء مستوون فى الدرجة لا يأتى فيهم أقربية وأبعدية والحكم فيهم أن المنفرد منهم يستقل جميع المال لعدم المزاحم وا ن تعددوا فاما ان يتحد حيز قرابتهم أو لا فا ن اتحد بأن كانوا من جهة أب الميت أو من جهة أمه فالأقرب أولى بالاجماع يعنى من كان لأب وأم أولى بالميراث ممن كان لأب ومن كان لأب أولى ممن كان لأم سواء كان الأقوى ذكرا أوأنثى فا ن تعدد الأقوى مع اتحاد القرابة كما هو الموضوع فللذكر مثل حظ

اور اگر مورث نے اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی کو چھوڑا تو اخیافی چچا کو دو تہائی اور اخیافی پھوپھی کو ایک تہائی ملے گا۔

یا مثلاً حقیقی خالہ اور علاتی ماموں کو چھوڑا تو حقیقی خالہ ترکہ کی حقدار ہوگی، اور علاتی ماموں محروم ہوجائے گا، اور علاتی ماموں اور علاتی خالہ کو چھوڑا تو ماموں کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی ملے گا۔

(ج) اگر مرحوم نے ان ذوی الارحام میں سے ایسے متعدد افراد چھوڑے جن میں سے بعض کی قرابت میت سے مذکر اور بعض کی مؤنث کے واسطے سے ہے تو ان دونوں واسطوں کے ذوی الارحام حقدار ہوں گے، لیکن میت سے جنہیں قرابت مذکر کے واسطے سے ہے انہیں دو تہائی اور جن کی قرابت مؤنث کے واسطہ سے ہے ان کو ایک تہائی ملے گا، پھر ہر جہت پر اس کا حصہ قوت قرابت اور للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے حقیقی، علاتی اور اخیافی سبھی قسم کی پھوپھیاں اور خالائیں چھوڑیں تو پھوپھیاں جو اصل مذکر کے واسطے سے ہیں ان کے لئے ترکہ سے دو تہائی اور خالاؤں کے لئے ایک تہائی ہوگا، لیکن دو تہائی صرف حقیقی پھوپھی کو اور ایک تہائی صرف حقیقی خالہ کو ملے گا، اس لئے کہ علاتی اور اخیافی کے مقابلہ میں حقیقی پھوپھی اور خالہ کی قرابت میت سے زیادہ قوی ہے۔

الأنثيين كعم وعمة كلاهما لأم أو خال وخالة كلاهما لأب وأم أو لأب أو لأم فقد اتفق الأصل فيما ذكر ومتى اتفق الأصل فالقسمة على الأبدان اتفاقا وا ن اختلف حيز القرابة بأن يكون قرابة بعضهم من جهة الأب وبعضهم من جهة الأم فلقرابة الأب الثلثان ولقرابة الأم الثلث فنصيب الأب لقرابته و نصيب الأم لقرابتها ولا نظر في الجهتين ا لى الأقوى بل ا نما ينظر ا لى الأقوى في خصوص كل جهة فالعمة الشقيقة لا تقدم على الخالة لأم ولا الخال الشقيق يقدم على العمة لأم بل العمة لها الثلثان والخال أو الخالة الثلث نعم اذا ترك عمة شقيقة وعمة لأب وعمة لأم وخالات كذلك فالثلثان للعمة الشقيقة فقط لأنها أقوى من يرث من جهة الأب كما أن الثلث للخالة الشقيقة لأنها أقوى من يرث من جهة الأم وا ذا انفرد

اور اگر مرحوم نے اخیافی پھوپھی اور اخیافی چچا اور تمام خالاؤں اور ماموں کو چھوڑا تو دوتہائی اخیافی پھوپھی اور چچا میں اور ایک تہائی حقیقی ماموں اور خالہ میں للذکر مثل حظ الانثیین کے پیش نظر تقسیم ہوگا۔

دفعہ(۴۶۳):

میت کے ماموں، خالہ، پھوپھی اور اخیافی چچا کی اولاد ذکور واناث اور حقیقی وعلاتی چچا کی اولاد اناث کا حکم پہلی قسم کے ذوی الارحام کے مانند ہے۔

یعنی:

(الف) قریب تر کی موجودگی میں دوروالے محروم ہوں گے۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے پھوپھی کی اولاد کے ساتھ پھوپھی یا خالہ کی اولاد کی اولاد کو بھی چھوڑا تو پھوپھی کی اولاد حقدار ہوگی اور پھوپھی یا خالہ کی اولاد کی اولاد محروم ہوجائیگی۔

(ب) اگر مرحوم نے قرب قرابت میں مساوی ایسے متعدد ذوی الارحام چھوڑے کہ ان میں سے ہر ایک کی قرابت میت سے صرف مذکر یا مؤنث کے واسطہ سے ہے اور سبھی عصبہ یا ذوی الارحام

واحد أحرز الثلثين من قبل الأب والثلث من قبل الأم وا ن تعددت العمات لأبوين قسم الثلثان بينهن بالسوية وكذا الحكم فى تعدد الخالات لأبوين وأما ا ذا كان بعض قرابة الأب ذكورا وبعضهم ا ناثا فيقسم الثلثان بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين وكذا يقال فى قرابة الأم لأن نصيب كل فريق فى حقهم كأنه كل التركة۔

(الطحطاوی علی الدر المختار، باب توریث ذوالارحام ص ۴۰۰-۴۰۱)

(وہکذا فی ردالمختار مع الدر المختار، باب توریث ذوی الارحام ص۶۹۶ ج۵)

(وہکذا فی السراجی فی المیراث، فصل فی الصنف الرابع ص ۴۵)

حوالہ دفعہ(۴۶۳):

(قوله و أولاد هؤلاء) اى أولاد هذا الصنف الرابع عند عدم أصولهم...... حكم هؤلاء كالحكم فى الصنف الأول وهو انه ا ما أن يتفاوتوا فى الدرجة أو لا فا ن تفاوتوا درجة قدم

کی اولاد ہیں تو قوت قرابت سے ایک کو دوسرے پر ترجیح ہوگی اور پھر حقداروں میں ترکہ کی تقسیم اس طور پر ہوگی کہ مذکر کو دوتہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا، اور اگر سبھی حقدار صرف مذکر یا صرف مؤنث ہیں تو ترکہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے حقیقی اور علاتی چچا کی اولاد کو چھوڑا جو سبھی درجے میں برابر ہونے کے ساتھ عصبہ کی اولاد ہیں اور میت سے سبھوں کا رشتہ مذکر یعنی باپ کے واسطہ سے ہے لہٰذا قوت قرابت کے پیش نظر حقیقی چچا کی اولاد ترکہ پائے گی، اور علاتی چچا کی اولاد محروم ہو جائے گی۔ اب اگر حقداروں میں مذکر و مؤنث دونوں ہیں تو مذکر کو دوتہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا۔ اور اگر سبھی مذکر یا مؤنث ہیں تو ترکہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

دوسری مثال: اگر مرحوم نے حقیقی، علاتی اور اخیافی پھوپھیوں کی اولاد کو چھوڑا جو سبھی ذوی الارحام کی اولاد ہونے کے ساتھ درجے میں برابر ہیں، اور مذکر کے واسطے سے ہیں تو ترکہ حقیقی پھوپھی کی اولاد میں پہلی مثال کے مانند تقسیم ہوگا، اور علاتی واخیافی پھوپھی کی اولاد محروم ہوجائے گی۔

(ج) اگر مرحوم نے صرف مذکر یا صرف مؤنث کے واسطے سے قرب قرابت میں مساوی متعدد ذوی الارحام چھوڑے کہ ان میں سے بعض ذوی الارحام کی اور بعض عصبہ کی اولاد ہیں تو

أقربهم على غيره ولو من غير جهته فأولاد العمة أولى من أولاد أولاد العمة أوالخالة وأولاد الخالة أولى من أولاد أولاد الخالة أوالعمة و ا ن استووا فاما أن يتحد حيز قرابتهم أو لا فا ن اتحد حيز قرابتهم بأن تكون قرابة الكل من جانب أبى الميت أو جانب أمه فاما أن يكون كلهم ولد عصبة أو ولد رحم أو بعضهم ولد عصبة ففى الأولين كأولاد أعمام لغير أمه وكأولاد عمات قدم الأقوى قرابة بالا جماع فمن أصله لأبوين أولى ممن لأب ومن لأب أولى ممن لأم لأنه عند اتحاد السبب يجعل الأقوى سببا فى معنى الأقرب درجة فيكون أولى وفى الأخير وهو ما ا ذا كان بعضهم ولد عصبة وبعضهم ولد رحم قدم ولد العصبة مالم يكن

عصبہ کی اولاد حقدار ہوگی، اور ذوی الارحام کی اولاد محروم ہو جائے گی، الا یہ کہ ذوی الارحام کی اولاد قوت قرابت میں عصبہ کی اولاد سے بڑھی ہوئی ہو تو ذوی الارحام ہی کی اولاد حقدار ہوگی، پھر حقداروں میں اگر مذکر ومؤنث دونوں ہیں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا، ورنہ ترکہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

تشریح:

مثلاً مرحوم نے حقیقی چچا کی لڑکی اور حقیقی پھوپھی کے لڑکے کو چھوڑا تو ترکہ حقیقی چچا کی لڑکی کو مل جائے گا، اس لئے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے، اور حقیقی پھوپھی کا لڑکا محروم ہو جائے گا اس لئے کہ وہ ذوی الارحام کی اولاد ہے، اور اگر مرحوم نے حقیقی چچا کے بجائے علاتی چچا کی لڑکی اور حقیقی پھوپھی کے لڑکے کو چھوڑا تو حقیقی پھوپھی کا لڑکا باوجودیکہ ذوی الارحام کی اولاد ہے لیکن اس میں قوت قرابت زیادہ ہے اس لئے وہی ترکہ کا حقدار ہوگا اور علاتی چچا کی لڑکی محروم ہو جائے گی۔

(د) اگر قرب قرابت میں مساوی متعدد ذوی الارحام میں سے بعض مذکر اور بعض مؤنث کے واسطے سے ہیں تو قوت قرابت اور اولاد عصبہ ہونے کی رعایت کئے بغیر مذکر کے واسطے سے موجود ذوی الارحام کا حصہ دو تہائی اور مؤنث کے واسطہ سے موجود ذوی الارحام کا حصہ ایک تہائی ہوگا، لیکن ہر جہت کا یہ حصہ اس جہت کے افراد میں سے بعض کو یا کل کو قوت قرابت کی بنیاد پر ملے گا، پھر حقداروں میں مذکر ومؤنث دونوں ہوں تو مذکر کو دو تہائی اور

ولد الرحم أقوى قرابة فبنت عم شقيق أولى من ابن عمة شقيقة بخلاف ما ا ذا كان العم لأب فا ن ابن العمة الشقيقة أولى لأن ترجيح شخص بمعنى فيه وهو قوة القرابة هنا أولى من الترجيح بمعنى فى غيره وهو كون الأصل عصبة وهذا ظاهر الرواية...... وا ن اختلف حيز قرابتهم فالثلثان لمن يدلى بقرابة الأب والثلث لمن يدلى بقرابة الأم ثم عند أبى يوسف ما أصاب كل فريق يقسم على أبدان فروعهم مع اعتبار عدد الجهات فى الفروع وعند محمد يقسم المال على أول بطن اختلف مع اعتبار عدد الفروع والجهات فى الأصول كما فى الصنف الأول وتمامه فى شرح السيد ثم اعلم أنه لا تعتبر بين الفريقين قوة القرابة فلا يرجح

مؤنث کوایک تہائی ملے گا، ورنہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

تشریح:

مثلاً میت نے مذکر کے واسطے سے حقیقی، علاتی اور اخیافی پھوپھی کی متعدد اولاد کو اور مؤنث کے واسطے سے اخیافی خالہ کی متعدد اولاد کو چھوڑا تو حقیقی اور علاتی پھوپھی کی اولاد کی وجہ سے اخیافی خالہ کی اولاد محروم نہیں ہوگی بلکہ اسے ایک تہائی ملے گا، اور باقی دو تہائی مذکر (باپ) کے واسطہ سے موجود ذوی الارحام میں سے صرف حقیقی پھوپھی کی اولاد کو ملے گا، اس لئے کہ ایک جہت کے ذوی الارحام میں بعض بعض سے قوت قرابت کی بنیاد پر محروم ہوجاتے ہیں، پھر حقیقی پھوپھی اور اخیافی خالہ کی اولاد میں مذکر ومؤنث دونوں ہیں تو مذکر کو دو تہائی اور مؤنث کو ایک تہائی ملے گا، ورنہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

(ہ) قسم چہارم کی اولاد مستحقین میں ترکہ کی تقسیم ہر پشت میں ان کے اصول میں مذکر ومؤنث کے اتفاق واختلاف اور ہر واسطہ سے موجود ذی رحم میں تعدد وعدم تعدد اور ہر ذی رحم کا میت سے ایک جہت یا متعدد جہت سے رشتہ رکھنے نہ رکھنے کی تمام صورتوں کو سامنے رکھ کر اسی تفصیل کے ساتھ ہوگی جو ذوی الارحام کی قسم اول کے بیان میں گزر چکی ہے۔

ولـد الـعـمة لأبـويـن عـلـى ولد الخال أو الخالة وكذا لا يعتبر ولد العصبة فلا ترجح بنت العم لأبـويـن عـلـى بنت الخال أو الخالة فا نما يعتبر ذلك فى كل فريق بخصوصه فالمدلون بقرابة الأب تـعتبـر فيـمـا بيـنهـم قـوة القرابة ثم ولد العصبة والمدلون بقرابة الأم يعتبر فيما بينهم قوة الـقـرابة ثـم ولد العصبة والمدلون بقرابة الأم يعتبر فيما بينهم قوة القرابة ولا تتصور عصوبة فى قرابة الأم وهذا ظاهر الرواية كما فى السراجية والفرائض العثمانية لصاحب الهداية وهو ظاهر ا طلاق المتون والشروح حيث قالوا وعند اختلاف جهة القرابة فلقرابة الأب ضعف قرابة الأم فلم يفرقوا بين ولد العصبة وغيره الخ۔

(ردالمحتار، باب توریث ذوی الارحام ص۶۹۶-۶۹۷)

(وہکذا فی الطحطاوی علی الدر المختار، باب توریث ذوی الارحام ص ۴۰۱ ج ۴)

وا ن استـووا فى القرب ولكن اختلف حيز قرابتهم فلا اعتبار بقوة القرابة ولا لولد العصبة فـى ظـاهـر الـرواية........... لـكـن الثلثين لمن يدلى بقرابة الأب فيعتبر فيهم قوة القرابة ثم ولد

تشریح:

مثلاً مرحوم نے درج ذیل نقشہ کے مطابق علاتی پھوپھی کی لڑکی کے دولڑکے کو اور دوسری علاتی پھوپھی کے لڑکے کی دولڑکی کو چھوڑا جب کہ یہ دونوں لڑکیاں علاتی چچا کی لڑکی کی لڑکیاں بھی ہیں، نیز علاتی خالہ کی ایک لڑکی کی دولڑکی کو اور دوسری علاتی خالہ کے ایک لڑکے کے دولڑکے کو چھوڑا جب کہ یہ دونوں لڑکے علاتی ماموں کی لڑکی کے لڑکے بھی ہیں اس نقشہ کے مطابق:

علاتی پھوپھی	علاتی پھوپھی	علاتی چچا	علاتی خالہ	علاتی خالہ	علاتی ماموں
ایک لڑکی	ایک لڑکا	ایک لڑکی	ایک لڑکی	ایک لڑکا	ایک لڑکی
دولڑکا	دولڑکی		دولڑکی	دولڑکا	

تو ایسی صورت میں پھوپھی اور چچا کی قرابت میت سے چونکہ مذکر کے واسطہ سے (میت کے باپ کے واسطہ سے) ہے اس لئے ان کا حصہ دوتہائی ہوگا، اور خالہ و ماموں کی قرابت مؤنث کے واسطہ سے (میت کی ماں کے واسطہ سے) ہے اس لئے ان کا حصہ ایک تہائی قرار پایا، پھر مذکر کی طرف سے قرابت رکھنے والوں کا دوتہائی حصہ ان میں باہم اس طور پر تقسیم ہوگا کہ چچا اور پھوپھیوں میں سے ہر ایک کو فرع کے دودو ہونے کی وجہ سے دو چچا اور دو پھوپھی قرار دیا جائے گا، اس طرح وہ دوتہائی آٹھ حصوں میں تقسیم ہوکر ۴/۸ علاتی چچا کو اور چچا کے واسطہ سے ان کی لڑکی کو اور لڑکی کے واسطہ سے لڑکی کی دونوں لڑکیوں کو ۲/۸، ۲/۸ کرکے ملے گا، پھر دونوں پھوپھیوں کو علیحدہ جماعت بنا کر ان

العصبة والثلث لمن يدلی بقرابة الأم وتعتبر فيهم قوة القرابة ثم...... ما أصاب كل فريق...... عند محمد رحمه الله تعالى يقسم المال على أول بطن اختلف مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الأصول كما فی الصنف الأول. (سراجی ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

نوٹ: كما فی الصنف الأول کے اوپر علامہ محمد نظام الدین کیرانوی کا حاشیہ بھی دیکھئے، اور سراجی کی شرح شریفیہ بھی دیکھئے۔

کے مجموعی حصے چار کو ان کے لڑکے لڑکی پر اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ فرع کے دو ہونے کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کو دو لڑکا اور دو لڑکی قرار دیا جائے گا، اس طرح وہ ۴/۸ چھ حصوں میں تقسیم ہو کر ۲/۶ ایک پھوپھی کی لڑکی کو اور ۴/۶ دوسری پھوپھی کے لڑکے کو ملے گا، پھر ہر ایک کا حصہ اس کی اولاد میں برابر برابر تقسیم ہوگا، یعنی ۱/۶ ، ۱/۶ ایک پھوپھی کے دونوں نواسوں کو ملے گا، اور ۲/۶ ، ۲/۶ دوسری پھوپھی کی دونوں نواسیوں کو ملے گا۔

❀❀❀

متفرق مسائل

دفعہ(۴۶۴):

اگر کوئی شخص مرجائے اور وارثوں میں حاملہ بیوی چھوڑ جائے، اور ایک ماہ سے کم میں ولادت متوقع ہوتو ولادت کے بعد ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

دفعہ(۴۶۵):

مفقود یعنی ایسا لاپتہ شخص جس کی موت وحیات کے متعلق کچھ خبر نہ ہو، اس کے مال کا حکم یہ ہے کہ جب قاضی ظن غالب کی بنیاد پر اس کی موت کا حکم کردے تو حکم بالموت کے وقت جو لوگ وارث ہوں ان کے درمیان اس کا مال تقسیم کیا جائے گا۔

دفعہ(۴۶۶):

اگر مفقود کے کسی مورث کا انتقال ہوجائے اور مفقود دوسرے ورثاء کے لئے حاجب حرمان

حوالہ دفعہ(۴۶۴):

ذكر في فتاوى أهل سمرقند أن الولادة ا ن كانت قريبة توقف القسمة لمكان الحمل ا ذ لو عجلت لربما لغت لظهور الحمل على خلاف ما قدر، وا ن كانت بعيدة لم توقف ا ذ فيه ا ضرار لباقي الورثة ولم يعين للقرب حد بل أحيل به على العادة، وقيل ما دون الشهر بناء على أنه لو حلف ليقضين حق فلان ما عاجل كان محمولا عاجلا ما دون الشهر .... وعند الشافعي أنه لا يدفع ا لى أحد من الورثة شئ ا لا من كان له فرض لا يتغير بتعدد الحمل وعدم تعدده فا نه يدفع ا ليه فرضه على تقدير العول أن تصور عول ويترك الباقي ا لى أن تنكشف الحال۔ (شریفیۃ، فصل فی الحمل ص ۱۲۹)

حوالہ دفعہ(۴۶۵ تا ۴۶۷):

(كتاب المفقود) (هو) .... (غائب لم يدر أحي هو فيتوقع) قدومه أم ميت أودع

(پورے طور پر دوسرے وارث کو محروم کردینے والا) ہوتو مورث کا ترکہ مفقود کی واپسی یا اس پر حکم موت تک محفوظ رکھا جائے گا۔ اگر مفقود واپس آ گیا تو مورث کا ترکہ اسے دے دیا جائے گا، اور اگر واپس نہ آیا اور ظن غالب کی بنیاد پر قاضی نے اس پر موت کا حکم لگا دیا تو اب حکم موت کے بعد مورث کا ترکہ مفقود کے علاوہ ان دوسرے وارثوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔

دفعہ(۴۶۷):

اگر مفقود دوسرے ورثاء کے لئے حاجب نقصان ہے تو مورث کی موت کے بعد ہی اس کا ترکہ بشمول مفقود تمام وارثوں میں مفقود کو حاجب نقصان قرار دیتے ہوئے تقسیم کردیا جائے گا۔ اور مفقود کا حصہ اس پر حکم موت لگنے تک محفوظ رکھا جائے گا۔ اگر اس درمیان میں مفقود واپس آ گیا تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے گا، ورنہ حکم موت کے بعد اس کا حصہ باقی ورثاء کے درمیان حسب سہام شرعی تقسیم کردیا جائے گا۔

اللحد البلقع) .... (وهو في حق نفسه حي) ...... (ولا يستحق ما أوصى له ا ذا مات الموصى بل يوقف قسطه ا لى موت أقرانه في بلده على المذهب) لأنه الغالب واختار الزيلعي تفويضه للا مام ...... (فا ن ظهر قبله) قبل موت أقرانه (حيا فله ذلك) القسط (وبعده يحكم بموته في حق ماله يوم علم ذلك) أي موت أقرانه (فتعتد) منه (عرسه للموت ويقسم ماله بين من يرثه الآن و) يحكم بموته (في) حق (مال غيره من حين فقده فيرد الموقوف له ا لى من يرث مورثه عند موته) لما تقرر أن الاستصحاب وهو ظاهر الحال حجة دافعة لا مثبتة (ولو كان مع المفقود وارث يحجب به لم يعط) الوارث (شيئا وا ن انتقص حقه) به (أعطى أقل نصيبين) ويوقف الباقي (كالحمل)۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمختار، کتاب المفقود ص ۴۵۳ تا ۴۵۸ ج ۳)

المفقود حي في ماله حتى لا يرث منه أحد وميت في مال غيره حتى لا يرث من أحد ويوقف ماله حتى يصح موته أو تمضى عليه مدة، واختلاف الروايات في تلك المدة ...... وقال بعضهم مال المفقود موقوف ا لى اجتهاد الا مام وموقوف الحكم في حق غيره حتى يوقف نصيبه من مال مورثه كما في الحمل فا ذا مضت المدة فماله لورثته الموجودين عند الحكم بموته وما كان موقوفا لأجله يرد ا لى وارث مورثه الذي وقف ماله۔

(السراجی فی المیراث، فصل فی المفقود ص ۵۶/ ۵۷)

دفعہ(۴۶۸):

جب شوہر و بیوی کے درمیان ''لعان'' کی وجہ سے تفریق ہو جائے تو جس بچہ کے نسب کی نفی کی بنیاد پر لعان وتفریق ہوئی وہ بچہ اپنی ماں اور ماں کے واسطہ سے جو قرابت دار ہوں گے ان کا وارث بنے گا، مرد اور مرد سے قرابت رکھنے والوں کا وارث نہیں بنے گا، اور اسی طرح اس بچہ کا وارث بھی ماں اور ماں کے واسطہ سے جن سے قرابت ہوگی وہی لوگ ہوں گے، مرد اور مرد سے قرابت رکھنے والے لوگ وراث نہیں ہوں گے۔

دفعہ(۴۶۹):

اگر وارثوں میں کوئی ''خنثی مشکل'' ہو تو مرد وعورت میں سے جس کا حصہ کمتر ہو وہ اسے دیا جائے گا۔

حوالہ دفعہ(۴۶۸):

(وعصبة ولد الزنا و) ولد (الملاعنة مولى الأم) المراد بالمولى ما يعم المعتق والعصبة ليعم ما لو كانت الأم حرة الأصل كما بسطه العلامة قاسم لأنه لا أبا لها (قوله كما بسطه العلامة قاسم) أي في تصحيح القدوري نقلا عن الجواهر حيث قال ...... أقول وهذا مخالف مما ذكره شراح الكنز وغيرهم، قال الزيلعي: ولا يتصور أن يرث هو أو يورث بالعصوبة ا لا بالولاء أو الولاد فيرثه من أعتقه أو أعتق أمه أو من ولده بالعصوبة وكذا هو يرث معتقه أو معتق معتقه أو ولده بذلك اهـ۔

فهو صريح في أنه ا ذا كان هو أو أمه حر الأصل فلا يرث أو يورث بالعصوبة ا لا ا ذا كان له ولد أي ابن وابن ابن، وقال في معراج الدراية لا قرابة له من قبل أبيه وله قرابة من جهة أمه فلا تكون عصبة أمه عصبته ولا أمه عصبة له عند الجمهور۔

وقال في المجتبى شرح القدوري قوله وعصبة ولد الزنا وولد الملاعنة مولى مهما معناه والله أعلم أن الأم ليست بعصبة له ولا عصبة الأم كما ذهب ا ليه ابن مسعود رضي الله عنه ا نما عصبة مولى الأم ا ذا كان لها مولى وما ذهب ا ليه أصحابنا مذهب علي وزيد بن ثابت رضي الله عنهما ووجهه أن الأم لما لم تكن عصبة في حق غير ولد الزانية والملاعنة فكذا في حقه كذوي الأرحام۔ (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی العصبات ص ۶۷۹-۶۸۰ ج ۵)

(ويرث ولد الزنا واللعان بجهة الأم فقط) لما قدمناه في العصبات أنه لا أبا لهما۔
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص ۷۰۰ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۴۶۹):

(كتاب الخنثى) ...... (وهو ذو فرج وذكر أو من عرى عن الاثنين جميعا، فا ن بال من

تشریح

خنثی وہ کہلاتا ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضائے تناسل پائے جاتے ہوں، اس کو بلوغ سے پہلے مرد یا عورت والے جس راستہ سے پہلے پیشاب آتا ہوگا اسی کے حکم میں داخل مانا جائے گا، اور اگر دونوں راستوں سے ایک ساتھ پیشاب آتا ہو تو جس راستہ سے زیادہ آئے اسی کا اعتبار ہوگا۔

الـذكر فغلام وا ن بال من الفرج فأنثى وا ن بال منهما فالحكم للأسبق وا ن استويا فمشكل ولا تـعتبر الكثرة) خلافا لهما هذا قبل البلوغ (فا ن بلغ وخرجت لحيته أو وصل ا لى امرأة أو احتلم كـما يحتلم وا ن ظهر له ثدي أو لبن أو حاض أو حبل أو أمكن وطوء ه فامرأة، وا ن لم تظهر له عـلامة أصلا أو تعارضت العلامات فمشكل) ...... فيؤخذ في أمر بما هو الأحوط) ...... (وله) فـي الـميراث (أقل النصيبين) يعني أسوأ الحالين، به يفتى كما سنحققه، وقالا نصف النصيبين (فـلـو مـات أبـوه وتـرك) مـعه (ابنا) واحدا (له سهمان وللخنثى سهـم) ...... (لأنه الأقل) وهو متيقن به فيقتصر عليه لأن المال لا يجب بالشك۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الخنثی ص ٦٣٦ تا ٦٣٩ ج ٥)

لـلـخـنثـى المشكل أقل النصيبين أي نصيبي الذكر والأنثى أعني أسوأ الحالين عند أبي حـنيـفة وأصـحـابـه يـعـنـي عـند محمد وعند أبي يوسف، في قوله الأول وهو قول عامة الـصـحـابة رضي الله عنهم وعليه الفتوى عندنا، فا ن قيل لماذا لم يقل له نصيب الأنثى مع أنه الأقـل قـلنا لأن نصيب الأنثى قد يساوي نصيب الذكر كما في أولاد الأم، وقد يزيد عليه كما ا ذا تـركت زوجا وأما وأختا لأم وخنثى لأب فالمسئلة من ستة وتصح منها ا ذا جعلت الخنثى ذكـرا فـللزوج نصفها وهو ثلاثة وللأم سدسها وهو واحد ولولد الأم سدس آخر فيبقى واحد وهـو لـلخنثى بالعصوبة لكونه أخا لأب وا ن جعلته أنثى كان أختا لأب وحينئذ تعول المسئلة ا لـى ثـمـانية ثـلاثة لـلزوج وواحدة للأم وواحد آخر للأخت لأم وثلاثة أخرى للخنثى لكونها صـاحبة النصف، ومن الظاهر المكشوف أن ثلاثة من ثمانية أكثر من واحد من ستة، فا ن قلت مـا فـائـدة تـفسيره أقل النصيبين بأسوأ الحالين، قلت فائدته أنه لو لم يرد بأقل النصيبين أسوء حـالي الذكورة والأنوثة لاشتبه الأمر علينا فيما ا ذا كان بحيث يورث في أحد الحالين ويحرم في الأخرى كما ا ذا تركت زوجا وأختا لأب وأم وخنثى لأب فا نه ا ذا جعل أنثى كان له سهم مـن سبعة وا ن جـعـل ذكرا لم يكن له شئ فلما أريد بأقل النصيبين أسوء الحالين كان الحكم شاملا لهذه الصورة بأنه يجعل ذكرا فلا يستحق شيئا۔

(شریفیہ مع السراجی فی المیراث، فصل فی الخنثی ص ١٢١ تا ١٢٤)

اور بلوغ کے بعد اگر اس میں مرد ہونے کی پہچان نمایاں اور غالب ہوجائے، مثلاً داڑھی نکل آئے، عورت سے ہم بستر ہونے پر قادر ہوجائے تو یہ مرد کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر عورت کی کوئی علامت نمایاں ہوجائے، مثلاً پستان ابھر آئے، حیض آنے لگے، یا اس کے ساتھ وطی ممکن ہوجائے یا حاملہ ہوجائے تو یہ عورت ہے، لیکن اگر دونوں طرح کی علامتیں برابر درجہ میں پائی جائیں، یا کسی طرح کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو اسے خنثیٰ مشکل کہا جائے گا، اور اسے عورت کے حکم میں رکھ کر عورت کا حصہ دیا جائے گا۔

دفعہ (۴۷۰):

اگر میت کے وارثوں میں کوئی بالغ وارث عوض معین لے کر ترکہ میں ملنے والے اپنے حصہ سے دست بردار ہوجائے اور اس پر دوسرے ورثاء بھی بشرطیکہ میت کے یہ تمام ورثاء بالغ ہوں، راضی ہوجائیں تو یہ جائز ہے، اور اسے اصطلاح میں تخارج کہا جاتا ہے۔

دفعہ (۴۷۱):

تخارج کی مختلف صورتوں کا حکم حسب ذیل ہے:

حوالہ دفعہ (۴۷۰) و (۴۷۱):

وهـو في الاصطلاح تصالح الورثة على ا خراج بعضهم عن الميراث على شئ من التركة عين أو دين الخ۔

(ردالمحتار، آخر کتاب الفرائض ص ۷۱۲ ج ۵)

فصل في التخارج قال ا ذا كانت التركة بين ورثة فأخرجوا أحدهم منها بمال أعطوه ا ياه والتـركة عـقار أو عروض جاز قليلا ما كان أعطوه ا ياه أو كثيرا لأنه أمكن تصحيحه بيعا وفيه أثـر عثـمـان رضي الله تعالى عنه فا نه صالح تماضر الأشجعية امرأة عبد الرحمن ابن عوف عن ربـع ثـمـنها على ثمانين ألف دينار، وا ن كانت التركة فضة فأعطوه ذهبا أو كان ذهبا فأعطوه فضة فكذلك لأنه بيع الجنس بخلاف الجنس فلا يعتبر التساوي ويعتبر التقابض في المجلس لأنه صرف ...... وا ن كانت التركة ذهبا أو فضة وغير ذلك فصالحوه على فضة أو ذهب فلابد

(الف) ترکہ میں صرف اسباب وزمین وغیرہ ہوں، نقدین (سونا چاندی) یا سکہ رائج الوقت نہ ہوں تو وہ عوض معین ترکہ میں پائے جانے والے اس کے حصے سے کم ہو یا زیادہ تخارج صحیح ہوگا۔

(ب) ترکہ میں صرف سونا اور چاندی ہے اور عوض معین صرف سونا یا صرف چاندی کو بنایا جارہا ہے، تو ضروری ہے کہ عوض میں دیا جانے والا سونا اس کے حصہ کے سونے سے زیادہ ہو، اسی طرح چاندی اس کے حصے کی چاندی سے زیادہ ہو، اور مجلس عقد میں عوض پر قبضہ کرلینا بھی ضروری ہے۔

(ج) اگر ترکہ میں زمین، اسباب اور نقدین سب ہی کچھ ہیں، اور عوض معین نقدین کے علاوہ کسی چیز کو بنایا جائے تو وہ کم ہو یا زیادہ ہر شکل میں تخارج صحیح ہوگا۔ اور اگر نقدین سے ہی کسی کو عوض بنایا جائے تو پھر ضروری ہوگا کہ عوض معین اپنے جنس کے اس حصے سے زیادہ ہو جو اس جنس میں دست بردار ہونے والے کے لئے شرعاً ہوتا ہے، اور اس جنس کے اندر پائے جانے والے حصے کے بقدر عوض معین پر قبضہ کرلینا بھی مجلس عقد کے اندر ضروری ہے۔

تشریح

تخارج دراصل ایک بیع ہے، یعنی ایک وارث عوض معین کے بدلے اپنا حصہ دوسرے وارثوں کو دے دیتا ہے، اس لئے عقد مبادلہ میں جیسے متحد الجنس چیزوں میں مساوات ضروری ہوتی ہے اور مختلف الجنس چیزوں میں مساوات ضروری نہیں رہتی اسی طرح تخارج میں بھی اس کا خاص طور پر لحاظ رکھنا ضروری ہوگا، اور عقد صرف کی صورتوں میں قبضہ کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

أن يكون ما أعطوه أكثر من نصيبه من ذلك الجنس حتى يكون نصيبه بمثله والزيادة لحقه من بقية التركة احترازعن الربوا ولابد من التقابض فيما يقابل نصيبه من الذهب والفضة لأنه صرف في هذا القدر وا ن كان بدل الصلح عرضا جاز مطلقا لعدم الربوا، ولو كان في التركة الدراهم والدنانير وبدل الصلح دراهم ودنانير أيضا جاز الصلح كيف ما كان صرفا للجنس ا لى خلاف الجنس كما في البيع لكن يشترط التقابض للصرف۔
(ہدایہ، کتاب الصلح فی التخارج ص ۲۴۰ ج ۳)

دفعہ(۴۷۲):

تخارج میں عوض معین ترکہ ہی میں سے کسی خاص چیز کو بنانا بھی صحیح ہے،اوراس صورت میں تمام ورثاء کا راضی ہونا اور بالغ ہونا بھی ضروری ہے،اور بقیہ ترکہ دوسرے تمام ورثاء پران کے سہام شرعی کے مطابق تقسیم ہوگا۔

دفعہ(۴۷۳):

اگرتخارج میں ترکہ سے باہر کی کسی چیز کوعوض معین بنایا جائے تو یہ بھی صحیح ہے،اوراس صورت میں عوض معین کو جتنے وارث جس تناسب سے ادا کریں گے اس کے بدل کے حقدار وہی وارث ہوں گے،اوراسی تناسب سے ہوں گے جس تناسب سے انہوں نے عوض معین ادا کیا ہے۔

تشریح:

مثلاً زید نے اپنے بھائی خالد،عمرواور بکر سے کہا کہ فلاں چیز ہمیں دے دواور ترکہ میں جو حصہ ہوگا اسے تم لوگ آپس میں تقسیم کرلو، خالداس پر تیار نہ ہوا،اورعمرو اور بکر نے اپنے پاس سے وہ متعین چیز دے دی تو یہ صحیح ہوگا،اب زید کا جو حصہ ہوگا اسے صرف عمرواور بکر آپس میں تقسیم کریں گے،اوراسی حساب وتناسب سے جس تناسب سے دونوں نے عوض معین کی ادائیگی میں حصہ لیا ہے۔

دفعہ(۴۷۴):

جووارث کسی دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہوجائے وہ بھی کسی اوروارث کا حصہ کم اورختم

حوالہ دفعہ(۴۷۲) و (۴۷۳):

(ولو أخرجوا واحدا) من الورثة (فحصته تقسم بين الباقي على السواء ا ن كان أعطوه من مالهم غير الميراث وا ن كان) المعطى (مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم) يقسم بينهم۔

(قوله من مالهم) أي وقد استووا فيه ولا يظهر عند التفاوت ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار،کتاب الصلح،فصل فی التخارج ص۶۶۵ ج۴)

حوالہ دفعہ(۴۷۴):

والمحروم لا يحجب عندنا وعند ابن مسعود يحجب حجب النقصان كالكافر والقاتل

کر سکتا ہے، لیکن جو کسی مانع ارث یعنی قتل اور اختلاف دین وغیرہ کے سبب ترکہ سے محروم ہو جائے وہ کسی وارث کے حصہ کو کم یا ختم نہیں کر سکتا۔

تشریح

میت نے اگر باپ، ماں اور دو بھائی یا دو بہن چھوڑے تو اس صورت میں بھائی یا بہن خود ہی باپ کی وجہ سے محروم ہو جائیں گے، مگر ان دونوں کی وجہ سے ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ سے کم ہو کر $\frac{1}{6}$ ہو جائے گا۔ یا مثلاً میت نے باپ، دادی، پرنانی کو چھوڑا تو اس صورت میں دادی باپ کی وجہ سے محروم ہو جائے گی اور دادی کی وجہ سے پرنانی۔

اگر میت نے ایسے بیٹے کو جو خود اس کا قاتل ہے، یا غیر مسلم بیٹے اور مسلمان بھائی کو چھوڑا تو یہ قاتل یا غیر مسلم بیٹا دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا، اس لئے مذکورہ صورت میں میت کا مسلمان بھائی ترکہ پائے گا۔

☆☆☆

والـرقيق، والمحجوب يحجب بالاتفاق كالاثنين من الا خوة والأخوات فصاعدا من أي جهة كانا فا نهما لا يرثان مع الأب لكن يحجبان الأم من الثلث ا لى السدس۔

(السراجی فی المیراث، باب الحجب ص ۱۷)

ولـلـجـدة السدس ...... والقربى من أي جهة كانت تحجب البعدى من أي جهة كانت وارثة كانت القربى أو محجوبة۔

(السراجی فی المیراث، فصل فی النساء ص ۱۳)

مجموعه قوانین اسلامی

قانون وقف

﴿لَن تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

(تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے، یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے، اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے، اللہ تعالی اس کو بھی خوب جانتے ہیں)

(سورہ آل عمران، آیت/۹۲)

قانون وقف

وقف کی تعریف

دفعہ(۴۷۵):

کسی شئ کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ کی ملک میں دے دینا، اوراس کی منفعت کو فقر وغناء کا لحاظ کئے بغیر دائمی طریقہ پر رضاء الٰہی کی نیت سے اشخاص وافراد، اداروں یا مساجد ومقابر یا دیگر کار خیر کے لئے مخصوص کردینا۔

حوالہ دفعہ(۴۷۵):

(...... هـو حبسهـا على) حكم (ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من أحب) لو غنيا (قـوله على حكم ملك الله تعالى) قدر لفظ حكم ليفيد أن المراد أنه لم يبق على ملك الواقف ولا انتقل ا لى ملك غيره بل صار على حكم ملك الله تعالى الذي لا ملك فيه لأحد سواه، وا لا فـالـكـل مـلك الـلـه تـعـالى (قوله وصرف منفعتها على من أحب) عبر به بدل قوله والتصدق بالمنفعة لأنه أعم، وا لى التعميم أشار بقوله ولو غنيا، أفاده لكن علمت أن الوقف على الأغنياء وحـدهـم لا يـجـوز فـالمناسب التعبير بالتصدق بالمنفعة ا لا أن يراد صرف منفعتها على وجه التصدق۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۴۹۳ تا ۴۹۵ ج ۳)

(الـوقف) عـلـى ثـلاثة أوجـه ا مـا لـلـفقراء أو للأغنياء ثم الفقراء أو يستوي فيه الفريقان كـربـاط وخـان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلك) كمساجد وطواحين وطست لاحتياج الـكـل لـذلك بخلاف الأدوية فلم يجز لغني بلا تعميم أو تنصيص فيدخل الأغنياء تبعا للفقراء قنية۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوقف ص ۴۷۵ ج ۳)

الـظـاهـر أن مـراد الشارح أن دخولهم في منفعة الوقف مع كونهم غير معلومين بالتبعية لـلـفـقـراء وا ن كـانـوا مذكورين في لفظه فا ن ذكرهم لا يصح دخولهم مع جهلهم تأمل يدل لذلك عبارة القنية ونصها ولو على الأغنياء والفقراء يجوز ويدخل الأغنياء تبعا ١هـ ۔
(التحریر المختار لرد المحتار المعروف بالتقریر الرافعی ص ۸۷ ج ۲)

وقف کی اصطلاحات

(الف) وقف کرنے والے کو واقف کہا جاتا ہے۔

(ب) جن پر وقف کیا جائے خواہ مساجد ہوں یا مقابر، مدارس ہوں یا ادارے یا انجمن یا افراد، انہیں موقوف علیہ کہتے ہیں۔

(ج) جس تحریر کے ذریعہ وقف اور اس کی ضروری تفصیلات کا علم ہو اسے وقف نامہ کہتے ہیں۔

(د) جو شخص مقاصد وقف کو بروئے کار لانے اور واقف کی ہدایت پر عمل درآمد کے لئے مقرر کیا جائے اسے متولی کہا جاتا ہے۔

شرائط وقف

دفعہ(۴۷۶):

صحت وقف کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

حوالہ دفعہ(۴۷۶):

(وشرطه شرط سائر التبرعات) كحرية وتكليف (وا ن يكون) قربة في ذاته معلوما (منجزا) لا معلقا ا لا بكائن ولا مضافا ولا مؤقتا ولا بخيار شرط ولا ذكر معه اشتراط بيعه وصرف ثمنه لحاجته فا ن ذكره بطل وقفه، بزازية۔

(قوله وشرط سائر التبرعات)أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكا باتا ولو بسبب فاسد، وأن يكون محجورا عن التصرف حتى لو وقف الغاصب المغصوب لم يصح، وا ن ملكه بعد شراء أو صلح ولو أجاز المالك وقف فضولي جاز، وصح وقف ماشراه فاسدا بعد القبض وعليه القيمة للبائع، وكالشراء الهبة الفاسدة بعد القبض بخلاف ما لو اشترى بخيار البائع فوقفها، وا ن أجاز البائع بعده وينقض وقف استحق بملك أو شفعة وا ن جعله مسجدا ووقف مريض أحاط دينه بماله بخلاف صحيح (قوله وأن يكون قربة في ذاته) أي بأن يكون من حيث النظرا لى ذاته وصورته قربة والمراد أن يحكم الشرع بأنه لو صدر من مسلم يكون قربة حملا على أنه قصد القربة لكنه يدخل فيه ما لو وقف الذمي على حج أو عمرة مع أنه لا يصح ولو أجرى الكلام على ظاهره لا يدخل فيه وقف الذمي على الفقراء لأنه لا قربة من الذمي ولو حمل على أن المراد ما كان قربة في اعتقاد الواقف يدخل فيه وقف الذمي على بيعة مع أنه لا يصح فتعين أن هذا شرط في وقف المسلم فقط بخلاف الذمي لما

(الف) واقف کا عاقل، بالغ اور شئ موقوفہ کا مالک ہونا۔

(ب) جس کام کے لئے وقف کیا جائے اس کا فی نفسہ اور واقف کے اعتقاد میں بھی کارِثواب ہونا۔

في البحر وغيره أن شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس بخلاف الوقف على بيعة فا نه قربة عندهم أو على حج أو عمرة فا نه قربة عندنا فقط فأفاد أن هذا شرط لوقف الذمي فقط لأن وقف المسلم لا يشترط كونه قربة عندهم بل عندنا كوقفنا على حج وعمرة بخلافه على بيعة فا نه غير قربة عندنا بل عندهم (قوله معلوما) حتى لو وقف شيئا من أرضه ولم يسمه لا يصح ولو بين بعد ذلك وكذا لو قال وقفت هذه الأرض أو هذه، نعم لو وقف جميع حصته من هذه الأرض ولم يسم السهام جاز استحسانا ولو قال وهو ثلث جميع الدار فا ذا هو النصف كان الكل وقفا كما في الخانية أي كل النصف وفي البحر عن المحيط وقف أرضا فيها أشجار واستثناها لا يصح لأنه صار مستثنيا الأشجار بمواضعها فيصير الداخل تحت الوقف مجهولا۔

(قوله منجزاً) مقابله المعلق والمضاف (قوله لا معلقا) كقوله ا ذا جاء غد أو ا ذا جاء رأس الشهر أو ا ذا كلمت فلانا فارضي هذه صدقة موقوفة أو ا ن شئت أو أحببت يكون الوقف باطلا لأن الوقف لا يحتمل التعليق بالخطر لكونه مما لا يحلف به كما لا يصح تعليق الهبة بخلاف النذر لأنه يحتمله ويحلف به فلو قال ا ن كلمت فلانا ا ذا قدم أو ا ن برئت من مرضي هذا فأرضى صدقة موقوفة يلزم التصدق بعينها ا ذا وجد الشرط لأن هذا بمنزلة النذر واليمين، اسعاف (قوله ا لا بكائن) أي موجود للحال فلا ينافي عدم صحته معلقا بالموت قال في الا سعاف ولو قال ا ن كانت هذه الأرض في ملكي فهي صدقة موقوفة فا ن كانت في ملكه وقت التكلم صح الوقف وا لا فلا لأن التعليق بالشرط الكائن تنجيز (قوله ولا مضافا) يعني ا لى ما بعد الموت فقد نقل في البحر أن محمدا نص في السير الكبير أنه ا ذا أضيف ا لى ما بعد الموت يكون باطلا عند أبي حنيفة ١هـ، نعم سيأتي في الشرح أنه يكون وصية لازمة من الثلث بالموت لا قبله أما لو قال داري صدقة موقوفة غدا فا نه صحيح كما جزم به في جامع الفصولين وأقره في البحر والنهر وسيذكره المصنف قبيل باب الصرف، فمراد الشارح بالمضاف الأول فلا غلط في كلامه فافهم (قوله ولا مؤقتا) كما ا ذا وقف داره يوما أو شهرا قاله الخصاف، وفصل هلال بين أن يشترط رجوعها ا ليه بعد الوقف فيبطل وا لا فلا وظاهر الخانية اعتماده بحر ونهر ويأتي تمامه عند قول المصنف وا ذا وقته بطل (قوله ولا بخيار شرط) معلوما كان أو مجهولا عند محمد وصححه هلال، ا سعاف وفي ط عن الهندية وصح اشتراطه ثلاثة أيام عند الثاني ومحل الخلاف في غير وقف المسجد حتى لو اتخذ مسجد على أنه بالخيار جاز والشرط باطل ١هـ، (قوله ولا ذكر معه اشتراط بيعه الخ) في الخصاف لو قال على أن لي ا خراجها من الوقف ا لى غيره أو على أن أهبها وأتصدق بثمنها أو على أن

(ج) وقف کا فی الفور ہونا اور کسی امر پر معلق نہ ہونا۔

(د) وقف کا دائمی ہونا۔

(ہ) شئ موقوفہ کا معین ومعلوم ہونا۔

أهبها لمن شئت أو على أن أرهنها متى بدا لي وأخرجها عن الوقف بطل الوقف ثم ذكر أن هذا في غير المسجد أما المسجد لو اشترط ا بطاله أو بيعه صح وبطل الشرط، قلت ولو اشترط في الوقف استبداله صح وسيأتي بيانه (قوله بطل وقفه) هو المختار جامع الفصولين وغيره۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۹۷۔ ۴۹۸ ج ۴، کتاب الوقف)

(ولا يتم) الوقف (حتى يقبض) لم يقل للمتولي لأن تسليم كل شئ بما يليق به ففي المسجد بالا فراز وفي غيره بنصب المتولي وبتسليمه ا ياه ابن الكمال (ويفرز) فلا يجوز وقف مشاع يقسم خلافا للثاني (ويجعل آخره لجهة) قربة (لا تنقطع) هذا بيان شرائطه الخاصة على قول محمد لأنه كالصدقة وجعله أبويوسف كالا عتاق واختلف الترجيح والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل، بحر وفي الدرر وصدر الشريعة وبه يفتى وأقره المصنف (قوله لأنه كالصدقة) أي فلابد من القبض والا فرازا هـ (قوله وجعله أبويوسف كالا عتاق) فلذلك لم يشترط القبض والا فرازا هـ، أي فيلزم عنده بمجرد القول كالا عتاق بجامع ا سقاط الملك قال في الدرر والصحيح أن التابيد شرط اتفاقا لكن ذكره ليس بشرط عند أبي يوسف وعند محمد لابد أن ينص عليه والحاصل أنه لا خلاف عندهما في صحة الوقف مع عدم تعين الموقوف عليه ا ذا ذكر لفظ التابيد أو ما في معناه كالفقراء وكلفظ صدقة موقوفة وكموقوفة لله تعالى وكموقوفة على وجوه البر لأنه عبارة عن الصدقة وكذا موقوفة على الجهاد أو على أكفان الموتى أو حفر القبور كما في الخانية وغيرها وأنه لا خلاف في بطلانه لو اقتصر على لفظ موقوفة مع التعيين كموقوفة على زيد خلافا لما في البزازية وا نما الخلاف بينهما لو اقتصر بلا تعيين أو جمع مع التعيين كصدقة موقوفة على فلان فعند أبي يوسف يصح ثم يعود ا لى الفقراء وهو المعتمد وقيل يعود ا لى المالك، والمراد بالمعين ما يحتمل الانقطاع كأولاد زيد أو فقراء قرابة فلان وهم يحصون، وفي الذخيرة عن وقف الخصاف قال جعلت هذه الأرض صدقة موقوفة على فلان وولده وولد ولده وأولاد أولادهم فا ذا اسمى من ذلك ثلاث بطون فهي وقف مؤبد ا لى يوم القيامة وبقي ما ا ذا وقف على عمارة مسجد معين فقيل يصح عند أبي يوسف لتأبده مسجداً لا عند محمد وقيل يصح اتفاقا وفي البحر عن المحيط أنه المختار فاغتنم تحرير هذا المحل فا نك لا تجده في غير هذا الكتاب (قوله واختلف الترجيح) مع التصريح في كل منهما بأن الفتوى عليه لكن في الفتح أن قول أبي يوسف أوجه عند المحققين۔ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۹۷ تا ۵۰۳ ج ۳)

تشریح:

کسی شخص کا اپنی کسی ایسی غیر منقولہ چیز کو جس سے شرعاً انتفاع جائز ہے، یا اس منقولہ چیز کو جس کے وقف کا رواج ہے، مسجد، مدرسہ، مقبرہ، دینی یا فلاحی ادارہ اور دیگر کار خیر پر وقف کرنا صحیح ہے، اور اگر موقوف علیہ کسی ایسی چیز کو قرار دیا جس پر وقف کرنا شرعاً کار ثواب نہ ہو یا واقف اس کو کار ثواب یقین نہ کرتا ہو تو وقف صحیح نہیں ہوگا۔

(و) اگر واقف نے ایسے الفاظ ذکر کئے جو فی الفور وقف ہونے پر دلالت نہ کرتے ہوں تو وقف صحیح نہ ہوگا۔

(ز) اگر واقف نے صراحۃً یا کنایۃً وقف کے دائمی ہونے کا ذکر کر دیا ہے، یا دائمی ہونے کی نفی نہیں کی ہے تو دونوں صورتوں میں وقف صحیح اور دائمی ہوگا۔

دفعہ(۴۷۷):

تمام اشیاء غیر منقولہ کا وقف صحیح ہے۔

دفعہ(۴۷۸):

اشیاء منقولہ میں صرف ان چیزوں کا وقف صحیح ہے جن کے وقف کا رواج ہو۔

حوالہ دفعہ(۴۷۷) و (۴۷۸):

(و) كما صح أيضا وقف كل (منقول) قصدا (فيه تعامل) للناس (كفأس وقدوم) بل (ودراهم ودنانير) قلت بل ورد الأمر للقضاة بالحكم به كما في معروضات المفتى أبي السعود، ومكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة أو بضاعة فعلى هذا لو وقف كرا على شرط أن يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فا ذا أدرك أخذ مقداره ثم أقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصة، وفيها وقف بقرة على أن ما خرج من لبنها أو سمنها للفقراء ا ن اعتادوا ذلك رجوت أن يجوز (وقدروا جنازة) وثيابها ومصحف وكتب لأن التعامل يترك به القياس لحديث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، بخلاف ما لا تعامل فيه كثياب ومتاع وهذا قول محمد وعليه الفتوى اختيار، والحق في البحر السفينة بالمتاع وفي البزازية جاز وقف الاكسية على الفقير تدفع ا ليهم شتاء ثم يردونها بعده ...... وا ن على طلبة العلم وجعل مقرها في خزانته التي في مكان كذا ففي جواز النقل تردد نهر (قوله كل منقول قصدا) أما تبعا للعقار فهو جائز

تشریح:

مثلاً مساجد، مدارس اور کتب خانوں کے لئے مصاحف، کتابیں، لوٹا، گھڑی، جائے نماز اور بجلی کے پنکھے وغیرہ کا وقف۔

بـلا خلاف عندهما كما مر كما لا خلاف في صحة وقف السلاح والكراع أي الخيل للآثار الـمشهـورـة، والـخـلاف فيـما سوى ذلك فعند أبي يوسف لايجوز وعند محمد يجوز ما فيه تـعامل من المنقولات واختاره أكثر فقهاء الأمصار كما في الهداية وهو الصحيح كما فـي الا سعاف، وهو قول أكثر المشائخ كما في الظهيرية لأن القياس قد يترك بالتعامل ونقل في الـمجتبى عن السير جواز وقف المنقول مطلقا عند محمد وا ذا جرى فيه التعامل عند أبي يوسف وتمامه في البحر والمشهور الأول (قوله وقدوم) بفتح أوله وضم ثانيه مخففا ومثـقـلا (قوله وجنازة) بالكسر النعش وثيابها ما يغطى به الميت وهو في النعش ط (قوله لأن التعـامـل يتـرك بـه القياس) فا ن القياس عدم صحة وقف المنقول لأن من شرط الوقف التأبيد والـمـنـقول لا يدوم والتعامل كما في البحر عن التحرير هو الأكثر استعمالا وفي شرح البيرى عن المبسوط أن الثابت بالعرف كالثابت بالنص ١هـ، وتمام تحقيق ذلك في رسالتنا المسماة (نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف) وظاهر ما مر في مسئلة البقرة اعتبار العرف الحادث فـلا يـلـزم كـونـه مـن عهد الصحابة، وكذا هو ظاهر ما قدمناه آنفا من زيادة بعض المشائخ أشياء جرى التعامل فيها وعلى هذا فالظاهر اعتبار العرف في الموضع أو الزمان الذي اشتهر فيه دون غيره۔

فـوقف الـدراهـم متعارف في بلاد الروم دون بلادنا ووقف الفأس والقدوم كان متعارفا فـي زمـن المتقدمين ولـم نسمع به في زماننا فالظاهر أنه لايصح الآن ولئن وجدنا نادراً لا يعتبر لـما علمت من أن التعامل هو الأكثر استعمالا فتأمل (قوله ومتاع) ما يتمتع به فهو عطف عام عـلـى خـاص فيشـمـل مـا يستـعمل في البيت من أثاث المنزل كفراش وبساط وحصير لغير مسـجد والأواني والقدور نعم تعورف وقف الأواني من النحاس ونص المتقدمون على وقف الأوانـي والـقدور المحتاج ا ليها في غسل الموتى (قوله وألحق في البحر السفينة بالمتاع) أي فـلا يـصـح لـكـن قال شيخ مشائخنا السائحاني أنهم تعاملوا وقفها فلا تردد في صحته ١هـ، وكـأنـه حـدث بـعـد صـاحـب البحر، وألحق في المنح وقف البناء بدون الأرض وكذا وقف الأشـجـار بدونه لأنه منقول فيه تعامل وتمامه في الدر المنتقى وسيأتي عند قول المصنف بنى على أرض الخ ۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۱۷ ج ۳، وہکذا فی البحر الرائق ص ۲۰۲ ج ۵، وہکذا فی الاسعاف ص ۲۴)

دفعہ(۴۷۹):

اشیاء موقوفہ سے جن چیزوں کا تعلق ناپائیدار ہے وہ بغیر صراحت وقف میں شامل نہ ہوں گی، اور اگر ان کا تعلق پائیدار ہے اور وہ اشیاء موقوفہ یا مقاصد وقف کے لئے معاون ہوں تو واقف کی صراحت کے بغیر بھی وقف میں شامل ہوں گی، اور اگر معاون نہ ہوں تو صراحت کے بعد ہی وقف میں شامل ہوں گی۔

دفعہ(۴۸۰):

اشیاء موقوفہ کی آمدنی یا منفعت سے بقاء اصل کے ساتھ موقوف علیہم (جن پر وقف کیا گیا

حوالہ دفعہ(۴۷۹):

(ولو وقف العقار ببقره وأكرته) بفتحتين عبيده الحراثون (صح) استحسانا تبعا للعقار (قوله ولو وقف العقار) هو الأرض مبنية أو غير مبنية، فتح، وفي القاموس هو الضيعة وهو المناسب لقوله ببقره الخ نهر، (قوله عبيده الحراثون) الأكرة الحراثون من أكرت الأرض حرثتها واسم الفاعل أكار للمبالغة مصباح، المراد أنهم ا ذا كانوا عبيده صح وقفهم تبعا للأرض وكذا آلات الحراثة كما في (قوله صح استحسانا) لأنه قد يثبت من الحكم تبعا ما لايثبت مقصودا كالشرب في البيع والبناء في الوقف وهذا قول أبي يوسف ومحمد معه لأنه أجاز أفراد بعض المنقول بالوقف فالتبع أولى قال في الاسعاف ...... كما لو وقف ضيعة وذكر ما فيها من العبيد والدواب وآلات الحراثة ا هـ، ملخصا وقوله وذكر ما فيها الخ يفيد عدم الدخول بلا ذكره وبه صرح في الفتح وقد اختص في البحر عبارة الاسعاف اختصارا مخلا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۱۵ ج ۳)

ا ذا وقف الحر العاقل البالغ أرضه أو داره أو ما جرى التعارف بوقفه من المنقولات وهو غير محجور عليه ولا مرتد يصح لازما عند عامة العلماء وقال أبو حنيفة يجوز جواز الا عارة أو لا يجوز على ما بينا في أول الكتاب، فلو قال أرضي هذه صدقة موقوفة لله عز وجل أبدا ولم يزد تصير وقفا ويدخل فيه ما فيها من الشجر والبناء دون الزرع والثمرة كما في البيع، ويدخل فيه أيضا الشرب والطريق استحسانا لأنها ا نما توقف للاستغلال وهو لا يوجد ا لا بالماء والطريق فكان كالا جارة بخلاف ما لو جعل أرضه أو داره مقبرة وفيها أشجار عظام وأبنية فا نها لا تدخل في الوقف فتكون له ولورثته من بعده۔

(کتاب الاسعاف فی أحکام الأوقاف ص ۱۹، مطبعۃ ہندیۃ ۱۳۲۰ھ، ہکذا فی البحر الرائق ص ۲۰۱ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۴۸۰):

(و) كما صح أيضا وقف كل (منقول) قصدا (فيه تعامل) للناس (كفأس وقدوم) بل

ہو) فائدہ اٹھائیں گے، اور جن اشیاء موقوفہ میں بقاء اصل کے ساتھ انتفاع ممکن نہ ہو ان کو کسی کام میں لگا کر آمدنی یا منفعت سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

تشریح:

مثلاً زمین، مکان، کتاب وغیرہ کہ ان سے بقاء اصل کے ساتھ انتفاع ممکن ہے اس لئے ان چیزوں کو برقرار رکھتے ہوئے فائدہ اٹھایا جائے، اور سونا چاندی کے سکے اور روپیہ کہ اس کے اصل کو باقی رکھتے ہوئے اس سے استفادہ ممکن نہیں ہے اس لئے اس کو کسی تجارت میں لگا کر اس سے ہونے والے نفع سے فائدہ اٹھایا جائے۔

دفعہ (۴۸۱):

شئ موقوفہ کو فروخت کرنا یا رہن رکھنا یا اس کے بدلے کسی اور چیز کو رہن میں لینا یا عاریت پر

(دراهـم ودنـانير) ...... ومكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة فعلى هذا لو وقف كرا على شرط أن يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فا ذا أدرك أخذ مقادره ثم أقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصة (قوله ويدفع ثمنه مضاربة أو بضاعة) وكذا يفعل في وقف الدراهم والدنانير وما خرج من الربح يتصدق به في جهة الوقف وهذا هو المراد في قول الفتح عن الخلاصة ثم يتصدق بها فهو على تقدير مضاف أي بربحها، وعبارة الا سعاف ثم يتصدق بالفضل۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۱۷ ـ ۵۱۸ ج ۳)

وفي فتاوى الناطفي عن محمد بن عبد الله من أصحاب زفر رحمه الله أنه يجوز وقف الدراهم والطعام والمكيل والموزون فقيل له وكيف يصنع بالدراهم قال يدفعها مضاربة بالفضل، وقيل على هذا ينبغي أن يجوز ا ن قال وقفت هذا الكر على أن يقرض لمن لا بذر له من الحقول فيدفع ا ليهم ويبذرونه فا ذا حصدوا يؤخذ ويقرض لغيرهم وهكذا دائما۔

(اسعاف ص ۲۲، وہکذا فی البحر الرائق ص ۲۰۳ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۴۸۱):

(فا ذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن) (قوله فا ذا تم ولزم) لزومه على قول الا مام بأحد الأمور الأربعة المارة وعندهما بمجرد القول ولكنه عند محمد لا يتم ا لا بالقبض والا فراز والتابيد وعند أبي يوسف بالتابيد فقط ولو معنى كما علم مما مر (قوله لا يملك) أي لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه ولا يعار ولا يرهن لاقتضائهما الملك درر، ويستثنى من عدم تمليكه ما لو

دینا جائز نہیں ہے۔

تشریح:

چونکہ شیٔ موقوفہ واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے، اور کسی دوسرے انسان کی ملکیت بھی اس پر ثابت نہیں ہوتی ہے اس لئے کسی کے لئے اس میں مالکانہ تصرف، بیع، شراء، ہبہ، عاریت اور رہن وغیرہ اصلاً جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو باطل ہوگا۔

دفعہ (۴۸۲):

اگر موقوف علیہم کے براہ راست استفادہ کے لئے کوئی چیز وقف کی گئی اور اس کے لئے متولی مقرر نہ کیا گیا تو اس کی دیکھ بھال، اصلاح اور اس کے وجود و بقاء کی ذمہ داری موقوف علیہم پر ہوگی، اگر شیٔ موقوفہ ضروری تعمیر یا اصلاح کے قابل ہے، اور موقوف علیہم کے ذریعہ اس کی تعمیر واصلاح نہ ہوسکی تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ شیٔ موقوفہ کو اپنے قبضہ میں لے لے اور تعمیر واصلاح کے بعد موقوف علیہم کے حوالہ کردے۔

اشتراط الواقف استبداله وسيأتي الكلام عليه وعلى بيع الوقف إذا افتقر الواقف ولم يكن مسجلا ويستثنى من عدم الإعارة ما لو كان دارا موقوفة للسكنى لأن من له السكنى له الإعارة كما صرح به في البحر وغيره بخلاف الموقوف للاستغلال، قال في الاسعاف ومن وقف داره للاستغلال ليس له أن يسكنها أحدا بلا أجر اهـ، وفي شرح الملتقى وجاز بيع المصحف المخرق وشراء آخر بثمنه۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف ص ۵۰۷)

وقف دارا للاستغلال ليس له أن يسكنها أحدا بغير أجر۔ (اسعاف ص ۲۵)

حوالہ دفعہ (۴۸۲):

(ولو كان الموقوف (دارا فعمارته على من له السكنى) ولو متعددا من ماله ...... (ولم يزد في الأصح) يعني إنما تجب العمارة عليه بقدر الصفة التي وقفها الواقف (ولو أبى) من له السكنى (أو عجز) لفقره (عمر الحاكم) أي آجرها للحاكم منه أو من غيره وعمرها (بأجرتها) كعمارة الواقف ولم يزد في الأصح إلا برضا من له السكنى زيلعي، ولا يجبر الآبى على العمارة، ولا تصح إجارة من له السكنى بل المتولي أو القاضي (ثم ردها) بعد التعمير (إلى من له السكنى) رعاية للحقين (قوله عمر الحاكم) أي أو المتولي قهستاني، قال في البحر ولو قالوا عمرها المتولي أو القاضي لكان أولى (قوله لا تصح إجارة من له السكنى) أي إذا لم يكن متوليا ولو زادت على قدر حاجة ولا مستحق غيره۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف ص ۵۲۶ ج ۳، وہکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف ص ۲۱۷ تا ۲۱۹ ج ۵)

دفعہ(۴۸۳):

اگر موقوف علیہم کے براہ راست استفادہ کے لئے کوئی جائیداد وقف کی گئی تھی اور اب وہ

حوالہ دفعہ(۴۸۳):

(و) جاز (شرط الاستبدال به) أرضا أخرى حينئذ (أو) شرط (بيعه ويشتري بثمنه أرضا أخرى ...... فا ذا فعل صارت الثانية كالأولى في شرائطها وا ن لم يذكرها ثم لا يستبدلها) بثالثة لأنه حكم ثبت بالشرط والشرط وجد في الأولى لا الثانية (وأما) الاستبدال ولو للمساكين آل (بدون الشرط فلا يملكه ا لا القاضي) درر، وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية وكون البدل عقارا والمستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل، وفي النهر أن المستبدل قاضي الجنة فالنفس به مطمئنة فلا يخشى ضياعه ولو بالدراهم والدنانير وكذا لو شرط عدمه وهي ا حدى المسائل السبع التي يخالف فيها شرط الواقف كما بسطه في الأشباه، وزاد ابن المصنف في زواهره ثامنة وهي ا ذا نص الواقف ورأى الحاكم ضم مشارف جاز كالوصي وعزاها لانفع الوسائل وفيها لا يجوز استبدال العامر ا لا في الأربع، قلت لكن في معروضات المفتي أبي السعود أنه في سنة ا حدى وخمسين وتسعمأة ورد الأمر الشريف بمنع استبداله وأمر أن يصير با ذن السلطان تبعا لترجيح صدر الشريعة انتهى فليحفظ (قوله وشرط في البحر الخ) عبارته وقد اختلف كلام قاضي خان في موضع جوزه للقاضي بلا شرط الواقف حيث رأى المصلحة فيه وفي موضع منع منه، ولو صارت الأرض بحال لا ينتفع بها والمعتمد أنه بلا شرط يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية وأن لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به وأن لا يكون البيع بغبن فاحش، وشرط في الاسعاف أن يكون المستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل لئلا يحصل التطرق ا لى ا بطال أوقاف المسلمين كما هو الغالب في زماننا ا هـ ـ

...... وزاد العلامة قنالي زاده في رسالته ثامنا وهو أن يكون البدل والمبدل من جنس واحد لما في الخانية لو شرط لنفسه استبدالها بدار لم يكن له استبدالها بأرض وبالعكس أو بأرض البصرة تقيد ا هـ فهذا فيما شرطه لنفسه فكذا يكون شرطا فيما لو لم يشترطه لنفسه بالأولى تأمل، ثم قال والظاهر عدم اشتراط اتحاد الجنس في الموقوفة للاستغلال لأن المنظور فيها كثرة الريع وقلة المرمة والمؤنة فلو استبدل الحانوت بأرض تزرع ويحصل منها غلة قدر أجرة الحانوت كان أحسن لأن الأرض أدوم وأبقى وأغنى عن كلفة الترميم والتعمير بخلاف الموقوفة للسكن لظهور أن قصد الواقف الانتفاع بالسكن ا هـ، ولا يخفى أن هذه الشروط فيما لم يشترط الواقف استبداله لنفسه أو غيره فلو شرطه لا يلزم خروجه عن الانتفاع ولا مباشرة القاضي له ولا عدم ريع يعمر به كما لا يخفى فاغتنم هذا التحرير ...... (قوله ا لا في أربع) الأولى لو شرطه الواقف الثانية ا ذا غصبه غاصب وأجرى عليه الماء حتى صار بحراً

نا قابل انتفاع ہوچکی ہے تو خداترس قاضی کی اجازت سے اسی طرح کی دوسری جائیداد سے اس کا تبادلہ یا نقد کے عوض اسے فروخت کرکے اسی طرح کی دوسری جائیداد خریدنا صحیح ہے، اور یہ دوسری جائیداد پہلی جائیداد کی جگہ وقف قرار پائے گی۔اور اگر واقف نے جائیداد موقوفہ کی آمدنی موقوف علیہم پر صرف کرنے کی شرط لگائی تھی، اور جائیداد موقوفہ نا قابل انتفاع ہوچکی ہے تو کم خرچ اور زیادہ نفع بخش دوسری نوع کی جائیداد سے اس کا تبادلہ یا نقد کے عوض اسے فروخت کرکے دوسرے نوع کی جائیداد بھی خریدنا جائز ہے، اور یہ دوسری جائیداد پہلی جائیداد کی طرح وقف قرار پائے گی۔

دفعہ(۴۸۴):

اگر شیٔ موقوفہ ہی خطرہ میں پڑ جائے تو دوسرے مصارف وقف کو عارضی طور پر ملتوی کرکے شیٔ

فيضمن القيمة ويشتري المتولي بها أرضا بدلا الثالثة أن يجحده الغاصب ولا بينة أي وأراد دفع القيمة فللمتولي أخذها ليشتري بها بدلا الرابعة أن يرغب ا نسان فيه ببدل أكثر غلة وأحسن صقعا فيجوز على قول أبي يوسف وعليه الفتوى كما في فتاوى قاري الهداية، قال صاحب النهر في كتابه ا جابة السائل قول قاري الهداية والعمل على قول أبي يوسف معارض بما قاله صدر الشريعة: نحن لا نفتى به وقد شاهدنا في الاستبدال ما لايعد ولا يحصى (قوله قلت لكن الخ) استدراك على الصورة الرابعة المذكورة (قوله بمنع استبداله) أي استبدال العامر ا ذا قل ريعه ولم يخرج عن الانتفاع بالكلية وهو الصورة الرابعة بقرينه قوله تبعا لترجيح صدر الشريعة فا ن الذي رحجه هو هذه الصورة كما علمته آنفا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۳۵ تا ۵۳۹ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۴۸۴):

(يبدأ من غلته بعمارته) ثم ما هو أقرب لعمارته كا مام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذلك ا لى آخر المصالح، وتمامه في البحر (وا ن لم يشترطه الواقف لثبوته اقتضاء وتقطع الجهات للعمارة ا ن لم يخف ضرر بين فتح، فا ن خيف كا مام وخطيب وفراش قدموا فيعطى المشروط لهم (قوله فيعطى المشروط لهم) والحاصل مما تقرر وتحرر أنه يبدأ بالتعمير الضروري حتى لو استغرق جميع الغلة صرفت كلها ا ليه ولا يعطى أحد ولو ا ماما أو مؤذنا فا ن فضل عن التعمير شئ يعطى ما كان أقرب ا ليه مما في قطعه ضرر بين، وكذا لو كان التعمير غير ضروري بأن كان لا يؤدى تركه ا لى خراب العين لو أخر ا لى غلة السنة القابلة فيقدم الأهم فالأهم ثم من لا يقطع يعطى المشروط ا ذا كان قدر كفايته وا لا يزاد أو ينقص، ومن لم يكن في قطعه ضرر بين قدمت العمارة عليه وا ن أمكن تأخيرها

موقوفہ کی آمدنی سے اس کے وجود کو برقرار رکھا جائے گا۔ اور اگر شئ موقوفہ کا وجود خطرہ میں نہ ہو بلکہ اصلاح طلب ہو تو متولی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ اس کے نزدیک مصارف پر خرچ کرنا یا شئ موقوفہ کی اصلاح میں سے جو زیادہ ضروری ہو اس پر عمل کرے۔

دفعہ (۴۸۵):

وقف کی شرائط کی حیثیت نص جیسی ہے، اس لئے وقف سے استفادہ اور وقف کے انتظامات

ا لى غلة العام القابل كما هو مقتضى ا طلاق المتون ولا يعطى شيئا أصلا وا ن باشر وظيفته مادام الوقف محتاجا ا لى التعمير، وكل من عمل من المستحقين في العمارة فله أجرة عمله لا المشروط ولا قدر الكفاية فهذا غاية ما ظهر لي في تحرير هذا المقام الذي زلت فيه أقدام الافهام۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۲۰ تا ۵۲۴ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۴۸۵):

"شرط الواقف كنص الشارع" وهي ا حدى المسائل السبع التي يخالف فيها شرط الواقف كما بسطه في الأشباه وزاد ابن المصنف في زواهره ثامنة وهي ا ذا نص الواقف ورأى الحاكم ضم مشارف جاز كالوصي وعزاها لأنفع الوسائل (قوله وهي ا حدى المسائل السبع) الثانية شرط أن القاضي لا يعزل الناظر فله عزل غير الأهل الثالثة شرط أن لا يوجر وقفه أكثر من سنة والناس لا يرغبون في استئجار سنة أو كان في الزيادة نفع للفقراء فللقاضي المخالفة دون الناظر، الرابعة لو شرط أن يقرأ على قبره فالتعيين باطل أي على القول بكراهة القراء ة على القبر والمختار خلافه، الخامسة شرط أن يتصدق بفاضل الغلة على من يسأل في مسجد كذا فللقيم التصدق على سائل غير ذلك المسجد أو خارج المسجد أو على من لا يسأل، السادسة لو شرط للمستحقين خبزاً ولحما معينا كل يوم فللقيم دفع القيمة من النقد وفي موضع آخر لهم طلب المعين وأخذ القيمة أي فالخيار لهم لا له، وذكر في الدر المنتقى أنه الراجح، السابعة تجوز الزيادة من القاضي على معلوم الا مام ا ذا كان لا يكفيه وكان عالما تقيا، وهذه الأخيرة سيذكرها الشارح في فروع الفصل الآتي ويأتي الكلام عليها هناك، وزاد عليها أخرى وهي جواز مخالفة السلطان الشروط ا ذا كان أصل الوقف لبيت المال۔

(قوله وزاد ابن المصنف في زواهره) أي في حاشيته زواهر الجواهر على الأشباه والنظائر ونص عبارة أنفع الوسائل هكذا: ا ذا نص الواقف على أحد ألا يشارك الناظر في الكلام على هذا الوقف ورأى القاضي أن يضم ا ليه مشارفا يجوز له ذلك كالوصي ا ذا ضم ا ليه غيره حيث يصح ا هـ، وهذا حاصل ما يأتي عن المعروضات، قلت: وأوصلها فى الدر المنتقي ا لى ا حدى عشرة فراجعه، وزاد البيري مسئلتين الأولى ما ا ذا شرط أن لا يؤجر بأكثر

واقف کی شرطوں کے مطابق انجام پائیں گے، لیکن قاضی مصالح کے پیش نظر وقف کے انتظامات اور اس کے مصارف میں ایسی تبدیلی لاسکتا ہے جس سے مقاصد وقف فوت نہ ہوں۔

دفعہ(۴۸۶):

واقف کا شئ موقوفہ سے اپنی زندگی بھر کے لئے جزوی یا کلی طور پر ذاتی انتفاع کی شرط لگانا صحیح ہے۔

دفعہ(۴۸۷):

وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کی آمدنی مصارف وقف پر خرچ ہوگی، اور مصالح وقف کے پیش نظر وقف کی آمدنی سے خرید کردہ جائیداد کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔

من كذا وأجر المثل أكثر، والثانية لو شرط أن لا يؤجر لمتجوه أي لصاحب جاه فأجره منه بأجرة معجلة، واعترض بأن العلة الخوف على رقبة الوقف كما هو مشاهد قلت وينبغي التفصيل بين الخوف على الأجرة والخوف على الوقف، ففي الأول يصح بتعجيل الأجرة.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۳۸ ج۳)

ومثله ومؤيد أنه في رد المحتار تحت قول الدر المختار ليس للقاضي أن يقرر وظيفة في الوقف بغير شرط الواقف الخ۔ (ص۵۷۷۔۵۷۸ ج۳)

حوالہ دفعہ(۴۸۶):

(وجاز جعل غلة الوقف) (أو الولاية (لنفسه عند الثاني) وعليه الفتوي .
(الدر المختار علی ہامش الرد المختار، کتاب الوقف ص ۵۳۵ ج۳)

حوالہ دفعہ(۴۸۷):

(اشترى المتولى بمال الوقف دارا) للوقف (لا تلحق بالمنازل الموقوفة ويجوز بيعها فى الأصح) لأن لـلزومه كلاما كثيرا ولم يوجد ههنا (قوله اشترى بمال الوقف) أي بغلة الوقف كما عبر به في الخانية، وهو أولى احترازا عما لو اشترى ببدل الوقف فا نه يصير وقفا كالأول على شروطه وا ن لم يذكر شيئا كما مر في بحث الاستبدال، وقيده فى الفتح بما ا ذا لم يحتج الوقف ا لى العمارة وهو ظاهر ا ذ ليس له الشراء كما ليس له الصرف ا لى المستحقين كما مر.
(الدر المختار علی ہامش رد المختار، کتاب الوقف ص ۵۶۲ ج۳)

دفعہ (۴۸۸):

وقف کی تکمیل کے بعد اس کی تنسیخ نہیں ہوسکتی ہے۔

دفعہ (۴۸۹):

مرض الموت میں کیا گیا وقف واقف منسوخ نہیں کرسکتا، لیکن اگر شئی موقوفہ واقف کے کل ترکہ کے ایک تہائی سے زائد ہے تو زائد میں وقف نافذ نہیں ہوگا۔

دفعہ (۴۹۰):

مرض الموت میں واقف وقف کی وصیت کو منسوخ کرسکتا ہے، لیکن اگر اس نے اپنی زندگی

حوالہ دفعہ (۴۸۸):

(فا ذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن) فبطل شرط واقف الكتب الرهن.
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۰۷ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۴۸۹):

(الوقف في مرض موته كهبة فيه) من الثلث ...... (فا ن خرج) الوقف (من الثلث أو أجازه الوارث نفذ في الكل وا لا بطل في الزائد على الثلث) ولو أجاز البعض جاز بقدره.
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، ص ۵۴۵۔ ۵۴۶ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۴۹۰):

(والملك يزول) .... (بقضاء القاضي) .... (أو بالموت ا ذا علق به) أي بموته كا ذا مت فقد وقفت داري على كذا فالصحيح أنه كوصية تلزم من الثلث بالموت لا قبله، قلت ولو لوارثه وا ن ردوه لكنه يقسم كالثلثين (قوله أو بالموت) .... والحاصل أنه ا ذا علقه بموته فالصحيح أنه وصية لازمة لكن لم يخرج عن ملكه فلا يتصور فيه ببيع ونحوه بعد موته لما يلزمه من ا بطال الوصية، وله أن يرجع قبل موته كسائر الوصايا، وا نما يلزم بعد موته بحر، ومثله في الفتح ومحصل هذا أن المعلق بالموت لا يكون وقفا في الصحيح فلا يزول به الملك قبل الموت ولا بعده بل يكون وصية لازمة بعده حتى لا يجوز التصرف به لا قبله حتى جاز له الرجوع عنه، وهذا معنى قول الشارح فالصحيح أنه كوصية الخ فا نه قصد به تحويل كلام المصنف لأن كلامه فيما يزول به الملك لا فيما يلزم ولا ينافي هذا ما قدمناه من الاتفاق على التلازم بين اللزوم والخروج عن الملك لأن ذاك في الوقف وأما المعلق بالموت

میں منسوخ نہیں کیا تو اس کی موت کے بعد پورے ترکہ کی ایک تہائی تک وصیت نافذ ہوگی۔

دفعہ (۴۹۱):

اپنے اہل وعیال اور قرابت داروں پر وقف کرنا بھی صحیح ہے، بشرطیکہ آخری مصرف دائمی کار ثواب (مثلاً فقراء، مساجد، مدارس) کو قرار دیا گیا ہو۔

تولیت کا بیان

دفعہ (۴۹۲):

متولی کا مسلمان، عاقل، بالغ، امین اور منتظم ہونا ضروری ہے۔

فليس وقفا كما علمت فلا يلزم من لزومه وصية أن يخرج عن الملك.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف ص ۴۹۹ تا ۵۰۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۴۹۱):

جعل ريعه لنفسه أيام حياته ثم وثم جاز عند الثاني، وبه يفتى كجعله لولده.

(حوالہ دفعہ (۴۷۶) کی عبارت (ولايتم) الوقف (حتى يقبض) سے فاغتنم تحرير هذا المحل فا نك لا تجده في غير هذا الكتاب تک دیکھئے)

حوالہ دفعہ (۴۹۲):

(وينزع) وجوبا، بزازية (لو) الواقف، درر فغيره بالأولى (غير مامون) أو عاجزا أو ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه، فتح أو كان يصرف ماله في الكيمياء، نهر ...... (وا ن شرط عدم نزعه) أو أن لا ينزعه قاض ولا سلطان لمخالفته لحكم الشرع فيبطل كالوصي فلو مامونا لم تصح تولية غيره، أشباه (قوله غير مامون الخ) قال في الإسعاف ولا يولي ا لا أمين قادر بنفسه أوبنائبه لأنا لولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لأن المقصود لا يحصل به ...... وقالوا من طلب التولية على الوقف لا يعطى له وهو كمن طلب القضاء لا يقلد ١هـ والظاهر أنها شرائط الأولوية لا شرائط الصحة وا ن الناظر ا ذا فسق استحق العزل ولا ينعزل كالقاضي ا ذا فسق لا ينعزل على الصحيح المفتى به ويشترط للصحة بلوغه وعقله الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۳۱۔ ۵۳۲ ج ۳)

دفعہ(۴۹۳):

متولی مقرر کرنے کا اختیار اولاً واقف کو ہے، اس کے بعد اس کے وصی کو، اس کے بعد وقف سے فائدہ اٹھانے والوں کو، اس کے بعد معاملہ فہم دیانتدار محلّہ والوں کو، اس کے بعد قاضی کو۔

دفعہ(۴۹۴):

وقف کی تولیت کا اولین حق واقف کو ہے، اس لئے اگر واقف نے تولیت کی کوئی صراحت نہ کی ہو تو واقف ہی متولی ہوگا۔

حوالہ دفعہ(۴۹۳):

(ولاية نصب القيم ا لى الواقف ثم لوصيه) لقيامه مقامه ...... (ثم) ا ذا مات المشروط له بعد موت الواقف ولم يوص لأحد فولاية النصب (للقاضي) ا ذ لا ولاية لمستحق ا لا بتولية كما مر (قوله ولاية نصب القيم ا لى الواقف) قال في البحر قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وا ن لم يشترطها، وا ن له عزل المتولي وا ن من ولاه لا يكون له النظر بعد موته أي موت الواقف ا لا بالشرط على قول أبي يوسف، ثم ذكر عن التتارخانية ما حاصله أن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متوليا لمصالح المسجد فعند المتقدمين يصح، ولكن الأفضل كونه با ذن القاضي ثم اتفق المتأخرون أن الأفضل أن لا يعلموا القاضي في زماننا لماعرف من طمع القضاة في أموال الأوقاف وكذلك ا ذا كان الوقف على أرباب معلومين يحصى عددهم ا ذ نصبوا متوليا وهم من أهل الصلاح ا هـ قلت ذكروا مثل هذا في وصي اليتيم وأنه لو تصرف في ماله أحد من أهل السكة من بيع أو شراء جاز في زماننا للضرورة، وفي الخانية أنه استحسان، وبه يفتى وأما ولاية نصب الإمام والمؤذن فسيذكرها المصنف.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۵۶ ج ۳)

(الباني) للمسجد (أولى) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن في المختار ا لا ا ذا عين القوم أصلح ممن عينه) الباني (قوله الباني أولى) وكذا ولده وعشيرته أولى أي بلا تفصيل (قوله ا لا ا ذا عين القوم أصلح ممن عينه) لأن منفعة ذلك ترجع ا ليهم أنفع الوسائل.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۷۳ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۴۹۴):

(جعل) الواقف (الولاية لنفسه جاز) بالإجماع وكذا لو لم يشترط لأحد فالولاية له عند الثاني وهو ظاهر المذهب، نهر. (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۳۱ ج ۳)

دفعہ(۴۹۵):

واقف اپنے مقرر کردہ متولی کو معزول کرسکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے اپنے کسی حکم کے ذریعہ اس کی تولیت کو برقرار نہ رکھا ہو۔

دفعہ(۴۹۶):

واقف جتنی مدت تک کے لئے چاہے، ایک یا کئی متولی مقرر کرسکتا ہے، اگر واقف نے متولی کی تولیت کی مدت کی صراحت نہیں کی تو واقف کی موت کے ساتھ متولی کی تولیت ختم ہو جائے گی۔

دفعہ(۴۹۷):

واقف یکے بعد دیگرے ہونے والے متولیوں کی ترتیب قائم کرسکتا ہے۔

حوالہ دفعہ(۴۹۵):

وفيها للواقف عزل الناظر مطلقا به يفتى .... ولو لم يجعل ناظرا فنصب القاضي لم يملك الواقف ا خراجه (قوله وفيها) أي في الأشباه (قوله للواقف عزل الناظر مطلقا) أي سواء كان بجنحة أو لا، وسواء كان شرط له العزل أو لا، وهذا عند أبي يوسف لأنه وكيل عنه، وخالفه محمد كما في البحر أي لأنه وكيل الفقراء عنده، وأما عزل القاضي للناظر فقدمنا الكلام عليه عند قوله وينزع لو غير مامون الخ (قوله فنصب القاضي) عبارة الأشباه فنصب القاضي له قيما وقضى بقوامته وظاهره أن القضاء شرط لعدم ا خراج الوقف له، وذكر البيرى أن المنصوب الواقف كذلك ا ذا قضى القاضي بقوامته لا يملك الواقف ا خراجه وعزاه للأجناس. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۷۰۔۵۷۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۴۹۶):

(قوله ولاية نصب القيم ا لى الواقف) قال في البحر قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وا ن لم يشترطها، وا ن له عزل المتولي وا ن من ولاه لا يكون له النظر بعد موته أي موت الواقف ا لا بالشرط على قول أبي يوسف. (رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۶۶ ج ۳)

قدمنا عن البحر أن المتولي ينعزل بموت الواقف ا لا ا ذا جعله قيما في حياته وبعد موته. (رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۶۸)

حوالہ دفعہ(۴۹۷):

فى أنفع الوسائل عن أوقاف هلال ونصه ا ذا شرط الواقف ولاية هذه الصدقة ا لى

دفعہ(۴۹۸):

واقف کی موت کے بعد جائیداد موقوفہ کی تولیت کا اختیار اس کے وصی کو حاصل ہوگا، وصی چاہے تو خود جائیداد موقوفہ کا انتظام سنبھالے یا دوسرے کو متولی نامزد کردے۔

دفعہ(۴۹۹):

اگر وصی نے اپنے مقرر کردہ متولی کی تولیت کو اپنی موت کے بعد کے زمانہ تک کے لئے عام نہ کیا ہو تو وصی کی موت سے متولی خود بخود معزول ہو جائے گا۔

دفعہ(۵۰۰):

اگر واقف اپنی موت کے وقت کسی کو وصی مقرر کردے جب کہ اپنی موت کے بعد کے زمانے کے لئے کسی دوسرے کو متولی بھی بنا رکھا ہے تو وصی بھی متولی قرار پا کر نامزد متولی کے ساتھ شریک کار رہے گا، خواہ واقف نے وصی کی تولیت کی صراحت کی ہو یا نہیں۔

دفعہ(۵۰۱):

اگر کسی وقف کے دو متولی ہوں تو ایک کا تصرف دوسرے کی رائے کے بغیر معتبر نہ ہوگا۔

عبدالله ومن بعد عبد الله ا لى زيد فمات عبد الله وأوصى ا لى رجل أن يكون للوصي ولاية مع زيد، قال لا يجوز له ولاية مع زيد ا هـ۔ (ردالمحتار ص ۵۷۰ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۴۹۸) و (۵۰۰):

(ولاية نصب القيم ا لى الواقف ثم لوصيه) لقيامه مقامه .... ولو جعل النظر لرجل ثم جعل آخر وصيا كانا ناظرين ما لم يخصص، وتمامه في الاسعاف، فلو وجد كتابا وقف في كل اسم متول وتاريخ الثاني متأخر اشتركا، بحر.

(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الوقف ص ۵۶۶۔۵۶۷ ج ۳)

حوالہ دفعہ(۴۹۹) کے لئے حوالہ دفعہ(۴۹۶) دیکھئے۔

حوالہ دفعہ(۵۰۱):

(وبطل فعل أحد الوصيين كالمتوليين) فا نهما في الحكم كالوصيين، أشباه ووقف

دفعہ (۵۰۲):

درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہوتو قاضی متولی مقرر کرے گا: واقف زندہ ہے مگر وہ جائیداد موقوفہ کے انتظامات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، اور نہ متولی مقرر کرتا ہے۔ یا واقف مر چکا ہے مگر اس نے نہ تو کوئی متولی مقرر کیا تھا، اور نہ اس کا کوئی وصی ہے اور نہ وصی کا وصی، تو قاضی متولی مقرر کرے گا۔

دفعہ (۵۰۳):

قاضی پر لازم ہے کہ نااہل اور خائن متولی کو معزول کردے، ایسا متولی خواہ واقف ہو، یا واقف ہی نے کیوں نہ مقرر کیا ہو۔

القنية ومفاده أنه لو آجر أحدهما أرض الوقف لم تجز بلا رأي الآخر وقد صارت واقعة الفتوى. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الوصی ص ۶۱۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۵۰۲):

(ولاية نصب القيم ا لى الواقف ثم لوصيه) لقيامه مقامه ...... (ثم ا ذا مات المشروط له بعد موت الواقف ولم يوص لأحد فولاية النصب (للقاضي) ...... (قوله ثم لوصيه) فلو نصب الواقف عند موته وصيا ولم يذكر من أمر الوقف شيئا تكون ولاية الوقف ا لى الوصي، بحر ومقتضى قولهم وصيالقاضي كوصي الميت ا لا في مسائل أن وصي القاضي هنا كذلك لعدم استثنائه من الضابط المذكور، أفاده الرملي قلت ووصى الوصى كما يأتي (قوله بعد موت الواقف) قيد به لأنه لو مات قبله قال في المجتبى ولاية النصب للواقف، وفي السير الكبير قال محمد النصب للقاضي ا هـ، وفي الفتاوى الصغرى الرأي للواقف لا للقاضي فا ن كان الواقف ميتا فوصيه أولى من القاضي فا ن لم يكن أوصى فالرأى للقاضي .... فأفاد أن ولاية القاضي متأخرة عن المشروط له ووصيه (قوله ولم يوص) أي المشروط في المجتبى أن لا يكون المتولي أوصى به لآخر عند موته فا ن أوصى لا ينصب للقاضيا هـ، قلت فهذا ا ذا لم يكن الواقف شرط بعد المتولي المذكور ا لى آخر لأنه يصير مشروطا أيضا يأتي بيانه قريبا. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۶۶ تا ۵۶۸ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۵۰۳):

(ونـزع) وجوبا، بزازية (لو) الوقف، درر فغيره بالأولى (غير مامون) أو عاجزا أو ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه، فتح أو كان يصرف ماله فى الكيمياء، نهر ...... (وا ن شرط عدم نزعه) أو أن لا ينزعه قاض ولا سلطان لمخالفته لحكم الشرع فيبطل كالوصي فلو مامونا لم

دفعہ (۵۰۴):

واقف یا اس کے وصی کے مقرر کردہ متولی کو قاضی کسی شرعی وجہ کے بغیر معزول نہیں کرسکتا، لیکن قاضی کے مقررہ کردہ متولی کو قاضی معزول کرسکتا ہے۔

دفعہ (۵۰۵):

متولی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ وقف کا حساب عندالطلب واقف یا وقف سے فائدہ اٹھانے والوں یا معاملہ فہم دیانتدار محلّہ والوں یا قاضی کے سامنے پیش کرے۔

دفعہ (۵۰۶):

واقف یا اس کا قائم مقام یا قاضی متولی کے لئے اجرت مقرر کرسکتا ہے۔

تصح تولية غيره، أشباه (قوله لوالواقف) أي لو كان المتولي هوالواقف (قوله فغيره بالأولى) قال في البحر واستفيد منه أن للقاضي عزل المتولي الخائن غير الواقف بالأولى.
(الدرالمختار مع ردالمختار، کتاب الوقف ص ۵۳۱ تا ۵۳۲ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۵۰۴):

(قوله فلو مامونا لم تصح تولية غيره) قال في شرح الملتقى معزيا ا لى الأشباه لا يجوز للقاضي عزل الناظر المشروط له النظر بلا خيانة ولو عزله لا يصير الثاني متوليا ويصح عزل الناظر بلا خيانة لا منصوب القاضي أي لا الواقف وليس للقاضي في الثاني أن يعيده وا ن عزله الأول بلا سبب لحمل أمره على السداد ا لا أن تثبت أهليته١ هـ، وأما الواقف فله عزل الناظر مطلقا به يفتى، ولو لم يجعل ناظرا فنصبه القاضي لم يملك الواقف ا خراجه كذا في فتاوى صاحب التنوير ١هـ بتصرف .

حوالہ دفعہ (۵۰۵):

لا تلزم المحاسبة في كل عام ويكتفي القاضي منه بالإجمال لو معروفا بالأمانة ولو متهما يجبره على التعيين شيئا فشيئا ولا يحبسه بل يهدده ولو اتهمه يحلفه، قنية وقدمنا في الشركة أن الشريك والمضارب والوصي والمتولي لا يلزم بالتفصيل. (الدرالمختار علی ہامش ردالمختار ص ۵۸۸ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۵۰۶):

وفي البيري عن حاوي الحصيري عن وقف الأنصاري فا ن لم يكن من يتولى من جيران الواقف وقرابته ا لا برزق ويفعل واحد من غيرهم بلا رزق فذلك ا لى القاضي ينظر فيما هو الأصلح لأهل الوقف ١هـ . (ردالمختار، کتاب الوقف ص ۵۳۴ ج ۳)

دفعہ (۵۰۷):

اگر کسی مسجد کا باضابطہ کوئی وقف نامہ نہیں ہے یا وقف نامہ میں تولیت اور اس کی ترتیب مقرر نہیں کی گئی ہے تو اس مسجد کے مصلیوں کو متولی مقرر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

دفعہ (۵۰۸):

متولی مصالح وقف کے بغیر وقف کے لئے قرض نہیں لے سکتا ہے، اگر متولی نے بغیر مصلحت وقف کے ایسا کیا تو اس قرض کی ذمہ داری متولی کی ذات پر ہوگی۔

حوالہ دفعہ (۵۰۷):

(الباني) للمسجد (أولى) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن في المختار ا لا ا ذا عين القوم أصلح ممن عينه) الباني (قوله الباني أولى) وكذا ولده وعشيرته أولى من غيرهم، أشباه (قوله بنصب الإمام والمؤذن) أما في العمارة فنقل في أنفع الوسائل أن الباني أولى أي بلا تفصيل (قوله ا لا ا ذا عين القوم أصلح ممن عينه) لأن منفعة ذلك ترجع ا ليهم، أنفع الوسائل.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۷۳ ج ۳، نیز حوالہ (۴۹۳) بھی دیکھئے)

حوالہ دفعہ (۵۰۸):

لا تجوز الاستدانة على الوقف ا لا ا ذا احتيج ا ليها لمصلحة الوقف كتعمير وشراء بذر فيجوز بشرطين: الأول ا ذن القاضي فلو يبعد منه يستدين بنفسه، الثاني أن لا تتيسر ا جارة العين والصرف من أجرتها، والاستدانة القرض والشراء نسيئة وهل للمتولي شراء متاع فوق قيمته ثم بيعه للعمارة ويكون الربح على الوقف الجواب نعم ...... (قوله والاستدانة القرض والشراء نسيئة) صوابه الاستقراض اهـ، وتفسير الاستدانة كما فى الخانية أن لا يكون للوقف غلة فيحتاج ا لى القرض والاستدانة أما ا ذا كان للوقف غلة فأنفق من مال نفسه لا صلاح الوقف كان له أن يرجع بذلك في غلة الوقف اهـ، ومفاده أن المراد بالقرض الإقراض من ماله لا الاستقراض من مال غيره لدخوله في الاستدانة (قوله فوق قيمته) أي شراء بثمن مؤجل فوق ما يباع بثمن حال لأن قيمة المؤجل فوق قيمة الحال حرره ابن وهبان، أشباه لكن في القنية لو لم يكن فيه غلة للعمارة في الحال فاستقرض العشر بثلاثة عشر في السنة واشترى من المقرض شيئا يسيرا بثلاثة دنانير يرجع في غلته بالعشرة وعليه الزيادة اهـ قال في البحر وبه اندفع ما ذكره ابن وهبان من أنه لا جواب للمشائخ فيها اهـ ومثله في شرح المقدسي وكذا نقل البيري عن التتارخانية مثل ما في القنية وقال هذا الذى يفتى به ومنشأ ما حرره ابن وهبان عدم الوقوف على تحرير الحكم ممن تقدمه والعجب من المصنف أي صاحب الأشباه كيف اختاره ورضي به اهـ۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۸۰ تا ۵۸۲ ج ۳)

دفعہ (۵۰۹):

موقوفہ مکان ہو یا اراضی اگر واقف نے اسے کرایہ پر دینے کے لئے کوئی مدت مقرر کردی ہو تو متولی اس کا پابند ہوگا۔

دفعہ (۵۱۰):

اگر واقف نے کوئی مدت مقرر نہیں کی ہو تو مکان موقوفہ ایک سال سے زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا ہے۔

دفعہ (۵۱۱):

اراضی موقوفہ میں اگر زمین یا کاشت کی نوعیت ایسی ہو کہ کرایہ دار کو ایک سال کی مدت میں

حوالہ دفعہ (۵۰۹) تا (۵۱۱):

(فصل يراعى شرط الواقف في ا جازته) فلم يزد القيم بل القاضي لأن له ولاية النظر لفقير وغائب وميت (فلو أهمل الواقف مدتها قيل تطلق) الزيادة للقيم (وقيل تقيد لسنة) مطلقا (وبها) أي بالسنة (يفتى فى الدار وبثلاث سنين في الأرض) ا لا ا ذا كانت المصلحة بخلاف ذلك وهذا مما يختلف زمانا وموضعا، وفي البزازية لو احتيج لذلك يعقد عقودا فيكون العقد الأول لازما لأنه ناجز والثاني لا لأنه مضاف، قلت لكن قال أبوجعفر الفتوى على ا بطال الإجارة الطويلة ولو بعقود ذكره الكرماني في الباب التاسع عشر، وأقره قدري آفندي وسيجئ في الإجارة ...... (قوله ا لا ا ذا كانت المصلحة بخلاف ذلك) .... وفي فتاوى قاري الهداية ا ذا لم تحصل عمارة الوقف ا لا بذلك يرفع الأمر للحاكم ليؤجره أكثرها، ا ذا احتيج ا لى عمارته من أجرته يؤجره الحاكم مدة طويلة بقدر ما يعمر به (تنبيه) محل ما ذكر من التقييد ما ا ذا كان المؤجر غير الواقف لما في القنية ...... (قوله الفتوى على ا بطال الإجارة الطويلة ولو بعقود) .... قلت لكن الكلام هنا عند الحاجة، فا ذا اضطر ا لى ذلك لحاجة عمارة الوقف بتعجيل أجرة سنين مستقبلة يزول المحذور الموهوم عند وجود الضرر المتحقق، فالظاهر تخصيص بطلان هذه الإجارة بما عدا هذه الصورة وهو جعلها حيلة لتطويل المدة فتدبر، الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف ص ۵۴۸۔ ۵۵۰ ج ۳)

(ولم تزد في الأوقاف على ثلاث سنين) في الضياع وعلى سنة في غيرها كما مر في بابه والحيلة أن يعقد عقودا متفرقة كل عقد سنة بكذا فيلزم العقد الأول لأنه ناجز لا الباقي لأنه

کامل انتفاع حاصل نہیں ہوتا، یا زمین کو قابل کاشت بنانے ہی میں سال گذر جاتا ہے تو ایسی صورت میں قاضی کی اجازت سے زیادہ سے زیادہ تین سال تک کے لئے زمین کرایہ پر دی جاسکتی ہے۔

دفعہ (۵۱۲):

مخصوص حالات میں جب کہ ایک سال یا تین سال کی مدت تک کرایہ داری کو محدود کرنے میں کرایہ دار نہیں ملے یا کم کرایہ ملے جس سے وقف کو نقصان ہو تو قاضی کی اجازت سے مدت اجارہ

مضاف فللمتولي فسخه، خانية وفيها لو شرط الواقف مدة يتبع ا لا ا ذا كانت ا جارتها أكثر نفعا فيؤجر القاضي لا المتولي لأن ولايته عامة، قلت وقدمنا في الوقف أن الفتوى على ا بطال الإجارة الطويلة ولو بعقود وسيجئ متنا فليراجع وليحفظ ...... (قوله كما مر في بابه) أي في كتاب الوقف متنا قال الشارح هناك ا لا ا ذا كانت المصلحة بخلاف ذلك وهذا مما يختلف زمانا وموضعا ا هـ (قوله ا لا ا ذا كانت الخ) بأن كان الناس لا يرغبون في استئجارها سنة وا يجارها أكثر من سنة أدر على الوقف وأنفع للفقراء، ا سعاف (قوله وسيجئ متنا) لم أره نعم سيجئ شرحا بعد صفحة.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الاجارۃ ص ۵۔۶ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۵۱۲):

(ولم تزد في الأوقاف على ثلاث سنين) في الضياع وعلى سنة فى غيرها كما مر في بابه والحيلة أن يعقد عقودا متفرقة كل عقد سنة بكذا فيلزم العقد الأول لأنه ناجز لا الباقي لأنه مضاف فللمتولى فسخه، خانية وفيها لو شرط الواقف مدة يتبع ا لا ا ذا كانت ا جارتها أكثر نفعا فيؤجرها القاضي لا المتولي لأن ولايته عامة (قوله والحيلة) أي ا ذا احتاج القيم أن يؤجر الوقف ا جارة طويلة (قوله ا ذا كانت الخ) بأن كان الناس له لا يرغبون في استئجارها سنة وا يجارها أكثر من سنة أدر على الوقف وأنفع للفقراء اسعاف (قوله فيؤجرها القاضي) قال في الإسعاف ولو استثنى في كتاب وقفه فقال لا تؤجر أكثر من سنة ا لا ا ذا كان أنفع للفقراء فحينئذ يجوز ا يجارها ا ذا رأى ذلك خيرا من غير .... رفع القاضي للا ذن منه له فيه.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الاجارۃ ص ۵ ج ۵)

فلم يزد القيم بل القاضي لأن له ولاية النظر لفقير وغائب وميت (قوله فلم يزد القيم) يعني ا جارتها أكثر من سنة أنفع للفقراء فليس للقيم أن يؤجرها أكثر من سنة بل يرفع الأمر للقاضي حتى يؤجرها لأن له ولاية النظر للفقراء والغائب والميت، وا ن لم يشترط الواقف فللقيم ذلك بلا ا ذن القاضي كما في المنح عن الخانية ولو استثنى فقال لا تؤجر أكثر من سنة ا لا ا ذا كان أنفع للفقراء فللقيم ذلك ا ذا رآه خيرا بلا ا ذن القاضي، اسعاف.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ ص ۵۴۸۔ ۵۴۹ ج ۳)

میں اتنا اضافہ کیا جاسکتا ہے جس سے وقف پر مالکانہ قبضہ کا خطرہ نہ ہو۔

دفعہ (۵۱۳):

اگر کرایہ کا معاملہ کسی وجہ سے باطل یا فاسد ہوگیا، لیکن کرایہ دار نے مال موقوف سے فائدہ اٹھالیا، یا اپنے قبضہ میں رکھا تو جتنے دنوں تک اس نے فائدہ اٹھایا یا اپنے قبضہ میں رکھا اتنے دنوں کی اجرت مثل (رائج کرایہ) اس پر لازم ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے مال موقوف کو غصب کرلیا اور اس سے فائدہ اٹھایا یا صرف اس پر اپنا غاصبانہ قبضہ رکھا تو جتنے دنوں تک اس نے فائدہ اٹھایا، یا اپنے قبضہ میں رکھا اتنے دنوں کی اجرت مثل اس پر لازم ہوگی۔

دفعہ (۵۱۴):

دعوائے ملکیت یا غاصبانہ قبضہ کے خطرہ کے سدباب کے لئے ارض موقوفہ پر کرایہ دار کو ذاتی

حوالہ دفعہ (۵۱۳):

(یفتی بالضمان في غصب عقار الوقف وغصب منافعه) أو ا تلافها كما لو سكن بلا ا ذن أو أسكنه المتولي بلا أجر كان على الساكن أجر المثل ولو غير معد للاستغلال به يفتى صيانة للوقف و كذا منافع مال اليتيم درر (و كذا) يفتى (بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه) حاوى القدسى ومتى قضى بالقيمة شرى بها عقارا آخر فيكون وقفا بدل الأول.
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ ص ۵۵۵ ج ۳)

وهذا (ا ذا كانت الإجارة صحيحة أما في الفاسدة فلا) يجب الأجر (ا لا بحقيقة الانتفاع) كما بسط في العمادية وظاهر ما في الاسعاف ا خراج الوقف فتجب أجرته في الفاسدة بالتمكن كذا في الأشباه. (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الاجارۃ ص ۹ ج ۳)

(متولي أرض الوقف أجرها بغير أجر المثل يلزم مستأجرها) أي مستأجر أرض الوقف لا المتولي كما غلط فيه بعضهم (تمام أجر المثل) على المفتى به (يفتى بالضمان في غصب عقار الوقف وغصب منافعه و كذا يفتى بكل ما هو أنفع للوقف) فيما اختلف فيه العلماء حتى نقضوا الإجارة عند الزيادة الفاحشة نظراً للوقف وصيانة لحق الله تعالى.
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الاجارۃ ص ۱۷ ج ۵، وہکذا فی ص ۳۸ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۵۱۴):

(ولو استأجر أرض وقف وغرس فيها) وبنى (ثم مضت مدة الإجارة فللمستأجر

استیفاؤها بأجر المثل ا ذا لم یکن في ذلك ضرر) بالوقف (ولو أبی الموقوف علیهم ا لا القلع لیس لهم ذلك) کذا في القنیة قال في البحر وبهذا تعلم مسئلة الأرض المحتکرة وهي منقولة أیضا في أوقاف الخصاف (قوله وبنی) الواو بمعنی أو ط (قوله کذا في القنیة) الا شارة لجمیع ما ذکره المصنف وأفتی به في الخیریة. وأفتی به في الحامدیة لکنه في الخیریة أفتی في موضع آخر بخلافه وقال یقلع وتسلم الأرض لناظر الوقف کما صرحت به المتون قاطبة ١هـ أقول وحیث کان مخالفا للمتون فکیف یسوغ الإفتاء به مع أنه من کلام القنیة ولا یعمل بما فیها ا ذا خالف غیره کما صرح به ابن وهبان وغیره، وما في المتون قد أقره الشراح وأصحاب الفتاوی ...... وحیث قدم ما في الشروح علی ما اتفق علیه أصحاب الفتاوی في تلك المسئلة فما اتفق علیه الکل أولی بالتقدیم، فلیت المصنف لم یذکره في متنه ...... علی أن ما في القنیة لو قوي بما ذکره الخصاف کما یأتي وفرض أن ذلك صار صالحا لمعارضة المتون والشروح والفتاوی لا یفتی به لما مر أنه یفتی بکل ما هو أنفع للوقف مما اختلف العلماء فیه، وبنوا علیه تصحیح القول بفسخ الإجارة لزیادة أجر المثل في المدة کما مر وکل ذلك صار الأمر فیه بالعکس في زماننا حتی أن القضاة حیث لم یجدوا حیلة في المذهب علی الوقف توسلوا ا لیها بمذهب الغیر فآل الأمر ا لی الاستیلاء علی الأوقاف واندراس المساجد والمدارس والعلماء وافتقار المستحقین وذراري الواقفین، وا ذا تکلم أحد بین الناس بذلك یعدون کلامه منکر من القول وهذه بلیة قدیمة فقد ذکر العلامة قنالي زاده ما ملخصه أن مسئلة البناء والغرس علی أرض الوقف کثیرة الوقوع في البلدان ...... فا ن بساتینها کثیرة وأکثرها أوقاف غرسها المستأجرون وجعلوها أملاکا وأکثر ا جارتها بأقل من أجر المثل ا ما ابتداء وا ما بزیادة الرغبات، وکذلك حوانیت البلدان، فا ذا طلب المتولي أو القاضي رفع ا جاراتها ا لی أجر المثل یتظلم المستأجرون ویزعمون أنه ظلم وهم ظالمون ...... فیجب علی کل قاض عادل عالم وعلی کل قیم أمین غیر ظالم أن ینظر في الأوقاف، فا ن کان بحیث ا ذا رفع البناء والغرس تستأجر بأکثر أن یفسخ الإجارة ویرفع بناء وغرسه أو یقبلها بهذه الأجرة وقلما یضر الرفع بالأرض فا ن الغالب أن فیه نفعا وغبطة (قوله المحتکرة) قال في الخیریة الاستحکار عقد ا جارة یقصد بها استبقاء الأرض مقررة للبناء والغرس أو لأحدهما (قوله وهي منقولة الخ) الضمیر لمسئلة القنیة ...... وقد أفتی بخلافه في فتاواه قبیل باب ضمان الأجیر في خصوص الأرض المحتکرة فقال للقیم أن یطالب برفع البناء وتسلیم الأرض فارغة کما هو مستفاد من ا طلاقاتهم ١هـ ولا یخفی أن الضرر الآن متحقق وقد صرح الا سعاف لو تبین المستأجر یخاف منه علی رقبة الوقف یفسخ القاضي الإجارة ویخرجه من یده ١هـ فکیف تؤجر منه بعد مضی مدتها. (الدر المختار مع رد المحتار، باب ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیها ص ٣٦ - ٣٧ ج ٥)

دے دی یا اس نے از خود بنالیا اور کرایہ کی مدت ختم ہوگئی تو اگر چہ وہ رائج کرایہ دینے کے لئے تیار ہو اور اس کے غاصبانہ قبضہ کا ظن غالب بھی نہ ہو تو بھی متولی پر اسے کرایہ دار باقی رکھنا لازم نہیں ہے۔ اور اگر مذکورہ خطرہ کا ظن غالب ہو یا وہ رائج کرایہ دینے پر آمادہ نہیں ہو تو متولی پر لازم ہے کہ اسے کرایہ دار باقی نہ رکھے، اور اگر ارض موقوفہ کو نقصان پہونچنے کا خطرہ نہ ہو تو اسے عمارت بنالینے پر بھی مجبور کرے، اور اگر نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو تو اسے مکان بنانے کی اجازت نہ دے، بلکہ کرایہ دار کو وقف کے ہاتھ ملبہ فروخت کرنے پر مجبور کرے، اور اگر وقف کے پاس رقم نہ ہو تو ایسے شخص کے ہاتھ ملبہ فروخت کرنے پر مجبور کرے جس سے وقف کو غصب کا خطرہ نہ ہو، اور جب تک ان میں سے کوئی شکل ممکن نہ ہو ارض موقوفہ بشمول عمارت دوسرے شخص کو کرایہ دے دے یہاں تک کہ عمارت ٹوٹ پھوٹ جائے اور اس کا ملبہ مالک کو واپس مل جائے، اور اس مدت کے اندر حاصل شدہ کرایہ مالک عمارت اور وقف دونوں پر اس کے اپنے اپنے حصے کے لحاظ سے تقسیم ہوگا۔

دفعہ(۵۱۵):

اگر ارض موقوفہ میں کرایہ دار کی کھیتی لگی ہے اور کرایہ کی مدت ختم ہوگئی تو کھیتی کٹنے تک کرایہ کی

(و) تـصـح ا جـارـة أرض (للبناء والغرس) وسائرالانتفاعات .... (فا ن مضت المدة قـلـعهـمـا وسـلـمـهـمـا فـارغة) لـعدم نهايتهما (ا لا أن يغرم له المؤجر قيمته أي البناء والغرس (مـقـلـوعا) .... (ويتملكه) بالنصب عطفا على يغرم ...... (بتركه) ...... أي البناء والغرس (فيـكـون البـنـاء والغرس لهذا، والأرض لهذا وهذا الترك أن يأجر فا جارة وا لا فا عارة فلهما أن يـواجـرهـما لثالث ويقسما الأجر على قيمة الأرض بلا بناء وعلى قيمة البناء بلا أرض، فيأخذ كـل حـصتـه، مـجتبى (قـولـه قلعهما) أي ا لا أن يكون في الغرس ثمرة فيبقى بأجر المثل ا لى الا دراك ط. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۵ ج ۵)

حوالہ دفعہ(۵۱۵):

(والـمستـأجـر الأول أولى من غيره ا ذا قبل الزيادة ......) (قوله والمستأجر الأول أولى الخ) ...... (قـولـه ا ذا قبل الزيادة) أي الزيادة المعتبرة عند الكل كما مر بيانها فا ن قبلها فهو الأحق وا لا آجرها من الثاني ا ذا كانت الأرض خالية من الزراعة وا لا وجبت الزيادة على المستأجر الأول من وقتهـا ا لـى أن يستـحـصـد الـزرع لأن شغلها بملكه يمنع من صحة ا يجارها لغيره فا ذا استحصد فسخ وأجر من غيره، وكذا لو كان بنى فيها أو غرس، لكن هنا يبقى ا لى انتهاالعقد لأنه لا نهاية

مدت بڑھادی جائے گی اور کرایہ دار سے اجرت مثل وصول کیا جائے گا۔

دفعہ(۵۱۶):

اگر کرایہ کی طے شدہ مدت ختم ہونے سے پہلے اجرت مثل میں اضافہ ہوجائے تو متولی کو یہ معاملہ درمیان ہی میں فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ(۵۱۷):

متولی پر لازم ہے کہ کرایہ دار کو اشیاء موقوفہ اجرت مثل ہی پر دے، اگر اس نے اجرت مثل میں کوئی قابل لحاظ کمی کردی ہے تو بھی کرایہ دار پر اجرت مثل ہی لازم ہوگی۔

معلومة للبناء والغراس بخلاف الزرع فا ذا انتهى العقد فقد مر بيانه قبل الفصل في قوله وأما حكم الزيادة في الأرض المحتكرة الخ وقدمنا أن المناسب ذكرها هنا.
(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الإ جارۃ ص ۲۷ ج۵)

(ولو استأجر أرض وقف وغرس فيها) وبنى (ثم مضت مدة الإجارة فللمستأجر استيفاء ها بأجر المثل ا ذا لم يكن في ذلك ضرر) بالوقف ...... يترك بأجر المثل ا لى ا دراكه) رعاية للجانبين لأن له نهاية كما مر. (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الإ جارۃ ص ۲۷ ج۵)

حوالہ دفعہ(۵۱۶)

(و يؤجر بـ) أجر (المثل) و (لا يجوز (بالأقل) .... (فلو رخص أجره) بعد العقد (لا يفسخ العقد) للزوم الضرر (ولو زاد) أجره (على أجر مثله قيل يعقد ثانيا به على الأصح) فى الأشباه ولو زاد أجر مثله فى نفسه بلا زيادة أحد للمتولي فسخها، به يفتى وما لم يفسخ فله المسمى (وقيل لا) يعقد به ثانيا (كزيادة) واحد (تعنتا) فا نها لا تعتبر، وسيجئ في الإجارة ...... (قوله ولو زاد أجره) أي بعد العقد على أجر مثله أي الذي كان وقت العقد، وقيد فى الحاوي القدسي الزيادة بالفاحشة.
(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف في اجارتہ ص ۵۵۰۔ ۵۵۱ ج۳)

(زاد أجرالمثل فى نفسه من غير أن يزيد أحد، فللمتولي فسخها وما لم يفسخ كان على المستأجر المسمى) به يفتى . (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الاجارۃ ص۷۸ ج۵)

حوالہ دفعہ(۵۱۷):

(و) الموقوف (ا ذا أجره المتولي بدون أجر المثل لزم المستأجر) لا المتولي كما غلط فيه بعضهم (تمامه) أي تمام أجر المثل (كأب) وكذا وصى، خانية (أجر منزل صغير بدونه)

دفعہ(۵۱۸):

کسی زمین کے شرعاً مسجد ہونے کے لئے صحت وقف کی دیگر شرطوں کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ واقف اس کو اپنی یا دوسرے کی مملوکہ چیزوں سے تقسیم کے ذریعہ اس طرح الگ اور ممتاز کردے کہ زمین سے واقف کا یا کسی دوسرے کا کوئی حق متعلق نہ رہے، چنانچہ اگر کسی نے ایسی زمین کو مسجد بنایا جو اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے تو وہ زمین مسجد کی نہیں ہوگی۔

دفعہ(۵۱۹):

کسی زمین کے مسجد ہونے کے لئے اس کے راستہ کو بالصراحت اپنی ملکیت سے نکال کر

فا نه يلزم المستأجر تمامه ا ذ ليس لكل منهما ولاية الحط والإسقاط.

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی الاجارۃ ص ۵۵۴ ج ۳، وہکذا فی الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الاجارۃ ص ۱۷ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۵۱۸) و (۵۱۹):

(والـمـلك يـزول) عـن الموقوف بأربعة با فراز مسجد (قوله با فراز مسجد) عبر بالإفراز لأنه لو كان مشاعا لا يصح ا جماعا وأفاد أنه يلزم بالقضاء.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف ص ۴۹۹ ج ۳)

(ولا يتـم) الـوقف (حتـى يقبض) لم يقل للمتولي لأن تسليم كل شيء بما يليق به، ففي المسجد بالإفراز، وفي غيره بنصب المتولي وبتسليمه ا ياه، ابن كمال (ويفرز) فلا يجوز وقف مشـاع يـقسـم خـلافـا لـلثاني ...... (قوله المسجد بالإفراز) أي والصلوة فيه كما سيأتي وفي الـمـقبـرة بـدفن واحد فصاعدا با ذنه، وفي السقاية بشرب واحد، وفي الخان بنزول واحد من الـمـارة، لكن السقاية التي تحتاج ا لى صب الماء فيها والخان الذي ينزله الحاج بمكة والغزاة بـالثـغـر لابـد فيهـما من التسليم ا لى المتولي لأن نزولهم يكون في السنة مرة، فيحتاج ا لى من يـقـوم بمصالحه وا لى من يصب الماء فيها، اسعاف (قوله وفى غيره) أي غير المسجد ونحوه مـمـا ذكـرنـا، وفـي الـقهستـانـي أن التسليم ليس بشرط ا ذا جعل الواقف نفسه قيما ولا يعتبر التسـليـم للمشرف لأنه حافظ لا غير ا هـ (قـولـه ويفرز) أي بالقسمة وهذا الشرط وا ن كان مـفـرغا على اشتراط القبض لأن القسمة من تمامه ا لا أنه نص عليه ا يضاحا وأبو يوسف لما لم يشترط التسـليـم أجـاز وقف الـمشـاع والخلاف فيما يقبل القسمة أما ما لا يقبلها كالحمام والبئـر والـرحـى فيـجـوز اتفاقا ا لا في المسجد والمقبرة، لأن بقاء الشركة يمنع الخلوص لله تعالى، نهر وفتح.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف ص ۵۰۳ـ ۵۰۴ ج ۳)

مسجد کے لئے مختص کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ مسجد کے حق کے طور پر راستہ خود بخود مسجد کے لئے وقف ہو جائے گا، اور واقف کی ملکیت اس پر سے زائل ہو جائے گی۔

دفعہ (۵۲۰):

قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ متولی پر کسی کو نگراں بنادے، اگر متولی کی خیانت کی بنیاد پر نگراں مقرر کیا ہے تو متولی اپنے عمل میں آزاد نہیں ہوگا، ورنہ آزاد ہوگا۔

(ويزول ملكه عن المسجد والمصلى) بالفعل و (بقوله جعلته مسجدا) عند الثانى (وشرط محمد) والإمام (الصلوة فيه) بجماعة، وقيل يكفى واحد وجعله فى الخانية ظاهر الرواية (قوله ويزول الخ) اعلم أن المسجد يخالف سائر الأوقاف في عدم اشتراط التسليم ا لى المتولي عند محمد وفي منع الشيوع عند أبي يوسف وفي خروجه عن ملك الواقف عند الإمام وا ن لم يحكم به حاكم كما في الدرر وغيره. (قوله بالفعل) أي بالصلوة فيه ...... ويصح أن يراد بالفعل الإفراز ويكون بيانا للشرط المتفق عليه عند الكل كما قدمناه من أن المسجد لو كان مشاعا لا يصح ا جماعا وعليه فقوله عند الثاني مرتبط بقول المتن بقوله جعلته مسجدا، وليست الواو فيه بمعنى أو فافهم، لكن عنده لابد من ا فرازه بطريقه، ففي النهر عن القنية جعل وسط داره مسجدا وأذن للناس بالدخول والصلوة فيه، أن شرط معه الطريق صار مسجدا في قولهم جميعا وا لا فلا عند أبي حنيفة، وقالا يصير مسجدا ويصير الطريق في حقه من غير شرط، كما لو أجر أرضه ولم يشترط الطريق ١هـ وفي القهستاني ولابد من ا فرازه أي تميزه عن ملكه من جميع الوجوه فلو كان العلو مسجدا والسفل حوانيت أو بالعكس لا يزول ملكه لتعلق حق العبد به كما في الكافي (تنبيه) ذكر في البحر أن مفاد كلام الحاوي اشتراط كون أرض المسجد ملكا للباني ١هـ لكن ذكر الطرطوسي جوازه على الأرض المستأجرة أخذا من جواز وقف البناء، كما سنذكر هناك وسئل في الخيرية عمن جعل بيت شعر مسجدا فأفتى بأنه لا يصح. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد ص ۵۱۱ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۵۲۰):

ولو ضم القاضي للقيم ثقة ناظر حسبة هل للأصيل أن يستقل بالتصرف لم أره، وأفتى الشيخ الأخ أنه ا ن ضم ا ليه لخيانة لم يستقل وا لا فله ذلك، وهو حسن، نهر (قوله ولو ضم القاضي للقيم ثقة) تقدم عند قول الشارح ليس للقاضي عزل الناظر بمجرد شكاية المستحقين أنه يضمه ا ليه ا ذا طعن في أمانته بدون ا ثبات خيانة وا لا عزله وتقدم تمام الكلام عليه هناك.
(الدر المختار مع رد المحتار، مطلب لیس للمشرف التصرف ص ۵۹۶ ج ۳)

دفعہ(۵۲۱):

کسی شئ کے وقف ہونے کا دعوی اصولاً متولی کر سکتا ہے، لیکن اگر کسی دوسرے نے بھی دعوی کیا تو وہ قابل سماعت ہوگا۔

دفعہ(۵۲۲):

اگر کسی نے کوئی جائیداد پہلے فروخت کی، پھر اس کے وقف ہونے کا دعوی کیا تو تضاد کی وجہ سے اس کا دعوی قابل سماعت ہوگا، اس کے وقف ہونے پر شہادت قابل سماعت ہوگی، اور اس شہادت کی بنیاد پر اس جائیداد کے وقف ہونے کا فیصلہ کرنا صحیح ہوگا، اور بیع باطل قرار پائے گی۔

دفعہ(۵۲۳):

اگر کوئی شخص مال موقوفہ سے منتفع ہونے کے حق کا مدعی ہو اور کسی وجہ سے اس کا دعوی رد کر دیا

حوالہ دفعہ(۵۲۱) تا(۵۲۳):

(والـموقوف عليه الغلة) أو السكنى (لا رجل يملك الإجارة) ولا الدعوى لو غصب منه الـوقف (ا لا بتولية) أو ا ذن قاض ولو الوقف على رجل معين على ما عليه الفتوى عمادية، لأن حقـه فـي الـغـل لا الـعيـن (قوله لا الدعوى لو غصب منه الوقف) ...... وفي فتاوى الحانوتي والـحـق أن الـوقف ا ذا كـان عـلـى معين تصح الدعوى منه، وظاهره سماعها على عين الوقف أيـضـا، ولـذا قـال فـي نـور الـعيـن أن الـغلة نماء الوقف فبزوال الوقف تزول الغلة فيصير كأن الـمـوقوف عليه ادعى شرط حقه فينبغي أن تكون رواية الصحة هي الأصل ١هـ واستشهد له فـي البـزازية لهـذه الـرواية بـعـدة مسـائـل عن الخصاف قلت وكذا في الاسعاف ادعى أحد الـمـوقـوف عـليهـم عـلـى واحد منهم أنه با ع الوقف من الغاصب وسلمه ا ليه ويرهن أو نكل الآخـر يقضى عليه بقيمته ويشترى بها ضيعة توقف كالأول ١هـ وفي التتارخانية عن المحيط أرض فـي يـد رجـل يـزعـم أنها ملكه فادعى قوم أنه وقفها عليهم قبلت بينتهم وحكمت عليه بـالـوقف وأخـرجتهـا مـن يـده، قـال وهـذه الـمسئلة تصريح بأن الدعوى من الموقوف عليه صحيحة ١هـ قـلـت وبقي ما لو ادعى رجل على المتولي بأنه من الموقوف عليهم وا ن له حقا فـي غلة الوقف أو بأن حقه فيها كذا أكثر مما كان يعطيه وينبغي عدم التردد أيضا في سماعها لأنـه يـريـد مجرد ا ثبات حقه ويؤيده ما فى الاسعاف لو منع الواقف أهل الوقف ما سمى لهم فـطـالبوه به ألزمه القاضي بدفع ما في يده من غلته ١هـ وكذا ما سيذكره الشارح بعد صفحة

گیا ہو، لیکن اس مال کے وقف ہونے پر شہادت شرعی پیش ہوجائے تو اس مال کے وقف ہونے کا فیصلہ کرنا صحیح ہوگا۔

عن المصنف والخانية، وذكر في البزازية في الفصل السادس من الوقف عدة مسائل من هذا القبيل منها دعواه أنه من فقراء القرابة فراجعه وسيذكره المصنف أن بعض المستحقين ينتصب خصما عن الكل ا ذا كان أصل الوقف ثابتا وهو صحيح في صحة دعوى أحد الموقوف عليهم. ولم يقيدوه با ذن القاضي فيحمل ما مر من عدم سماعها رواية واحدة على ما ا ذا لم يكن أصل الوقف ثابتا، وهذا مؤيد لما قلناه من صحته دعواه على المتولى بأنه من الموقوف عليهم أو باستحقاقه فتأمل هذا واعلم أن عدم الدعوى كما يذكره المصنف قريبا ويأتي بيانه بل سيأتي متنا أنه لو با ع دارا ثم ادعى أني كنت وقفتها أو قال وقف على لم يصح لو أقام بينة قبلت يأتي تمام الكلام عليه (قوله ا لا بتولية) أي بأن يكون متوليا من قبل أو ينصبه القاضي متوليا ليسمع دعواه كما في البزازية، وفيها أيضا أنه تصح دعوى الواقف (قوله أو ا ذن قاض) بالدعوى والإيجار.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب الموقوف علیہ لایملک الاجارۃ ومطلب فی دعوی الموقوف علیہ ھوالمتولی ص ۵۵۲، ۵۵۴ ج ۳)

(و) الذي (تقبل فيه الشهادة) حسبة (بدون الدعوى) أربعة عشر منها الوقف على ما في الأشباه لأن حكمه التصدق لغلة وهو حق الله تعالى، بقي لو الوقف على معينين هل تقبل بلا دعوى في الخانية المختار وينبغى لا اتفاقا وفي شرح الوهبانية للشيخ حسن وهذا التفصيل هو المختار وفي التتارخانية أن هو حق الله تعالى تقبل وا لا لا بالدعوى فليحفظ، قلت لكن بحث فيه ابن الشحنة ووفق المصنف بقبولها مطلقا لثبوت أصل الوقف لمآله للفقراء و باشتراط الدعوى لثبوت الاستحقاق لما في الخانية لو كان ثمة مستحق ولم يد ع لم يدفع له شئ من الغلة وتصرف كلها للفقراء، قلت ومفاده أنه لو ادعى استحق مع أنها لا تسمع منه على المفتى به ا لا بتولية كما مر فتدبر، وفي الأشباه لنا شاهد حسبة في أربعة عشر وليس لنا مد ع حسبة ا لا في دعوى الموقوف عليه أصل الوقف فا نها تسمع عند البعض والمفتى به لا ا لا بتولية فا ذا لم تسمع دعواه فالأجنبي أولى انتهى، وقد مر فتنبه (قوله حسبة) الحسبة بالكسر الأجر كما في القاموس أي لقصد الأجر لا لا جابة مدع أفاده ط (قوله منها الوقف) أي الشهادة بأصله لا بريعه أشباه، وأما الدعوى به أو بريعه فقد مر الكلام عليها ويأتي قريبا ويأتي بيان المراد بأصله (قوله وهذا التفصيل) أي بين ما ا ذا كان الوقف على معينين فلا تقبل وبين ما ا ذا قامت على أنه للفقراء أو للمسجد ونحوه فتقبل، (قوله لكن بحث فيه ابن الشحنة الخ) أي بحث في الا طلاق المذكور في المتن ا هـ ح والأصوب ا بداله بابن وهبان ويعود الضمير ا لى التفصيل، قال المصنف في المنح نقلا عن الخانية وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل ا ذا كان الوقف على قوم بأعيانهم لا تقبل البينة عليه بدون الدعوى ا هـ

قال ابن وهبـان: وهذا التفصيل غير محتاج ا ليه لأن الوقف وا ن كان على قوم بأعيانهم فآخره لابد أن يكون لجهة بر لا تنقطع كالفقراء وغيرهم فالشهادة تقبل بحقهم ا ما حالا أو مالا، قال ابن الشحنة التفصيل لابد منه لأن البينة ا ذا قامت بأن هذا وقف يستحقه قوم بأعيانهم لابد فيه مـن دعوى لثبوت استحقاقهم وتناولهم، وا ن كان آخره ما ذكر بخلاف ما ا ذا قامت على أنه وقف على الفقراء أو المسجد أو نحو ذلك ا هـ قال المصنف أقول ما ذكره ابن وهبان ظاهر جـدا ومـا ذكـره ابـن الـشـحـنة لا يـنتهـض حجة عليه لأن كلام ابن وهبان في أن ثبوت أصل الـوقف لا يـحتـاج ا لـى الـدعـوى مـطـلقا وا ن كان المستحق لا يدفع له شئ على تقدير عدم دعـواه، وكـلام ابـن الشـحنة في ثبوت الاستحقاق للموقوف عليه المعين، ولاشك في توقفه عـلـى الـدعوى ا هـــ ....

التـحـقيـق أن الـوقف من حيث هو حق الله تعالى لأنه تصدق بالمنفعة فلا تشترط له الدعوى لـكـن ا ذا كان أوله على معين وأريد ا ثبات استحقاقه اشترط له الدعوى وا ن ثبت أصل الوقف بدونها، فثبت ما قاله المصنف وهذا في الحقيقة تحقيق وتلفيق بين القولين وتوفيق بنظر دقيق، لـكن لو كان المدعي هو البائع لا يمكن ا ثبات استحقاقه لأنه متناقض فلا تصح دعواه وتبقى البيـنة مسموعة لإثبات أصل الوقف ويأتي له زيادة بيان عند قوله باع دارا (قوله ا لا بتولية) أي أو بـا ذن قـاض (قـولـه كـمـا مر) أي عن العمادية، لكن فيه أن ما مر في دعوى عين الوقف لو غصبه غاصب أما دعوى المستحق استحقاقه من غلة الوقف فلا شبهة في صحتها ولا تحتاج ا لـى التـدبـر أفـاده ح (قوله والمفتى به لا) أي لا تسمع دعواه فلا يحلف الخصم لو أنكر كما قـدمـنـاه آنـفـا عـن الـبـزازية، لـكـن لو أقام بينة تقبل بطريق الحسبة كما علمت تحريره (قوله فـالأجـنـبـي أولـى) قـال في الأشباه عقب هذا وظاهر كلامهم أنها لا تسمع من غير الموقوف عليه اتفاقا ا هــ، أي لأن الـخلاف مذكور في دعوى الموقوف عليه هل تسمع أم لا والمفتى به لا فظاهره أن الأجنبي لا تسمع دعواه اتفاقا، لكن قال العلامة البيرى بل الظاهر من كلامهم أن الـخـلاف فيـه أيـضا لأن محل النزاع كون المحل قابلا لدعوى الحسبة أم لا فمن قال بأنه قـابـل جوز ذلك من الموقوف عليه كما لا يخفى ا هـــ وحيـنئذ يتجه ما مر من التفصيل فا ذا كـانـت الـدعـوى لا ثـبـات عيـن الـوقف يـكـون حق الله تعالى فتسمع فيه الدعوى حسبة من الـمـوقـوف عـليـه وغيـره ا لا ا ذا بـاع الوقف. ثم ادعى فلا تسمع دعواه، وأما البينة فا نها تقبل مـطـلـقا ا لا ا ذا كانت لإثبات غلة الوقف فلا تقبل بلا دعوى صحيحة، وتقدم الكلام فيه ثم لا يـخـفـى أن شـاهد الحسبة لابد أن يدعى ما يشهد به ا ن لم يوجد مدع غيره، وعلى هذا فكل مـاتـقبـل فيـه الشهـادة حسبة يـصـدق عليه أنه تقبل فيه الدعوى حسبة وهذا ينافي ما مر عن الأشبـاه، ا لا أن يـكون مراده أنه لا يسمى مدعيا أو أن مدعي الحسبة لا يحلف له الخصم عند عدم البينة فلا يتحقق بدون الشهادة فلذا نفاه، فليتأمل وفي الفصولين وفي عتق الأمة والطلاق قيل يحلف وقيل لا.

(تـنبيه) شاهد الحسبة ا ذا أخرها لغير عذر لا تقبل لفسقه أشباه عن القنية، وقال ابن نجيم في رسالته المؤلفة فيما تسمع فيه الشهادة حسبة ومقتضاه أن الشاهد فى الوقف كذلك (قوله وقـد مـر) أي عدم سماع الدعوى من الموقوف عليه لو غصب منه الوقف ا لا بتولية مع زيادة قـولـه ولـو الـوقف عـلى معين ولا يخفى أن الدعوى على الغاصب دعوى أصل الوقف أي لا دعوى الغلة فافهم.

(الدر المختار مع رد المختار، كتاب الوقف: مطلب المواضع التي تقبل فيها الشهادة حسبة بلا دعوى ص ٥٥٥ فا ٥٥٧ ج ٣)

(وبعض مستحقيه) .... (ينتصب خصما عن الكل) أي ا ذا كان وقف بين جماعة ووافقه واحد فلواحد أو وكيله الدعوى على واحد منهم أو وكيله (وقيل لا) .... (وهذا) أي انتـصـاب بـعـضـهـم (ا ذا كـان الأصل ثابتا وا لا فلا) ينتصب أحد المستحقين وكذا بعض الـنـظار كما قدمناه والمسئلة في المحيط والقنية وقف بين أخوين مات أحدهما وبقي في يد الـحـي وأولاد الـمـيـت، فبرهـن الـحـي عـلـى أحدهم أن الوقف بطنا بعد بطن والباقي غيب والـواقف واحـد يـقبـل ويـنتصب خصما عن الباقين، ولو برهن الأولاد أن الوقف مطلق علينا وعـليك فبينـة الأول أولـى (قـولـه وهـذا الـخ) وعـلـيـه فـلا مـنافاة بين ما هنا وما قدمه من أن الـمـوقوف عليه لا يملك الدعوى لأن ذاك فيما ا ذا لم يكن الوقف ثابتا وأراد ا ثبات أنه وقف ومر تقريره.

(الدر المختار مع رد المختار، كتاب الوقف: مطلب فيمن ينتصب خصما عن غيره ومطلب بعض المستحقين ينتصب خصما عن الكل ص ٥٦٠ تا ٥٦٢ ج ٣)

(بـاع دارا) ثـم بـاعـهـا المشتري (ولو أقام بينة) أو أبرز حجة شرعية (قبلت) فيبطل البيع ويـلـزم أجـر الـمـثـل فيـه لا في الملك لو استحق على المعتمد بزازية وغيرها، وليس للمشتري حبسـه بـالثمن منية من الاستحقاق وهي ا حدى المسائل السبع المستثناة من قولهم من سعى فـي نـقـض مـا تـم مـن جهتـه فسعيـه مردود عليه، واعتمد في الفتح والبحر أنه ان ادعى وقفا مـحـكـومـا بلزومه قبل وا لا لا وهو تفصيل حسن اعتمده المصنف في باب الاستحقاق لكن اعتـمـد الأول آخـر الـكـتـاب تبـعا للكنز وغيره وفي العمادية لا تقبل عند الإمام وهو المختار وصـوبـه الـزيـلعي قال: وهو أحوط وفى دعوى المنظومة المحبية وهذا في وقف هو حق الله تـعالى، أما لو كان على العباد لم يجز، قلت وقد قدمنا قبولها مطلقا لثبوت أصله لما له للفقراء فتدبر، وفي فتاوى ابن نجيم نعم تسمع دعواه وبينته ويبطل البيع (قوله قلت قد قدمنا) أي عن الـمـصـنف عند قوله وتقبل فيه الشهادة بدون الدعوى (قوله مطلقا) أي سواء كان على معين ابتـداء أو عـلـى الـفقراء وهو المراد من قوله هو حق الله تعالى، وقدمنا تمام الكلام عليه (قوله تسـمـع دعـواه وبيـنتـه يـعنى الدعوى المقرونة بالبينة أم الدعوى المجردة عن البينة فلا تسمع حتى لا يخلف المشتري كما مر، وقد صرح في الخانية بعدم سماعها في الصحيح والحاصل أن الـمـعتمد سماع البينة دون الدعوى المجردة وهو ما ذكره المصنف في المتن هنا، وقدمنا

عن شرحه ترجيحه و في الخيرية أجاب لا تسمع دعواه ولكن ا ذا أقام البينة اختلفوا فيه الأصح القبول نص عليه في الخلاصة وكثير من الكتب وعللوه بأن الوقف حق الله تعالى فتسمع فيه البينة بدون الدعوى وفرق بعضهم بين المسجل فتقبل وبين غيره فلا تقبل، والأصح ما قدمنا أنه لا يصح وا ذا ثبت أنه وقف وجبت الأجرة له في تلك المدة١ هـ قلت ويظهر لي أن التحقيق وهو التفصيل والتوفيق وذلك أن البائع ا ذا ادعى فا ن كان هو الموقوف عليه تقبل بينته على ا ثبات أصل الوقف ولا يعطى شيئا من الغلة لعدم صحة دعواه وقد مر عند قوله وتقبل فيه الشهادة بدون الدعوى تحقيق ما ذكره المصنف في شرحه من أن ثبوت أصل الوقف لا يحتاج للدعوى وأن المستحق لا يدفع له شئ بلا دعوى، وحينئذ فا ذا كان البائع هو المستحقين لا تسمع دعواه لتناقضه بخلاف ما ا ذا كان المدعي غيره من المستحقين لعدم التناقض منهم، وأما ا ذا كان الوقف على الفقراء أو على المسجد فتقبل البينة ويثبت الوقف بلا فرق بين كون المدعي هو البائع أو غيره والله سبحانه اعلم (تنبيه) بقى ما لو اشترى دارا ثم ادعى المشتري أنها وقف تسمع دعواه على البائع لو هو المتولي وا لا نصب القاضي له متوليا وعلى قول أبي جعفر وغيره وا ن لم تسمع الدعوى على غير المتولي للتناقض تقبل الشهادة بدون الدعوى وتمام ذلك في الخيرية في الثلث الثالث من كتاب الوقف.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف: مطلب فيمن باع دارا ثم ادعى أنها وقف، ومطلب من سعى في نقض ما تم من جهته فسعيه مردود عليه الا في تسع مسائل باع عقارا ادعى أنه وقف ص ٥٧١ ٥٧٢ ج ٣)

(ومنع التناقض) أي التدافع في الكلام (دعوى الملك، لعين أو منفعة لما في الصغرى طلب نكاح الأمة يمنع دعوى تملكها وكما يمنعها لنفسه يمنعها لغيره ا لا ا ذا وفق وهل يكفي ا مكان التوفيق خلاف سنحققه في متفرقات القضاء وفروع هذا الأصل كثيرة سيجئ في الدعوى .... والأصل أن التناقض (لا) يمنع دعوى ما يخفى سببه ك (النسب والطلاق) كذا (الحرية ......).

(الدر المختار مع رد المحتار، باب الاستحقاق: مطلب في مسائل التناقض ص ٢٧١ تا ٢٧٣ ج ٤)

......١ لا في مسائل ليست هذه منها ونقل القنية لا يعارض نقل قاضي خان فا نه من أهل الترجيح ١هـ ملخصا وقال في حاشيته على الأشباه أو آخر كتاب الأمانات بعد كلام طويل ولا يخفى أن وصي الميت ا ذا امتنع عن القيام بالوصية ا لا بأجر لا يجبر على العمل لأنه متبرع لا جبر على المتبرع فا ذا رأى القاضي أن يعمل له أجرة المثل فما المانع منه، وهي واقعة الفتوى وقد أفتيت به مرارا ١هـ وبه أفتى في الحامدية أيضا، أقول وعبارة الخانية وعن نصير للوصي أن يأكل من مال اليتيم يركب دوابه ا ذا ذهب في حوائج اليتيم وقال بعضهم لا يجوز وهو القياس وفي الاستحسان يجوز أن يأكل بالمعروف ا ذا كان محتاجا بقدر ما سعى١هـ أقول تقييده بالاحتياج موافقا لقوله تعالى: "ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف" لا يدل على جواز الأجرة لغير المحتاج ويأتي تمام الكلام على الأكل في الفروع، ولم يذكر ما ا ذا

دفعہ (۵۲۴):

اگر کسی نے کوئی ایسی چیز وقف کی جس سے فقراء واغنیاء سب کے استفادہ کا عرف ہو، مثلاً مسجد، مسافر خانہ، ہسپتال، تو اغنیاء اور فقراء سب ہی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

دفعہ (۵۲۵):

واقف کے متعین کئے ہوئے مصارف اگر شروع ہی سے موجود نہ ہوں یا بعد کو منقطع ہو جائیں تو جب تک مصارف موجود نہ ہوں اس وقف کی آمدنی فقراء پر صرف ہوگی۔

دفعہ (۵۲۶):

اگر کسی شئ کے وقف ہونے کا فیصلہ تو ہو گیا لیکن دعوائے استحقاق رد کر دیا گیا، تو ایسے وقف

استأجره الميت، وفي الخانية أوصى ا لى رجل واستأجره بمائة درهم لا نفاذ وصيته قالوا لا يكون ا جـارة لأنه ا نما يصير وصيا بعد الموت والإجارة تبطل به بل يكون صلة فيعطى له من الثلث قال لك أجر مائة على أن تكون وصيي اختلفوا فيه قال نصير الإجارة باطلة ولا شئ له، وقال أبو سلمة الشرط باطل والمائة وصية له ويكون وصيا وبه أخذ أبو جعفر وأبو الليث ا هـ.

(ردالمحتار ص ۶۲۴ ج ۵)

لـلوصي الأكل والركوب بقدر الحاجة قال تعالى: "ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف" (قـوله للوصي الأكل الخ) قدمنا عن الخانية أنه استحسان ا ذا كان محتاجا بقدر ما سعى، قال فـي أدب الأوصيـاء والـقيـاس أن لا يـأكل لعموم قوله تعالى: "ا ن الذين يأكلون أموال اليتامى ظـلـمـا"، قال الفقيه ولعل قوله تعالى: "ومن كان فقيرا" نسخ بهذه الآية، قلت فكأنه يميل ا لى اختيـارالثـانى وهو قول الإمام في القنية، قال أبوذر وهو الصحيح لأنه شرع في الوصاية متبرعا فلا يوجب ضمانا ا هـ قال الاسبيجابي في شرحه ا لا ا ذا كان له أجر معلوم فيأكل بقدره.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوصي ص ۶۳۴ ج ۵)

حوالہ دفعہ (۵۲۴) تا (۵۲۶):

(الـوقف) عـلـى ثـلاثة أوجـه (ا مـا لـلفقراء أو للأغنياء ثم الفقراء أو يستوي فيه الفريقان كـربـاط وخـان ومقابر وسقايات وقناطر ونحو ذلك) كمساجد وطواحين وطست لاحتياج الـكـل لـذلك بخلاف الأدوية فلم يجز لغني بلا تعميم أو تنصيص فيدخل الأغنياء تبعا للفقراء قـنية (قـوله أو للأغنياء ثم الفقراء) أما للأغنياء فقط فلم يجز لأنه ليس بقربة كما مر أول الباب

کے مصارف بھی فقراء ہوں گے۔

(قولـه كـمساجد الخ) وكذا مصاحف مساجد وكتب مدارس كما هو ظاهر ما مر عند قوله ومنقول فيه تعامل (قوله لاحتياج الكل لذلك) أي للنزول في الخان والشرب من السقاية الخ زاد في الهداية أن الفارق بين الموقوف للغلة وبين هذا هو العرف فا ن أهل العرف يريدون بذلك في الغلة للفقراء وفي غيرها التسوية بينهم وبين الأغنياء (قوله بخلاف الأدوية) أي الموقوفة في التيمارخانة فا ن الحاجة ا ليها دون الحاجة ا لى السقاية فا ن العطشان لو ترك شرب الماء يأثم ولو ترك المريض التداوى لا يأثم أفاده ح عن المنح (قوله فيدخل الأغنياء تبعا) هذا في التعميم أما في التنصيص فهم مقصودون ١هـ ح.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف: قبیل فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ ص ۵۴۷ - ۵۴۸ ج ۳)

(و) تقبل فيه (الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة لإثبات أصله وا ن صرحوا به) ...... (لا) تقبل بالشهرة (لـ) ا ثبات شرائطه في الأصح ...... (وبيان المصرف) كقولهم على مسجد كذا (من أصله) لتوقف صحة الوقف عليه فتقبل بالتسامع (قوله وبيان المصرف من أصله) مبتدأ وخبر أي فتقبل الشهادة على المصرف بالتسامع كالشهادة على أصله لأن المراد بأصله كل ما تتوقف عليه صحته وا لا فهو من الشرائط كما قدمناه وكونه وقفا على الفقراء أو على مسجد كذا تتوقف عليه صحته بخلاف اشتراط صرف غلته لزيد أو للذرية فهو من الشرائط لا من الأصل ولعل هذا مبني على قول محمد باشتراط التصريح في الوقف بذكر جهة لا تنقطع وتقدم ترجيح قول أبي يوسف بعدم اشتراط التصريح، فا ذا كان ذلك غير لازم في كلام الوقف فينبغي أن لا يلزم في الشهادة بالأولى لعدم توقف الصحة عليه عنده، ويؤيد هذا ما في الاسعاف والخانية لا تجوز الشهادة على الشرائط والجهات بالتسامع ١هـ ولا يخفى أن الجهات هي بيان المصارف فقد ساوى بينهما وبين الشرائط ا لا أن يراد بها الجهات التي لا تتوقف صحة الوقف عليها، وفي التتارخانية وعن أبي الليث تجوز الشهادة في الوقف بالاستفاضة من غير الدعوى، وتقبل الشهادة بالوقف وا ن لم يبينوا وجها ويكون للفقراء ا هـ وفي جامع الفصولين ولو ذكروا الوقف لا المصرف تقبل لو قديما ويصرف ا لى الفقراء ا هـ.

وهذا صريح فيما قلنا من عدم لزومه في الشهادة والظاهر أنه مبني على قول أبي يوسف وعليه فلا يكون بيان المصرف من أصله فلا تقبل فيه الشهادة بالتسامع كما سمعت نقله عن الخانية والاسعاف، والظاهر أن هذا ا ذا كان المصرف جهة مسجد أو مقبرة أو نحوهما أما لو كان للفقراء فلا يحتاج ا لى ا ثباته بالتسامع لما علمت من أنه يثبت بالشهادة على مجرد الوقف فا ذ ثبت الوقف بالتسامع يصرف ا لى الفقراء بدون ذكرهم كما علم من عبارة التتارخانية والفصولين، هذا ما ظهر لي في هذا المحل، وقد ذكر الخير الرملي في حاشية المنح توفيقا آخر بين ما ذكره المصنف وبين ما نقلناه عن الاسعاف والخانية بحمل جواز الشهادة

علـى مـا ا ذا لـم يكن الواقف ثابتا على جهة بأن ادعى على ذي يد يتصرف بالملك بأنه وقف علـى جهة كـذا فشهـدوا بالسماع، وحمل عدم الجواز على ما ا ذا كان أصله ثابتا على جهة فـادعى جهة غيـرهـا وشهـدوا عليها بالسماع للضرورة في الأول دون الثاني لأن أصل جواز الشهـادـة فيه بالسماع للضرورة والحكم يدور مع علته وجازت ا ذا قدم قال وقد رأيت شيخنا أجاب بذلك ١هـ مخلصا.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف: فصل يراعى شرط الواقف في اجارته ص ٥٥٧، ٥٦٠ ج ٣)

(صـح الـوقف قبـل وجـود الـموقوف عليه) فلو وقف على أولاد زيد ولا ولد له أو على مكان هيأه لبناء مسجد أو مدرسة صح (في الأصح) وتصرف الغلة للفقراء ا لى أن يولد لزيد أو يبنـى الـمسـجـد، عمادية زاد في النهر ينبغي أنه لو وقفه على مدرسة يدرس فيها المدرس مع طـلبتـه فدرس في غيرها لتعذر التدريس فيها أن تصرف العلوفة له لا للفقراء كما يقع في الروم ...... (قـولـه أو عـلـى مـكـان هيـأه الخ) فيه نظر فا ن المكان موجود فيكون وقفا على موجود والـذى فـي المنح عن العمادية هيأ موضعا لبناء مدرسة وقبل أن يبنى وقف على هذه المدرسة وقـفا بشرائطه وجعل آخره للفقراء الخ وقيده بتهيئة المكان لأنه لو وقف على مسجد سيعمره ولـم يهـيء مـكـانـه لـم يـصـح الوقف كما أفتى به مفتى دمشق المحقق عبد الرحمن آفندي الـعـمـادي (قـولـه وتـصـرف الغلة للفقراء الخ) أقول هذا الوقف يسمى منقطع الأول قال في الـخـانية ولـو قال أرضى هذه صدقة موقوفة على من يحدث لي من الولد. وليس له ولد يصح فـا ذا أدركـت الـغلة تقسم على الفقراء وا ن حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التي توجد بـعـد ذلك ا لـى هـذا الـولـد لأن قـولـه صـدقة موقوفة وقف على الفقراء وذكر الولد الحادث للاستثناء كأنه قال ا لا أن حدث لي ولد فغلتها له ما بقي١هـ ومنه ما في الاسعاف وقف على ولـده وليـس له ا لا ولد ابن تصرف الغلة لولد الابن ا لى أن يحدث للواقف ولد لصلبه فتصرف ا ليه١هـ وقد يكون منقطع الوسط ومنه ما في الخانية وقف على ولديه ثم على أولادهما أبدا مـا تـنـاسلوا قال ابن الفضل ا ذا مات أحدهما عن ولد يصرف نصف الغلة ا لى الباقي والنصف ا لـى الـفقراء فا ذا مات الآخر يصرف الجميع ا لى أولاد أولاد الواقف لأن مراعاة شرط الواقف لازم والـواقف ا نـمـا جـعـل أولاد الأولاد بعد انقراض البطن الأول فا ذا مات أحدهما يصرف الـنصف ا لى الفقراء١هـ (تـنبيـه) عـلـم من هذا أن منقطع الأول ومنقطع الوسط يصرف ا لى الفقراء ووقع في الخيرية خلافه ...... وهذا سبق قلم فا ن ما ذكره مذهب الشافعي.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف: مطلب في الوقف المنقطع الأول والمنقطع الوسط ص ٥٤٣ ـ ٥٤٧ ج ٣)

لو انقطع ثبوته فما كان في دواوين القضاة اتبع وا لا فمن برهن على شئ حكم له به وا لا صرف للفقراء ما لم يظهر وجه بطلانه بطريق شرعي فيعود لملك واقفه أو وارثه أو لبيت المال ...... (قـولـه لـو انقطع ثبوته الخ) المراد علم أنه وقف بالشهرة ولكن جهلت شرائطه ومصارفه بـأن لـم يـعلم حاله ولا تصرف قوامه السابقين كيف كانوا يعملون وا لى من يصرفونه فحينئذ

دفعہ (۵۲۷):

اگر اوقاف یا اس کے مصارف کے سلسلہ میں گواہی پیش ہو تو اس کے قابل قبول ہونے کے لئے کم از کم دو دیندار مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

دفعہ (۵۲۸):

ایسے قدیم اوقاف جن کے عینی شاہدوں کا زندہ رہنا متوقع نہ ہو، ان کے وقف ہونے یا

ينـظـر ا لـى مـا فـى دواويـن القضاة فا ن لم يوجد فيها لا يعطى أحد ممن يدعي فيه حقا ما لم يـرهن فا ن لم يبرهن يصرف للفقراء لأن الوقف في الأصل لهم وقد علم مجرد كونه وقفا ولم يثبـت فيـه حـق لغيرهم فيصرف ا ليهم فقط، وهذا معنى قولهم يجعلها القاضي موقوفة ا لى أن يظهر الحال، وقدمنا تمام تحقيق هذه المسئلة عند قوله وبيان المصرف من أصله فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف: مطلب فی الوقف إذا انقطع ثبوتہ ص ۵۸۸ ج ۳)

حوالہ دفعہ (۵۲۷) تا (۵۲۹):

(ونـصـابهـا لـلزنا أربعة رجال) ...... (و) لبقية الحدود والقود و) منه (ا سلام كافر ذكر) ...... (و) ردة مسلم رجلان) .... (ولـلـولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه) .... (والبكارة وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة) حرة مسلمة والثنتان أحوط ...... (و) نصابها (لغيرها من الحقوق سواء كان) الحق (مالا أو غيره كنكاح وطلاق و وكالة ووصية واستهلال صبي) ...... (......رجلان) ...... (أو رجل وامرأتان).

(الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، کتاب الشہادات ص ۵۱۵۔۵۱۶ ج ۴)

(ولا يشهد على شهادة غيره ما لم يشهد عليه) وقيده في النهاية بما ا ذا سمعه في غير مجلس القاضي فلو فيه جاز وا ن لم يشهده شرنبلالية عن الجوهرة، ويخالفه تصوير صدر الشريعة وغيره وقولهم لابد من التحميل وقبول التحميل وعدم النهي بعد التحميل على الأظهر (قوله ما لم يشهد عليه) أي ما لم يقل له الشاهد أشهد على شهادته (قوله تصوير صدر الشريعة) حيث قال سمع رجل أداء الشهادة عند القاضي لم يسع له أن يشهد على شهادته (قوله وقولهم) عطف على تصوير ووجه المخالفة ا لا طلاق وعدم تقييد الاشتراط بما ا ذا كانت عند غير القاضي.

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الشہادات ص ۵۱۹ ج ۴)

(ولا) يشهد أحد (بما لم يعاينه) بالإجماع (ا لا في) ...... (النسب والموت والنكاح والدخول) بزوجته (وولاية القاضي وأصل الوقف) وقيل وشرائطه على المختار كما مر في بابه (و) أصله (هو كل ما تعلق به صحته وتوقف عليه) وا لا فمن شرائطه (فله الشهادة بذلك ا ذا أخبره بها) بهذه الأشياء (من يثق) الشاهد (به) من خبر جماعة لا يتصور تواطؤهم على

وقف کے مصارف کے اثبات کے سلسلہ میں یا مختلف مصارف کی مقدار کی تعیین کے سلسلہ میں قابل اعتماد خبروں پر مبنی گواہی بھی قابل قبول ہوگی، اسی طرح قابل اعتماد دستاویزات بھی مذکورہ امور کے فیصلے کے لئے کافی ہوں گے، اور اگر دستاویزات بھی موجود نہ ہوں تو ماضی میں متولیوں کا جو عمل رہا ہے اس کو سامنے رکھ کر مصارف کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

تشریح:

قابل اعتماد خبروں پر مبنی گواہی سے مراد یہ ہے کہ گواہوں نے اتنے لوگوں سے وہ بات سنی ہو (جس کی وہ گواہی دے رہے ہیں) کہ عادۃً اتنے لوگوں کا جھوٹ بولنا ممکن نہ ہو، یا ہر گواہ نے دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں سے سن کر قاضی کی عدالت میں گواہی دی کہ فلاں جائیداد وقف ہے یا فلاں مصرف پر وقف ہے، تو یہ گواہی قابل اعتماد خبروں پر مبنی کہلائے گی، جسے فقہ کی اصطلاح میں شہادت بالتسامع یا شہادت بالشہرۃ بھی کہا جاتا ہے۔

دفعہ (۵۲۹):

اگر کسی ایسی چیز کے وقف ہونے کا معاملہ عدالت میں پیش ہو کہ مدعی کی بیان کردہ تاریخ

الكذب بلا شرط عدالة أو شهادة عدلين ا لا في الموت فيكفي العدل ولو أنثى ...... (وا ن فسر) الشاهد (للقاضي أن شهادته بالتسامع أو بمعاينة اليد ردت) على الصحيح (ا لا في الوقف والموت ا ذا) فسر أو (قالا فيه أخبرنا من تثق به) تقبل (على الأصح) خلاصة .
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، کتاب الشہادات ص ۵۲۰۔ ۵۲۱ ج ۴)

(تقدم الدعوى في حقوق العباد شرط قبولها) لتوقفها على مطالبتهم ولو بالتوكيل بخلاف حقوق الله تعالى لوجوب ا قامتها على كل أحد، فكل أحد خصم فكان الدعوى موجودة.
(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الاختلاف فی الشہادۃ ص ۵۳۸ ج ۴)

(باب الشهادة على الشهادة) (هي مقبولة) (وا ن كثرت استحسانا في كل حق على الصحيح (ا لا في حد وقود) .... (بشرط تعذر حضور الأصل بموت) ...... (أو مرض أو سفر) ...... (أو كون المرأة مخدرة)........... وقوله (عند الشهادة) عند القاضي قيد للكل لإطلاق جواز الإشهاد لا الأداء كما مر (و) بشرط (شهادة عدد) نصاب ولو رجلا وامرأتين

.... (عن كل أصل) ولو امرأة (لا تغاير فرعى هذا وذلك) .... (و) كيفيتها أن (يقول الأصل مخاطبا للفرع) ولو ابنه بحر (اشهد على شهادتي أني أشهد بكذا) ويكفى سكوت الفرع ولو رده ارتد قنية .... (ويقول الفرع وأشهد أن فلانا أشهدني على شهادته بكذا وقال لي أشهد على شهادتي بذلك.

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب الشہادۃ علی الشہادۃ ص ۵۴۴۔ ۵۴۵ ج ۴)

(و) تقبل فيه (الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة لإثبات بأصله وا ن صرحوا به) أي بالسماع في المحتار والوقف على معينين حفظا للأوقاف القديمة عن الاستهلاك بخلاف غيره (لا) تقبل بالشهرة (لـ) ا ثبات (شرائطه في الأصح) درر وغيرها لكن في المجتبى المختار قبولها على شرائطه أيضا واعتمده في المعراج وأقره الشرنبلالي وقواه في الفتح بقولهم يسلك بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه ومصارفه ما كان عليه في دواوين القضاة انتهى وجوابه أن ذلك للضرورة المدعى أعم بحر (وبيان المصرف) كقولهم على مسجد كذا (من أصله) لتوقف صحة الوقف عليه فتقبل بالتسامع.

(قوله لإثبات أصله) متعلق بالشهادة بالشهرة فقط ح، وفي المنح كل ما يتعلق بصحة الوقف ويتوقف عليه فهو من أصله وما لا يتوقف عليه فهو من الشرائط (قوله وا ن صرحوا به) بأن قالوا عند القاضي نشهد بالتسامع درر، وفي شهادات الخيرية الشهادة على الوقف بالسماع أن يقول الشاهد أشهد به لأني سمعته من الناس أو بسبب أني سمعته من الناس ونحوه (قوله أي بالسماع) أشار به ا لى تأويل الشهرة بالسماع، فساغ تذكير الضمير فأفاد أنهما شئ واحد ط وفى حاشيته نوح آفندى الشهادة بالشهرة أن يدعي المتولي أن هذه الضيعة وقف على كذا مشهود ويشهد الشهود بذلك، والشهادة بالتسامع أن يقول الشاهد أشهد بالتسامع ولا يخفى أن المآل واحد وا ن اختلفت المادة فافهم (قوله في المختار الخ) هذا مخالف لما في المتون من الشهادات ففي الكنز وغيره ولا يشهد بما لم يعاين ا لا النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي وأصل الوقف فله أن يشهد بها ا ذا أخبره بها من يثق به ومن في يده شئ سوى الرقيق لك أن تشهد أنه له وا ن فسر للقاضي أنه يشهد بالتسامع أو بمعاينة اليد لا تقبل قال العيني وا ن فسر للقاضي أنه يشهد بالتسامع في موضع يجوز بالتسامع أو فسر أنه يشهد له بالملك بمعاينة اليد يعني برؤيته في يده لا تقبل لأن القاضي لا يزيد علما بذلك فلا يجوز له أن يحكم الخ ومثله في الزيلعي مبسوط وفي شهادات الخيرية الشهادة على الوقف بالسماع فيها خلاف والمتون قاطبة قد أطلقت القول بأنه ا ذا فسر أنه يشهد بالسماع لا تقبل وبه صرح قاضي خان وكثير من أصحابنا ا هـ ومثله في فتاوى شيخ الإسلام على آفندي مفتي الروم ا هـ مخلصا من مجموعة شيخ مشائخنا ملا علي التركماني، قلت لكن تقدم أنه يفتي بكل ما هو أنفع للوقف فما اختلف العلماء فيه كما أشار ا لى وجهه

تبعا للدرر بقوله حفظا للأوقاف القديمة الخ وذكر المصنف عن فتاوى رشيد الدين أنه تقبل وا ن صرحا بالتسامع لأن الشاهد لا بالعيان فا ذن لا فرق بين السكوت والا فصاح أشار ا ليه ظهير الدين المرغيناني، وهذا بخلاف ما تجوز فيه الشهادة بالتسامع فا نهما ا ذا صرحا به لا تقبل ١هـ أي بخلاف غير الوقف من الخمسة المارة فا نه لا يتيقن فيها بأن الشهادة بالتسامع فيفرق فيها بين السكوت والإفصاح، والحاصل أن المشائخ رجحوا استثناء الوقف منها للضرورة وهي حفظ الأوقاف القديمة عن الضياع ولأن التصريح بالتسامع فيه لا يزيد على الإفصاح به والله سبحانه أعلم (قوله لإثبات شرائطه) المراد من الشرائط أن يقولوا ا ن قدرا من الغلة لكذا ثم يصرف الفاضل ا لى كذا بعد بيان الجهة بحر من الشهادات، وقوله بعد بيان الجهة متعلق بقوله أن يقولوا لأن بيان الجهة هو بيان المصرف ويأتي أنه من الأصل لا من الشرائط فالمراد من الشرائط ما يشترطه الواقف في كتاب وقفه لا الشرائط التى يتوقف عليها صحة الوقف كالملك والإفراز والتسليم عند القائل به ونحو ذلك مما مر أول الباب (قوله في الأصح) وعليه الفتوى هندية عن السراجية ط (قوله وأقره الشرنبلالى) وعزاه ا لى العلامة قاسم (قوله وقواه في الفتح بقولهم الخ) حيث قال في كتاب الشهادات وأنت ا ذا عرفت قولهم ذلك لم تتوقف عن تحسين ما في المجتبى لأن ذلك هو معنى الثبوت بالتسامع ١هـ أي لأن الشهادة بالتسامع هي أن يشهد بما لم يعاينه والعمل بما في دواوين القضاة عمل بما لم يعين، وأيضا قولهم المجهولة شرائطه ومصارفه يفهم منه أن ما لم يجهل منها يعمل بما علم منها، وذلك العلم قد لا يكون بمشاهدة الواقف بل بالتصرف القديم وبه صرح في الذخيرة حيث قال: سئل شيخ الإسلام عن وقف مشهور أشبهت مصارفه وقدر ما يصرف ا لى مستحقيه، قال ينظر ا لى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان من أن قوامه كيف يعملون فيه وا لى من يصرفونه فيبنى على ذلك لأن الظاهر أنهم كانوا يفعلون ذلك على موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال المسلمين فيعمل على ذلك ١هـ فهذا عين الثبوت بالتسامع، وفي الخيرية ا ن كان للوقف كتاب في ديوان القضاة المسمى في عرفنا بالسجل وهو في أيديهم اتبع ما فيه استحسانا ا ذا تنازع أهله فيه وا لا ينظر ا لى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان من أن قوامه كيف كانوا يعملون وا ن لم يعلم الحال فيما سبق رجعنا ا لى القياس الشرعي وهو أن من أثبت بالبرهان حقا حكم له به ١هـ لكن قولهم المجهولة شرائطه الخ يقتضي أنها لو علمت ولو بالنظر ا لى المعهود من حاله فيما سبق من تصرف القوام لا يرجع ا لى ما في سجل القضاة وهذا عكس ما في الخيرية فتنبه لذلك (تنبيه) ذكر في الخانية والاسعاف ادعى على رجل في يده ضيعة أنها وقف وأحضر صكا فيه خطوط العدول والقضاة الماضين وطلب من القاضي القضاء بذلك الصك قالوا ليس للقاضي ذلك لأن القاضي ا نما يقضي بالحجة والحجة ا نما هي بينة أو الإقرار، أما الصك فلا يصلح حجة لأن الخط يشبه الخط، وكذا لو كان على باب

گواہی ضروری ہے، اور اگر کسی عذر کی بنیاد پر عینی شاہد عدالت میں حاضر نہ ہو سکتے ہوں تو ان لوگوں کی گواہی کافی ہے جن کے سامنے عینی شاہدوں نے گواہی دی ہو اور عینی شاہدوں نے ان لوگوں کو گواہی دینے کے لئے بھیجا ہو۔

تشریح:

فقہ کی اصطلاح میں گواہی پر گواہی کو شہادت علی الشہادت کہتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اصل گواہ کسی عذر کی بنیاد پر عدالت میں حاضر نہیں ہوسکتا ہے،

الدار لوح مضروب ينطق بالوقف لا يجوز للقاضي أن يقضي ما لم تشهد الشهود ١هـ قلت وهذا بظاهره ينافي ما هنا من العمل بما في دواوين القضاة، والجواب أن العمل بما فيها استحسان كما في الاسعاف وغيره وما ذكرناه عن الخانية محله ما ا ذا لم يكن للصك وجود في سجل القضاة، أما لو وجد فيه فا نه يعمل به كما في حواشي الأشباه، ومثله ما قدمناه من قول الخيرية ا ن كان للوقف كتاب الخ ووجهه ظاهر لأنه ا ذا كان له كتاب موافق لما في سجل القضاة يزداد به قوة ولاسيما ا ذا كان الكتاب عليه خطوط القضاة الماضين، فعلى هذا فقول الأشباه في أول كتاب القضاء لا يعتمد على الخط ولا يعمل به ا لا فى كتاب أهل الحرب بطلب الأمان ا لى الإمام وفي دفتر السمسار والصراف والبياع يستثنى منه أيضا، هذه المسئلة كما أفاد البيرى فتصير المسائل المستثناة ثلاثا وتمام بيانها في كتابنا تنقيح الفتاوى الحامدية من كتاب الدعوى فراجعه فا نه مهم، ثم اعلم أنه ذكر في الأشباه أنه يمكن أن يلحق بكتاب أهل الحرب البر اء ات السلطانية بالوظائف ا ن كانت العلة أنه لا يزور قال العلامة البيري والظاهر هذا ويشهد له ما في الزكوة ا ذا قال أعطيتها وأظهر البراء ة يجوز العمل به وعلل بأن الاحتيال في الخط نادر كما في المصفى ١هـ قلت وهذا يؤيد ما ذكره الشارح في رسالة عملها في الدفتر ا ن المكان الفلاني وقف على المدرسة الفلانية مثلا يعمل به من غيره بينة، قال وبذلك يفتي مشائخ الإسلام كما هو مصرح به فى بهجة عبد الله آفندي وغيرها ١هـ لكن أفتى في الخيرية بأنه لا يثبت الوقف بمجرد وجوده في الدفتر السلطانى لعدم الاعتماد على الخط فتأمل (قوله والمدعي أعم) أي من كونه للضرورة أو غيرها ولكن فيه نظر فا ن الكلام في جهل الشرائط كما علمت ا ذ عند علمها لا حاجة ا لى ا ثباتها فالكلام عند الضرورة لا أعم فكلام الكمال أتم فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف: فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ ص ۵۵۷، ۵۶۰)

(وہکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب القضاء: مطلب في العمل بالسجلات وکتب الأوقاف القديمة ص ۴۲۸ ج ۴)

(وہکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب القاضي إلى القاضي وغيره: مطلب لا يعمل بالخط، ومطلب في العمل بما في الدفاتر السلطانية ص ۴۸۹ ج ۴)

اب ہر گواہ خواہ مرد ہو یا عورت کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے گواہی دیتا ہے، اور ان سے کہتا ہے کہ آپ لوگ عدالت میں حاضر ہو کر میری گواہی پر گواہی دے دیں، چنانچہ مامور گواہ عدالت میں حاضر ہو کر اس طرح کہتا ہے: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے اپنی فلاں بات کی گواہی پر مجھے گواہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ میری اس گواہی پر گواہی دے دو''۔

كتابيات

القرآن

١- القرآن الكريم

٢- تفسير مظهرى : الشيخ ثناء الله الباني بتي

الحديث

٣- الصحيح للبخاري : محمد بن ا سماعيل البخاري

٤- الصحيح لمسلم : مسلم بن الحجاج القشيري

٥- سنن أبي داؤد : سليمان بن الأشعث المعروف بأبي داؤد

٦- سنن الترمذي : محمد بن عيسى الترمذي

٧- سنن ابن ماجة : محمد بن يزيد الربعي

٨- سنن النسائي : أحمد بن علي النسائي

٩- مشكوة المصابيح : ولي الدين محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي

١٠- سنن البيهقي : أحمد بن الحسين بن علي بن عبد الله البيهقي

الفقه الا سلامي

(الف)

١١- الأحكام الشرعية في الأحوال الشخصية : العلامة محمد قدري باشا

١٢- الا سعاف في أحكام الأوقاف : أبو بكر أحمد بن عمر الشيباني المعروف بالخصاف

(ب)

١٣- البحر الرائق : الشيخ زين الدين ابن النجيم المصري

١٤- بدائع الصنائع : علاؤ الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي

(ت)

١٥- التحرير المختار لرد المحتار : العلامة عبد القادر الرافعي

١٦- تكملة البحر الرائق : محمد بن حسين بن علي الطوري الحنفي القادري

١٧- تنوير الأبصار مع الدر المختار : شيخ الا سلام محمد بن عبد الله التمرتاشي الحنفي

(ج)

١٨- الجامع الصغير : الا مام محمد بن حسن الشيباني

١٩- جواهر الفقه : الشيخ المفتي محمد شفيع العثماني

(ح)

٢٠- حاشية منحة الخالق على البحر الرائق : العلامة محمد أمين ابن عابدين الشامي

٢١- الحاشية السراجية المسماة دليل الوارث : العلامة محمد نظام الدين الكيرانوي

٢٢- الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة : الشيخ محمد أشرف علي التهانوي

(د)

٢٣- الدر المختار : العلامة علاؤ الدين الحصكفي

٢٤- الدر المنتقى على شرح الملتقى : العلامة علاؤ الدين الحصكفي

(ر)

٢٥- رد المحتار : العلامة محمد أمين ابن عابدين الشامي

(س)

٢٦- السراجي في الميراث : الشيخ سراج الدين محمد عبد الرشيد السجاوندي

(ش)

٢٧- شرح عقائد النسفي : سعد الدين التفتازاني

٢٨- شرح العناية على الهداية : أكمل الدين محمد بن محمود البابرتي

٢٩- شرح الوقاية : عبيد الله بن مسعود بن تاج الشريعة

٣٠- الشريفية في شرح السراجية : الشيخ عبد الحليم اللكنوي

(ط)

٣١- الطحطاوي على الدر المختار : العلامة سيد أحمد الطحطاوي

(ف)

٣٢- الفقه على المذاهب الأربعة : الشيخ عبد الرحمن الجزيري

٣٣- الفتاوى البزازية على هامش الهندية : الشيخ حافظ الدين ابن البزاز الحنفي

٣٤- الفتاوى التاتارخانية : عالم بن العلاء الأنصاري الهندي

٣٥- فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : فخر الملة والدين محمود الأوزجندي

٣٦- فتوى سعيد بن صديق الفلاتي المالكي : الشيخ سعيد بن صديق الفلاتي المالكي

٣٧- الفتاوى الهندية : الشيخ نظام الدين وجماعة العلماء

٣٨- فتح القدير : كمال الدين محمد ابن الهمام الحنفي

٣٩- فقه السنة : السيد سابق

(ك)

٤٠- كتاب الفسخ والتفريق : الشيخ عبد الصمد الرحماني

٤١- كنز الدقائق على البحر الرائق : الامام عبد الله بن أحمد النسفي

(م)

٤٢- المبسوط للسرخسي : شمس الأئمة السرخسي

(هـ)

٤٣- الهداية : برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني